تفسیر
بیان القرآن

از حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

الناشر
شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان

دینی و علمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل

حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان

درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین

ٹیلیگرام چینل

قال الله تعالیٰ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ
فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ

چوں رأس واساس علوم حکمیہ علوم قرآن ست، وازیں ہمہ توجہ علماء امت مبذول
بخدمتش از قدیم زمان ست، وازجملہ علوم خادمۂ قرآن حسب آیت مزبورہ علم تفسیر وتبیان ست باوجود
توفر وتکثر کتب ایں فن تجدد ضرورت ومذاقِ اہل عصر مقتضی تالیفِ جدید در تبیانِ فرقان ست، وکتاب ہٰذا کہ مسمّٰی بہ

مکمل بیان القرآن

مع

وجوہ المثانی	رفع الشکوک	مسائل السلوک
مع	ترجمہ	من
توجیہات الکلمات والمعانی	مسائل السلوک	کلام ملک الملوک
(فی العربیۃ)	(فی الہندیۃ)	(فی العربیۃ)

الاثر القرآنیہ رأس المفسرین مقدام الراسخین جامع الشریعۃ والطریقۃ مخبر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی والجلی اعنی

بعیان وبرہان کافل وحاوی آں طرز وعنوان ست وایں طبع نقل آں نسخۂ شریفہ است کہ برآں حضرت مؤلف علام قدس سرہ نظر اصلاحی
باہتمام خاص نمودند کہ موجب مزید تبیان ست وایں کامل تفسیر بیان القرآن ست، بناءً علیہ کتاب مذکور باحسن عایات واکمل التزامات مثل
وضع متنِ قرآنی مع ترجمہ بین السطور در اول حصۂ صفحہ وحوالۂ متن مع تکریر ترجمہ وتفسیر بقید امتیاز مابین ترجمہ وتفسیر بخطوط بالائیہ در دومی
حصہ وحواشی عربیہ در سومی حصہ ودر پہلوئے صفحہ کتاب مسائل السلوک ودر ختم ہر جلد مضمون وجوہ المثانی
متعلقہ بآں جلد کہ مجموعش مفید تا الیان قاریان وشائقان ودرک معانی اجمالاً یا تفصیلاً وطالبان
تحقیق مزید از عامیان وخاصان ست

احقر محمد اشرف کہ محتاج مغفرت ورضوان ست

در اشرف پریس، ایبک روڈ (انارکلی) لاہور
اہتمام طبعش نمود

قال الله تعالیٰ إن علینا جمعه وقرآنه
فإذا قرأناه فاتبع قرآنه ثم إن علینا بیانه

چوں رأس ورئیس علوم حکمیہ علوم قرآن ست، وازیں امر توجہ علماء امت مبذول بخدمتش از قدیم زمان ست، واز جملہ علوم خادمہ قرآن حسب آیت مزبورہ علم تفسیر وتبیان ست، وباوجود توفر وتکثر کتب ایں فن تجدد ضرورت ومذاق اہل عصر مقتضی تالیفے جدید در تبیان فرقان ست، وکتاب ہذا کہ مسمی بہ

مکمل بیان القرآن

مع

مسائل السلوك | رفع الشكوك | وجوه المثاني
ترجمہ
كلام ملك الملوك | و | مسائل السلوك | و | توجيه الكلمات والمعاني
(في العربية) | (في الهندية) | (في العربية)

بعیان وبرہان کافل وحاوی آں طرز وعنوان ست، ودریں طبع نفس آں نسخہ شریفہ است کہ از حضرت مؤلف علام قدس سرہ بلحاظ اصلاح با اہتمام خاص بود کہ موجب مزید بیان ست وایں جلد اول وثانی وثالث از آں ست، بنابرآں علیہ کتاب مذکور باحسن رعایات واکمل التزامات مثل وضع متن قرآنی مع ترجمہ بین السطور در اول حصہ صفحہ وحوالہ متن مع تحریر ترجمہ وتعزیر تفسیر بقید امتیاز مابین ترجمہ وتفسیر بخط طرہ بالائیہ در دومی حصہ وحواشی عربیہ در سومی حصہ ودر پہلوئے صفحہ کتاب مسائل السلوک ودرختم ہر جلد مضمون وجوہ المثانی متعلقہ بآں جلد کہ مجموعش مفیدة للبیان قاریان وشائقان درک معانی اجمالاً یا تفصیلاً وطالبان تحقیق مزید از عامیان وخاصان ست

احقر محمد اشرف کہ محتاج مغفرت ورضوان ست

در مطبع اشرف پریس ۷ ایبٹ روڈ انارکلی لاہور

باہتمام شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور طبع شد

کلام پاک کی اس تفسیر کی طباعت کے لئے کاغذ بحوالہ پرمٹ نمبر ۴۸ مورخہ ۱۷ اگست سنہ ۱۹۵۰ء جناب کنٹرولر صاحب پرنٹنگ وسٹیشنری حکومت پاکستان کراچی سے بصد شکریہ وصول کیا گیا۔ ناشر

تمہید نظرِ ثانی از حضرت مُفسّرِ علّام دامت برکاتہم

بعد الحمد والصلوٰۃ عرض ہے کہ احقر نے عرصہ ہوا قرآن شریف کی تفسیر مسمیٰ بہ **بیان القرآن** لکھی تھی، جو ۱۳۲۶ھ میں بحمد اللہ شایع بھی ہو گئی تھی خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے بہت زیادہ اُس کو مفید و مقبول فرمایا۔ اس درمیان میں خود مجھے اُس پر جا بجا سے بارہا نظر کرنے کا اتفاق ہوا اور میرے بہت سے احباب نے تو اُس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا، اس نظر اور مطالعہ کے درمیان خود مجھ کو بھی اور احباب کے تقریرًا یا تحریرًا ابتدائً یا استدعاءً متنبہ کرنے سے بھی بعض . . مقامات قابل ترمیم و اضافہ معلوم ہوئے اور مطبوعہ سابق میں حواشی وغیرہ کی طرز تحریر میں بھی بعض مقامات پر میری تجویز کے خلاف ترمیم کر دی گئی تھی جو مجھ کو ناپسند تھی بناءً علیہ جی چاہتا تھا کہ یہ تفسیر مع ترمیم و اضافہ کے اُسی طرز پر جس پر میں نے اصل مسودہ لکھا تھا طبع ہو جاوے۔ خدا کا شکر ہے کہ میری یہ تمنا بھی اس طرح پوری ہوئی کہ میرے برادر زادہ برخوردار **مولوی شبیر علی** سلمہٗ مالک اشرف المطابع تھانہ بھون نے اسی طرح اس کی طباعت کا قصد کیا اور قابل ترمیم و اضافہ مقامات میں ترمیم و اضافہ کرنے کی مجھ سے درخواست کی، میں نے اس درخواست کو بخوشی منظور کیا اور نظرِ ثانی اس طرح کی کہ مولوی **عبد الکریم** سلمہٗ گمتھلوی اول تفسیر کے ان مقامات کا جو اہل علم کے متوجہ کرنے سے مشورہ طلب ثابت ہوئے مطالعہ کر کے مقامات اشتباہ کو نوٹ کر لیتے تھے پھر اُن مقامات کو میرے سامنے پیش کرتے تھے، اُن میں غور کر کے میں نے تفسیر میں جا بجا مناسب ترمیم کر دی، اور ان مقامات کا ایک معتد بہ حصہ وہ بھی ہے جو ترجیح الراجح کے سلسلہ میں شائع ہو چکا ہے اور بعض اہل علم نے متعدد مقامات کے متعلق کچھ عبارتیں بطور حاشیہ لکھ کر پیش کیں اب اُن کو حاشیہ میں داخل کر دیا گیا، اور منہیات سے امتیاز کے لئے ان کے آخر میں محشی کا لفظ لکھ دیا گیا ہے مزید نفع کے لئے میرے مؤلفہ دو اور مفید رسالے بھی جو قرآن کے متعلق تھے اس مرتبہ اس کے ساتھ شامل کئے گئے، ایک **مسائل السلوک** جس میں سلوک کے مسائل پر آیات قرآنیہ سے نصًّا یا استنباطًا استدلال کیا گیا ہے یہ تفسیر کے حاشیہ پر درج کیا گیا ہے، دوسرا **وجوہ المثانی** جس میں قراءات سبعہ کو ضبط کیا گیا ہے، اس رسالہ کا جس قدر مضمون جس جلد کے متعلق تھا اس کو ہر جلد کے آخر میں درج کر دیا گیا ہے چونکہ اب یہ تفسیر بحمد اللہ بہمہ وجوہ مکمل ہو گئی ہے اس لئے اس کا نام بھی **مکمل بیان القرآن** تجویز کرتا ہوں، حق تعالیٰ برخوردار مذکور سلمہٗ کی اس سعی کو مشکور فرماویں اور اس کارِ خیر میں اس کی امداد فرماویں اور اس سے اس کو دینی و دنیوی ہر قسم کا فائدہ عطا فرماویں اور عافیت و حسن و خوبی سے اس کارِ خیر کو انجام تک پہنچاویں۔ و باللہ التوفیق وھو خیر رفیق

اشرف علی

۲۰ شوال المکرم ۱۳۵۳ھ

مسائلِ السلوک

من کلام ملک الملوک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد الحمد والصلوٰۃ فان من العلوم القرآنیۃ کثیر مسائل التصوف مما ذکرہ الصوفیۃ قدست اسرارہم فی کتبہم مستندین الی القرآن وجملۃ ما ذکروہ قسمان قسم دل علیہ القرآن بوجوہ الدلالات المعتبرۃ عند اہل العلوم لا اجتہادا تنصیصا ویسمی تفسیرا او استنباطا ویسمی فقہا ولا کلام فی کون ہذا القسم مدلول القرآن اما للتنصیص فظاہر واما للاستنباط فلما تقرر من ان القیاس مظہر لا مثبت وقسم لا دلالۃ للقرآن علیہ بعینہ ولا علی ما یشارکہ فی العلۃ الشرعیۃ لکن لہ دلالۃ علی ما یناسبہ بنوع من المناسبۃ ویسمی اعتبارا وہذا القسم مما تکلموا فی کونہ مدلولا لہ فکم من مثبت لہ وہو ظاہر صنیع کثیر من الصوفیۃ وکم من ناف لہ وہو ظاہر کلام جملۃ العلوم الظاہرۃ والقول الفصل فی الجواب ان النفی حق ان ارید بالدلالۃ کون ذلک المعنی مقصودا بلا واسطۃ کالمنصوص او بواسطۃ

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

خطبہ تفسیر بیان القرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الرحمن علم القراٰن خلق الانسان علمه البیان هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین
کله وکفی بالله شهیدا محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم ترٰهم رکعا سجدا
یبتغون فضلاً من الله ورضوانا سیماهم فی وجوههم من اثر السجود. ذلك مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل کزرع
اخرج شطأه فاٰزره فاستغلظ فاستوی علی سوقه یعجب الزراع لیغیظ بهم الکفار وعد الله الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت
منهم مغفرة واجرا عظیما اما بعد یہ ابجد خوان مکتب قرآنی مظہر مدعا ہے کہ بہت روز سے خود بھی اور احباب کے اصرار سے بھی گاہ گاہ خیال ہوا کرتا
تھا کہ کوئی مختصر تفسیر قرآن مجید کی لکھی جاوے جو ضروریات کو حاوی اور زوائد سے خالی ہو مگر تفاسیر و تراجم کی کثرت دیکھ کر اس کو امر زائد سمجھا جاتا
تھا اسی اثنا میں نئی حالت یہ پیش آئی کہ بعض لوگوں نے محض تجارت کی غرض سے نہایت بے احتیاطی سے قرآن شریف کے ترجمہ شائع کرنے
شروع کئے جن میں بکثرت مضامین خلاف قواعد شرعیہ بھر دیئے جن سے عام مسلمانوں کو بہت مضرت پہنچی ہر چند کہ چھوٹے چھوٹے رسالوں سے
ان کے مفاسد پر اطلاع دے کر ان مضرتوں کی روک تھام کرنے کی کوشش کی گئی مگر چونکہ کثرت سے ترجمہ بینی کا مذاق پھیل گیا ہے وہ رسالے
اس غرض کی تکمیل کے لئے کافی ثابت نہ ہوئے تاوقتیکہ ابنائے زمانہ کو کوئی ترجمہ بھی نہ بتلایا جاوے جس میں مشغول ہو کر ان تراجم مبتدعہ
مخترعہ سے بے التفات ہو جاویں ہر چند کہ تراجم و تفاسیر محققین سابقین کے بالخصوص خاندان عزیزیہ کے ہر طرح کافی و وافی ہیں مگر ناظرین کی
حالت و طبیعت کو کیا کیا جاوے کہ بعض تفاسیر میں عربی یا فارسی نہ جاننے کی مجبوری بعض تراجم میں اختصار یا زبان بدل جانے کا عذر مانع
دلچسپی ہوا تامل و مشورے سے بھی ضرورت ثابت ہوئی کہ ان لوگوں کو کوئی نیا ترجمہ دیا جاوے جس کی زبان و طرز بیان و تقریر مضامین
میں ان کے مذاق و ضرورت کا حتی الامکان پورا لحاظ ہے اور ساتھ ہی اس کے کوئی ضروری مضمون خواہ جزو قرآن ہو یا اس کے متعلق ہو رہ نہ جائے
چند روز تک یہ رائے صورت تجویز و پیرایہ تذکرہ میں رہی آخر جب احباب کا تقاضا زیادہ ہوا اور خود بھی اس کی ضرورت روزانہ مشاہدہ و معائنہ میں آنے
لگی آخر بنام خدا محض توکلاً علی اللہ پھر اس اطمینان پر کہ اگر میں کسی قابل نہیں ہوں تو کیا ہوا بزرگان عصر اصلاح فرما کر اس کو دیکھنے کے قابل کر دیں گے
آخر ربیع الاول ۱۳۲۰ھ میں اس کو شروع کرتا ہوںؔ اور اللہ تعالیٰ سے امید تمام اور نفع انام رکھتا ہوں اب جن امور کی اس میں رعایت اور لحاظ
کیا گیا ہے ان کو اختصار کے ساتھ عرض کرتا ہوںؔ **اول** قرآن مجید کا آسان ترجمہ کیا ہے جس میں قابل فہم ہونے کے ساتھ تحتؔ لفظی کی بھی

ؔ بعد اول کا ربع پارہ لکھنے کے بعد اتفاقات زمانہ سے درمیان میں توقف مدید واقع ہو کر دوبارہ وسط محرم ۱۳۲۲ھ سے سلسلہ تحریر کا شروع ہوا، وبالله التوفیق ۱۲ منہ

عسہ اور بعضے امور مرعیہ فی التفسیر کا بیان بذیل سرخی ذکر بعضے امور مرعیہ ملتزمہ در تحریر تفسیر ہذا صفحہ ۵ پر ملاحظہ ہو ۱۲ لہ قولہ تحت لفظی کی بھی رعایت ہے لیکن التزاماً المعروف من [illegible]
... بالمحل ... ولقد جزانی علیہ شیخ مشائخ العلم عندنا ... الشاہ عبد القادر دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ... قولہ تعالیٰ انزل الیک ترجمہ جو کچھ اترا خبر عن المجہول المتعدی
... قولہ تعالیٰ اولئک علی هدی من ربهم ترجمہ انہوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی خبر عن ... القرآن قولہ تعالیٰ هم المفلحون ترجمہ مراد کو
پہنچے خبر عن ... قولہ تعالیٰ انما نحن مصلحون ترجمہ ہمارا کام تو سنوارنا ہے خبر ... رحمہ اللہ تعالیٰ ... ۱۲

(بقیہ صفحہ گذشتہ)
کالثابت بالقیاس ولا اثبات
حق منقول من السلف ان اریدیا
بالدلالة ماهو اعم من ثبوته
باحد الطریقین لما کورین ی
من ثبوت الشیئ من اصلہ نحو
من کلا صالۃ من غیر ان یتصل
معہ القول بارادۃ المعنی الظاهری
قطعا فان ابطال هذا المعنی
باطل وذهاب الی مذهب
الباطنیة الضالة ونسمعك
ما یدل علی جمیع ما ادعینا
امام هذا الصنیع مثلا من
السلف فقد روی رزین
عن ابن عباس فی قوله تعالی
اعلموا ان الله یحیی الارض بعد
موتها قال لین القلوب بعد
موتها نجتة منیبة یحیی
القلوب المیتة بالعلم والحکمة
والا فقد علم احیاء الارض
مشاهدة تیسیر ص ۳ نقول
ابن عباس صریح فی صحة
تاویل الارض بالقلب وهل
هذا الا الذی یسلکه الصوفیة
بل ظاهره ینفی ظاهر التفسیر
لکن لما کان هذا التفسیر
یقینیا صرف قوله عن
المتبادر الی ان مراده رح
ایقاظ السامع ان لا یکتفی من
الآیة علی ظاهرها وان کان
مقصودا بل یعتبر بہ وینتقل
الی حال القلب فیفید بر بنفسه
(ایضاً ۱۲)

رعایت ہے **دوم** ترجمہ میں خالص محاورات استعمال نہیں کئے گئے دو وجہ سے اول تو میں قصباتی ہوں، محاورات پر عبور نہیں، دوسرے یہ کہ محاورات ہر مقام کے جدا جدا ہوتے ہیں اگر دلی کے محاورات لئے جاتے اہل لکھنؤ نہ سمجھتے یہاں کے محاورات وہاں نہ سمجھتے ان دونوں کے محاورات حیدرآباد دکن مدراس والے نہ سمجھتے غرض ایسے محاورات عام فہم نہیں ہوتے اور اردو ترجمہ کم از کم ایسا تو ہو کہ قریب قریب ہندوستان کے سب حصے تو اسے سمجھ جاویں اس لئے کتابی زبان لی ہے کہ فصاحت کے ساتھ اس میں سلاست بھی رہے **سوم** نفس ترجمہ کے علاوہ جس مضمون کو بہت ضروری دیکھا کہ اس پر توضیح ترجمہ کی موقوف ہے یا کوئی شبہ خود قرآن کے مضمون سے ظاہراً پیدا ہوتا تھا اس کا جواب یا مضمون قرآنی کسی مشہور تحقیقات کے خلاف معلوم ہوتا تھا اس کی تحقیق یا اسی قسم کی کوئی ضروری بات ہوئی اس کو **ف** بنا کر بڑھا دیا باقی لطائف و نکات یا طویل عریض حکایات یا فضائل یا بہت سے مسائل وغیرہا سے تفسیر کو طویل نہیں کیا گیا غرض یہ کہ مضامین کا جمع کرنا مقصود نہیں بلکہ محض حل قرآن و رفع ضرورت لیکن باوجود اتنی رعایت کے بھی غیر علماء و طلبہ کے لئے بہت سے مقامات میں علماء سے استغنا نہیں ہو سکتا لہٰذا مناسب بلکہ واجب یہ ہے کہ ایسے حضرات صرف اپنے مطالعہ و فہم پر اعتماد نہ فرماویں بلکہ حسب ضرورت علماء یا منتہی طلبہ سے اس کو سبقاً سبقاً سمجھ کر پڑھ لیں ورنہ اقل درجہ اتنا تو ضرور ہے کہ مطالعہ کے وقت جہاں ذرہ برابر بھی اشتباہ رہے وہاں خود غور کر کے نہ نکالیں بلکہ پنسل سے نشان کر کے علماء سے وہ عبارت دکھلا کر حل کر لیں اور بدون اس کے احتمال بلکہ یقین غلط فہمی کا ہے **چہارم** جس آیت کی تفسیر میں بہت سے اقوال مفسرین کے ہیں ان میں سے جس کو ترجیح معلوم ہوئی صرف اس کو لے لیا بقیہ سے تعرض نہیں کیا **پنجم** مطلب قرآنی کی تقریر کہیں تو اس طرح کی ہے کہ مضمون کا ارتباط خود ظاہر ہو جاوے اور کہیں ایک سرخی ربط کی لکھ کر اس کی تقریر کر دی گئی ہے **ششم** اختلافات کی تفسیر میں صرف مذہب حنفی لیا گیا ہے اور دوسرے مذاہب بشرط ضرورت حاشیہ میں لکھ دیئے گئے ہیں **ہفتم** چونکہ نفع عوام کے ساتھ افادہ خواص کا بھی خیال آگیا اس لئے ان کے فائدہ کے واسطے ایک حاشیہ عربی بڑھایا ہے جس میں کیفیت مدنیت سور و آیات و غیر مشہور لغات ضروری و توجیہ بلاغت و متعلق ترکیب و خفی الاستنباط فقہیات و کلامیات و اسباب

له ومنها اختلاف العنوانات مع اتحاد المعنون كما تكلموا في قوله تعالى في البقرة وإذ قلنا ادخلوا هذه القرية الآية وقوله تعالى في الأعراف وإذ قيل لهم اسكنوا هذه القرية الآية من بيان النكات في اختلاف العنوانات بين الآيتين فإن أمثال هذه النكات تكلفات وتعسفات والجواب الصحيح والحق الصريح في جميع هذه الأمور ما حكاه الآلوسي في روح المعاني عن الزمخشري من أنه لا بأس باختلاف العبارتين إذ لم يكن هناك تناقض ولا تناقض بين هذه العنوانات [illegible] والقرآن الكريم [illegible] ومن لم يبين سر كل [illegible] فيه فقد رام ما لا سبيل إليه إلا بالكشف الصحيح والعلم اللدني والله يؤتي فضله من يشاء [illegible] عـه [illegible] فيما بين الآيات والسور [illegible] فيه عندي أنه لو اعتبر التناسب [illegible] ترتيب التلاوة عن ترتيب النزول [illegible] في روح المعاني تحت آية واتقوا يوما ترجعون فيه إلى الله في رواية أخرى أنه صلى الله عليه وآله وسلم [illegible] جبرئيل [illegible] وروي أنه صلى الله عليه وآله وسلم قال اجعلوها بين آية الربوا وآية الدين [illegible] المظهري [illegible] والدليل [illegible] أخرجه أحمد والترمذي وأبو داود والنسائي وابن حبان والحاكم عن ابن عباس قال قلت لعثمان [illegible] بسم الله الرحمن الرحيم ووضعتموها في السبع الطول [illegible] فهذا يدل على [illegible] ترتيب السور [illegible] ثم جمعوا على هذا الترتيب [illegible]

عـه ومن البلاغة عند بعض المتأخرين [illegible] المعاني في صورة المتشابهات [illegible] الكناية لفظ قصد بمعناه معنى ثان ملزوم [illegible] في معناه الموضوع له [illegible] الإثبات والنفي [illegible] الصدق والكذب [illegible] الرحمن على العرش استوى [illegible] والسموات مطويات بيمينه [illegible] محققين من غير لزوم كذب [illegible]

عـه [illegible] الاختلاف بين الروايات في سبب النزول [illegible]

عـه اور ایک صورت جمع کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آیت چند واقعات متعددہ کے بعد نازل ہوئی ہو اور حکم آیت میں خود نہ کسی واقعہ مخصوصہ کی طرف ہو نہیں اس لئے ممکن ہے کہ بعض لوگ کسی واقعہ کو سبب نزول کا سمجھے ہوں اور بعض لوگ دوسرے واقعہ کو اسی بنا پر اختلاف روایات ہے [illegible] ونیز مجموعہ واقعات بھی سبب نزول آیت ہو سکتے ہیں [illegible]

(بقیہ صفحہ گذشتہ)
هذا ما يلقى في اعتبار علم الاعتبار وبلغ من هذا ما قرره شيخ مشائخنا الشاه ولی الله المحدث الدهلوی قدس سره فی کون هذا الفن معتبرا فی کتابه الفوز الکبیر فی اصول التفسیر حیث قال باللسان الفارسی اما اشارات صوفیه و اعتبارات ایشان بحقیقت از فن تفسیر نیست بلکه نزدیک استماع قرآن چیزی بر دل سالک ظاهر می گردد در میان نظم قرآن و حالتی که آن سالک دارد یا معرفتیکه او را حاصل است متولد می شود چنانچه کسی قصه مجنون و لیلی شنود و معشوقه خود را یاد کند و معامله که در میان وی و محبوب وی میگذرد مستحضر سازد و در تنبیه فائده ایست اهم آنرا باید دانست که آنحضرت صلی الله علیه وآله وسلم فن اعتبار را معتبر داشته اند و درین راه سلوک فرموده اند تا سنت باشد علمای امت را و فتح طریقه باشد علوم موهوبه ایشان را مانند آنکه آیه فاما من اعطی واتقی در مسئله قدر تمثیلا خواندند اگرچه منطوق آیه آنست که هر که این کارها کرده است او را راه جنت و نعیم
(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

نزول و روایات و اختلاف قرأت مغیرہ ترکیب یا حکم و توجیہ ترجمہ و تفسیر ایجاز کے ساتھ مذکور ہیں جس کو متوسط درجہ کا طالب علم بے تکلف سمجھ سکتا ہے یہ حاشیہ درس و تدریس کے وقت بہت کام آسکتا ہے اس حاشیہ کی عبارت عربی اس لئے تجویز کی ہے کہ عوام اس کے دیکھنے کی ہوس ہی نہ کریں ورنہ جب زبان سمجھنے اور مضامین نہ سمجھتے بہت پریشان ہوتے اب اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ تفسیر مختصر یا ترجمہ مطول کہہ دیجئے عوام و خواص سب کے کام کا ہوگا اور اگر اہل علم اول صرف قرآن کا مطالعہ کرکے بطور خود غور کریں اور اس میں جو امور ذہن میں مجمل رہیں یا جو اشکالات واقع ہوں ان کو مستحضر کرکے پھر اس تفسیر کا ملاحظہ فرماویں تو انشاء اللہ تعالیٰ دو بالا لطف اور حظ حاصل ہو امید ناظرین سے یہ ہے کہ اس کو مطالعہ فرما کر میرے واسطے مغفرت و رحمت کی دعا مانگیں کہ بڑا الایچ اس مشقت سے یہی ہے ۔ ایک بڑا میری دامن کشاں + از سر افلاس الحمد سے بجوں ، اصطلاحات اس تفسیر کے یہ ہیں کہ جو عبارت خطوط ہلالیہ سے خارج ہے وہ ترجمہ ہے اور جو خطوط ہلالیہ کے اندر محصور ہے وہ ترجمہ سے زائد ہے اور باوجود کافی ہونے اس فارق کے زیادت احتیاط و توضیح کے لئے ترجمہ پر خط بھی کھینچ دیا ہے جو علامت متن کی ہے اور ترجمہ میں اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اوپر جہاں قرآن لکھا ہے اس کے نیچے بھی ترجمہ لکھ دیا ہے اور ایک التزام یہ بھی کیا گیا ہے کہ حاشیہ عربیہ میں جہاں کسی کتاب کی بعینہ عبارت لی گئی وہاں اس کتاب کا نام لکھ دیا ہے اور جہاں کچھ مناسب تصرف ہوا ہے وہاں نام کتاب کے قبل لفظ من بڑھا دیا ہے، جہاں استاذی لکھا ہے اس سے مراد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جہاں مرشدی لکھا ہے اس سے مقصود حضرت مولانا الحاج محمد امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ ہیں، جہاں کوئی ماخذ نہیں لکھا وہ احقر نے اپنی رائے و یاد داشت سے لکھ دیا ہے سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین فقط

الراقم

محمد اشرف علی التھانوی عفی عنہ

اطلاع:۔ چونکہ ذیل کا مضمون خطبہ کے مضمون کے مناسب تھا اس لئے نظر ثانی میں اسی کے متصل لکھ دینا مناسب معلوم ہوا۔

ذکر بعضے امور مرعیہ ملتزمہ در تحریر تفسیر ہذا

ان میں بعض امور تو خطبہ تفسیر میں مذکور ہوئے اور بعض امور ان کے علاوہ ہیں۔

(۱) اس تفسیر کے لکھنے کے وقت یہ کتابیں میرے پاس رہتی تھیں بیضاوی جلالین تفسیر رحمانی، اتقان، معالم التنزیل، روح المعانی، مدارک، خازن، تفسیر فتح المنان، تفسیر ابن کثیر، لباب، درمنثور، کشاف، قاموس، بعضے تراجم قرآن، ان میں سے بعض کتابیں اول سے پاس رہیں اور بعض کچھ لکھنے کے بعد آئیں اور بعض بالکل اخیر میں آئیں چنانچہ حوالوں سے اس کی تفصیل و تعیین معلوم ہو سکتی ہے اور ضرورت کے وقت کتب حدیث و فقہ و سیر کی مراجعت بھی کی جاتی تھی۔

(۲) قرآن مجید کے اول سے آخر تک ہر سورت اور ہر آیت کا ربط ماقبل کے ساتھ نہایت سہل اور قریب تقریر میں بالالتزام بیان کیا گیا اور اکثر سورتوں کے شروع میں ان سورتوں کا خلاصہ بھی بیان کر دیا گیا

(۳) جتنی آیتوں کی تفسیر بوجہ اتحاد یا تقارب یا تناسب مضامین کے ایک جگہ مجتمع کرکے لکھی گئی ہے ان کے اول میں ان مضامین کا ایک جامع عنوان بطور سرخی کے لکھ دیا گیا ہے جس سے اجمالاً ان تمام آیات کا خلاصہ ذہن میں مستحضر ہونے کے بعد مفصل تفسیر سے جو کچھ نفع اور حظ حاصل ہوگا اس کو ناظرین خود دیکھیں گے پھر ان آیات کی تفسیر ایسے طور پر کی گئی ہے کہ سب ایک مسلسل تقریر معلوم ہوتی ہے

(۴) جن روایات پر تفسیر کو مبنی کیا ہے ان میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ وہ صحیح روایتیں ہوں البتہ جہاں تفسیر کسی روایت پر مبنی نہ تھی اور لفظ قرآنی فی نفسہ بھی اس وجہ کو محتمل تھا تقویت احتمال کے لئے اشتراط صحت میں تسامح کیا گیا۔

(۵) شبہات کے جواب دینے میں صرف ان شبہات کو خاص کیا ہے جن کا منشا کوئی دلیل صحیح تھی جیسے کوئی آیت یا کوئی حدیث یا کوئی امر ثابت بالعقل یا بالحس اور جن کا منشا کوئی امر صحیح نہیں ہے بلکہ وہ شبہ خود دعویٰ بلا دلیل ہے، اس کے جواب میں چونکہ طلب دلیل کافی ہے اس لئے اس سے تعرض نہیں کیا گیا اور بہت

(بقیہ صفحہ گذشتہ)
بہ اثم و ہر کہ اضلال آں بعمل آوردہ است او را راہ دوزخ و تعذیب بکشائم لیکن بطریق اعتبار تواں دانست کہ ہر کسے را برائے کارے آفریدہ اند و آں حالت بروے جاری مے کنند من حیث یدری او لا یدری کہ ایں جا ایں اعتبار آیہ بشکل قدر ربطے واقع شدہ ہمچنیں آیہ و نفس وما سواھا معنے منطوق آنست کہ بر بر و اثم مطلع ساخت لیکن خلق صورت علمیہ بر و اثم را آں برد اثم اجمالا و وقت نفخ روح مشابہ تست پس باعتبار بعض ایں آیہ دریں مسئلہ استشہاد کنند (وقلت بعض قول المنضاد مکان استشہاد کان علی ما) واللہ اعلم (ص ۴۲ و ۴۳) وقلت والحل بشأن ھذا ان اشار الیھما الشیخ ھو ما ورد ان فالاول ما عن علی رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما منکم من احد الا وقد کتب مقعدہ من النار ومقعدہ من الجنۃ قالوا یا رسول اللہ افلا نتکل علی کتابنا وندع العمل قال اعملوا فکل میسر لما خلق لہ اما من کان من اہل السعادۃ فسییسر لعمل السعادۃ واما من کان من اہل الشقاوۃ فسییسر لعمل الشقاوۃ ثم قرأ
(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

سے شبہات نفس تقریر ترجمہ سے مندفع ہوگئے ہیں

(٦) کوئی مضمون ضرورت سے زائد نہیں لکھا مگر شاذو نادر کسی خاص فائدہ کے لئے،

(٧) ترجمہ میں ترکیب کی رعایت زیادہ کی گئی بہ نسبت اتباع محاورہ کے

(٨) چونکہ احقر کو مباحث متعلقہ کتب سماویہ سابقہ پر بالکل نظر نہیں ہے اس لئے ایسے مضامین میں تفسیر حقانی سے نقل کر دیا گیا ہے،

(٩) غالباً تمام تفسیر میں دو یا تین مقام ایسے ہیں کہ وہاں جیسا جی چاہتا تھا شرح صدر نہیں ہوا، اس موقعہ پر احقر نے اس کی تصریح کر دی ہے، تاکہ اگر کسی کو اس سے اچھی تقریر و تفسیر میسر ہو جاوے اسی کو راجح سمجھے،

(١٠) مسائل فقہیہ و کلامیہ کی ہر آیت کے متعلق اسی قدر تحقیق پر اکتفا کیا گیا ہے جس پر تفسیر قرآن کی موقوف تھی،

(١١) جو مضامین قابل زیادہ تفصیل و تحقیق کے کئی جگہ آئے ہیں ان کو ایک جگہ مفصل لکھ کر دوسری جگہ اس پہلی جگہ کا حوالہ دیدیا گیا ہے یا پہلی جگہ اس دوسری جگہ کا وعدہ کیا گیا ہے

(١٢) ہر جگہ تفسیر میں اتباع سلف صالح کیا ہے، متاخرین کے اقوال کو جو سلف کے خلاف تھے نہیں لیا

(١٣) جہاں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں ان میں سے جس کو روایت یا ذوق عربیت سے راجح سمجھا صرف اسی کو اختیار کر لیا گیا سب کو نقل نہیں کیا البتہ کہیں کہیں اگر دونوں وجہیں متساوی معلوم ہوئیں دونوں کو نقل کر دیا ہے

(١٤) تقریر مدلول آیات میں قواعد میزانیہ منطقیہ کی پورے طور سے مراعات کی گئی ہے جس کا لطف اذکیا و علماء کے جی سے پوچھنا چاہیئے،

(١٥) مجھ کو معلوم ہے کہ کہیں کہیں تقریر کسی قدر تنگ ہے لیکن اس کی کفایت میں کوئی خلل نہیں البتہ کم استعداد لوگوں کو اہل علم سے اسکے حل اور توضیح کی حاجت ہوگی، اسی طرح بعض جگہ ایسے مضامین بھی آگئے ہیں کہ ان کا سمجھنا مخصوص اہل علم کے ساتھ ہے اس لئے میرے نزدیک مطلقاً ضروری ہے کہ اس تفسیر کو اول سے آخر تک کسی عالم سے سبق کے طور پر پڑھ لیا جاوے اور جو مضمون اس پر بھی سمجھ میں نہ آوے اس کو علوم درسیہ پر موقوف سمجھا جاوے اور یہ امر یقینی ہے کہ اس سے پورا لطف حاصل ہونے کی شرط علوم متعارفہ میں عبارت اور اس میں بھی کسی مقام پر تجربہ و مراجعت تفاسیر کے بعد اس تفسیر کو ملاحظہ کرنا ہے

(١٦) اور بہت سے امور ضروریہ و لطیفہ ترجمہ و تفسیر میں ایسے ملیں گے جو بیان سے خیال میں نہیں آسکتے مطالعہ پر ان کو حوالہ کیا جاتا ہے،

(١٧) لطائف اور نکات جن کو تفسیر میں دخل نہ تھا نہ وہ مقصود بالقرآن تھے بالکلیہ مہجور کر دیئے گئے مقصود اصلی حل قرآن کو رکھا گیا ہے

(١٨) جن آیات کی تفسیر میں حدیث مرفوع آئی ہے اس کے مقابلہ میں کسی کا قول نہیں لیا گیا

(١٩) چونکہ التزامات مذکورہ کی ضرورت خیال میں تدریجاً آتی رہی اسلئے ممکن ہے کہ اول کے اجزاء میں بعض التزامات کی رعایت متروک ہوگئی ہو نیز چونکہ اسکی بارہ جلدوں میں سے جن میں ہر جلد ڈھائی پارہ کی ہے کہیں تخفیفاً کہیں بوجہ قرب سورت کے کسی قدر کم یا کسی قدر زیادہ اول جلد متصلاً نہیں لکھی گئی بلکہ درمیان میں فترت و وقفات اتفاقیہ واقع ہوتے رہے اس لئے خود اس کے اجزاء میں اور پھر اس میں اور بقیہ جلدوں میں طرز و وضع کے اعتبار سے کسی قدر تفاوت بھی ہے جو نظر غائر سے معلوم ہو سکتا ہے

(٢٠) باقی جو مضامین حواشی عربی میں لکھے ہیں وہ مخصوص ہیں اہل علم کے ساتھ ان کے التزامات پر متنبہ کرنے کی اس مقام پر حاجت نہیں باقی حسب معروضات کے بعد جو ناظرین کی مصلحت سے ظاہر کئے گئے اپنی خاص حالت کے اعتبار سے یہ معروض ہے ؎

نہ بنقش بستہ مشوشم نہ بحرف ساختہ سرخوشم نفسے بیاد تو میکشم چہ عبارت و چہ معانیم

کتبہٗ

محمد اشرف علی عفی عنہٗ

(بقیہ از صفحہ گذشتہ)
فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی الآیۃ متفق علیہ (مشکوٰۃ باب القدر) والحدیث الثانی ما عن عمران بن حصین ان رجلین من مزینۃ قالا یا رسول اللہ ارأیت ما یعمل الناس ویکدحون فیہ اشیٔ قضی علیہم ومضی فیہم من قدر سبق او فیما یستقبلون بہ مما اتاہم بہ نبیہم وثبتت الحجۃ علیہم فقال لا بل شیٔ قضی علیہم ومضی فیہم وتصدیق ذلک فی کتاب اللہ عز وجل ونفس وما سواہا فالہمہا فجورہا وتقوٰہا رواہ مسلم (مشکوٰۃ کتاب القدر) قلت بھذا التقریر کون ذلک الطریق لہ حسن واما کون الطال المعنی الظاہر باطلا ففی روح المعانی تحت آیۃ انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ الخ من سورۃ الرعد مانصہ قال ابن عطیۃ روی عن ابن عباس انہ قال فی قولہ تعالیٰ انزل من السماء ماء الخ یرید بالماء والشرع والدین وبالاودیۃ القلوب ومعنی سیلا نھا بقدرہا اخذ النبیل بحظہ والبلید بحظہ ثم قال وھذا قول لا یصح
(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ مسائل السلوک صفحہ گذشتہ) والله تعالیٰ اعلم عن ابن عباس رضی لانه يحتمل قول اصحاب الرموز وقد تمسك به الغزالي واهل ذلك
الطريق وفيه اخراج اللفظ عن مفهوم كلام العرب بغير داع الى ذلك وان صح ذلك عن ابن عباس رضی فيقال فيه انما قصد رضی ان قوله تعالیٰ لكن لك يثبت
الله الحق والباطل معناه الحق يتقرر في القلوب والباطل الذي يعقربها الا ونحن نقول ان صح ذلك فمقصود الخبر منه الاشارة وان كان يريد غيرها
فيه وحجة الاسلام الغزالي عليه الرحمة اشد الناس على اهل الرموز القائلين بان الظاهر ليس مراد الله تعالیٰ كما لا يخفى على متتبع كلامه ثم
ولقد اتى الامام الغزالي بالقول الصراح والفصل البواح في المسئلة في كتابه مشكوة الانوار حيث قال ولا تظنن من هذا الانموذج وطريق ضرب
المثال رخصة مني في رفع الظواهر واعتقادا في ابطالها حتى اقول مثلا لم يكن مع موسى عليه السلام نعلان ولم يسمع الخطاب بقوله اخلع
نعليك حاشا لله فان ابطال الظواهر رأي الباطنية الذين نظروا باعين العوراء الى احد العالمين ولم يعرفوا الموازنة بينهما ولم يفهموا وجهه كما ان
ابطال الاسرار مذهب الحشوية فالذي يجرد الظاهر حشوي والذي يجرد الباطن باطني والذي يجمع بينهما كامل ولذلك قال صلى الله عليه وسلم
للقرآن ظاهر وباطن وحد ومطلع وربما نقل هذا عن علي موقوفا بل اقول فهم موسى عليه السلام من خلع النعلين اطراح الكونين فامتثل الامر ظاهرا
بخلع نعليه باطراح العالمين فهذا هو الاعتبار اي العبور من الشيء الى غيره ومن الظاهر الى السر وفرق بين من يسمع قول رسول الله صلى
الله عليه وسلم لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب فيقتني الكلب في بيته ويقول ليس الظاهر مرادا بل المراد تخلية بيت القلب عن كلب
الغضب لانه يمنع المعرفة التي هي من انوار الملائكة اذ الغضب غول العقل وبين من يمتثل الامر في الظاهر ثم يقول الكلب ليس كلبا لصورته بل
لمعناه وهي السبعية والضراوة فاذا كان حفظ البيت الذي هو القلب مقر الجوهر الحقيقي الخاص عن سر الكلبية اولى فانا اجمع بين الظاهر والسر
جميعا فهذا هو الكامل وهو المعني بقولهم الكامل من لا يطفئ نور معرفته نور ورعه ولذلك ترى الكامل لا تسمح نفسه بترك شيء من حدود الشرع
مع كمال البصيرة اھ (تحفة الاخوان في التفرقة بين الكفر والايمان ص) وقريب منه ما في روح المعاني واما كلام السادة الصوفية من
القرآن فهو من باب الاشارات الى دقائق تنكشف على ارباب السلوك ويمكن التطبيق بينها وبين الظواهر المرادة وذلك من كمال الايمان
ومحض العرفان لا انهم اعتقدوا ان الظاهر غير مراد اصلا وانما المراد الباطن فقط اذ ذاك اعتقاد الباطنية الملاحدة توصلوا الى نفي
الشريعة بالكلية وحاشا ساداتنا من ذلك كيف وقد حضوا على حفظ التفسير الظاهر وقالوا لابد منه اولا اذ لا يطمع في الوصول
الى الباطن قبل احكام الظاهر ومن ادعى فهم اسرار القرآن قبل احكام التفسير الظاهر فهو كمن ادعى البلوغ الى صدر البيت قبل
ان يجاوز الباب اھ (ج ا ص) وقد اثبت بهذا التقرير مع زيادة تحقيق حديث ان لكل اية ظهرا وبطنا عملا عدى لم تسمح من غيري
في الجلد الاول من كليد مثنوی (ص) ان اشتقت اليه فاطلع عليه وبمجموع ما نقلنا ظهر مجموع ما ادعينا سابقا من اعتبار فن الاعتبار
مع بقاء الظاهر على ما هو عليه ولطالما احدث نفسي بجمع جملة كافية من جنس تلك المسائل من القرآن لكن كل امر مرهون لوقته فمان
الان ان وفقت له وقد جعلت تفسير روح المعاني في هذا المقصد اصلا اصيلا لجمعه القدر الكافي منه وحيث ما اضم اليه شيئا من غيره
ابتدئه بقولي قال العبد الضعيف واختمه بقولي انتهى القول وقد زدت للربط او التوضيح في بعض المواضع كلمة او جملة حططتها بقوسين ولم
اترك بما كان من الصراحة بمثابة لا يحتاج فيها الى التنبيه وهو اكثر الاحوال التي تسمى بها المقامات كالحب والذكر والشكر والصبر و
الزهد والتوكل وغيرها التي امتلأ القرآن منها وهو من الشمس في نصف النهار هذا وانا املي من الكريم الوهاب ان يجيء هذه الكتب
كانيا شافيا في القدر الضروري من هذا الباب والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب في كل ذهاب واياب وصلى الله تعالى على نبيه خاتم
محمد سيد اولي الالباب مع آله والاصحاب وجميع اتباعه والاحباب الى يوم النشور والحساب

نمقه العبد الحقير اشرف علي عفي عنه الصغير والكبير في الثاني والعشرين من رجب
المكين سنة ۱۳۳۵ھ من هجرة سيدنا النبي الامين

(ترجمہ خطبہ مسائل السلوک صفحہ ا پر ملاحظہ ہو)

تمہید رفع الشکوک

فی ترجمۃ

مسائل السلوک

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

بعد الحمد والصلوۃ احقر نے آخر رجب ۱۳۳۵ھ میں ایک کتاب مسمّٰی بہ **مسائل السلوک من کلام ملک الملوک** لکھنا شروع کی تھی جس کا حاصل بعض مسائل مہمہ تصوف کا قرآن مجید سے اثبات ہے، چونکہ یہ کتاب مسائل السلوک عربی میں ہے، جو کہ عام فہم نہیں، اس لئے افادۂ عامہ کی غرض سے اس کا اردو میں ترجمہ کر دینا مناسب معلوم ہوا، اور وہ ترجمہ یہی ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اور اس میں خاص وہ مسائل ہیں جو باعتبار وجوہ معتبرۂ دلالت مدلول قرآنی ہیں اور نام اس ترجمہ کا **رفع الشکوک فی ترجمۃ مسائل السلوک** رکھا جاتا ہے، عام ناظرین سے عرض ہے، کہ باوجود ایضاح کے پھر بھی اس مضمون میں نزاکت باقی ہے، اس کے مطالعہ میں اپنی رائے سے کام نہ لیں، اگر کوئی محقق میسر آجاوے، تو اس سے سمجھ لیں اور اگر میسر نہ ہو یا اس کے سمجھانے پر بھی سمجھ میں نہ آوے، یا کسی مقام کو وہ محقق کسی ناظر کے فہم سے باہر بتلاوے تو اس مقام کو چھوڑ دیں، مولانا نے خوب فرمایا ہے ؎

نکتہ ہا چوں تیغ پولاد ست تیز | چوں نداری تو سپر واپس گریز
پیش ایں الماس بے اسپر میا | کز بریدن تیغ را نبود حیا

اور مجمع عوام میں ان تقریرات سے اپنی مجالس کو گرم کرنے سے تو بہت سختی کے ساتھ احتیاط و احتراز لازم سمجھیں، مولانا نے اس باب میں بھی فرمایا ہے ؎

حرف درویشاں بدزدد مرد دوں | تا بہ پیش جاہلاں خواند فسوں
ظالم آں قومیکہ چشماں دوختند | از سخنہا عالمے را سوختند

خصوص جب کہ خود بھی ناقص ہو، اس کو بھی مولانا فرماتے ہیں ؎

لقمہ و نکتہ است کامل را حلال | تو نۂ کامل مخور مے باش لال

واللہ الموفق فی کل باب وھو المیسر لکل صعاب واللہ اعلم بالصواب ۔ فقط

کتبہ
اشرف علی

۸ ر شوال ۱۳۳۵ھ ہجری (یعنی بعد انقضائے دو نیم ماہ از تحریر تمہید اصل)

7 200

سورۃ الفاتحۃ مکیۃ و ھی سبع اٰیات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ

سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں جو مالک ہیں روز جزا کے ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے

نَسْتَعِیْنُ ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ

درخواست اعانت کی کرتے ہیں بتلا دیجئے ہم کو رستہ سیدھا رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے

سورۃ الفاتحۃ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے **ف** مخلوقات کی الگ الگ جنس ایک ایک عالم کہلاتا ہے مثلاً عالم ملائکہ عالم انسان عالم جن اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ جو مالک ہیں روز جزا کے **ف** روز جزا سے مراد قیامت کا دن ہے کہ اس میں سب اپنے کئے ہوئے کا بدلا پاویں گے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست اعانت کی کرتے ہیں **ف** یہ بندے کی طرف سے جناب باری میں خطاب ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ بتلا دیجئے ہم کو رستہ سیدھا **ف** مراد دین کا رستہ ہے صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ○ رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے **ف** مراد دین کا انعام ہے ان انعام والوں کا پتہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں دوسری جگہ بتلا دیا ہے کہ وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں وہ آیت یہ ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء

اللغات قولہ تعالیٰ ا ھدنا [illegible] فی الدلالۃ الایصال ام لا فیہ اختلاف المتأخرین من اہل اللسان فرق بعضہما بالدلالۃ الموصلۃ وآخرون بالدلالۃ علی مایوصل وہو من المعانی

النحو قولہ تعالیٰ الحمد للہ [illegible] کما نقل بہ عبد الرسول فی حواشیہ علی شرح المعول بنفسہ ۱۲

البلاغۃ قولہ تعالیٰ الحمد للہ [illegible] الحمد بالابتداء وخبرہ الظرف الذی ہو [illegible] النصب [illegible] فعلہ علی انہ من المصادر التی [illegible] العرب بافعال مضمرۃ فی معنی الاخبار کقولہم شکرا وکفرا وعجبا وشبہا سبحانک ومعاذ اللہ [illegible] الرفع علی الابتداء للدلالۃ علی ثبات المعنی واستقرارہ ومنہ قولہ تعالیٰ قالوا سلاما قال سلام رفع السلام الثانی للدلالۃ علی ان ابراہیم علیہ السلام حیاہم بتحیۃ احسن من تحیتہ [illegible] ثبات السلام لہم [illegible] وحدوثہ قولہ تعالیٰ الرحمن الرحیم فی الکشاف [illegible] علی [illegible] قلت لما قال الرحمن [illegible] اردفہ الرحیم [illegible] قولہ تعالیٰ ایاک نعبد وایاک نستعین تقدیم المفعول [illegible] الالتفات فی علم البیان [illegible] علی [illegible] الکلام [illegible] الاسلوب [illegible] العظیم [illegible] قولہ تعالیٰ ایاک نستعین [illegible]

[illegible] قال اللہ تعالیٰ الصراط المستقیم فیہ استعارۃ تحقیقیۃ [illegible] [illegible] صراط الذین انعمت علیہم [illegible] [illegible] الصراط المستقیم [illegible]

اختلاف القراءۃ قولہ تعالیٰ مالک یوم الدین وفی قراءۃ ملک ومعناہ ظاہر ۱۲

الروایات سورۃ الفاتحۃ مکیۃ [illegible] عن علی وابن عباس وقتادۃ واکثر الصحابۃ [illegible] روح المعانی عن ابن عباس الحمد للہ الشکر للہ رب العالمین لما خلق کلہ ۱۲ الاتقان

حاشیہ

ف۵ قولہ بڑے مہربان الخ جن لوگوں نے یہ شبہ کیا ہے کہ بسم اللہ وغیرہ کے ترجمہ میں ذات باری کی طرف ضمیر جمع کیوں راجع کی حالانکہ ضروری ہے کہ خدا کا نام ہمیں ادب سے یہ یاد دلاوے کہ توحید بہ ذات ہو [illegible] کے جواب میں عرض ہے کہ [illegible] توجہ یوں ہے کہ خدا کا نام [illegible] سے لیا جاوے [illegible] توحید تو وہ [illegible] مسلم ہے کہ اپنے عنوانات میں ایسے امور کے لحاظ رکھنے کی چنداں ضرورت نہیں [illegible] کہ کلام مجید میں خود حق تعالیٰ نے اپنے لئے جا بجا صیغہ جمع ارشاد فرمایا ہے انا انزلناہ نحن نزلنا الذکر وغیرہ وغیرہ اور ایک مقام پر خطاب کے موقع پر بھی فرماتے ہیں رب ارجعون لعلی اعمل صالحا اس آیت میں مجلو و بکر تفسیر کے ایک تفسیر بھی ہے کہ جبر تعظیم بصیغہ جمع باری تعالیٰ کو خطاب ہے [illegible] ایک مختصر مجموعہ ہے احقر کی بعض تقریرات کا جو میرے عزیز مولوی سعید احمد مرحوم نے مجھ سے تفسیر کے مختلف مقامات پڑھتے وقت ضبط کر لی تھیں۔

ہم کو اس کی تکمیل کی نوبت نہ آئی ۱۲ اشرف علی ۔ ۲ محمد **ف۵** عرض کیا گیا کہ سورۃ فاتحہ کی آیات میں تقریر ربط کیوں نہیں فرمائی گئی (بقیہ بر صفحہ ۲)

ایاتہا

رکوعہا کلماتہا ۲۵

حروفہا ۱۲۳

مسائل السلوک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

للسورۃ الفاتحۃ

مقام السالکین ینتہی عند قولہ ایاک نعبد وبعدہ لطلب التمکین وفی ذلک ان لحمد مبادی حرکۃ المرید فان نفس السالک اذا تزکت ومراٰۃ قلبہ اذا تجلت فلا حت فیہ انوار العنایۃ الموجبۃ للکلیۃ بحروف النفس الزکیۃ للطلب قراءت انعم اللہ تعالیٰ عنہا سابقہ والطافہ غیر متناہیۃ فحمدت

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الفاتحۃ

سالکین کا مقام ایاک نعبد پر تمام ہو جاتا ہے اس کے بعد ایاک نستعین سے تمکین کا طالب ہوتا ہے بیان اس کا یہ ہے کہ مرید کی ابتدائی حرکت حمد ہے کیونکہ جب سالک کا نفس مزکی اور اس کا قلب مجلی ہو جاتا ہے پھر اس میں انوار عنایت جو کہ مقصود و بحث کا موجب ہے درخشاں ہوتے ہیں تو نفس مزکی طلب مقصود کی طرف متوجہ ہوتا ہے پس اپنے اوپر انعامات الٰہیہ کے آثار کو اول

اداس کے الطاف کو غیر متناہی

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

نہ رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو رستہ سے گم ہو گئے

ع ١

سورة البقرة مدنية وهي مائتان وست وثمانون اية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

الٓمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ

یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں

والصلحين غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ نہ رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو رستہ سے گم ہو گئے **ف** راہ ہدایت کے چھوٹنے کی دو وجہ ہوا کرتی ہیں ایک تو یہ کہ اس کی پوری تحقیقات نہ کرے ضالین سے مراد ایسے لوگ ہیں دوسری وجہ یہ کہ باوجود تحقیقات کے اس پر عمل نہ کرے مغضوب علیہم سے مراد ایسے لوگ ہیں کیونکہ اچھی طرح جان بوجھ کر خلاف کرنے میں زیادہ ناراضی ہوا کرتی ہے) **سورة البقرة** سورہ فاتحہ سے اس سورت کا یہ ربط ہے کہ اس میں راہ ہدایت کی درخواست کی گئی تھی اور اس میں اس درخواست کی منظوری ہے کہ یہ کتاب ہدایت ہے اس پر چلو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں الٓمّٓ **ف** ان حروف کے معانی سے عام لوگوں کو اطلاع نہیں دی گئی شاید[ع] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلا دیا گیا ہو کیونکہ اللہ و رسول نے اہتمام کے ساتھ وہی باتیں جتلائی ہیں جن کے نہ جاننے سے کوئی حرج دین میں واقع ہوتا ہو اور ان کے نہ جاننے سے کوئی حرج نہ تھا اس لئے ہم کو بھی ایسے امور کی تفتیش نہ چاہئے[ع] ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں **ف** یعنی قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس کے منجانب اللہ ہونے میں

اللغات الريب مصدر رابني اذا حصل منك الريبة وحقيقة الريبة قلق النفس واضطرابها ومنه حديث الكذب ريبة لانه مما يقلق له النفس ولا تستقر وكونه صادقا مما تطمئن له وتسكن ومنه ريب الزمان وهو ما يقلق النفوس ويشخص بالقلوب من نوائبه ١٢

البلاغة قوله تعالى ولا الضالين فان قلت لم دخلت لا في ولا الضالين قلت لما في غير من معنى النفي كانه قيل لا المغضوب عليهم ولا الضالين وتقول انا زيدا غير ضارب مع امتناع قولك انا زيدا مثل ضارب لانه بمنزلة قولك انا زيدا لا ضارب ففيه تائيد لكون لفظة غير بمعنى لا او وجه التائيد انه لولم يكن بمعنى لا لم يجز تقديم معمول المضاف اليه عليه مع انه ليس كذلك ١٢ وقوله تعالى ذلك الكتاب الاشارة بذلك لتعظيم وحاليين والطف الوجوه في كون الاشارة للبعيد ان البقرة مدنية واكثر ما فيها اليهود وقد اخبروا في التوراة بنزول هذا القرآن فاشير بذلك الى ذلك الكتاب الموعود وما كان ذكره وخبره قد مضى اختار البعيد كذا اجيب عن مولانا رشيد احمد المحدث الگنگوهي دام فيضهم ١٢

الروايات اخرج احمد والترمذي وحسنه وابن حبان في صحيحه عن عدي بن حاتم قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان المغضوب عليهم هم اليهود وان الضالون النصارى ١٢ اتقان والتوفيق بين تفسير رسول الله وبين تفسير الماتن انه لما كان الغالب على اليهود صفة المكابرة والعناد جعلهم رسول الله مصداق قوله المغضوب عليهم ولما كان الغالب على النصارى صفة الجهل جعلهم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مصداق قوله تعالى الضالين ١٢ سورة البقرة وهي مدنية ١٢ روح المعاني في باب النقول اخرج الفريابي وابن جرير عن مجاهد قال اربع آيات من اول البقرة نزلت في المؤمنين وآيتان في الكافرين وثلث عشرة آية في المنافقين آه وقوله تعالى الم قال البغوي عن ابي بكر الصديق رضي الله عنه

في كل كتاب سر وسر الله تعالى في القرآن اوائل السور وقال علي رضي الله عنه ان لكل كتاب صفوة وصفوة هذا الكتاب حروف التهجي وحكاه الثعلبي عن ابي بكر وعن علي وكثير وحكاه السمرقندي عن عمر وعثمان وابن مسعود رضي الله عنهم ١٢ مظهري عن ابن عباس لا ريب فيه لا شك فيه ١٢

حاشیہ

د بقیہ حاشیہ صفحہ ا) ارشاد فرمایا کہ اس سورت کی آیات میں ربط ظاہر ہے نیز تفسیر لکھتے وقت ابتداء میں تقریر ربط کا التزام بھی ذہن میں نہ تھا جیسے دیگر التزامات بھی نہ تھے جوں جوں تفسیر لکھتا گیا ضرورتیں محسوس ہوتی گئیں التزامات بڑھتے گئے چنانچہ تقریباً تمام التزامات کا اہتمام سورہ مائدہ سے شروع ہوا ١٢

ع شاید کا لفظ اس لئے بڑھا دیا گیا کہ علماء اس باب میں مختلف الاقوال ہیں رہا یہ کہ قول پر یہ شبہ کہ جب حضور کو بھی نہیں بتلایا تو نازل کلام سے کیا نفع ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ خاص نفع کے انتفاء سے مطلق نفع کا انتفاء لازم نہیں آتا ممکن ہے کہ علاوہ تعلیم نبوی کے اس میں اور کوئی نفع ہو اگر وہ نفع ہم کو معلوم نہ ہو تو ہمارے نہ جان سکنے سے عدم وجود لازم نہیں آتا ١٢ تتبیان

عہ مقصود اس سے بیان مذہب متقدمین کے کچھ معنے نہ سمجھنے کا کیونکہ اس باب میں علماء کا اختلاف ہے کہ مقطعات متشابہات میں داخل ہیں یا نہیں اور فرمایا کہ متشابہات میں جو علماء کا اختلاف ہے وہ اختلاف واقع میں لفظی ہے حقیقی نہیں کیونکہ جو لوگ علم کی نفی کرتے ہیں وہ تفسیر یعنی تعیین مراد کے درجہ میں نفی کرتے ہیں اور جو لوگ اثبات علم کرتے ہیں وہ تاویل یعنی احتمال مراد کے درجہ میں ثابت کرتے ہیں یعنی جس درجہ کے یہ نافی ہیں اس کے وہ مثبت نہیں اور جس درجہ کو وہ ثابت کرتے ہیں اس کی یہ نفی نہیں کرتے ١٢ تتبیان

آیاتہا ٢٨٦

رکوعہا ٤٠ — کلماتہا ٦١٢١

حروفہا ٢٥٠٠٠

الجزء الاول

مع مسائل السلوک

على ذلك واخفت في الذكر فكشف لها الحجاب عن وجهه واستار العزة عن معنى رب العالمين فشاهدت ما سوى الله سبحانه على شرف الفناء مفتقرا الى الحق محتاجا الى التربية فترقت الطلب للخلاص من وحشة الادبار وظلمة السكون الى الاغيار فهبت لها من نفحات جناب القدس نسائم الطاف الرحمن الرحيم فعرجت المعات بوارق الجلال من وراء حجاب الجمال الى المالك الحقيقي فنادت بلسان الاضطرار في مقام فنى ملك اليوم لله الواحد القهار واسلمت نفسي اليك

ترجمہ

دیکھتے سوا اس پر وہ حمد کرتا ہے اور ذکر کی تجدید کرتا ہے پس اس کے لئے عزت کے پیچھے سے اس کے لئے رب العالمین کے حجاب منکشف ہو جاتے ہیں اس وقت وہ ماسوی اللہ کو محل فنا میں اور اپنے کو تربیت میں بقاء دہندہ کا محتاج دیکھتا ہے لیں وہ وحشت اعراض اور ظلمت سکون الی الاغیار سے خلاصی حاصل کرنے کو ... کرتا ہے ... [illegible]

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

نہ رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو رستہ سے گم ہو گئے

سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ مَدَنِيَّۃٌ وَهِيَ مِائَتَانِ وَسِتٌّ وَثَمَانُوْنَ اٰيَۃً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ

یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں

والصالحین غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ نہ رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو رستہ سے گم ہو گئے **ف** راہ ہدایت کے چھوڑنے کی دو وجہ ہوا کرتی ہیں ایک تو یہ کہ اس کی پوری تحقیقات نہ کرے ضالین سے مراد ایسے لوگ ہیں دوسری وجہ یہ کہ باوجود تحقیقات کے اس پر عمل نہ کرے مغضوب علیہم سے مراد ایسے لوگ ہیں کیونکہ اچھی طرح جان بوجھ کر خلاف کرنے میں زیادہ ناراضی ہوا کرتی ہے) **سورۃ البقرۃ** سورہ فاتحہ سے اس سورت کا یہ ربط ہے کہ اس میں راہ ہدایت کی درخواست کی گئی تھی اور اس میں اس درخواست کی منظوری ہے کہ یہ کتاب ہدایت ہے اس پر چلو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں الٓمّٓ **ف** ان حروف کے معانی سے عام لوگوں کو اطلاع نہیں دی گئی شاید[ع] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلا دیا گیا ہو کیونکہ اللہ ورسول نے اہتمام کے ساتھ وہی باتیں جتلائیں ہیں جن کے نہ جاننے سے کوئی حرج دین میں واقع ہوتا ہو اور ان کے نہ جاننے سے کوئی حرج نہ تھا اس لئے ہم کو بھی ایسے امور کی تفتیش[ع] نہ چاہئے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں **ف** یعنی قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس کے منجانب اللہ ہونے میں

اللغات الریب مصدر رابنی اذا حصل منک الریبۃ وحقیقۃ الریبۃ قلق النفس واضطرابہا ومنہ حدیث الکذب ریبۃ لانہ مما یقلق لہ النفس ولا تستقر وکونہ صادقا مما تطمئن لہ وتسکن ومنہ ریب الزمان وہو ما یقلق النفوس ویشخص بالقلوب من نوائبہ ۱۲

البلاغۃ قولہ تعالٰی ولا الضالین فان قلت لم دخل لا فی ولا الضالین قلت لما فی غیر من معنی النفی کانہ قیل لا المغضوب علیہم ولا الضالین وتقول انا زید غیر ضارب مع امتناع قولک انا زیدا مثل ضارب لانہ بمنزلۃ قولک انا زیدا لا ضارب ففیہ تاکید لکون لغتہ غیر مجنی او وجہ التاکید ولم یجز المعنی لام یجز تقدیم معمول المضاف الیہ علیہ مع ایلیس کذلک ۱۲ وقولہ تعالٰی ذٰلک الکتاب الاشارۃ وذلک للتعظیم جلالین واللطف الوجوہ ان یکون الاشارۃ للبعید ان البقرۃ مدنیۃ واکثر فیہا الیہود وہم اخبروا فی التوراۃ بنزول ہذا القرآن فاشیر بذلک الی ذلک الکتاب الموعود وکان ذکرہ وخبرہ قد مضی اختار البعید کذا افہمنی عن مولانا رشید احمد المحدث الگنگوہی دام فیضہم ۱۲

الروایات اخرج احمد والترمذی وحسنہ وابن حبان فی صحیحہ عن عدی بن حاتم قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان المغضوب علیہم ہم الیہود وان الضالون النصارٰی ۱۲ اتقان والتوفیق بین تفسیر رسول اللہ و بین تفسیر الباقین انہ لما کان الغالب علی الیہود صفۃ المکابرۃ والعناد جعلہم رسول اللہ مصداق قولہ المغضوب علیہم ولما کان الغالب علی النصارٰی صفۃ الجہل جعلہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصداق قولہ تعالٰی الضالین ۱۲ سورۃ البقرۃ وہی مدنیۃ ۱۲ روح المعانی فی باب النزول اخرج الفریابی وابن جریر عن مجاہد قال اربع آیات من اول البقرۃ نزلت فی المومنین وآیتان فی الکافرین وثلث عشرۃ آیۃ فی المنافقین ۱ھ قولہ تعالٰی الٓمّٓ قال البغوی عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ فی کل کتاب سر وسر اللہ تعالٰی فی القرآن اوائل السور وقال علی رضی اللہ عنہ ان لکل کتاب صفوۃ وصفوۃ ہذا الکتاب حروف التہجی وحکاہ الثعلبی عن ابی بکر وعن علی وکثیر وحکاہ السمرقندی عن عمر وعثمان وابن مسعود رضی اللہ عنہم ۱۲ مظہری عن ابن عباس لا ریب فیہ لا شک فیہ ۱۲

حاشیہ

دبقیہ حاشیہ صفحہ ۱) ارشاد فرمایا کہ اس سورت کی آیات میں ربط ظاہر ہی ہے نیز تفسیر لکھتے وقت ابتدا میں تقریر ربط کا التزام بھی ذہن میں نہ تھا جیسے دیگر التزامات بھی نہ تھے جوں جوں تفسیر لکھتا گیا ضرورتیں محسوس ہوتی گئیں التزامات بڑھتے گئے چنانچہ تقریبا تمام التزامات کا اہتمام سورہ مائدہ سے شروع ہوا ۱۲

[ع] شاید کا لفظ اس لئے بڑھا دیا کہ علما اس باب میں مختلف الاقوال ہیں رہا یہ قول پر یہ شبہ کہ جب حضور کو بھی نہیں بتلایا تو نازل کلام سے کیا نفع ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ خاص نفع کے انتفاء سے مطلق نفع کا انتفاء لازم نہیں آتا ممکن ہے کہ علاوہ تعلیم نبوی کے اس میں اور کوئی نفع ہو اگر وہ نفع ہم کو معلوم نہ ہو تو ہمارے نہ جان سکنے سے عدم وجود لازم نہیں آتا ۱۲ تبیان

[ع] مقصود اس سے بیان مذہب مقطعات کے کچھ معنے نہ لکھنے کا کیونکہ اس باب میں علماء کا اختلاف ہے کہ مقطعات متشابہات میں داخل ہیں یا نہیں اور فرمایا کہ متشابہات میں جو علماء کا اختلاف ہے وہ اختلاف واقع میں لفظی ہے حقیقی نہیں کیونکہ جو لوگ علم کی نفی کرتے ہیں وہ تفسیر یعنی تعیین مراد کے درجہ میں نفی کرتے ہیں اور جو لوگ اثبات علم کرتے ہیں وہ تاویل یعنی احتمال مراد کے درجہ میں ثابت کرتے ہیں پس جس درجہ کے یہ نافی ہیں اس کے وہ مثبت نہیں اور جس درجہ کو وہ ثابت کرتے ہیں اس کی یہ نفی نہیں کرتے ۱۲ تبیان

ع

اٰیاتہا ۲۸۶
رکوعہا ۴۰ کلماتہا ۶۱۲۱
حروفہا ۲۵۰۰۰
الجزء الاول
مع مسائل السلوک

علیٰ ذلک واخذت فی الذکر فکشف لہا الحجاب عن وجہ استار العزۃ عن معنی رب العالمین نشاہد ما سوی اللہ سبحانہ علی شرف الفناء مفتقرا الی البقاء محتاجا الی التربیۃ فتروّت الطلب الظاہر عن وحشۃ الادبار وظلمۃ السکون الی الاغیار فہبت لہا من نفحات جناب القدس نسائم الطاف الرحمٰن الرحیم فعرجت بلمعات بوارق الجلال من وراء سجاف الجمال الی المالک الحقیقی فنادت بلسان الاضطرار فی مقام من الملک الیوم للّٰہ الواحد القہار اسلمت نفسی الیک

ترجمہ

دیکھئے ہے سو اس نے یہ وہ حمد کرتا ہے اور ذکر کی اختیار کیا ہے پس اس کا پردہ اٹھ گیا پیچھے سے اس کے لئے رب العالمین کے حجاب کشوف ہو گئے ہیں اس وقت وہ ما سوی اللہ کو محل فنا میں اور اپنے کو

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا

راہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو　وہ خدا سے ڈرنے والے لوگ ایسے ہیں کہ یقین لاتے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر　اور قائم رکھتے ہیں نماز کو　اور جو کچھ ہم نے

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ

ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں　اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں اس کتاب پر بھی جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جا چکی ہیں

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۗ

اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں

کچھ شک نہیں مطلب یہ کہ یہ بات واقع میں یقینی ہے گو کوئی نافہم اس میں شبہ رکھتا ہو کیونکہ یقینی بات کسی کے شبہ کرنے سے بھی حقیقت میں یقینی ہی رہتی ہے **صفات مومنین** هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ راہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو **ف** کیونکہ جس کو خوف خدا نہ ہو وہ قرآن کا بتلایا ہوا طریقہ نہیں دیکھتا الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وہ خدا سے ڈرنے والے لوگ ایسے ہیں کہ یقین لاتے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر **ف** یعنی جو چیزیں ان کے حواس و عقل سے پوشیدہ ہیں صرف اللہ و رسول کے فرمانے سے ان کو صحیح مان لیتے ہیں وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ اور قائم رکھتے ہیں نماز کو **ف** قائم رکھنا یہ ہے کہ اس کو پابندی سے ہمیشہ ادا کرتے ہیں اور اس کے شرائط و ارکان کو پورا پورا بجا لاتے ہیں وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں **ف** یعنی نیک کاموں میں وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں اس کتاب پر بھی جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جا چکی ہیں **ف** مطلب یہ کہ ان کا ایمان قرآن پر بھی ہے اور پہلی کتابوں پر بھی ہے مثل تورات و انجیل کے **مسئلہ** ایمان سچا سمجھنے کو کہتے ہیں عمل کرنا دوسری بات ہے پس جتنی کتابیں اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل کی ہیں سب کو سچا سمجھنا فرض اور شرط ایمان ہے یعنی یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح نازل فرمائی تھیں وہ صحیح ہیں خود غرض لوگوں نے جس قدر اس میں تبدل و تغیر کر دیا وہ غلط ہے رہ گیا عمل سو وہ صرف قرآن پر ہو گا پہلی کتابیں منسوخ ہو گئی ہیں اس لئے ان پر عمل جائز نہیں وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۗ اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں

اللغات المتقی اسم فاعل من قولہم وقاہ فاتقی والوقایۃ فرط الصیانۃ ویکون من الخوف فاستعمل فیہ کمانی قولہ تعالیٰ الا ان تتقوا منہم تقاۃ و قولہ تعالیٰ اتقوا اللہ ۱۲ کشاف

البلاغۃ ھدی للمتقین فیہ ایجاز تقدیرہ ای الضالین الصائرین بعد الضلال الی التقوی وفیہ الضاسن انواع الحذف الاکتفاء وھو ان یقتضی المقام ذکر شیئین بینہما تلازم و ارتباط فیکتفی باحدہما عن الآخر لنکتۃ والتقدیر ہدی للمتقین وللکافرین وھو یدہ قولہ ہدی للناس قلت ہو علی بعض التفاسیر ومنہ یومنون بالغیب ای والشہادۃ لان الایمان بکل منہما واجب وآثر الغیب لانہ امدح ولانہ یستلزم الایمان بالشہادۃ من غیر عکس ۱۲ من اتقان للسیوطی

الروایات للمتقین للمومنین الذین یتقون الشرک ویعملون بطاعتی یومنون یصدقون عن ابن عباس یقیمون الصلوۃ اتمام الرکوع والسجود والتلاوۃ والخشوع والاقبال علیہا فیہا ۱۲ اتقان

ملحقات الترجمہ

۱ قولہ ڈرنے والوں کو اقول فیہ اشارۃ الی ان المراد بالتقوی معناہ اللغوی وحاصلہ الخوف الذی یکون قبل الایمان وبعدہ ایضاً لا ان الایمان و یؤیدہ تفسیر التقوی بہ الارادۃ فی معنی الاستغناء فی قولہ تعالیٰ فاما من اعطی واتقی الآیۃ فحاصل التقوی الاہتمام وحاصل الاستغناء عدم الاہتمام وھذا من المواہب والحمد للہ المنعم الواہب ۱۲

حاشیہ

ع ای حاصل لہ التیقن والمصدر المجہول الذی ہو صفۃ سوار فیہ ریب احد لم لا ان یکون احد بالبلد امر یستلزم کون ذلک الامر غیر متیقن فی الواقع ۱۲ تبیان

عہ تقوی سے تقوی کے معنی مراد لئے ہیں پس اب وہ مشہور اعتراض وارد نہیں ہوتا نہ تکلف کے جوابوں کی ضرورت اور یہ بھی ممکن ہے کہ تقوی سے اصطلاحی تقوی مراد لیا جاوے مگر بعد اسلام اور معنی یہ ہوں گے کہ جو لوگ وقت اسلام متقی ہیں ان کو یہ تقوی اس کلام کی وجہ سے حاصل ہوا لیس متقی میں مجاز نہ ہوگا ۱۲ تبیان

سہ یعنی غیب سے مراد ما غاب عنا ہے اصطلاحی معنے نہیں کیونکہ اصطلاح میں غیب اس کو کہتے ہیں جس پر کوئی دلیل بھی قائم نہ ہو اور ظاہر ہے کہ ایمان اسی چیز پر ہو گا جو کسی دلیل سے ثابت ہو ۱۲ تبیان

مسائل السلوک

متعلق صفحہ ۲

وایاک نستعین واھدنا الصراط المستقیم

وانت التی جلیت علیک وھنا تخاطب حضرت

لجنۃ الوصول وانتھت الی مقام

الیقین فحققت نسبۃ العبودیۃ فقال

ایاک نعبد وھھنا انتہاء مقام

السالک الاسری الی سبیل الخلق

و حبیب الحق کیف عبر عن مقام

ھذا بقولہ سبحان الذی اسری

بعبدہ لیلا فطلب التمکین بقولہ

وایاک نستعین واھدنا

الصراط المستقیم استعاذ

من التلوین بقولہ غیر

المغضوب علیہم ولا الضالین

فصعد مستکملا ورجع

مکملا وکانہ لہذا المعنی

الصلوۃ معراج المومنین

ترجمہ

کی چمک کے واسطے جو کہ حقیقی کی طرف

رجوع کرتا ہے پھر وہ مقام لمن الملک الیوم

للہ الواحد القہار میں دیتی مقام

توحید میں احسان استغراق کا ہے کو دینے

اپنا نفس ایک ہو کر بعد میں ہم تن

متوجہ ہو گیا اور اس مقام پر پہنچ کر وہ ہو مول

میں گھس گیا وہ مقام ہے یک گھر ہے

اس نے نسبت عبودیت کو محقق کر لیا اور کہنے

لگا ایاک نعبد اور یہاں مقام سالک کا

انتہا ہے وہ جیسا شروع تقریر میں کہا گیا کہ

سید الخلق و حبیب حق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی طرف نظر نہیں کرتے ہو کہ آپ کے اس مقام

کو کس طرح اس مقام سے تعبیر کیا سبحان

الذی اسری بعبدہ کہ جیسا اس کے بعد

پھر شروع ایاک نستعین سے تمکین کی درخواست

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

بس یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے اور یہ لوگ ہیں پورے کامیاب بے شک جو لوگ کافر ہو چکے ہیں

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ○

برابر ہے ان کے حق میں خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لاویں گے

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ بس یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ⑤ اور یہ لوگ ہیں پورے کامیاب **ف** یعنی ایسے لوگوں کو دنیا میں یہ نعمت ملی کہ راہ حق نصیب ہوا اور آخرت میں یہ دولت نصیب ہوگی کہ ہر طرح کی کامیابی ان کے لئے ہے، یہاں تک ان لوگوں کا ذکر تھا جو زبان اور دل سے قرآن اور دین کو مانتے ہیں آگے اُن لوگوں کا بیان فرماتے ہیں جو نہ زبان سے مانتے تھے نہ دل سے ایسے لوگ اصطلاح قرآن میں کافر کہلاتے ہیں **خصال کافرین** إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑥ بے شک جو لوگ کافر ہو چکے ہیں برابر ہے ان کے حق میں خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لاویں گے **ف** کوئی یوں شبہ نہ کرے کہ کافر تو بہت سے ایمان لے آتے ہیں، بات یہ ہے کہ اس آیت میں سب کافروں کا بیان نہیں ہے بلکہ خاص ان کافروں کا ذکر ہے جن کی نسبت خدا تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہوگا اور اس آیت سے یہ غرض نہیں کہ ان کو عذاب الٰہی

اللغات المفلح الفائز بالبغية كانه الذي انفتحت له وجوه الظفر ولم تستغلق عليه والمفلج بالجيم مثله ومنه قولهم للمطلقة استفلجي بامرك بالحاء والجيم والتركيب دال على معنى الشق والفتح وكذلك اخواته في الفاء والعين نحو فلق وفلذ وفلى، كشاف

النحو قوله سواء عليهم سواء اسم بمعنى استواء وصف به كما يوصف بالمصادر ومنه قوله تعالى الى كلمة سواء ارتفاعه على انه خبر لان وانذرتهم في موضع المرتفع به على الفاعلية كانه قيل ان الذين كفروا مستو عليهم انذارك وعدمه كما تقول ان زيدا مختصم ابوه وابن عمه او يكون انذرتهم ام لم تنذرهم في موضع الابتداء وسواء خبرا مقدما بمعنى سواء عليهم انذارك وعدمه والجملة خبر لان فان قلت كيف صح الاخبار عن الفعل قلت هو من جنس الكلام المهجور فيه جانب اللفظ الى جانب المعنى وقد وجدنا العرب يميلون من مواضع من الكلام مع المعاني ميلا بينا من ذلك قولهم لا تأكل السمك وتشرب اللبن معناه لا يكن منك اكل السمك وشرب اللبن وان كان ظاهر اللفظ على ما لا يصح من عطف الاسم على الفعل والهمزة وام مجردتان لمعنى الاستواء وقد انسلخ عنهما معنى الاستفهام رأسا ومعنى الاستواء استواؤهما في علم المستفهم عنهما لانه قد علم ان احد الامرين كائن اما الانذار واما عدمه ولكن لا بعينه وكلاهما معلوم بعلم غير معين فان قلت ما موقع لا يؤمنون قلت اما ان يكون جملة مؤكدة للجملة قبلها او خبرا لان والجملة قبلها اعتراض، كشاف

البلاغة قوله اولئك على هدى وفي اسم الاشارة الذي هو اولئك ايذان بان ما يرد عقيبه فالمذكورون قبله اهل لاكتسابه من اجل الخصال التي عددت لهم ومعنى الاستعلاء في قوله على هدى مثل لتمكنهم من الهدى واستقرارهم عليه وتمسكهم به حيث شبهت حالهم بحال من اعتلى الشيء وركبه ونحوه هو على الحق وعلى الباطل وقد صرحوا بذلك في قولهم جعل الغواية مركبا وامتطى الجهل واقتعد غارب الهوى ومعنى التنكير في هدى ليفيد ضربا مبهما لا يبلغ كنهه ولا يقادر قدره كانه قيل على اي هدى كما تقول لو ابصرت فلانا لابصرت رجلا وفي تكرير اولئك تنبيه على انهم كما ثبتت لهم الاثرة بالهدى فهي ثابتة لهم بالفلاح فجعلت كل واحدة من الاثرتين في تميزهم بها عن غيرهم فان قلت لم جاء مع العاطف وما الفرق بينه وبين قوله تعالى

اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغافلون قلت قد اختلف الخبران ههنا فلذلك دخل العاطف بخلاف الخبرين ثمة فانهما متفقان لان التسجيل عليهم بالغفلة وتشبيههم بالبهائم شيء واحد فكانت الجملة الثانية مقررة لما في الاولى فهي من العطف بمعزل، كشاف قوله تعالى ان الذين كفروا الآية فان قلت لم قطعت قصة الكفار عن قصة المؤمنين ولم تعطف كنحو قوله ان الابرار لفي نعيم وان الفجار لفي جحيم وغيره من الآي الكثيرة قلت ليس وزان هاتين القصتين وزان ما ذكرت لان الاولى فيما نحن فيه مسوقة لذكر الكتاب وانه هدى للمتقين وسيقت الثانية لان الكفار من صفتهم كيت وكيت فبين الجملتين تباين في الغرض والاسلوب وهما على حد لا مجال فيه للعاطف، كشاف، والتعريف في الذين كفروا يجوز ان يكون للعهد والمراد بهم ناس باعيانهم كابي لهب وابي جهل والوليد بن المغيرة واضرابهم وان يكون للجنس متناولا كل من صمم على كفره تصميما لا يرعوي بعده وغيرهم ودل على تناوله للمصرين الحديث عنهم باستواء الانذار وتركه، كشاف

الكلام قوله تعالى اولئك هم المفلحون المراد به الفلاح الكامل لمستغرقين به شلوق ذلك على حصر الفلاح المطلق فالمطلق الفلاح فلان في فلاح المخلين بالاعمال فلا حاجة فيه للمعتزلة كما في تفسير تمسك المعتزلة بالحصر وحمل على الخلود ومرتكب الكبيرة فيه نظرا لعدم دلالة الحصر على المراد والمفلحون الكاملون في الفلاح ولا يلزم منه عدم كون المفلح لمن ليس منهم لعدم الفلاح مطلقا، ۱۲

الروايات اخرج ابن جرير من طريق ابن اسحق عن محمد بن ابي محمد عن عكرمة عن سعيد بن جبير عن ابن عباس في قوله ان الذين كفروا الآيتين انهما نزلتا في يهود المدينة واخرج عن الربيع بن انس قال آيتان نزلتا في قتال الاحزاب ان الذين كفروا الى قوله عذاب عظيم، لباب

ملحقات الترجمة لـ قوله پورے کامیاب وليس ذكر نص الكلام حتى يكون الفلاح الكامل مرادا، ۱۲

حاشیہ

ع بس ہماری زبان میں فقرہ کلام پر داخل کیا جاتا ہے لفظ اشارہ اس طرف ہے کہ اولئک الخ ماسبق کا ثمرہ ہے، ۱۲ تبیان

مسائل السلوک

ملفوظ ۳

سورۃ البقرۃ

قوله تعالى ومما رزقناهم ينفقون قال العبد الضعيف قيل ومما رزقناهم من القوى والعلوم يفيضون تعليم اللدنية والآفاق وهو كثير وقالوا المرزوق هو الحظ او فيه مجاز كما قالوا في قوله تعالى هذا الذي رزقنا من قبل وسياق وقد سمى صلى الله عليه وآله وسلم كثيرا من الاعمال البدنية صدقة

قوله تعالى والذين يؤمنون بما انزل اليك الى قوله وما انزل من قبلك قال العبد الضعيف يقاس عليه انه ينبغي

ترجمہ

المستقیم اس سے بھی اسی کی تعیین کا طالب ہوا اس قول سے کہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین جنہوں سے پناہ مانگی ہے طالب کامل ہو کر اس نے مقصود کی طرف کامل ہو کر اس نے جو طریق وزن کی طرف گویا اسی وظیفہ کے سبب نماز کو معراج مومن کہا گیا

سورۃ البقرۃ

قوله تعالى ومما رزقناهم ينفقون اس کے عموم میں یہ بھی داخل ہے کہ ہم نے ان کو جو علوم معرفت عطا فرمائے ہیں وہ ان کو طالبین پر افاضہ کرتے ہیں

قوله تعالى والذين يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك اسی پر یہ قیاس کیا جاوے گا کہ اعتقاد تو تمام مشائخ اہل حق کے

-ع۷-

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

بند لگادیا ہے اللہ تعالےٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے سزا بڑی ہے

سے ڈرانے اور احکام سنانے کی ضرورت نہیں یہ تو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص منصبی کام تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے ایمان لانے کی فکر نہ کریں اور ان کے ایمان نہ لانے سے مغموم نہ ہوں ان کے ایمان لانے کی امید نہیں، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پھر ایسوں کو احکام سنانا عبث ہوا تو عبث فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیوں سپرد ہوا بات یہ ہے کہ عبث اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی بھی فائدہ نہ ہو یہاں اگر ان لوگوں کو فائدہ نہ ہوگا نہ ہو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو فائدہ ہوگا کہ ادائے پیغام کا ثواب ملے گا پھر عبث کیسے ہوا **تنبیہ** کوئی یوں نہ سمجھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انکی نسبت یوں خبر دیدی اور خدا تعالیٰ کی خبر کے خلاف واقع ہونا محال ہے تو اب ایمان نہ لانے میں ان کو معذور سمجھنا چاہیئے بات یہ ہے کہ یہ فرمانا تو ایسا ہے جیسے طبیب حاذق کسی مریض مبتلائے دق کی نسبت کہے کہ اس کی دق درجہ چہارم میں پہنچ گئی ہے یہ اب اچھا نہ ہوگا سو ظاہر ہے کہ وہ مریض اس طبیب کے اس کہنے سے مدقوق نہیں ہوگیا مدقوق تو اپنی کسی بے احتیاطی کے سبب پہلے سے ہے بلکہ طبیب کا یہ کہنا خود اس کے مدقوق ہونے کی وجہ سے ہوا ہے اسی طرح یہاں سمجھنا چاہیئے کہ اس کافر کا ناقابل ایمان ہونا اللہ تعالیٰ کی اس خبر دینے سے نہیں ہوا بلکہ خود اللہ تعالےٰ کا یہ خبر دینا اس کافر کے ناقابل ایمان ہونے کی وجہ سے واقع ہوا ہے اور ناقابل ایمان ہونے کی صفت خود اس کی شرارت وعناد و مخالفت حق کے سبب پیدا ہوئی ہے جیسا کہ مشاہدہ میں آتا ہے کہ جب آدمی کسی کی مخالفت پر آمادہ و کمر بستہ ہو جاتا ہے اور ہر وقت اسی کی کوشش میں رہتا ہے تو صلاحیت واستعداد موافقت و مصالحت کی گھٹتی جاتی ہے حتیٰ کہ بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہے اسی طرح اللہ تعالےٰ نے ہر شخص میں اس کی پیدائش کے ساتھ استعداد قبول حق کی رکھی ہے جیسا حدیث میں آگیا ہے مگر یہ شخص خود اپنی ہوائے نفسانی و خود غرضی کی وجہ سے حق کی مخالفت کرتا ہے حتیٰ کہ ایک روز وہ استعداد فنا ہو جاتی ہے اس وقت وہ ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ طبیب روحانی یوں کہہ سکے کہ اب یہ حق کو قبول نہ کرے گا کیونکہ اس کی استعداد درست نہیں رہی پس اب اس میں کوئی اشکال عقلی نہ رہا خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (الی قولہ) وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ بند لگادیا ہے اللہ تعالےٰ نے انکے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور انکی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے سزا بڑی ہے **ف** اس میں بھی کوئی شبہ کی بات نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے جب خود ان کے حواس کو ماؤف کر دیا تو پھر وہ معذور ہونگے بات یہ ہے کہ اوپر یہ بیان ہو چکا ہے کہ انہوں نے شرارت و عناد کر کے باختیار خود اپنی استعداد برباد کرلی ہے سو اس تباہی استعداد کے کاسب و فاعل تو وہ خود ہی ہیں مگر چونکہ بندوں کے جمیع افعال کا خالق اللہ سبحانہ وتعالےٰ ہے اس لئے اس آیت میں اپنے خالق ہونے کا بیان فرمادیا کہ جب وہ تباہی استعداد کے فاعل ہوئے اور اس کو بقصد خود اختیار کرنا چاہا ہم نے بھی وہ بد استعدادی کی کیفیت ان کے قلوب وغیرہا میں پیدا کردی بند لگانے سے اسی بد استعدادی کا پیدا کرنا مراد ہے سو یہاں بھی ان کا یہ فعل اس ختم کا سبب ہوا ختم الٰہی اس فعل کا سبب نہیں ہوا پس انکی معذوری کی کوئی وجہ نہیں اس فرمانے کی ایسی مثال ہے جیسے کسی امیر کریم نے براہ ترحم کسی مفلس کی سو روپیہ تنخواہ مقرر کردی ہو مگر وہ ناقدر شناس جب وہ سو روپے آتے ہیں فوراً ہی انکو کسی کنوئیں یا دریا میں پھینک آتا ہے جس میں نہ اس کے کام آویں نہ دوسروں کے اس امیر نے چند بار اس نامعقول حرکت سے منع بھی کیا مگر اس نے ایک نہ سنی اور نہ امید رہی کہ وہ مانے گا چونکہ ایسے شخص کو روپیہ دینے سے کوئی بھی فائدہ نہ دیکھا اس لئے اس نے وہ تنخواہ بند کرلی اور افسوس ہے کہ اس شخص کو اس تنخواہ بند کرنے کا بھی کچھ غم و افسوس نہ ہوا نہ اس نے کچھ معذرت کی اس وقت وہ امیر اپنی رعایا کو اطلاع دینے کے لئے کہے کہ اس نمکحرام نے ہمارے عطیہ کی جب ایسی بے قدری کی ہم نے بھی تنخواہ بند کرلی ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس مثال میں مورد ملامت وہی نمکحرام ہوگا نہ آقائے کریم اسی طرح اس مضمون کو سمجھ لینا چاہیئے۔

ن: ختم دل کی نسبت کرنا ظاہر

ن: ختم دل کا نفوس معذور ہونا

ن: کمال استعداد و ابطال کوئی

مسائل السّلوک

(متعلقہ صفحہ ۳)

الاعتقاد مع جمیع المشائخ المحقین مثل الاعتقاد مع شیخہ نعم الاتباع لا یکون الا لشیخہ کما فی المقیس علیہ بعینہ انتہی القول

ترجمہ

ساتھ ایسا ہی رکھنا چاہیئے جیسے اپنے شیخ کے ساتھ البتہ اتباع صرف اپنے شیخ کا ہوتا ہے جیسا بعینہ یہی حکم ہے انبیاء علیہم السلام میں

اللغات الختم والکتم اخوان ۱۲ کشاف

البلاغۃ فان قلت ما معنی الختم علی القلوب والاسماع وتغشیۃ الابصار قلت لا ختم ولا تغشیۃ ثم علی الحقیقۃ وانما ہو من باب المجاز ویحتمل ان یکون من کلا نوعیہ وہما الاستعارۃ والتمثیل ۱۲ کشاف قولہ تعالیٰ علی قلوبہم الآیۃ جمع القلوب والابصار ووحد السمع لان الاسماع لما کانت مجتمعۃ فی ادراکہا کانت کشیٔ واحد بخلاف الباقیین فانہا یتعاقب ادراکہا ۱۲ اشاذی ولما کان ادراک السمع والقلب من الجہات جعل مانعہما من جنس واحد وہو الختم بخلاف البصر فانہ یختص بالمقابلۃ فجعل مانعہا الغشاوۃ المختصۃ بجہۃ المقابلۃ ۱۲ مظہری

الکلام قولہ تعالیٰ ختم اللہ الآیۃ فی الآیۃ رد علی المعتزلۃ حیث نفوا اسنادہ الی اللہ تعالےٰ الا مجازا فان الاصل فی الاسناد ہو الحقیقۃ حیث لا صارف ولا صارف ۱۲

الروایات عن ابن عباس ختم اللہ علی قلوبہم طبع علیہا ۱۲ اتقان

اب فعل وخلق کی حقیقت اور ان میں جو فرق ہے اس کو دریافت کرنا ضرور ہے اس کو ایک محسوس مثال میں سمجھو کہ ایک بڑا بھاری پتھر ہے کہ زید جو کہ آقا ہے اس کو تنہا آسانی سے اٹھا سکتا ہے مگر عمرو جو کہ غلام ہے اس سے ہلتا تک بھی نہیں زید نے عمرو سے کہا کہ اس پتھر کا اٹھانا ہمارے قانون میں جرم ہے اور گو اس کو کوئی اٹھا نہیں سکتا مگر ہم نے امتحان کے لئے اپنا معمول مقرر کیا ہے کہ جو اس کو اٹھانے کے ارادہ سے اس کو ہاتھ لگاتا ہے ہم اٹھوا دیتے ہیں مگر یہ اٹھانا اس کی طرف بایں وجہ منسوب کیا جاتا ہے کہ اس نے ارادہ کیوں کیا جس پر ہمارا اٹھانا مرتب ہوا اگر وہ ارادہ نہ کرتا تو ہم اس پتھر کو نہ اٹھاتے اور وہ مجرم قرار نہ دیا جاتا غرض زید کے اس قانون اور معمول پر مطلع ہونے کے بعد عمرو نے پتھر کے پاس پہنچ کر اس کو بارادہ اٹھانے کے ہاتھ لگایا اور اٹھانے پر آمادہ ہوا زید نے حسب اپنے معمول کے فوراً وہ پتھر اٹھوا دیا اب ظاہر ہے کہ ہر عاقل اس صورت میں عمرو ہی کو مجرم قرار دے گا زید پر کسی قسم کا الزام نہیں رکھ سکتا، بس اسی طرح حق سبحانہ وتعالےٰ نے اپنے بندے کو ارادہ وقوت کسب عطا فرمائی مگر وہ ایجاد فعل کے لئے کافی نہیں اللہ تعالےٰ نے اپنا معمول مقرر کیا ہے کہ جب بندہ کسی فعل کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے پس مطابق مثال مذکور کے جو کچھ اعتراض ہے بندہ پر ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ منزہ وپاک ہے، اگر یہ شبہ ہو کہ قبیح کا فاعل ہونا اگر قبیح ہے تو خالق ہونا بھی قبیح ہونا چاہیئے اس کا حل یہ ہے کہ یہ قیاس غلط ہے فعل قبیح اس لئے قبیح ہے کہ اس میں مفاسد غالب ہیں اور اس کے فعل میں کوئی حکمت واقعیہ صحیحہ نہیں بخلاف خلق قبیح کے کہ اس میں ہزاروں مصلحتیں اور حکمتیں ہوتی ہیں البتہ ان حکمتوں کا مفصلاً علم ہر ایک کو نہیں ہوتا مگر کسی شے کے علم نہ ہونے سے اس کا معدوم ہونا لازم نہیں آتا فعل قبیح میں حکمت نہ ہونے اور خلق قبیح میں حکمت ہونے کے لئے صرف یہ اجمالی دلیل کافی ہے کہ اللہ تعالےٰ باتفاق اہل عقل ونقل حکیم ہے اور حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور فعل قبیح کو اس نے منع کیا ہے تو ضرور فعل قبیح خالی از حکمت ہے اسی واسطے حکیم نے منع کر دیا اور خلق قبیح خود ان کا فعل ہے تو ضرور اس خلق میں کوئی حکمت ہوگی اسی لئے اس کو اختیار کیا، اس فرق کے دریافت کرنے سے بہت شبہات بآسانی دفع ہو جاتے ہیں اگر یہ شبہ ہو کہ اگرچہ خلق قبیح ارادۂ عبد پر مرتب ہے اور اس لئے خالق پر الزام نہیں مگر اس فعل کے ساتھ جو ارادۂ خداوندی کا تعلق ہے وہ تو ارادۂ عبد پر مرتب نہیں بلکہ ارادۂ عبد خود اس پر مرتب ہے تو اب اشکال پھر عود کر آوے گا سو یہ شبہ بھی اسی تقریر بالا سے جو عنقریب مذکور ہوئی زائل ہو گیا کیونکہ وہ ارادۂ خداوندی مشتمل ہزاراں ہزار مصالح پر ہے اس لئے وہ قبیح نہیں بخلاف فعل عبد کے کہ بوجہ مفاسد کے قبیح ہے اگر یہ شبہ ہو کہ گو ارادہ وخلق خداوندی میں کوئی قباحت نہیں لازم آئی مگر بندہ کا غیر مختار ہونا تو لازم آگیا تو اس کا دفعیہ یہ ہے کہ ارادۂ خداوندی خاص اس طریق سے متعلق ہوا ہے کہ بندہ باختیار خود یہ فعل کرے گا سو اختیار عبد تو اور زیادہ موکد وثابت الوجود ہو گیا یہ نہیں کہ مسلوب ومعدوم ہو گیا جیسا خود ارادۂ خداوندی افعال خداوندی کے ساتھ یقیناً متعلق ہے اور پھر بھی باتفاق اہل ملت اللہ تعالےٰ اپنے افعال میں غیر مختار نہیں ہے پس بفضلہ تعالیٰ سب اشکالات متعلق تقدیر کے رفع دفع ہو گئے مگر فہم وانصاف وطلب حق شرط ہے یہ تفصیل اس شخص کی رعایت سے لکھی گئی ہے جس کو از خود شبہ پیدا ہو جاوے ورنہ خالی الذہن کے لئے اس تفصیل کی حاجت نہیں اسی طرح اس تفصیل کے بعد بھی جس کو وسوسہ آوے اس کو بھی آگے تفتیش جائز نہیں بلکہ ان دونوں قسم کے شخصوں کے لئے اجمالاً اس قدر اعتقاد کر لینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور مالک کو بحیثیت مالک ہونے کے اپنی ملک میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار کامل حاصل ہے جیسے کوئی شخص کسی قطعۂ زمین میں کوئی مکان بناوے جس میں مختلف درجات ہوں کسی حصہ میں اپنی نشستگاہ بنائے جس کو ہزاروں آلات وفروش سے آراستہ کرے دوسرے حصہ میں پاخانہ بناوے جہاں سیکڑوں من نجاست روزمرہ ڈالی جاوے پاخانہ یہ سوال نہیں کرتا کہ میں نے کیا جرم کیا تھا جو اس سزا کا مستحق ہوا اور فلاں حصۂ زمین نے کیا انعام کا کام کیا تھا جو اس عنایت کا مورد بنا ہر عاقل اس سوال کا جواب یہی دے گا کہ مالک کو اختیار ہے، یہاں پہنچ کر ان لوگوں کا بھی ذکر ختم ہو گیا

توضیح حقیقت خلق وفعل بمثال

دفع شبہ متعلق خلق قبائح بجواب نقض

دفع شبہ متعلق ارادہ در افعال عبد

دفع شبہ متعلق اختیار عبد

قطع شبہات متعلق تقدیر بتقریر مختصر شافی

عہ خلاصہ اعتراض کا یہ ہے کہ ارادۂ خداوندی ارادۂ عبد وفعل عبد دونوں پر مقدم ہے کیونکہ اول ارادۂ خداوندی ہوتا ہے کہ بندہ یوں ارادہ کرے اس کے بعد بندہ ارادہ کرتا ہے، پھر اس پر خلق فعل مرتب ہوتا ہے پھر اس پر بندہ کی جانب سے کسب فعل ہوتا ہے پس درحقیقت فعل عبد مرتب ہے خلق پر اور وہ مرتب ارادہ عبد پر اور وہ مرتب ارادۂ باری پر ہے لہٰذا اثر یعنی فعل عبد وارادۂ عبد اگر قبیح ہے تو اس کا مؤثر یعنی ارادۂ خداوندی بھی قبیح ہونا چاہیئے، اور تقریر جواب ظاہر ہے ۱۲ تبیان

عہ البتہ اتنا شبہ باقی رہتا ہے کہ کم از کم اس مالک کی نسبت اگر اس نے عمدہ قطعۂ زمین پاخانہ بنایا ہے یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اس نے مصلحت کے خلاف کیا، تو کیا یہ سوال حق تعالیٰ کی نسبت نہیں ہو سکتا، کہ ایسا امر مناسب نہ تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال اس شخص کے افعال میں ہو سکتا ہے کہ جس کے افعال میں حکمت سے خلو محتمل ہو اور افعال خداوندی چونکہ حکمت سے ہرگز خالی نہیں، اس لئے وہاں یہ احتمال اور یہ سوال ہی نہیں جیسا کہ اوپر بھی آچکا ہے ۱۲ تبیان

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۘ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ ۔ وقف لازم

اور لوگوں میں بعضے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر　اور آخری دن پر　حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں　چالبازی کرتے ہیں اللہ سے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۭ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ

اور ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے ہیں اور واقع میں کسی کے ساتھ بھی چالبازی نہیں کرتے بجز اپنی ذات کے　اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے　ان کے دلوں میں بڑا مرض ہے

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ڏ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝

سو اور بھی بڑھا دیا اللہ تعالیٰ نے ان کو مرض　اور ان کے لئے سزائے دردناک ہے　اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

جو قرآن و دین کو نہ زبان سے مانتے تھے نہ دل سے اب آگے ان لوگوں کا بیان آتا ہے جو کسی مصلحت یا دباؤ کے سبب زبان سے مانتے تھے مگر دل سے بالکل نہ مانتے تھے ایسے لوگوں کو شریعت کے محاورہ میں منافق کہا جاتا ہے **احوال منافقین** وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ اور لوگوں میں بعضے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن پر حالانکہ وہ بالکل[ل] ایمان والے نہیں **ف** بلکہ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ چالبازی کرتے ہیں اللہ سے اور ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے ہیں **ف** یعنی محض[ع] چالبازی کی راہ سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ؕ اور واقع میں کسی کے ساتھ بھی چالبازی نہیں کرتے بجز اپنی ذات کے اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے **ف** یعنی اس چالبازی[ع] کا انجام بد خود اپنے ہی کو بھگتنا پڑے گا فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ ان کے دلوں میں بڑا مرض ہے سو اور بھی بڑھا دیا اللہ تعالیٰ نے ان کو مرض **ف** مرض[س] ان کے بد اعتقادی و حسد اور ہر وقت کا اندیشہ و خلجان سب آگیا چونکہ اسلام کو روز افزوں رونق ہوتی جاتی تھی اس لئے ان کے دلوں میں ساتھ ساتھ یہ امراض ترقی پاتے جاتے تھے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ڏ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ اور ان کے لئے سزائے دردناک ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے **ف** یعنی ایمان کا جھوٹا دعوے کیا کرتے تھے۔

اللغات قولہ تعالیٰ یخادعون اللہ الخدع ان یوہم صاحبہ خلاف ما یرید بہ من المکروہ من قولہم ضب خادع وخدع اذا امر الحارش یدہ علی باب جحرہ اوہمہ اقبالہ علیہ ثم خرج من باب آخر ۱۲ کشاف **البلاغۃ** قولہ تعالیٰ باللہ وبالیوم الآخر فان قلت لم اختص بالذکر الایمان باللہ وبالیوم الآخر قلت اختصاصہما بالذکر کشف عن افراطہم فے الخبث لان القوم کانوا یہودا وایمان الیہود باللہ لیس بایمان لقولہم عزیر بن اللہ وکذلک ایمانہم بالیوم الآخر لانہم یعتقدون علی خلاف صفتہ فقولہم ہذا لو صدر عنہم لا علی وجہ النفاق فہو کفر فکیف اذا قالوہ علی وجہ النفاق لکن کفرا الی کفر ۱۲ کشاف قولہ تعالیٰ وما ہم بمؤمنین انکار لما ادعوہ وکان اصلہ وما آمنوا حتی یطابق قولہم فے تصریح الفعل دون الفاعل لکنہ عکس مبالغۃ فے التکذیب لان اخراجہم من المؤمنین ابلغ من نفی الایمان فی ماضی الزمان ولذلک اکد النفی بالباء ۱۲ مظہری فان قلت فلم جاء الایمان مطلقا فے الثانی وہو مقید فے الاول قلت یحتمل ان یراد التقیید وترک لدلالۃ المذکور علیہ وان یراد بالاطلاق انہم لیسوا من الایمان فی شیء قط لا من الایمان باللہ وبالیوم الآخر ولا بغیرہ ۱۲ کشاف قولہ تعالیٰ یخادعون اللہ فان قلت کیف ذلک ومخادعۃ اللہ والمؤمنین لا تصح لان العالم الذی لا تخفی علیہ خافیۃ لا یخدع والحکیم الذی لا یفعل القبیح لا یخدع والمؤمنون وان جاز ان یخدعوا لم یجز ان یخدعوا قلت کانت صورۃ صنعہم مع اللہ تعالیٰ حیث یتظاہرون بالایمان وہم کافرون صورۃ صنع الخادعین وصورۃ صنع اللہ معہم حیث امر باجراء احکام المسلمین علیہم وہم عندہ فے اعداد شرار الکفرۃ واہل الدرک الاسفل من النار صورۃ صنع الخادع وکذلک صورۃ صنع المؤمنین معہم حیث امتثلوا امر اللہ فیہم فاجروا احکامہم علیہم ۱۲ من کشاف قلت ولا یبعد ان یقال تقدیرہ بہمزۃ الاستفہام للانکار والتوبیخ والمعنے ایخادعون اللہ فارتفع الاشکال براسا واساسا قولہ تعالیٰ وما یخدعون الا انفسہم فان قلت ما المراد بقولہ تعالیٰ وما یخدعون الا انفسہم قلت یراد وما یعاملون تلک المعاملۃ المشبہۃ بمعاملۃ المخادعین الا انفسہم لان ضررہا یلحقہم ومکرہا یحیق بہم کما تقول فلان یضار فلانا وما یضار الا نفسہ ۱۲ من کشاف

اختلاف القرأۃ قولہ تعالیٰ وما یخدعون فی قرأۃ وما یخادعون ای ہم فی ذلک یخدعون انفسہم حیث یمنونہا الاباطیل وکذلک تمنیہا انفسہم تخدعہم وتمنیہم الامانی او یراد وما یخدعون فیجئ بہ علی لفظ یفاعلون للمبالغۃ ۱۲ من الکشاف قولہ تعالیٰ یکذبون وفے قرأۃ یکذبون من التکذیب ای یکذبون اللہ والرسول ۱۲

الفقہ دل علی حرمۃ الکذب الذی شانہ ہذا ولا دلالۃ فیہ علی حرمتہ مطلقا لان من الکذب مباحا ومستحبا وواجبا کما فصلوا ۱۲

الروایات من ابن عباس مرض نفاق عذاب الیم نکال موجع یکذبون یبدلون یحرفون ۱۲ اتقان

ملحقات الترجمہ

[ل] قولہ بالکل زادہ لان الباء فے خبر ما یفید مبالغۃ النفی ۱۲

حاشیہ

[ع] مقصود یہ ہے کہ خداع سے مراد خاص اظہار ایمان کے بارہ میں خداع ہے یعنی خداع اپنے حقیقی معنے پر ہے مطلب یہ ہے کہ اظہار ایمان میں چال کرتے ہیں گو وہ چال خدا کے سامنے نہ چلے اور گو ان کا یہ قصد بھی نہ ہو کہ خدا کے سامنے چال چلے گی مگر یہ فعل خود چال ہے اور لازم آگیا کہ خدا کے سامنے بھی خلاف واقع کا اظہار کیا ۱۲ تبیان

[ع] حاصل یہ ہے کہ جزاء خداع کو خداع کہہ دیا گیا بطریق مجاز ۱۲ تبیان

[س] یعنی مرض میں عموم مجاز لیا گیا ہے کہ حقیقت بھی اس کی ایک فرد ہو جاوے تو اندیشہ اور خلجان تو حقیقۃً مرض ہے اور بد اعتقادی کو مجازاً مرض کہا گیا ۱۲ تبیان

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ یخادعون اللہ والذین اٰمنوا قال العبد الضعیف فی ذکر اسم اللہ مع استحالۃ کونہ یخادع اشارۃ الی ان المعاملۃ مع اہل اللہ کہی مع اللہ انتہی القول

قولہ تعالیٰ فی قلوبہم مرض الآیۃ قال العبد الضعیف فیہ اثبات الامراض للقلب وہی المعاصی کما شاع فی اطلاقات الصوفیۃ ۱۲ انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ یخادعون اللہ والذین اٰمنوا اس میں اشارہ ہے کہ اہل اللہ کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا (مثلاً عداوت ومحاربت وغیرہ) ایسا ہی ہے جیسا حق تعالیٰ کے ساتھ کرنا

قولہ تعالیٰ فی قلوبہم مرض اس میں اثبات ہے امراض قلب کا اور وہ معاصی ہیں جیسا حضرات صوفیہ کے اطلاقات میں شائع ہے

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فساد مت کرو زمین میں تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں یاد رکھو بیشک یہی لوگ

الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِنْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا

مفسد ہیں لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی ایمان لے آؤ جیسا ایمان لائے ہیں اور لوگ تو کہتے ہیں

أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِنْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَإِذَا لَقُوا

کیا ہم ایمان لاویں گے جیسا ایمان لے آئے ہیں یہ بے وقوف یاد رکھو بے شک یہی ہیں بے وقوف لیکن اس کا علم نہیں رکھتے اور جب ملتے ہیں وہ منافقین

الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ۝

ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب خلوت میں پہنچتے ہیں اپنے شریر سرداروں کے پاس تو کہتے ہیں کہ ہم بیشک تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف استہزا کیا کرتے ہیں

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ (الی قولہ) إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فساد مت کرو زمین میں تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں **ف** یعنی ان کی ان منافقانہ کارروائیوں سے جب انواع اقسام فساد و فتنے وقوع میں آنے لگے جیسا کہ مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ دو رویہ شخص سے ہمیشہ فساد ہی بڑھتا ہے اور کسی خیر اندیش نے فہمائش کی کہ ایسی کارروائی موجب فساد ہوا کرتی ہے اس کو چھوڑ دو تو اس کے جواب میں اپنے کو مصلح بتلاتے ہیں غرض انکی غباوت یا شرارت اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ فساد کو اصلاح سمجھتے ہیں أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِنْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ یاد رکھو بے شک یہی لوگ مفسد ہیں لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے **ف** بوجہ اپنی غباوت یا شرارت کے ان لوگوں کی ایک جہالت تو اس سے معلوم ہوئی کہ اپنے عیب کو ہنر سمجھتے ہیں آگے ان کی دوسری جہالت کا بیان ہے کہ اوروں کے ہنر کو کہ وہ ایمان خالص ہے عیب اور حقیر سمجھتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ (الی قولہ) آمَنَ السُّفَهَاءُ ۗ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی ایمان لے آؤ جیسا ایمان لائے ہیں اور لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لاویں گے جیسا ایمان لے آئے ہیں یہ بے وقوف أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِنْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ یاد رکھو بے شک یہی ہیں بے وقوف لیکن اس کا علم نہیں رکھتے **ف** منافقین ایسی بیباکانہ گفتگو غریب مسلمانوں کے روبرو کر گذرتے تھے جن سے انکو کچھ اندیشہ نہ تھا اور با وجاہت مسلمانوں کے سامنے تو وہی نفاق و خوشامد کی باتیں کرتے رہتے تھے اس تقریر سے یہ شبہ رفع ہو گیا کہ وہ لوگ تو اپنے کفر کو چھپاتے تھے پھر ایسی کفر کی باتیں مسلمانوں سے کیوں کر کر سکتے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ایسی بات اپنی ہی جماعت سے کرتے ہوں لیکن ظاہراً احتمال اول کو اس لئے ترجیح ہے کہ یہ قول آمنوا کے جواب میں ہے اور آمنوا کا خطاب خود ان کی جماعت کی طرف سے نہیں ہو سکتا وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا (الی قولہ) إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ۝ اور جب ملتے ہیں وہ منافقین ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب خلوت میں پہنچتے ہیں اپنے شریر سرداروں کے پاس تو کہتے ہیں کہ ہم بے شک تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف استہزا کیا کرتے ہیں **ف** لیعنے

اللغات قولہ تعالیٰ هم السفهاء السفہ سخافۃ العقل وخفۃ الحلم ۱۲ کشاف قولہ مستہزءون الاستہزاء السخریۃ والاستخفاف واصل الباب الخفۃ من الہزء وہو القتل السریع ۱۲ کشاف

البلاغۃ قولہ تعالیٰ انما نحن مصلحون انما لقصر الحکم علی شئ ومعنی انما نحن مصلحون ان صفۃ المصلحین خلصت لہم وتمحضت من غیر شائبۃ قادح فیہا من وجہ من وجوہ الفساد وردہ الابلغ وادعوہ من الامتناع فی جملۃ المصلحین ابلغ رد وادلہ علی سخط عظیم والمبالغۃ فیہ من جہۃ الاستیناف وما فی کلتا الکلمتین الا وان من التاکیدین وتعریف الخبر وتوسیط الفصل ۱۲ کشاف قولہ تعالیٰ ولکن لا یعلمون فان قلت لم فصلت ہذہ الآیۃ بلا یعلمون والتی قبلہا بلا یشعرون قلت لان امر الدیانۃ والوقوف علی ان المومنین علی الحق وہم علی الباطل یحتاج الی نظر واستدلال واما النفاق وما فیہ من البغی المودی الی الفتنۃ والفساد فی الارض فامر دنیوی مبنی علی العادات معلوم عند الناس فہو کالمحسوس المشاہد ۱۲ کشاف قولہ تعالیٰ انا معکم فان قلت لم کانت مخاطبتہم المومنین بالجملۃ الفعلیۃ وشیاطینہم بالاسمیۃ محققۃ بان قلت لیس ما خاطبوا بہ المومنین جدیرا باقوی الکلامین واوکدہ لانہم فی ادعاء حدوث الایمان منہم ونشئہ من قبلہم لا فی ادعاء انہم اوحدیون فی الایمان غیر مشقوق فیہ فبارہم وذلک اما لان انفسہم لا تساعدہم علیہ اذ لیس لہم من عقائدہم باعث ومحرک وہکذا کل قول لم یصدر عن اریحیۃ وصدق رغبۃ واعتقاد واما لانہ لا یروج عنہم لو قالوہ علی لفظ التاکید والمبالغۃ وکیف یقولونہ ویطمعون فی رواجہ عنہم وہم بین ظہرانی المہاجرین والانصار واما مخاطبۃ اخوانہم فہم فیما اخبروا بہ عن انفسہم فی الثبات علی الیہودیۃ والقرار علی اعتقاد الکفر والبعد من ان یزالوا عنہ علی صدق رغبۃ ووفور نشاط وارتیاح للتکلم بہ وما قالوہ من ذلک فہو رائج عنہم متقبل منہم فکان مظنۃ للتحقیق ومئنۃ للتاکید ۱۲ کشاف واجاب بعض الاحبار بانہم لما کانوا یقرون بالاسلام ولم یکن لتکذیبہم وانکارہم توہم وجہ ظاہر لم یحتاجوا الی التاکید بخلاف ادعائہم انہم مستہزءون مع بینہم لان ظاہر حالہم کان یکذب ہذہ الدعویٰ فکان توہم مظنۃ للانکار فاحتاجوا الی التوکید

الروایات عن ابن عباس السفہاء الجہال ۱۲

حاشیہ

ف یعنی لا تفسدوا فی الارض میں ان کا کوئی مستقل فساد مراد نہیں کہ جس کو وہ کرتے ہوں بلکہ مراد یہ ہے کہ تم یہ نفاق جو کہ موجب فساد ہے نہ کرو اس کو چھوڑ دو ۱۲ تبیان

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا

اللہ تعالیٰ ہی استہزاء کر رہے ہیں ان کے ساتھ اور ڈھیل دیتے چلے جاتے ہیں انکو کہ وہ اپنی سرکشی میں حیران سرگرداں ہو رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے گمراہی لے لی

الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی

بجائے ہدایت کے تو سود مند نہ ہوئی ان کو یہ تجارت اور نہ یہ ٹھیک طریقہ پر چلے انکی حالت اس شخص کی حالت کے مشابہ ہے

اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝

جسنے کہیں آگ جلائی ہو پھر جب روشن کر دیا ہو اس آگ نے اس شخص کے گرداگرد کی سب چیزوں کو ایسی حالت میں سلب کر لیا ہو اللہ تعالیٰ نے انکی روشنی کو اور چھوڑ دیا ہو انکو اندھیروں میں کہ کچھ دیکھتے بھالتے نہ ہوں

ہم مسلمانوں سے براہ تمسخر کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں ورنہ ہم دل سے تو تمہارے ہی مشرب میں ہیں اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ قول کہ ہم ایمان لے آئے منقول فرمایا ہے اور یہاں پھر نقل کیا ہے سو اس کو تکرار نہ سمجھیں تکرار وہ ہے کہ جہاں اعادہ میں کوئی اور غرض جدید نہ ہو سو یہاں ایسا نہیں ہے پہلے مقام میں صرف انکا عقیدہ بیان کرنا مقصود تھا کہ گو وہ زبان سے ایمان کا دعوے کرتے ہیں مگر دل میں ان کے ایمان نہیں ہے اور یہاں انکا برتاؤ مسلمانوں سے اور اپنے مجمع سے تلانا منظور ہے غرض ایک جگہ ان کا اعتقاد مذکور ہے دوسری جگہ ان کا عمل سو تکرار نہ ہوا اور قرآن مجید بھر میں جہاں جہاں تکرار معلوم ہوتا ہے وہاں ایسا ہی تفاوت اغراض میں ہے آگے ان کے اس استہزاء کا جواب دیا ہے کہ وہ بیچارے مسلمانوں سے کیا استہزاء کرتے ہیں اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ اللہ تعالیٰ ہی استہزاء کر رہے ہیں انکے ساتھ اور ڈھیل دیتے چلے جاتے ہیں ان کو کہ وہ اپنی سرکشی میں حیران سرگرداں ہو رہے ہیں **ف** وہ استہزاء یہی ہے کہ ان کو مہلت دی گئی ہے کہ جب خوب کفر میں کامل ہو جاویں اور جرم سنگین ہو جاوے اس وقت دفعۃً پکڑے جاویں چونکہ یہ معاملہ ان کے استہزاء کے مقابلہ میں تھا اس لئے اس کو بھی استہزاء کہہ دیا گیا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے گمراہی لے لی بجائے ہدایت کے تو سود مند نہ ہوئی انکی یہ تجارت اور نہ یہ ٹھیک طریقہ پر چلے **ف** یعنی ان کو تجارت کا سلیقہ نہ ہوا کہ ہدایت کیسی اچھی چیز چھوڑی اور گمراہی کیسی بری چیز لی

مثال اول منافقین مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا (الی قولہ) فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝ انکی حالت اس شخص کی حالت کے مشابہ ہے جس نے کہیں آگ جلائی پھر جب روشن کر دیا ہو اس آگ نے اس شخص کے گرداگرد کی سب چیزوں کو ایسی حالت میں سلب کر لیا ہو اللہ تعالیٰ نے انکی روشنی کو اور چھوڑ دیا ہو انکو اندھیروں میں کہ کچھ دیکھتے بھالتے نہ ہوں **ف** تو جس طرح یہ شخص اور اس کے ہمراہی روشنی ہونے

اللغات قولہ تعالیٰ یعمہون العمہ مثل العمی الا ان العمی عام فی البصر والرأی والعمہ فی الرأی خاصۃ وھو التحیر والتردد ۱۲ کشاف

البلاغۃ قولہ تعالیٰ اللّٰه یستہزئ بہم فان قلت فہلا قیل اللّٰہ مستہزئ بہم فیکون طبقا لقولہم انما نحن مستہزء ون قلت لان یستہزئ یفید حدوث الاستہزاء وتجددہ وقتا بعد وقت وھکذا کانت نکایات اللّٰہ فیہم وبلایاہ النازلۃ بہم اولا یرون انہم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین وما کانوا یخلون فی اکثر اوقاتہم من تہتک استار وتکشف اسرار ونزول فی شانہم واستشعار حذر من ان ینزل فیہم یحذر المنافقون ان تنزل علیہم سورۃ تنبئہم بما فی قلوبہم ۱۲ کشاف قولہ تعالیٰ اشتروا ومعنی اشتراء الضلالۃ بالہدی اختیارہا علیہ واستبدالہا علی سبیل الاستعارۃ لان الاشتراء فیہ اعطاء بدل واخذ آخر ۱۲ کشاف قولہ تعالیٰ فما ربحت تجارتہم فان قلت کیف اسند الخسران الی التجارۃ وہو لاصحابہا قلت ہو من الاسناد المجازی ۱۲ کشاف قولہ تعالیٰ ذہب اللّٰہ بنورہم فان قلت فہلا قیل ذہب اللّٰہ بضوئہم لقولہ فلما اضاءت قلت ذکر النور ابلغ لان الضوء فیہ دلالۃ علی الزیادۃ فلو قیل ذہب اللّٰہ بضوئہم لاوہم الذہاب بالزیادۃ وبقاء ما یسمی نورا والغرض ازالۃ النور عنہم راسا وطمسہ اصلا ۱۲ کشاف فی اقسام الاستعارۃ للسیوطی فی اقسام الاستعارۃ او قرنت بما یلائم المستعار منہ فمرشحۃ کقولہ تعالیٰ اولٰئک الذین اشتروا الآیۃ استعیر الاشتراء للاستبدال ثم فرع علیہا ما یلائم الاشتراء من الربح والتجارۃ ۱۲ قال صاحب الکشاف والصحیح الذی علیہ علماء البیان لا یتخطونہ ان التمثیلین جمیعا من جملۃ التمثیلات

المرکبۃ دون المفرقۃ لا یتکلف لواحد واحد شئ یقدر شبہہ بہ وہو القول الفحل والمذہب الجزل وبیانہ وصف وقوع المنافقین فی ضلالتہم وما خبطوا فیہ من الحیرۃ والدہشۃ شبہت حیرتہم وشدۃ الامر علیہم بما یکابد من طفئت نارہ بعد ایقادہا فی ظلمۃ اللیل وکذلک من اخذتہ السماء فی اللیلۃ المظلمۃ مع رعد وبرق وخوف من الصواعق ۱ھ

الکلام قولہ تعالیٰ یعمہون وقولہ تعالیٰ ذہب اللّٰہ بنورہم فی ہاتین وعلی المشترک لان الاصل فی الاسناد الحقیقۃ

الروایات عن ابن عباس طغیانہم کفرہم یعمہون یتمادون وفی روایۃ عنہ یتحیرون یعمہون یترددون ۱۲ من الاتقان

ملحقات الترجمۃ لے قولہ انکی یہ تجارت حملا للاضافۃ علی العہد ۱۲ ۲ے قولہ انکی روشنی الخ یہ جمع باعتبار اس کے ہے کہ وہ شخص مع ہمراہیوں کے مراد ہے چنانچہ تفسیر میں اس کی تصریح بھی کر دی ہے اور چونکہ حولہ میں ضمیر مفرد کی ہے اور بنورہم میں ضمیر جمع کی ہے اس لئے دونوں جگہ ترجمہ اسی کے موافق کیا گیا ۱۲ منہ

حاشیہ عـــہ یعنی آیت میں جملہ یمدہم اپنے معطوف علیہ اللہ یستہزئ بہم کا بیان ہے ۱۲ تبیان عـــہ مطلب یہ کہ آیت میں وما کانوا مہتدین سے ہدایت دینی مراد لینے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس کی نفی ہو بلکہ نفی ہدایت فی التجارۃ کی ہے کہ انکو تجارت کرنے کا ڈھنگ بھی نہیں آتا ۱۲ تبیان عـــہ اس کا منشا فرمایا کہ استوقد کو مفرد لایا گیا پھر بنورہم میں ضمیر جمع کی ارشاد ہوئی وجہ یہ ہے کہ عادۃً ایک ہی آدمی آگ سلگاتا ہے جب وہ دہک اٹھتی ہے تو دوسرے لوگ بھی تاپنے کے لئے جمع ہو جاتے ہیں پس استیقاد ایک کا فعل ہے لہذا صیغہ مفرد کا لایا گیا اور اذہاب نور کے وقت سب جمع تھے میں نے عرض کیا کہ اضاءت ما حولہ میں ضمیر کو مفرد کیوں لایا گیا حالانکہ یہ استیقاد کے بعد ہے اور سب ہی کے لئے عام ہے فرمایا کہ لوگ اس وقت جمع ہوتے ہیں کہ آگ کی روشنی ان تک پہنچے اور انکو معلوم ہو جاوے کہ آگ سلگ گئی ہیں

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۝ اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۚ

بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو یہ اب رجوع نہ ہوں گے یا ان منافقوں کی ایسی مثال ہے جیسے بارش ہو آسمان کی طرف سے اس میں اندھیری بھی ہو اور رعد و برق بھی ہو

یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَ اللّٰهُ مُحِیْطٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ ۝

جو لوگ اس بارش میں چل رہے ہیں وہ ٹھونسے لیتے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک کے سبب اندیشۂ موت سے اور اللہ تعالیٰ احاطہ میں لئے ہوئے ہیں کافروں کو

یَكَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِیْهِ ۙۗ وَ اِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَیْهِمْ

برق کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ان کی بینائی اس نے لی جہاں ذرا ان کو بجلی کی چمک ہوئی تو اس کی روشنی میں چلنا شروع کیا اور جب ان پر تاریکی ہوئی پھر کھڑے کے کھڑے

قَامُوْا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

رہ گئے اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے تو ان کے گوش و چشم سب سلب کر لیتے بلاشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں

ع ۲ | ۳

کے بعد اندھیرے میں رہ گئے اسی طرح منافقین حق واضح ہونے کے بعد ظلمت ضلالت میں جا پھنسے اور جس طرح اس اندھیرے میں ان آگ جلانے والوں کے چشم و گوش و زبان سب بے کار ہو گئے اسی طرح ظلمت ضلالت میں پھنس کر ان لوگوں کی یہ حالت ہو گئی کہ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۝ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو یہ اب رجوع نہ ہوں گے **ف** یعنی حق سے بہت بعید ہو گئے ہیں کہ ان کے کان حق بات سننے کے قابل نہ رہے زبان انکی حق بات کہنے کے لائق نہ رہی آنکھیں راہ حق دیکھنے کے کام کی نہ رہیں سو اب انکے حق کی طرف رجوع ہونے کی کیا امید ہے، منافقین میں دو قسم کے لوگ تھے بعضے تو خوب دل کھول کر کفر کو اختیار کئے ہوئے تھے یہ مثال مذکور تو انہی کی تھی کہ بالکل اندھیروں میں رہ جانے والوں کے مشابہ قرار دیئے گئے بعضے ایسے تھے کہ ابھی انکو اسلام کے حق ہونے میں کبھی کبھی تردد ہوتا تھا اور اس کی خوبیاں دیکھ کر کچھ کچھ ادھر میلان ہونے لگتا تھا مگر پھر جب اغراض نفسانی کا غلبہ ہوتا پھر وہ میلان مبدل بانکار ہو جاتا آگے انکی مثال دیتے ہیں **مثال دوم منافقین** اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ الیٰ قولہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ یا ان منافقوں کی ایسی مثال ہے جیسے بارش ہو آسمان کی طرف سے اس میں اندھیری بھی ہو اور رعد و برق بھی ہو جو لوگ اس بارش

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ واللہ محیط بالکفرین قال العبد الضعیف فیہ دلیل لما یقول بہ الصوفیۃ من احاطتہ تعالیٰ بخلقہ ذاتا من غیر اتصال ولا کیفیۃ لا علما فقط انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ واللہ محیط بالکفرین اس میں دلیل ہے قول صوفیہ کی کہ حق تعالیٰ اپنی مخلوق کو ذاتاً محیط ہے بدون اتصال اور کسی کیفیت کے نہ محض علم ہی سے محیط ہے

النحو قولہ تعالیٰ یجعلون اصابعھم جاز رجوع الضمیر فی یجعلون الی اصحاب الصیب مع کونہ محذوفا قائما مقامہ الصیب لان المحذوف باق معناہ وان سقط لفظہ ۱۲ کشاف قولہ تعالیٰ من الصواعق متعلق بیجعلون ای من اجل الصواعق ۱۲ کشاف
البلاغۃ قولہ تعالیٰ صم بکم الآیۃ فان قلت ہل یسمی ما فی الآیۃ استعارۃ قلت مختلف فیہ والمحققون علی تسمیتہ تشبیہا بلیغا لا استعارۃ لان المستعار لہ مذکور وہم المنافقون والاستعارۃ انما تطلق حیث یطوی ذکر المستعار ویجعل الکلام خلوا عنہ صالحا لان یراد بہ المنقول عنہ والمنقول الیہ لولا دلالۃ الحال او فحوی الکلام ۱۲ کشاف قولہ تعالیٰ صم بکم فیہ ایجاز بحذف حذف المبتدا ای ہم او المنافقون صیانۃ للسان عن ذکرہ تحقیرا لہ ۱۲ من الاتقان قولہ تعالیٰ او کصیب الآیۃ فان قلت لم عطف احد التمثیلین علی الآخر بحرف الشک قلت او فی اصلہا لتساوی شیئین فصاعدا فی الشک ثم اتسع فیہا فاستعیرت للتساوی فی غیر الشک فمعناہ ان القصتین سواء فی استقلال کل واحد منہما بوجہ التمثیل فبایتہما مثلتہا فانت مصیب وان مثلتہما بہما جمیعا فکذلک وتنکیر صیب لانہ ارید نوع من المطر شدید ہائل کما نکرت النار فی التمثیل الاول فان قلت قولہ من السماء ما الفائدۃ فی ذکرہ قلت الفائدۃ فیہ انہ جاء بالسماء معرفۃ فنفی ان یتصوب من سماء ای من افق واحد من بین سائر الآفاق لان کل افق من آفاقہا سماء کما ان کل طبقۃ من الطبقات سماء فی قولہ تعالیٰ واوحی فی کل سماء امرہا والدلیل علیہ قولہ من بعد ارض بینہا وسماء والمعنی انہ غمام مطبق آخذ بآفاق السماء ۱۲ کشاف قولہ تعالیٰ یجعلون اصابعھم فان قلت رؤس الاصابع ہی التی تجعل فی الآذان فہلا قیل انا ملہم قلت ہذا من الاتساعات فی اللغۃ التی لا یکاد الحاصر یحصرہا کقولہ تعالیٰ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم فاقطعوا ایدیہما اراد البعض الذی ہو الی المرفق والرسغ وایضا ففی ذکر الاصابع من المبالغۃ ما لیس فی ذکر الانامل ۱۲ کشاف قولہ کلما اضاء لہم الخ قلت کیف قیل مع الاضاءۃ کلما ومع الاظلام اذا قلت لانہم حراص علی وجود ما ہمہم بہ معقود من امکان المشی وتأتیہ فکلما صادفوا منہ فرصۃ انتہزوہا ولیس کذلک التوقف والتحبس ۱۲ کشاف

الکلام قولہ تعالیٰ من السماء لا ینافی کونہ من السحاب فقول الحکماء ان المطر من السحاب لانا نقول یمکن ان ینزل علینا من السحاب وینزل فی السحاب من السماء بطریق غیر مشاہد وان شکلت بان السحاب ینعقد بالابخرۃ الصاعدۃ من الارض قلت لا تنافی لیمکن ان یکون المطر تارۃ من ہذا وتارۃ من ذلک وکذا ما ورد من ان الرعد ملک او صوتہ التسبیح والبرق سوطہ بیدہ یزجر بہ السحاب لا ینافی ما تقرر من جعلہما لا مکان الاجتماع بین القولین بان یکون ہذا الصوت واللمعان تارۃ بہذا وتارۃ بذلک فافہم حق الفہم او یقال ان لکل شیء صورۃ ولہ حقیقۃ فالصورۃ ما قالت الحکماء والحقیقۃ ما وردت بہ الروایات کما ان المتکلم والسامع ہو النفس الناطقۃ واللسان والاذان ہو الآلۃ ۱۲
الروایات اخرج ابن جریر من طریق السدی الکبیر عن ابی مالک وابی صالح عن ابن عباس وعن مرۃ عن ابن مسعود وناس من الصحابۃ قالوا کان رجلان من المنافقین من اہل المدینۃ ہربا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی المشرکین فاصابہما ہذا المطر الذی ذکر اللہ فیہ رعد شدید وبرق فجعلا کلما اصابہما الصواعق جعلا اصابعہما فی آذانہما من الفرق ان تدخل الصواعق فی سامعہما فتقتلہما واذا لمع البرق مشیا الی ضوئہ واذا لم یلمع لم یبصرا فاتیا مکانہما یمشیان فجعلا یقولان لیتنا قد اصبحنا فنأتی محمدا فنضع ایدینا فی یدہ فاسلما ووضعا ایدیہما فی یدہ وحسن اسلامہما فضرب اللہ شأن ہذین المنافقین الخارجین مثلا للمنافقین الذین بالمدینۃ وکان المنافقون اذا حضروا مجلس النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعلوا اصابعہم فی آذانہم فرقا من کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ینزل فیہم شیء او یذکروا بشیء فیقتلوا کما کان ذانک المنافقان الخارجان یجعلان اصابعہما فی آذانہما کلما اضاء لہم مشوا فیہ فاذا کثرت اموالہم واولادہم واصابوا غنیمۃ او فتحا مشوا فیہ وقالوا ان دین محمد صدق واستقاموا علیہ کما کان ذانک المنافقان یمشیان اذا اضاء بہما البرق واذا اظلم علیہم قاموا فکانوا اذا ہلکت اموالہم واولادہم واصابہم البلاء قالوا ہذا من اجل دین محمد وارتدوا کفارا کما قام ذانک المنافقان حین اظلم البرق علیہما ۱۲ لباب عن ابن جریر کصیب المطر ۱۲ اتقان

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ٱلَّذِى

اے لوگو عبادت اختیار کرو اپنے پروردگار کی جس نے تمکو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی کہ تم سے پہلے گذر چکے ہیں عجب نہیں کہ تم دوزخ سے بچ جاؤ وہ ذات پاک

جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ فِرَٰشًا وَٱلسَّمَآءَ بِنَآءً وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهِۦ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ

ایسی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت اور برسایا آسمان سے پانی پھر پردۂ عدم سے نکالا بذریعہ اس پانی کے پھلوں سے

رِزْقًا لَّكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا۟ لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

غذا کو تم لوگوں کے واسطے اب تو مت ٹھیراؤ اللہ پاک کے مقابل اور تم تو جانتے بوجھتے ہو

میں چل رہے ہیں وہ ٹھونسے لیتے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک کے سبب اندیشۂ موت سے اور اللہ تعالیٰ احاطہ میں لئے ہوئے ہیں کافروں کو برق کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی انکی بینائی اس نے لی جہاں ذرا ان کو بجلی کی چمک ہوئی تو اس کی روشنی میں چلنا شروع کیا اور جب ان پر تاریکی ہوئی پھر کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے تو ان کے گوش وچشم سب سلب کر لیتے بلاشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں **ف** سو جس طرح یہ لوگ طوفان باراں میں کبھی چلنے سے رک جاتے ہیں کبھی موقع پا کر آگے چلنے لگتے ہیں اسی طرح یہ متردد منافقین آثار غلبۂ اسلام میں کبھی نور اسلام کی جھلک دیکھ کر ادھر کو بڑھنے لگتے ہیں اور کبھی خود غرضی کی ظلمت میں پڑ کر پھر حق سے رک جاتے ہیں اسی مضمون کے ضمن میں اور اخیر میں ان کو ایک دھمکی بھی دیتے گئے کہ اللہ تعالیٰ سب کو احاطۂ قدرت میں لئے ہوئے ہیں اور ان کے چشم وگوش کے سلب کر لینے پر پوری قدرت ہے سو حق کو چھوڑ کر ان کو مطمئن نہ ہونا چاہئے، یہاں تک تینوں قسم کی جماعتوں کا بیان ہو چکا، اب سب کو خطاب میں جمع کر کے وہ کلام بتلایا جاتا ہے جس کے انجام دینے کے لئے یہ کتاب مقدس نازل کی گئی ہے جس کے دو اصول ہیں توحید اور تصدیق رسالت اول توحید کا مضمون ارشاد ہوتا ہے **تعلیم توحید** يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ اے لوگو عبادت اختیار کرو اپنے پروردگار کی جس نے تمکو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی کہ تم سے پہلے گذر چکے ہیں عجب نہیں کہ تم دوزخ سے بچ جاؤ **ف** شاہی محاورہ میں "عجب نہیں" کا لفظ وعدہ کے موقع میں بولا جاتا ہے ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ فِرَٰشًا (الی قوله) رِزْقًا لَّكُمْ ۖ وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت اور برسایا آسمان سے پانی پھر پردۂ عدم سے نکالا بذریعہ اس پانی کے پھلوں سے غذا کو تم لوگوں کے واسطے فَلَا تَجْعَلُوا۟ لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ اب تو مت ٹھیراؤ اللہ پاک کے مقابل اور تم تو جانتے بوجھتے ہو **ف** یعنی اس بات کو جانتے ہو کہ ان تصرفات کا بجز خدا تعالیٰ کے کوئی کرنے والا نہیں تو اس صورت میں کب چاہیے کہ خدا

اللغات قوله تعالیٰ بناء، البناء مصدر سمی به المبنی بیتا کان او قبة او خباء او طراف ومنه بنی على امرأته لانهم كانوا اذا تزوجوا ضربوا عليها خباء جديدا ۱۲ كشاف

النحو قوله تعالیٰ الذی جعل لكم الارض وهو في محل النصب على انه صفة ثانية لربكم او في محل الرفع على المدح والتعظيم بتقدير المبتدأ ۱۲ ابو السعود قوله تعالیٰ من الثمرات للتبعيض ويجوز ان يكون للبيان

الكلام قوله تعالیٰ جعل لكم الارض فراشا فان قلت هل فيه دليل على ان الارض مسطحة وليست بكروية قلت ليس فيه الا ان الناس يفترشونها ويقعدون عليها وينامون ويتقلبون كما يتقلب احدهم على فراشه وبساطه ومهاده سواء كانت على شكل السطح او شكل الكرة فالافتراش غير مستنكر ولا مدفوع لعظم حجمها واتساع جرمها وتباعد اطرافها ۱۲ من كشاف

الروايات عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما انداد اى الاشباه والامثال ۱۲ من القان

ملحقات الترجمة ۱؎ قوله کڑک کے سبب تدمر ويليه في النحو في قوله اى من اجل الصواعق ۱۲

۲؎ قوله شاہی محاورہ میں فی الكشاف والطمعا فى ديدن الملوك وما عليه اوضاع امورهم ورسومهم ان يقتصروا في مواعيدهم التي يوطنون انفسهم على انجازها على ان يقولوا عسى ولعل ونحوهما من الكلمات او يخيلوا اخالة او يظفر منهم بالرمزة او الابتسامة او النظرة الحلوة فاذا عثر على شيء من ذلك لم يبق للطالب لما عندهم شك في النجاح والفوز بالمطلوب فعلى مثله ورد كلام مالك الملك ذي العزة والكبرياء ۱۲

۳؎ قوله وہ ذات پاک ایسی ہے محلا الذي على تقدير المبتدأ كما مر ۱۲

۴؎ قوله پھلوں سے غذا کو محلا من في من الثمرات على التبيين ۱۲

ع؎ اس کے متعلق ایک مضمون بصورت رسالہ مسمّٰی بہ رفع البناء فی نفع السماء جلد ہٰذا کے آخر میں ملحق ہے ملاحظہ ہو ۱۲

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ

اور اگر تم لوگ کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندۂ خاص پر تو اچھا پھر تم بنالاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اس کا ہم پلہ ہو اور بلالو اپنے حمایتیوں کو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا

جو خدا سے الگ ہیں اگر تم سچے ہو پھر تم اگر یہ کام نہ کر سکے اور قیامت تک بھی نہ کر سکو گے تو پھر ذرا بچتے رہیو

النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

دوزخ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار ہوئی رکھی ہے کافروں کے واسطے

کے مقابلہ میں دوسروں کو معبود بناؤ اس کے بعد رسالت کا مسئلہ بیان فرماتے ہیں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ نبوت کی صاف بے غبار دلیل معجزہ ہوا کرتا ہے
چنانچہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی بے شمار معجزے عطا ہوئے جن میں سے سب سے بڑا معجزہ قرآن شریف ہے کہ اثبات نبوت کی بڑی دلیل ہے اس
کے معجزہ ہونے میں مخالفین کو یہ شبہ تھا کہ شاید اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم خود تصنیف کر لیا کرتے ہوں تو اس صورت میں اس کا معجزہ ہونا محل کلام میں
ہو گیا پس دلیل نبوت مشتبہ ہو گئی اس لئے اللہ تعالے اس اشتباہ کو اگلی آیت میں رفع فرماتے ہیں تاکہ اس کا معجزہ ہونا ثابت ہو جاوے پھر نبوت پر قطعی دلیل
بن سکے **برہان رسالت** وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ (الی قولہ) كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اور اگر تم لوگ کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل
فرمائی ہے اپنے بندۂ خاص پر تو اچھا پھر تم بنالاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اس کا ہم پلہ ہو (کیونکہ آخر تم بھی عربی زبان داں ہو بلکہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو مشاق بھی نہیں اور
تم مشاق ہو جب باوجود اس کے نہ بنا سکیں گے تو بشرط انصاف بلا تامل ثابت ہو جاوے گا کہ یہ معجزہ من جانب اللہ ہے اور بلاشبہ آپ پیغمبر ہیں
اور یہی مقصود تھا) اور بلالو اپنے حمایتیوں کو جو خدا سے الگ (تجویز کر رکھے) ہیں اگر تم سچے ہو **انذار کافرین** فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا (الی قولہ)
اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ پھر اگر تم یہ کام نہ کر سکے اور قیامت تک بھی نہ کر سکو گے تو پھر ذرا بچتے رہیو دوزخ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار
ہوئی رکھی ہے کافروں کے واسطے **ف۱** یہ سنکر کہ قیامت تک بھی نہ کر سکو گے کیسا کچھ جوش و خروش و پیچ و تاب نہ آیا ہو گا اور کوئی دقیقہ سعی کا کیوں
اٹھا رکھا ہو گا پھر عاجز ہو کر اپنا سا منہ لے کر بیٹھ رہنا قطعی دلیل ہے کہ قرآن مجید معجزہ ہے اور یہ امر عادۃً محال ہے کہ کسی نے کچھ لکھا ہو اور گم ہو گیا ہو کیوں کہ
قرآن مجید کے حامی ہر زمانہ میں کم رہے ہیں جب یہ محفوظ چلا آتا ہے تو اس تحریر کے حامی و مددگار تو قرآن کی مخالفت میں ہر زمانہ میں حامیان قرآن سے
تعداد میں زاید ہی تھے وہ کیسے ضائع ہو سکتا اس لئے یہ احتمال بالکل لغو ہے **ف۲** اس آیت مذکورہ میں منکرین قرآن کے لئے وعید مذکور تھی اب

اللغات قولہ تعالیٰ شہداءکم والشہداء جمع شہید بمعنی الحاضر او القائم بالشہادۃ، والناصر والمراد
لان کلا منہم شہید اسے بحضر المواقعہ واصل المادۃ الحضور ۱۲
النحو قولہ تعالیٰ من مثلہ صفۃ سورۃ ای کائنۃ من مثلہ والضمیر لما نزلنا ومن للتبعیض او للتبیین او زائدۃ
ای بسورۃ فی البلاغۃ وحسن النظم او لعبدنا ومن للابتداء او صلۃ فاتوا والاول اوجہ کیلا یتوہم امکان
صدورہ من غیر الامی دالقرآن معجز فی نفسہ لئن اجتمعت الانس والجن الآیۃ ۱۲ مظہری قولہ تعالیٰ
من دون اللہ متعلق بادعوا او بشہداءکم فان معنیٰ بشہداءکم فعلی الاول ادعوا الذین اتخذتموہم آلہۃ
من دون اللہ وزعمتم انہم یشہدون لکم یوم القیامۃ انکم علی الحق او ادعوا الذین یشہدون لکم بین
یدی اللہ او ادعوا شہداءکم من دون اللہ ای من دون اولیائہ ومن غیر المؤمنین لیشہدوا لکم
انکم اتیتم بمثلہ او ادعوا شہداءکم من دون اولیائہ ومن غیر المؤمنین وان علقتہ بالدعاء فمعناہ
ادعوا من دون اللہ شہداءکم یعنی لا تستشہدوا باللہ ولا تقولوا اللہ یشہد ان ما ندعیہ
حق کما یقولہ العاجز عن اقامۃ البینۃ علی صحۃ دعواہ وادعوا الشہداء من الناس الذین شہادتہم
تصح بہا الدعاوی عند الحکام وہذا تعجیز لہم ۱۲ کشاف قولہ تعالیٰ فان لم تفعلوا ذکر الشرط
ان دہی لشک مکان اذا فانہ تعالیٰ لم یکن شاکا تہکما بہم او خطابا بہم علی حسب ظنہم فان العجز
قبل التامل لم یکن متحققا عندہم ۱۲ مظہری قولہ تعالیٰ النار فان قلت لم جاءت النار الموصوفۃ بہذہ الجملۃ
منکرۃ فی سورۃ التحریم وہہنا معرفۃ قلت تلک الآیۃ نزلت بمکۃ فعرفوا منہا نارا موصوفۃ بہذہ الصفۃ
ثم نزلت ہذہ بالمدینۃ مشارا بہا الی ما عرفوہ اولا ۱۲
البلاغۃ قولہ تعالیٰ مما نزلنا المعنی نجما نجما بحسب الوقائع وہذا موجب لریبہم فیما علی کلام الشعراء
وتوہم لو لا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ فکان الواجب تحدیہم علی ہذا الوجہ ازاحۃ للشبہۃ والزاما للحجۃ
مظہری فلہذا لم یقل انزلنا قولہ تعالیٰ علی عبدنا وفی ذکرہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعنوان العبودیۃ مع
الاضافۃ الی ضمیر الجلالۃ من التشریف والتنویہ ما لا یخفی ۱۲ ابو السعود ۱۲
الکلام قولہ تعالیٰ ولن تفعلوا ہذہ معجزۃ باہرۃ حیث اخبر بالغیب الخاص علمہ بہ عز وجل وقد وقع
الامر کذلک کیف لا ولو عارضوہ بشیء یدانیہ فی الجملۃ لتناقلہ الرواۃ خلفا عن سلف ۱۲ ابو السعود
قولہ تعالیٰ اعدت فی الآیۃ دلیل علی ان النار موجودۃ الآن ۱۲ مظہری
تحقیقات الترجمۃ ۱ قولہ کچھ خلجان حملا لتنوین ریب علی التقلیل ۱۲ **۲** قولہ بندۂ خاص لکون
الاضافۃ للتشریف ۱۲ **۳** قولہ قیامت تک بھی افادہ لن لتاکید النفی ۱۲ **۴** قولہ ذرا بچتے رہیو
حملا للامر علے التوبیخ وحملہ صاحب الکشاف علی الکنایۃ عن ترک العناد وتحقیق الایمان ۱۲

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ؕ

اور خوشخبری سنا دیجئے آپ اے پیغمبر ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور کام کئے اچھے اس بات کی کہ بے شک ان کے واسطے بہشتیں ہیں کہ چلتی ہوں گی ان کے نیچے سے نہریں

کُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْھَا مِنْ ثَمَرَۃٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا ھٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِہٖ

جب کبھی دیئے جاویں گے وہ لوگ ان بہشتوں میں سے کسی پھل کی غذا تو ہر بار میں یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہم کو ملا تھا اس سے پیشتر اور ملے گا بھی ان کو دونوں بار کا پھل

مُتَشَابِھًا ؕ وَلَھُمْ فِیْھَآ اَزْوَاجٌ مُّطَھَّرَۃٌ ۙ وَّھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ○

ملتا جلتا اور ان کے واسطے ان بہشتوں میں بیبیاں ہوں گی صاف پاک کی ہوئی اور وہ لوگ ان بہشتوں میں ہمیشہ کو بسنے والے ہونگے

آگے تسلیم کرنے والوں کو بشارت سنائی جاتی ہے **بشارت مؤمنین** وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (الی قولہ) وَّھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ○ اور خوشخبری سنا دیجئے آپ اے پیغمبر ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور کام کئے اچھے اس بات کی کہ بے شک ان کے واسطے بہشتیں ہیں کہ چلتی ہوں گی ان کے نیچے سے نہریں جب کبھی دیئے جاویں گے وہ لوگ ان بہشتوں میں سے کسی پھل کی غذا تو ہر بار میں یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہم کو ملا تھا اس سے پیشتر اور ملے گا بھی ان کو دونوں بار کا پھل ملتا جلتا اور ان کے واسطے ان بہشتوں میں بیبیاں ہوں گی صاف پاک کی ہوئی اور وہ لوگ ان بہشتوں میں ہمیشہ کو بسنے والے ہوں گے **ف** شروع سورۃ میں جو اہل ایمان کا ذکر تھا وہاں قرآن مجید کی بزرگی و برکت کا بیان کرنا مقصود تھا کہ اس کتاب پاک سے ایسے ایسوں کو ہدایت ہوتی ہے تو ایمان کے فضائل کا ضمناً بیان آ گیا تھا اور اس مقام پر خود ایمان کے فضائل و ثمرات کا قصداً بیان فرمانا مدنظر ہے پس مضمون میں حقیقتہً تکرار نہ رہا اور یہ جو فرمایا کہ ان کو ملتا جلتا پھل ملے گا سو اکثر لطف کے واسطے ایسا ہوگا کہ دونوں بار کی پھلوں کی صورت ایک سی ہوگی جس سے وہ یوں سمجھیں گے کہ یہ پہلی ہی قسم کا پھل ہے مگر کھانے میں مزہ دوسرا ہوگا جس سے حظ و سرور مضاعف ہو جاوے گا یہاں تک قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا مع اس کے متعلقات کے ثابت ہو گیا اب سمجھنا چاہیئے کہ مدعی کے ذمہ دو حق ہوتے ہیں ایک اپنے دعوے پر دلیل قائم کرنا دوسرے مخالف کی دلیل کا جواب دینا سو یہاں قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا دعویٰ کیا گیا اس پر دلیل تو قائم ہو چکی کہ اس کے مقابلہ سے تمام افراد بشر عاجز ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ ہی کا کلام ہوگا اب بعض مخالفین اس کے کلام الٰہی نہ ہونے پر یوں استدلال کرتے تھے کہ اس میں بعضی بہت ہی حقیر چیزوں کا ذکر ہے جیسے مکھی مکڑی کہ تمثیل میں اس کا ذکر آیا ہے اگر یہ اللہ کا کلام ہوتا تو ایسی ذلیل و خسیس چیزوں کا اس میں کیوں ذکر آتا سو مقتضے مقام کا یہ ٹھیرا کہ اپنی دلیل قائم کرنے کے بعد مخالفین کی اس دلیل کا جواب دیا جاوے اور چونکہ معترضین نے اس عنوان سے اعتراض کیا تھا کہ تو بہ تو بہ محمد کے رب ایسی چیزوں کے ذکر کرنے

النحو قولہ تعالیٰ کلما رزقوا کلما منصوب علی انہ ظرف لقالوا ورزقا مفعول بہ ومن الاولی للابتداء والثانیۃ للبیان ای کل حین رزقوا ای اطعموا مرزوقا مبتدا من الجنۃ حال کون ذلک المرزوق ثمرۃ ۱۲ مظہری قولہ تعالیٰ واتوا بہ الضمیر یرجع الی الرزق ۱۲ کشاف

البلاغۃ قولہ تعالیٰ وبشر فان قلت علام عطف ہذا الامر ولم یسبق امر ولا نہی یصح عطفہ علیہ قلت لیس الذی اعتمد بالعطف ہو الامر حتی یطلب لہ مشاکل من امر او نہی یعطف علیہ انما المعتمد بالعطف ہو جملۃ وصف ثواب المؤمنین فہی معطوفۃ علی جملۃ وصف عقاب الکافرین کما تقول زید یعاقب بالقید والارہاق وبشر عمرا بالعفو والاطلاق ۱۲ کشاف قولہ تعالیٰ جنت تجری من تحتھا الانھر فان قلت لم نکرت الجنات وعرفت الانہار قلت اما تنکیر الجنات فلان الجنۃ اسم لدار الثواب کلہا وہی مشتملۃ علی جنان کثیرۃ مرتبۃ مراتب علی حسب مراتب العاملین لکل طبقۃ منہم جنات من تلک الجنان واما تعریف الانہار فان یراد الجنس کما تقول لفلان بستان فیہ الماء الجاری والتین والعنب والوان

اللام للعہد والاشارۃ الی الانہار المذکورۃ فی قولہ تعالیٰ فیھا انھر من ماء غیر اٰسن الاٰیۃ او یراد الجنس والتی فی علم المخاطب او یراد انہارہا فعوض التعریف باللام من تعریف الاضافۃ ۱۲ من الکشاف قولہ تعالیٰ ازواج مطھرۃ فان قلت ہلا قیل طاہرۃ قلت فی مطہرۃ فخامۃ لصفتہن لیست فی طاہرۃ وہی الاشعار بان مطہرا طہرہن ولیس ذلک الا اللہ عزوجل ۱۲ کشاف

اختلاف القرأۃ مطھرۃ وفی قرأۃ مطہرۃ من الافعال الذی اصلہ التفعل ومعناہ ظاہر ۱۲

الروایات اخرج ابن مردویہ والحاکم فی مستدرکہ وصححہ من طریق ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی قولہ ولہم فیہا ازواج مطہرۃ قال من الحیض والغائط والنخامۃ والبزاق وعن ابن عباس مطہرۃ من القذرۃ والاذی وہم فیہا خالدون باقون لا یخرجون منہا ابدا ۱۲ اتقان

ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ تو ہر بار میں دلیلہ عموم کلما ۱۲

۲ قولہ دونوں بار کا پھل اعادۃ للضمیر الی مجموع مارزقوا فی المرتین ۱۲

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل واتوا بہ متشابھا وفی الاٰیۃ محمل اخر یمیل الیہ القلب بان یکون ما رزقوہ قبل ھو الطاعات والمعارف التی یستلذ بہا اصحاب الفطرۃ والعقول السلیمۃ وھذا جزاء مشابہ لہا فیہا اذکرمن اللذۃ کالجزاء الذی فی ضدہ فی قولہ تعالیٰ ذوقوا ما کنتم تعملون ای جزاءہ فالذی رزقنا مجاز مرسل عن جزائہ باطلاق اسم المسبب علی السبب ولا یضر فی ذلک ان الجنۃ وما فیہا من فنون الکرامات

ترجمہ

قولہ تعالیٰ کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل واتوا بہ متشابہا ایک محمل اس آیت میں یہ ہے کہ رزق سے مراد طاعات و معارف ہوں جنکو اصحاب فطرت و عقول سلیمہ رزق ظاہری سے زیادہ لذیذ سمجھتے ہیں اور جنت میں جو کچھ ملیں ان کو جو جزا ملے وہ ان طاعات و معارف کے ساتھ لذت میں مشابہ ہوا اس لئے وہ اس طرح کہیں جیسا کہ ضد کی جزا بھی اس ضد کے مشابہ ہوگی جیسا اس آیت میں مذکور ہے ذوقوا ما کنتم تعملون مراد یہ ہے کہ ذوقوا جزاء ما کنتم تعملون پس جزاء مرزوق کو بطور مجاز مرسل کے مرزوق کہہ دیا بعلاقہ اطلاق اسم مسبب کے سبب پر اس کو استعارہ کہا جاوے

(بقیہ برصفحہ)

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِىٓ أَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ہاں واقعی اللہ تعالیٰ تو نہیں شرماتے اس بات سے کہ بیان کر دیں کوئی مثال بھی خواہ مچھر ہو خواہ اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو　سو جو لوگ ایمان　لائے ہوئے ہیں　خواہ کچھ ہی

فَيَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَأَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ

ہو وہ تو یہی یقین کریں گے کہ بیشک یہ مثال بہت ہی موقع کی ہے ان کے رب کی جانب سے اور رہ گئے وہ لوگ جو کافر ہو چکے ہیں سو چاہے کچھ ہی ہو جاوے وہ یونہی کہتے رہیں گے وہ کون مطلب ہوگا

بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا ط

جس کا قصد کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس حقیر مثال سے گمراہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس مثال کی وجہ سے بہتوں کو اور ہدایت کرتے ہیں اس کی وجہ سے بہتوں کو

سے شرماتے نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے جواب بھی اس عنوان سے دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں **تحقیق ضرب المثل** إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِىٓ أَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ج ہاں واقعی اللہ تعالیٰ تو نہیں شرماتے اس بات سے کہ بیان کر دیں کوئی مثال بھی خواہ مچھر ہو خواہ اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو **ف** یعنی حقیر ہونے میں فَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط سو جو لوگ ایمان لائے ہوئے ہیں خواہ کچھ ہی ہو وہ تو یہی یقین کریں گے کہ بے شک یہ مثال بہت ہی موقع کی ہے ان کے رب کی جانب سے **ف** وجہ اس کی ظاہر ہے کہ مثال کو مناسبت اس چیز سے ہونا چاہئے جس کی وہ مثال ہے نہ کہ مثال دینے والے سے مناسبت ہونا ضروری کہا جاوے کیونکہ مثال سے غرض کسی شے کی حالت کی توضیح ہوا کرتی ہے سو جب تک اس شے کے مناسب نہ ہوگی اس کی حالت کی توضیح کے لئے کافی نہ ہوگی سو قرآن شریف میں جہاں مکھی مکڑی کا ذکر آیا ہے وہاں بت پرستی کا لچر ہونا اور بتوں کا عاجز درماندہ ہونا بیان کیا ہے سو اس کی مثال میں حقیر و ضعیف چیزوں کا لانا مناسب ہوگا یا عرش و کرسی کا لانا زیبا ہوگا جو مناسب عظمت شان حق سبحانہ و تعالیٰ کے ہے جو مثال دینے والے ہیں جس کو ذرا بھی عقل ہوگی اس کے نزدیک یہ بات بدیہی ہے اس تقریر سے جو انہ الحق کی تفسیر ہے معترضین کا شبہ کافور ہو گیا اور دعوے حقانیت قرآن کا معارض سے سالم و محفوظ رہا وَأَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا م اور رہ گئے وہ لوگ جو کافر ہو چکے ہیں سو چاہے کچھ ہی ہو جاوے وہ یونہی کہتے رہیں گے وہ کون مطلب ہوگا جس کا قصد کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس حقیر مثال سے **ف** چونکہ غرض اور مقصد ایسی مثال سے کہ توضیح مثال والی چیز کی ہے بہت بدیہی ہے اور وہ لوگ اس سے ناواقف نہ تھے نہ اس غرض سے یہ سوال تھا بلکہ محض شرارت کی راہ سے حکمت مثال کا نفی کرنا اور اس کے ساتھ تمسخر کرنا مقصود تھا اس وجہ سے جواب میں حکمت کا بیان کرنا جس کا بیان جملہ انہ الحق میں ذرا بھی ہو چکا ہے ضروری نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے جواب میں دوسرا طرز اختیار فرمایا ہے جس کا اختیار کرنا ایسے ضدی معاند لوگوں کے مقابلہ میں مناسب ہے سو فرماتے ہیں کہ تم یہ پوچھتے ہو کہ ایسی مثالوں کے بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کیا مطلب ہے سو ہم سے مطلب سنو وہ یہ ہے يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا ط گمراہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس مثال کی وجہ سے بہتوں کو اور ہدایت کرتے ہیں اس کی وجہ سے

اللغات قولہ تعالیٰ یضرب ضرب الشیء عملہ وہو مصدر من ضرب اللبن وضرب الخاتم ۱۲ کشاف و اصلہ وقع شیء علی آخر ۱۲ مظہری قولہ بعوضۃ من البعض وہو القطع کالعضب وہو بعض الشیء لانہ قطعۃ منہ والبعوض فی اصلہ صفۃ علی فعول کالقطوع فغلب ۱۲ کشاف والتاء للوحدۃ ۱۲ مظہری

النحو قولہ تعالیٰ ان یضرب مثلا ما ان مع صلتہا مجرور عند الخلیل باضمار من و منصوب عند سیبویہ بافضاء الفعل الیہ بعد حذفہا وما ابہامیۃ تزید النکرۃ ابہاما او مزیدۃ و نعت لان نذکر مع غیرہ یا فتریہ لقوۃ والبعوض نعت بیان لمثلا ۱۲ مظہری قولہ تعالیٰ ماذا اراد اللہ الخ ما استفہامیۃ مبتدأ و ذا بمعنی الذی مع صلتہ خبرہ و مثلا منصوب علی التمییز ۱۲ مظہری

البلاغۃ قولہ تعالیٰ فاما الذین اٰمنوا الخ اما حرف فیہ معنی الشرط ولذلک یجاب بالفاء و فائدتہ فی الکلام ان یعطیہ فضل تاکید تقول زید ذاہب فاذا قصدت توکید ذلک وانہ لا محالۃ ذاہب وانہ بصدد الذہاب وانہ منہ عزیمۃ قلت اما زید فذاہب ففی ایراد الجملتین مصدرتین بہ احماد و عظیم لامر المؤمنین واعتداد بعلمہم انہ الحق و نعی علی الکافرین اغفالہم حظہم و رمیہم بالکلمۃ الحمقاء ۱۲ قولہ تعالیٰ یہدی ہدانا و فی نعماء استغفار ۱۲ مظہری

اختلاف القراءۃ قولہ بعوضۃ ۱۲ وفی قراءۃ بعوضۃ بالرفع علی انہ خبر مبتدأ محذوف اسمہ ہو بعوضۃ ۱۲ ابو السعود

الکلام فی اسناد الضلال الیہ تعالیٰ والاصل فیہ الحقیقۃ رد علی المعتزلۃ ۱۲

الروایات اخرج ابن جریر عن السدی باسانیدہ لما ضرب اللہ ہذین المثلین للمنافقین قولہ مثلہم و قولہ او کصیب قال المنافقون اللہ اعلیٰ و اجل من ان یضرب ہذہ الامثال فانزل اللہ ان اللہ لا یستحیی الی قولہ ہم الخاسرون و قال عبد الرزاق فی تفسیرہ اخبرنا معمر عن قتادۃ لما ذکر اللہ العنکبوت والذباب قال المشرکون ما بال العنکبوت والذباب یذکران فانزل اللہ ہذہ الآیۃ و اخرج ابن ابی حاتم عن الحسن نحوہ قلت القول الاول اصح اسنادا و انسب بما تقدم اول السورۃ و ذکر المشرکین لا یلائم کون الآیۃ مدنیۃ وما اوردناہ من قتادۃ والحسن حکاہ عنہما الواحدی بلا اسناد و بلفظ قالت الیہود و ہو انسب ۱۲ لباب النقول اسلم لکون ذکر المشرکین غیر ملائم لکون الآیۃ مدنیۃ لان القرآن کان یکثر مثل ہذا و یشتہر و کان فلا غرو فی المشرکین قد لوہ لما سمعوہ و یکون بہم قد شاع و کانوا یقولون ما یستحیی رب محمد ان یضرب مثلا ۱۲ ابو السعود

ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ بہت ہی موقع کی ہے دلیلہ تفسیر السیوطی الحق الثابت الواقع موقعہ ۱۲ ۲ قولہ کچھ ہی اشارۃ الی تقدیر اما بما اشتمل من قولہم مہما یکن من شیء ۱۲
۳ قولہ حقیر مثال سے لان فی ہذا استحقارا کما مر ۱۲

مسائل السلوک
(بقیہ ص۱۳)
من الجنۃ کما لا یخفی او ہو استعارۃ بتشبیہ الثمار والغنی لکہ بالطاعات والمعارف فیما ذکرہ قیل ارض الجنۃ قیعان یکثر غرسہا اعمال الذاکر کما یشیر الیہ بعض الآثار فثمرۃ النعیم ما غرسوا فی الدنیا فتدبر

وقف لازم

ترجمہ
اس طرح سے کہ ثمار و فواکہ کو طاعات و معارف کے ساتھ لذت میں تشبیہ دی جاوے اور بعض نے کہا ہے ارض جنت صاف میدان ہے اس میں اعمال دنیا ذاکر کے خاصہ ظاہر ہوں گے جیسا بعض روایات میں ہے پس ثمر و نعیم وہی ہے جو دنیا میں بویا تھا اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ بالفعل جنت خالی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ عامل کے حق میں گویا کہ خالی ہے اور چونکہ حق تعالیٰ کو معلوم ہے کہ فلاں شخص سے فلاں عمل صادر ہوں گے اس لئے جنت کو ان اعمال کی صورتوں یعنی اشجار وغیرہ سے فی الحال بھی آباد کر رکھا ہے

متعلقہ صفحہ ۱۴
قولہ تعالیٰ ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلا ما بعوضۃ قال العبد الضعیف فیہ اصل لصنیع الصوفیۃ فی الامثلۃ حیث یاتون منہا بما ظاہرہ ینافی الحیاء من غیر مبالاۃ بنحو قول

ترجمہ
قولہ تعالیٰ ان اللہ لا یستحیی الخ اس میں اصل ہے عادۃ صوفیہ کی کہ مثالیں ایسی لاتے ہیں جو بظاہر حیا کے خلاف ہیں اور کسی کی پروا نہیں کرتے

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ

اور گمراہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ اس مثال سے کسی کو مگر صرف بے حکمی کرنے والوں کو جو کہ توڑتے رہتے ہیں اس معاہدہ کو جو اللہ تعالیٰ سے کر چکے تھے اس کے استحکام کے بعد

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

اور قطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کو کہ حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو وابستہ رکھنے کا اور فساد کرتے رہتے ہیں زمین میں بس یہ لوگ ہیں

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

پورے خسارہ میں پڑنے والے

بہتوں کو **ف** اس مضمون کی ایسی مثال ہے کہ کسی طبیب شفیق نے عینک کے بہت سے شیشے تراش تراش کر رکھے کہ اپنے ضعیف البصر مریضوں کو تقسیم کرے گا کہ باریک چیزوں کے اور دور کی چیزوں کے دیکھنے میں معین ہوں گے ان مریضوں میں سے ایک کوڑ مغز مریض نے وہ شیشے اٹھا کر اپنی آنکھوں میں چبھونے شروع کیے جس سے رہی سہی آنکھیں بھی پھوٹ گئیں اور یہ کہنا شروع کیا کہ چشمے تو کسی کام ہی کے نہیں بلکہ یہ ٹکڑے شیشے کے آنکھ کو پھوڑ دیتے ہیں طبیب نے یہ سنکر اسے سمجھایا کہ یہ اس کام کے ہیں مگر پھر بھی وہ اپنی ہی گائے جاتا ہے اور جان بوجھ کر طبیب کی ضد میں یہی پوچھے جاتا ہے کہ صاحب ان شیشوں کے بنانے سے آپ کا کیا مطلب ہے اس صورت میں اس جاہل بد مغز کو یہی جواب دیا جاوے گا کہ مطلب ان شیشوں سے یہی ہے کہ فلانے کی آنکھ کی روشنی بڑھا دیں اور تیری آنکھیں پھوڑ دیں حالانکہ غرض اصلی صرف روشنی ہی ہے اور جو اثر اس بد مغز مریض پر ظاہر ہوا یہ اس کے سوء استعمال کا نتیجہ ہے اسی طرح مقصود اصلی یہاں صرف ہدایت ہی ہے جس کے واسطے قرآن نازل ہوا اگر یہ دوسرا نتیجہ اس بد مغز کی عناد و جہالت کا جواب ہے وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝ (الیٰ قولہ) اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اور گمراہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ اس مثال سے کسی کو مگر صرف بے حکمی کرنے والوں کو (کہ بے حکمی کی نحوست سے حق طلبی کی عادت نہیں رہتی) جو کہ توڑتے رہتے ہیں اس معاہدہ کو جو کہ اللہ تعالیٰ سے کر چکے تھے اس کے استحکام کے بعد (جس کا ذکر قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے سب کو نکال کر ان کو فہم و گویائی عطا کر کے ان سے توحید کا اقرار لیا) اور قطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کو کہ حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو وابستہ رکھنے کا (اس میں تمام تعلقات شرعیہ جو درمیان عبد اور رب کے ہیں یا باہم اقارب میں ہیں یا عام اہل اسلام یا بنی آدم میں ہیں یا باہم انبیاء علیہم السلام میں ہیں جن کا اعتقاد رکھنا واجب ہے لا نفرق بین احد من رسلہ سب داخل ہو گئے) اور فساد کرتے رہتے ہیں زمین میں (ویسے ظاہری فساد بھی کرتے تھے کسی پر ظلم کر گذرے کسی کی بے آبروئی کر دی کسی کی حق تلفی کر دی اور باطنی فساد میں تو تمام وقت ہی صرف کرتے تھے کفر کرنا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت و حسد کرنا، نو مسلموں کو بہکاتے رہنا) بس یہ لوگ ہیں پورے خسارہ میں پڑنے والے (کہ دنیا کی راحت و آخرت کی نعمت سب ہاتھ سے دے بیٹھے کیونکہ عداوت و حسد میں دنیا کا عیش بھی تلخ ہو جاتا ہے ہر وقت اسی ادھیڑ بن میں رہتا ہے کہ اپنے دشمن کو کس طرح گزند پہنچاؤں اس کی ترقی کس طرح روکوں) **ربط** یہاں تک اس شبہ کے جواب کا

اللغات قولہ تعالیٰ من بعد میثاقہ، المیثاق اما اسم لما یقع بہ الوثاقۃ والاحکام واما مصدر بمعنی التوثقۃ کالمیعاد بمعنی الوعد فعلی الاول ان رجع الضمیر الی العہد کان المراد بالمیثاق ما وثقوہ بہ من القبول والالتزام وان رجع الی لفظ الجلالۃ یراد آیاتہ وکتبہ وانذار رسلہ علیہم السلام والمضاف محذوف علی الوجہین ای من بعد تحقق میثاقہ وعلی الثانی ان رجع الضمیر الی العہد والمیثاق مصدر من المبنی للفاعل ای من بعد ان وثقوہ بالقبول والالتزام او من بعد ان وثقہ اللہ عزوجل بانزال الکتب وانذار الرسل وان کان مصدرا من المبنی للمفعول فالمعنی من بعد کونہ موثقا اما بتوثیقہم ایاہ بالقبول واما بتوثیقہ تعالیٰ ایاہ بانزال الکتب وارسال الرسل ۱۲ ابو السعود قولہ تعالیٰ امر اللہ الامر ہو القول الطالب للفعل وبہ سمی الامر الذی ہو واحد الامور تسمیۃ للمفعول بالمصدر فانہ مما یؤمر بہ کما یقال لہ شان وہو القصد والطلب لما انہ اثر للشان وکذا یقال للشئی وہو مصدر شاء لما انہ اثر للمشیۃ ۱۲ ابو السعود

النحو قولہ تعالیٰ ان یوصل محلہا النصب علی انہ بدل من الموصول او الجر علی انہ بدل من ضمیرہ والثانی اولیٰ

البلاغۃ قولہ تعالیٰ ینقضون، النقض الفسخ وفک التراکیب فان قلت من این ساغ استعمال النقض فی ابطال العہد قلت من حیث تسمیتہم العہد بالحبل علی سبیل الاستعارۃ لما فیہ من ثبات الوصلۃ بین المتعاہدین ۱۲ کشاف وفی ہذہ الآیۃ استعارۃ تخییلیۃ ومکنیۃ ۱۲ من اتقان

الملحقات الترجمۃ لـہ قولہ توڑتے رہتے میں لافادۃ الجملۃ الفعلیۃ التجدد ۱۲

ع حاصل مثال کا یہ ہے کہ اس کا اثر بالذات تو نفع اور ہدایت ہی ہے مگر چونکہ بعض نے اس کو برعکس استعمال کیا اس لئے ان کو ضرر پہنچا یا اور یہ ضلال ہو مرض بڑھا تو برعکس استعمال سے مگر یہ استعمال کرنا متعلق اکم ہدایت سے ہے پس اتنے تعلق سے اس کی طرف منسوب کر دیا گیا پس اس حیثیت سے یہ اس کا اثر بالعرض ہوا اور یہ توجیہ علاوہ توجیہ مشہور کے بہت دلقریب من قولہ تعالیٰ حاجہ ابراہیم فی ربہ ان آتاہ اللہ الملک اور اس کا مقتضا یہ تھا کہ یضل بہ کثیرا بصیغہ لازم معروف ہوتا مگر چونکہ خالق اس کا حق تعالیٰ ہے اس لئے بصیغہ متعدی وارد کیا گیا اور توجیہ مشہور بھی لطیف و بلیغ ہے اور اس کی تائید سورۂ توبہ کا بہ کاگری اس آیت

7 / 200

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

بھلا کیوں کر ناسپاسی کرتے ہو اللہ کے ساتھ حالانکہ تھے تم محض بے جان سو تم کو جاندار کیا پھر تم کو موت دیں گے پھر زندہ کریں گے پھر ان ہی کے پاس لے جائے جاؤ گے

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ

وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدہ کے لئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف سو درست کر کے بنا دیئے

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ع ۳ ۹ ۲

ان کو سات آسمان اور وہ تو سب چیزوں کے جاننے والے ہیں

سلسلہ تھا جو کہ کفار نے پیش کیا تھا کہ کلام الٰہی میں ایسی کم قدر چیزوں کا ذکر کیوں آیا جس کو جواب مذکور سے خوب صاف کر دیا گیا اب اس مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں جو اس آیت سے اوپر یایہا الناس اعبدوا میں متعلق توحید کے مذکور ہوا تھا جس میں ساتھ ساتھ توحید کی دلیل بھی بیان فرمائی گئی تھی۔ اس آیت میں الذی جعل لکم الارض الخ پس اسی مضمون پر کلام کو مرتب فرماتے ہیں اور اس دلیل کو بھی دوسرے رنگ میں پھر اعادہ فرماتے ہیں **انکار پر کفر** یعنی جب اللہ تعالیٰ کا مربی اور خالق اور رازق اور محسن ہونے میں یکتا و یگانہ ہونا تم کو دلائل سے ثابت ہو چکا تو پھر كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ (الی قولہ) ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ بھلا کیوں کر ناسپاسی کرتے ہو اللہ کے ساتھ (کہ اس کے احسانوں کو بھلائے دیتے ہو اور غیروں کا کلمہ پڑھتے ہو) حالاں کہ (اس کے استحقاق عبادت میں یکتا ہونے پر دلائل قائم ہیں کہ) تھے تم محض بے جان (نطفہ میں جان پڑنے سے پہلے) سو تم کو جاندار کیا پھر تم کو موت دیں گے پھر زندہ کریں گے (یعنی قیامت کے دن) پھر ان ہی کے پاس لے جائے جاؤ گے (یعنی میدان قیامت سے حساب و کتاب کے لئے اجلاس پر حاضر کئے جاؤ گے) **ربط** اس کے بعد کچھ اپنے انعام و احسان کا مذکور فرماتے ہیں کہ اگر دلائل سے کام نہیں لیتے جس میں قوت عقلیہ صرف کرنے کی حاجت ہے اور یہ محنت کا کام کون کرے تو خیر محسن کا حق ماننا تو طبعی امر ہے یہی سمجھ کر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاؤ اس لئے اپنی عام اور خاص نعمتوں کو یاد دلاتے ہیں سو عام نعمت تو یہ ہے **بیان نعم عامہ** هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (الی قولہ) وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدہ کے لئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب (خواہ کسی قسم کا فائدہ ہو کھانے کا پینے کا پہننے کا نگاہ

اللغات قولہ تعالیٰ استوٰی الاستواء الاعتدال والاستقامة یقال استوی العود وغیرہ اذا قام واعتدل ثم قیل استوی الیہ کالسہم المرسل اذا قصدہ قصداً مستویاً من غیر ان یلوی علی شیء ومنہ استعیر قولہ ثم استوی الی السماء ای قصد الیہا بارادتہ ۱۲ کشاف قولہ تعالیٰ فسوّٰھن ومعنی تسویتھن تعدیل خلقھن وتقویمہ واخلاؤہ من العوج والفطور واتمام خلقھن ۱۲ کشاف

النحو قولہ تعالیٰ فسوّٰھن ضمیر مبہم وسبع سمٰوٰت تفسیرہ کقولہم ربہ رجلا وقیل الضمیر راجع الی السماء والسماء فی معنی الجنس ۱۲ کشاف

البلاغة قولہ تعالیٰ کیف تکفرون باللہ معنی الہمزة التی فی کیف مثلہ فی قولک أتکفرون باللہ ومعکم ما یصرف عن الکفر ویدعو الی الایمان وھو للانکار والتعجب ونظیرہ قولک أتطیر بغیر جناح وکیف تطیر بغیر جناح ۱۲ کشاف قولہ تعالیٰ فاحیاکم ثم الخ فان قلت لم کان العطف الاول بالفاء والاعقاب بثم قلت لان الاحیاء الاول قد تعقب الموت بغیر تراخ واما الموت فقد تراخی عن الاحیاء والاحیاء الثانی کذلک تراخ عن الموت ۱۲ کشاف

الکلام دل اکثر الآیات علی خلق السمٰوٰت والارض وما بینہما فی ستة ایام وحدیث مسلم الذی فیہ خلق آدم بعد العصر من یوم الجمعة فی آخر الخلق وآخر ساعة النہار فیما بین العصر الی الليل یدل علی کون المدة سبعة ایام والجواب ما قالہ المظہری لا دلیل فی الحدیث علی ان المراد بالجمعة التی خلق فیہا آدم اول جمعة بعد خلق الارض لعل ذلک الجمعة بعد الدہور سآہ قلت ونال بہ اشکال آخر انہ کیف تیصور مکث الجن زماناً طویلاً فی الارض بعد خلق الارض والسمٰوٰت وقبل خلق آدم علیہ السلام ۱۲

الفقہ قولہ تعالیٰ خلق لکم استدل بہ علی ان الاشیاء خلقت فی الاصل مباحة مطلقاً ۱۲ کشاف

الروایات عن الحسن خلق اللہ الارض فی موضع بیت المقدس کہیئة الفہر علیہا دخان ملتزق بہا ثم اصعد الدخان وخلق منہ السمٰوٰت وامسک الفہر فی موضعہا وبسط منہا الارض فذلک قولہ تعالیٰ کانتا رتقا وھو الالتزاق ۱۲ کشاف قلت ومعنی قولہ خلق منہ السمٰوات ای من غیر تسویة لہا فیکون بعد ہذہ التاویل مؤیدا لما قلت فی ترتیب خلق السمٰوٰت والارض وما بینہما والحمد للہ تعالیٰ، وروی ہذا الترتیب صریحاً ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی فی الاسماء والصفات من طریق السدی عن مالک وعن ابی صالح عن ابن عباس وعن مرة الہمدانی عن ابن مسعود وعن اناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کذا فی الدر المنثور سورة البقرة ۱۲

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ

اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب فرشتے کہنے لگے کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں

یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ

ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اس میں اور خوں ریزیاں کریں گے اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمد اللہ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں آپ کی حق تعالیٰ نے

اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے

کو تازگی بخشنے کا نفس یا روح کو حظ دینے کا کسی چیز کو دیکھ کر علم صحیح توحید کے حاصل ہو جانے کا اس تقریر پر کوئی چیز ایسی نہ رہی جس میں کوئی فائدہ نہ معلوم ہو اور فرضاً اگر معلوم بھی نہ ہو تو کیا ہوا بہت چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک شخص کو اس کا فائدہ معلوم نہیں ہوتا دوسرے کو معلوم ہوتا ہے، سو ممکن ہے کہ کوئی ایسی بھی چیز ہو جس کا فائدہ کسی مخلوق کو نہ معلوم ہو اور خالق سبحانہ و تعالیٰ کو معلوم ہو اور بدون ہمارے معلوم کرائے ہوئے ہم کو اس کا فائدہ پہنچ رہا ہو کیا کچھ کو جن چیزوں سے فائدہ پہنچایا جاتا ہے سب کا معلوم ہونا کچھ ضرور ہے ہرگز نہیں

اور اس پر کوئی یوں شبہ نہ کرے کہ پھر سب چیزیں حلال ہونا چاہئیں کیوں کہ سب میں کچھ نہ کچھ تو فائدہ ہے ہی بات یہ ہے کہ صرف کوئی سا فائدہ ہونے سے اس چیز کا قابل استعمال ہونا لازم نہیں آتا کیا سمیات قاتلہ میں بھی کچھ نہ کچھ نفع نہیں ہوتا پھر اطباء ان کے استعمال سے کیوں روکتے ہیں فقط اسی لئے تو کہ گو اس میں نفع ضرور ہے مگر غالب ضرر ہے اسی طرح محرمات شرعیہ کو سمجھئے کہ گو ان میں کچھ نفع بھی سہی مگر چونکہ غالب ضرر تھا جس کے لئے اللہ تعالیٰ کا جاننا کافی ہے ہمارے جاننے کی ضرورت نہیں جس طرح وہاں طبیب کا جاننا کافی ہے عوام کا آگاہ ہونا ضرور نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو ممنوع الاستعمال ٹھہرا دیا پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف یعنی اس کی تکمیل تخلیق کی طرف سو درست کر کے بنا دیئے ان کو سات آسمان اور وہ تو سب چیزوں کے جاننے والے ہیں **ف** یوں تو زمین و آسمان کی پیدائش کا قرآن مجید میں صدہا مقام پر ذکر آیا ہے مگر ترتیب کا بیان کہ پہلے کیا بنا پیچھے کیا بنا یہ صرف غالباً تین جگہ آیا ہے اس آیت میں حٰمٓ السجدہ لا میں والنازعات میں اور سرسری نظر میں ان سب کے مضامین میں کچھ اختلاف سا بھی موہوم ہوتا ہے تو سب آیتوں میں غور کرنے سے میرے خیال میں تو یہ آتا ہے کہ یوں کہا جاوے کہ اول زمین کا مادہ بنا اور ہنوز اس کی ہیئت موجودہ نہ بنی تھی کہ اسی حالت میں آسمان کا مادہ بنا جو صورت دخان میں تھا اس کے بعد زمین ہیئت موجودہ پر پھیلا دی گئی پھر اس پر پہاڑ و درخت وغیرہ پیدا کئے گئے پھر اس مادۂ دخانیہ سیالہ کے سات آسمان بنا دیئے امید ہے کہ سب آیتیں اس تقریر پر منطبق ہو جاویں گی آگے حقیقت حال سے اللہ تعالیٰ ہی خوب واقف ہیں اگر کسی کو اس کا افسوس ہو کہ مفصل کیفیت پیدائش زمین و آسمان کی بیان نہ فرما دی تو اس سورت کے شروع میں الٓمّٓ کے متعلق جو مضمون لکھا گیا ہے وہ ملاحظہ فرما لیں باوجود اختصار کے انشاء اللہ تعالیٰ تسکین بخش ہوگا **ربط** جاننا چاہئے کہ نعمت دو قسم کی ہوتی ہے ایک صوری یعنی محسوس جیسے کھانا، پانی، روپیہ، پیسہ، مکان، جائداد، دوسری معنوی جیسے عزت آبرو، مسرت، علم، سو یہاں تک نعمت صوریہ کا بیان تھا کہ ہم نے تمہارے لئے یوں زمین و آسمان بنائے اس میں ہر قسم کا سامان پیدا کیا اب نعمت معنویہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو دولت علم دی اور مسجود ملائکہ بنایا اور تم کو ان کی اولاد میں ہونے کا فخر دیا اس تقریب سے تمام قصہ کو شروع سے ختم تک پورا بیان فرماتے ہیں **قصۂ آدم علیہ السلام** وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ (الیٰ قولہ) قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے (تاکہ وہ اپنی رائے ظاہر کریں ورنہ اللہ تعالیٰ

اللغات قولہ تعالیٰ للملٰئکۃ جمع ملاک علی الاصل کالشمائل فی جمع شمأل والحاق التاء لتانیث الجمع کشاف واشتقاقہ من ملک لما فیہ من معنی الشدۃ فالہمزۃ مزیدۃ وقیل انہ مقلوب من مألک من الالوکۃ وہی الرسالۃ ۱۲ ابو السعود

النحو قولہ تعالیٰ واذ قال نصب باضمار اذکر ویجوز ان ینتصب بقالوا ۱۲ کشاف قولہ تعالیٰ ونحن الواو للحال کما تقول تحسن الی فلان وانا احق منہ بالاحسان ۱۲

البلاغۃ قولہ تعالیٰ ونحن نسبح الآیۃ اورد التقدیس بعد التسبیح لفرق لطیف بینہما وہو ان التسبیح فی مرتبۃ الاعمال والطاعات والتقدیس فی مرتبۃ الاعتقاد فہما ملحق المجموع التنزیہ لساناً وارکاناً وجناناً ۱۲ من روح المعانی

الروایات عن ابن عباس التقدیس التطہیر ۱۲ اتقان

ملحقات الترجمۃ قولہ ممنوع الاستعمال ٹھہرا دیا حسبک قولہ تعالیٰ واثمہما اکبر من نفعہما ۱۲

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ واذ قال ربک للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ (الیٰ قولہ) قال یا آدم انبئہم باسمائہم قال العبد الضعیف فیہ دلیل علی ان مدار الخلافۃ ہو العلم والفہم بشرط ان لا یناقضہ عملہ لا الاجتہاد فی العمل وہو عین ما یراعیہ مشائخ الطریق فی الاستخلاف انتہی القول

ترجمۃ

قولہ تعالیٰ واذ قال ربک للملٰئکۃ الخ یہ دلیل ہے اس کی کہ مدار خلافت علم و فہم ہے بشرطیکہ بدعملی نہ ہو نہ مجاہدہ اعمال میں اور مشائخ طریقت خلیفہ بنانے کے وقت اسی کی زیادہ رعایت کرتے ہیں

فا مضمون منقول از حاشیہ

تو باطن کو بھی جانتے ہیں اور حقیقت میں ان سے مشورہ لینا نہ تھا اس کی حاجت ہی کیا ہے بلکہ اس کا تو احتمال بھی محال ہے غرض اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے یہ فرمایا) کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب (یعنی وہ میرا نائب ہوگا کہ اپنے احکام شرعیہ کے اجراء و نفاذ کی خدمت اس کے سپرد کرونگا) فرشتے کہنے لگے کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اس میں اور خوں ریزیاں کریں گے اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمد اللہ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں آپ کی (مطلب یہ کہ ہم تو سب کے سب آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں اور ان میں کوئی کوئی مفسد و سفاک بھی ہوگا سو اگر یہ کام ہمارے سپرد کر دیا جاوے تو ہم سب لگ لپٹ کر اس کو انجام دیں گے اور وہ لوگ سب اس کام کے نہ ہوں گے البتہ جو مطیع ہونگے وہ تو جان و دل سے اسمیں لگ جاویں گے مگر جو مفسد و ظالم ہوں گے ان سے کیا امید ہے کہ وہ اس کو انجام دیں خلاصہ یہ کہ جب کام کرنے والوں کا ایک گروہ موجود ہے تو ایک نئی مخلوق کو جن میں کوئی کام کا ہوگا کوئی نہ ہوگا اس خدمت کے لئے تجویز فرمانے کی کیا ضرورت ہے یہ بطور اعتراض کے نہیں کہا نہ اپنا استحقاق جتلایا حوان مقدس خدمت گذاروں پر شبہات پیدا ہوں بلکہ یہ ایسی بات ہے کہ کوئی حاکم کوئی نیا کام تجویز کر کے اس کے لئے ایک مستقل عملہ بڑھانا چاہے اور اپنے قدیمی عملہ سے اس کا اظہار کرے وہ لوگ اپنی جاں نثاری کی راہ سے عرض کریں کہ حضور جو لوگ اس نئے کام کے لئے تجویز کئے ہیں ہم کو کسی طرح پر تحقیق ہوا ہے کہ بعض بعض تو اس کو بخوبی انجام دے سکیں گے اور بعض بالکل ہی کام بگاڑ دیں گے جس سے حضور کا مزاج ناخوش ہوگا آخر ہم کس مرض کی دوا ہیں ہر وقت حضور پر جان قربان کرنے کو تیار ہیں اور حضور کی جان و مال کو دعا دیتے رہتے ہیں کیسا ہی کام کیوں نہ ہو حضور کے اقبال سے اس کو انجام دے نکلتے ہیں کبھی کسی خدمت میں ہم غلاموں نے عذر نہیں کیا اگر وہ نئی خدمت بھی ہم کو عنایت ہوگی تو ہم کو کیا عذر و انکار ہوگا اور حضور کی مرضی موافق اس کو انجام دیں گے اسی طرح فرشتوں کی عرض معروض اظہار نیازمندی کے واسطے تھی اور یہ بات ان کو کسی طرح اللہ تعالیٰ نے [1]معلوم کرادی ہوگی کہ بنی آدم میں بھلے برے سب طرح کے ہوں گے) حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے (یعنی جو امر تمہارے نزدیک مانع تخلیق بنی آدم ہے یعنی ان میں سے بعض کا مفسد و سفاک ہونا وہی امر واقع میں باعث ان کی تخلیق کا ہے کیونکہ اجرائے احکام و انتظام تو جب ہی وقوع میں آسکتا ہے جب کوئی اعتدال سے تجاوز کرنے والا بھی ہو ؎

ہر کجا پستی است آب آنجا رود | ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
ہر کجا دردے دوا آنجا رود | ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

تو یہ مقصود خاص تم فرمانبرداروں کے جمع ہونے سے پورا نہیں ہو سکتا، اب رہی یہ بات کہ جن تو پہلے سے موجود تھے اور ان میں نافرمان بھی تھے تو یہ مجموعہ ان کے موجود ہونے سے حاصل تھا پھر انسان میں نئی بات کیا ہوئی، سو بات یہ ہے کہ اصلاح کے لئے جیسے کسی محل کی ضرورت ہے کہ موصوف بفساد ہو اسی طرح اس محل کی قابلیت قریبہ کی بھی ضرورت ہے، ورنہ زیادہ حصہ اصلاح و سعی کا بے کار جاتا ہے سو یہ قابلیت جنوں میں بہت ضعیف ہے پس ملائکہ میں تو فساد ہی نہ تھا اور جنوں میں اصلاح کی قابلیت ضعیف تھی، انسان ایک ایسی چیز ہے جس میں فساد اور قابلیت تامہ اصلاح دونوں مناسب طور سے موجود ہیں اس لئے اس مقصود کی تکمیل کے لئے انسان کو پیدا کیا اور ملائکہ اور جن ہر دو ناکافی قرار دیئے گئے، اب رہی یہ بات کہ خود ایسی اصلاح ہی کی کیا ضرورت ہے جو موقوف ہو وجود فساد پر سو اس سوال کا حاصل حکمت تکوین کو دریافت کرنا ہے سو یہ دریائے خوں ہے اس میں قدم رکھنا اپنے کو ہلاکت عظیم میں سپرد کرنا ہے اور اس کی وجہ یہ نہ سمجھی جاوے کہ اس میں کوئی حکمت معقول نہیں ہے ضرور ہے اور بے شک ضرور ہے مگر ہماری عقلیں اس کے ادراک سے عاجز ہیں اس لئے ؎

بدریا در منافع بے شمار است | اگر خواہی سلامت بر کنار است

اس لئے شریعت نے براہ شفقت ایسے امور کی تفتیش سے روک دیا ہے اور ضروری کاموں میں لگا دیا ہے ؎

حدیث مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو | کہ کس نہ کشود و نکشاید بحکمت ایں معما را

شروع سورۂ بقرہ میں الٓمٓ کے ذیل میں یہی مضمون اختصار کے ساتھ عرض کیا ہے وہ پھر ملاحظہ کر لیا جاوے، یہاں تک یہ تو معلوم ہوا کہ تخلیق انسان

معنی خلافت

خلاصہ معروض ملائکہ

حکمت تخصیص بنی آدم و عدم تحمل آں از ملائکہ

عدم تحمل حکمت مذکور از جن

دفع شبہ ضرورت حکمت مذکورہ

ملحقات الترجمۃ [1] قولہ معلوم کرادی ہوگی الخ وہ بعد ان فہموا من قولہ تعالیٰ المذکور فی سورۃ الحجر انی خالق بشرا من طین فقاسوا الفرع علی الاصل الظلمانی ۱۲

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ

اور علم دے دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے اسماء کا پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کر دیں پھر فرمایا کہ بتلاؤ مجھ کو اسماء ان چیزوں کے

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

اگر تم سچے ہو فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں ہم کو ہی علم نہیں مگر وہی جو کچھ ہم کو آپ نے علم دیا بیشک آپ بڑے علم والے ہیں حکمت والے ہیں

تقریر تعیین خلیفہ در زمین برائے اصلاح بنی نوع انسان

میں یہ حکمت ہے کہ ان کے ہونے سے اصلاح و انتظام شرعی متحقق ہوگا گو کوئی مخالف اس قوت و استعداد کی جو اس کو کامل مقدار کے ساتھ عطا ہوئی ہے بے قدری کرکے اس سے منتفع نہ ہو مگر سامان کے جمع کر دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی اب اس میں فرشتوں کی جانب سے اس احتمال کی گنجائش رہ گئی تھی کہ خیر انسان کو پیدا کر دیا جاوے اور ان کی اصلاح کی خدمت ہم کو دے دی جاوے اس لئے اب اس بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ان آدمیوں کی اصلاح بھی آدمی ہی سے ہو سکتی ہے کیونکہ مصلح کے لئے علم کی ضرورت ہے اور جس خاص علم کی ضرورت ہے وہ ملائکہ کی استعداد سے خارج ہے اگلی آیت میں یہی حکایت ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (الی قولہ) اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ اور علم دے دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو (ان کو پیدا کرکے) سب چیزوں کے اسماء کا (مع ان چیزوں کے خواص و آثار کے غرض تمام موجودات روئے زمین کے اسماء و خواص کا علم دیدیا) پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کر دیں پھر فرمایا کہ بتلاؤ مجھ کو اسماء ان چیزوں کے (مع ان کے آثار و خواص کے) اگر تم سچے ہو (یعنی اپنے اس خیال میں کہ ہم اصلاح طبائع و انتظام شرائع کی خدمت جس کے لئے نائب کی تجویز ہو رہی ہے انجام دے سکیں گے تحقیق مقام کی یہ ہے کہ ہر منتظم اور مصلح کو ضرور ہے کہ جس چیز کا انتظام اور اصلاح کرنا چاہے اس کی اصل و حقیقت اور اس کے ہر قسم کے نشیب و فراز سے پورا واقف و ماہر ہو یہی وجہ ہے کہ اگر حاکم اپنی رعایا کی عادات و رسوم و مزاج و مصالح و مضار سے واقف نہ ہو کبھی اس کے ہاتھوں ان کا انتظام درست نہیں ہو سکتا اسی طرح یہاں خلیفۂ خداوندی کو جب طبائع کی اصلاح کا کام کرنا پڑے گا تو لابد طبائع کی کیفیات اور خصوصیات اور ان کے تغیر و تبدل سے اس کو پورا آگاہ ہونا چاہئے یہ تو باطنی انتظام ٹھیرا اور ظاہری انتظام شریعت کا کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام ہے اس میں بھی ضرورت ہوگی ان چیزوں کے بہت سے حالات و خواص و منافع و مضار دریافت کرنے کی مثلاً نشہ کی چیز حرام ہے تو اب جو شخص نشہ کی حقیقت اور آثار کو نہ جانتا ہوگا اس کے سامنے کوئی شراب پی کر بدمست بھی ہو جاوے تو وہ اسکو زجر و تنبیہ و نہی عن المنکر نہیں کر سکتا کیونکہ وہ عذر کر سکتا ہے کہ مجھ کو نشہ ہی نہیں ہوا اور یہ شخص اس کی تکذیب نہیں کر سکتا بخلاف اس شخص کے جو جانتا ہو کہ نشہ دار چیز کی کیا خاصیت ہے اور اس کے پینے سے کیا حالت ہو جاتی ہے وہ شخص اس پر احتساب و احتجاج کر سکتا ہے یا مثلاً رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداً میں جو برتن شراب رکھنے کے تھے ان میں شربت رکھنے کو بھی منع فرما دیا کیونکہ آپ طبائع کی حالت جانتے تھے کہ بعض چالاک شربت کے بہانہ سے شراب پینے لگیں گے پھر آپ کو جب اطمینان ہو گیا کہ اب لوگوں کے دلوں میں اس سے نفرت ہو گئی ہے آپ نے اجازت دے دی سو اگر آپ طبائع کے ان خواص سے واقف نہ ہوتے تو ہرگز یہ احکام خاص صادر نہ فرما سکتے تھے اس سے ثابت ہو گیا کہ مصلح کو اس جماعت کے احوال متعلقہ سے پوری واقفیت ہونا ضروری ہے اسی طرح لغات و محاورات کے تغیر و تبدل سے احکام میں تفاوت ہو جاتا ہے جس کی واقفیت کے لئے ان سے اختلاط کی ضرورت ہے اور ظاہر ہے کہ احوال بشریہ سے جس قدر بشر واقف ہو سکتا ہے ملائکہ یا جن ہرگز واقف نہیں ہو سکتے ملائکہ تو اس لئے کہ وہ خود طبائع متغیرہ سے منزہ ہیں

اللغات قولہ تعالیٰ وعلم التعلیم حقیقۃ عبارۃ عن فعل یترتب علیہ العلم بلا تخلف عنہ ولا یحصل ذلک بمجرد افاضۃ العلم من غیر توقف علی استعداد التعلم بقبول الفیض وتلقیہ من جہتہ وہو السر فی ایثارہ علی الاعلام والانباء فانہما یتوقفان علی سماع الخبر الذی یشترک فیہ البشر والملک ۱۲ ابو السعود قولہ تعالیٰ الاسماء کلہا اسم الشیء بالکسر والضم وسمہ وسماہ مثلثین علامتہ ۱۲ قاموس قال صاحب الکشاف فان قلت فما معنی تعلیمہ اسماء المسمیات قلت اراہ الاجناس التی خلقہا وعلمہ ان ہذا اسمہ فرس وہذا اسمہ بعیر وہذا اسمہ کذا وہذا اسمہ کذا وعلمہ احوالہ وما یتعلق بہا من المنافع الدینیۃ والدنیویۃ ۱۲ **النحو** قولہ سبحانک قیل ہو علم للتسبیح ولا یکاد یستعمل الا مضافا وقیل انہ مصدر منکر کغفران لا اسم مصدر ومعناہ علی الاول نسبحک وعلی الثانی تنزہت عن ذلک ۱۲ ابو السعود اقول الاسہل ان یقال اصلہ نسبحک سبحانا فحذف العامل واضیف السبحان الی الکاف ۱۲

البلاغۃ قولہ الاسماء ای اسماء المسمیات فحذف المضاف الیہ لکونہ معلوما مدلولا علیہ بذکر الاسماء لان الاسم لابد لہ من مسمی ۱۲ کشاف قولہ تعالیٰ عرضہم ای المسمیات وانما ذکر لان فی المسمیات العقلاء فغلبہم ۱۲ کشاف

ملحقات الترجمۃ لہ قولہ سب چیزوں کے مبنی علی حذف المضاف الیہ فی الاسماء ۱۲ لہ قولہ اسماء کا مع الخ مبنی علی ان المراد بالاسماء المعنی اللغوی العام اللغات والصفات کما مر ۱۲

اس کے انقلابات سے کیوں کر آگاہ ہو سکتے ہیں مثلاً فرشتہ کو جب بھوک نہیں لگتی تو وہ بھوک کی حقیقت و خاصیت کو کیسے جان سکتا ہے وہ گئے جن سو گو وہ طبیعت متغیرہ رکھتے ہیں مگر چونکہ ان کے طبائع میں شر غالب ہے اس لئے انسان میں جو قوی جاذب الی الخیر ہیں ان کی کشش اور جذب سے انسان کے برابر ماہر نہیں ہو سکتے تو ان قوی کی تعدیل و تربیت و ترقی کے متکفل وہ کب ہو سکتے ہیں اس لئے انسان کی کامل اصلاح انسان ہی کر سکتا ہے اگر کوئی کہے کہ اگر ملائکہ اصلاح انسان کے لئے بوجہ فقدان طبائع کے کافی نہیں تو ان کے متعلق وحی کا لانا کیوں کر کیا گیا کہ وحی تو مبدأ اصلاح کا ہے، اور دوسرا سوال یہ ہے کہ جیسے جن اصلاح کے لئے بوجہ تخالف طبائع کے کافی نہیں اسی طرح انسان جن کی اصلاح کے لئے کیسے کافی ہوگا کیونکہ تخالف طبائع تو باقی ہے

پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ علم خاص یعنی مہارت تامہ مذکورہ اسی مصلح کے لئے ضروری ہے جو اتالیقی کی حالت رکھتا ہو جیسے حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان ہے کہ امم کی خصوصیات اصلاح و تربیت ان کی رائے و اجتہاد پر مبنی کی گئی ہے اور ملائکہ علیہم السلام کی شان محض سفارت کی ہے کہ ایک معین عبارت یا مضمون انبیاء علیہم السلام کو پہنچا دیا اس میں اس مہارت کی ضرورت نہیں، دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ انسان اور جن میں قوت غلیظہ شر تو مشترک ہے صرف غلبۂ قوت خیر میں تخالف ہے اس لئے جنوں کی طبیعت کے آثار سے انسان ناواقف نہیں ہے وہ ان کی تربیت کر سکتا ہے اگر یہاں کسی کو خلجان ہو کہ جس طرح آدم علیہ السلام کو تعلیم فرمادینے سے ان کو وہ علم خاص حاصل ہو گیا اور صلاحیت خلافت کی حاصل ہو گئی اگر ملائکہ کو تعلیم فرمادیتے تو ان کو بھی وہ علم اور اس کے ساتھ صلاحیت خلافت میسر ہو جاتی سو آدم علیہ السلام پر اس کا ظاہر فرمانا اور فرشتوں سے پوشیدہ کرنا آدم علیہ السلام کو ترجیح دینے کے لئے کافی نہیں ہو سکتا

بات یہ ہے کہ اللہ تعالے کی قدرت تو ہر چیز پر حاصل ہے مگر عادۃ اللہ یوں جاری ہے کہ اکثر حوادث کو اسباب و شرائط کے ساتھ مرتبط و متعلق فرمایا ہے سو جس علم کی یہاں بحث ہے اس کے حصول کے لئے ایک استعداد خاص کی ضرورت ہے جیسا ہر علم میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے لذت جماع کے علم کے لئے استعداد رجولیت کی شرط ہے عنین مادر زاد کو اس لذت کا علم حاصل ہونا عادۃً ممتنع ہے سو اس علم خاص کی استعداد آدمی میں تو پیدا کی گئی ہے اور ملائکہ میں پیدا نہیں کی گئی جیسا اوپر کی تقریر میں اجمالاً اس کا بیان بھی ہوا ہے کہ احوال طبائع بشریہ کے ادراک کے لئے طبائع بشریہ کا ہونا ضروری ہے جو خاصہ بشر کا ہے اور ملائکہ میں وہ مفقود ہے سو آدم علیہ السلام کی تعلیم کے وقت ملائکہ سے اس علم کے پوشیدہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں نہ اس دعوے کی کوئی دلیل ہے جب ان میں اس علم کی استعداد ہی نہیں اگر تعلیم آدم کے وقت اول سے آخر تک وہ حاضر بھی رہے ہوں تو ان کو اس کا حاصل ہونا کب ممکن ہے اگر کسی طالب علم کو اقلیدس کی کوئی شکل سمجھائی جاوے اور عام مجمع ہو مگر جن کو اس فن سے مناسبت نہیں اس تقریر سے کچھ بھی نہیں سمجھ سکتے اگر یہ کہا جاوے کہ پھر وہ استعداد جو شرط حصول اس علم خاص کی ہے فرشتوں کو کیوں نہ دے دی بات یہ ہے کہ وہ استعداد خاصہ بشر کا ہے اگر ملائکہ میں وہ استعداد پیدا کر دی جاتی تو وہ فرشتے فرشتے نہ رہتے جیسے حس و حرکت خاصہ حیوان کا ہے سو اللہ تعالے کو قدرت ہے کہ جماد میں یہ صفت پیدا کر دیں مگر یہ ظاہر ہے کہ وہ اس وقت جماد نہ رہے گا حیوان ہو جاوے گا تو اس سوال کا حاصل گویا یہ ہوا کہ اللہ تعالے نے ان فرشتوں کو بشر کیوں نہ بنا دیا سو ظاہر یہ ہے کہ یہ سوال بالکل بے معنی ہے، اور اس کا جواب صاف ہے کہ اس صورت میں جو حکمت تخلیق ملائکہ میں ہے وہ معطل ہو جاتی۔ غرض تقریر ہذا سے ثابت ہو گیا کہ فرشتے فرشتے ہی رہ کر اس علم کو حاصل نہیں کر سکتے اسی وجہ سے (فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں (اس الزام سے کہ آدم علیہ السلام پر اس علم کو ظاہر فرماد یا ہم سے پوشیدہ رکھا، آپ کی طرف سے تو کوئی اخفاء یا دریغ نہیں ہوا مگر ہم کو ہی علم نہیں مگر وہی جو کچھ ہم کو آپ نے علم دیا یعنی جس قدر ہماری پیدائش میں استعداد رکھی ہے اور اس کے موافق ہم کو علم عنایت ہوا اس کے سوا ہم کو دوسرے علم سمجھنے کی قوت نہیں ہے)

بے شک آپ بڑے علم والے ہیں (کہ آپ کو سب علوم حاضر ہیں، ہمارے اور آدمیوں کے معلومات سب حضور پر منکشف ہیں) حکمت والے ہیں (کہ جس قدر جس کے لئے مصلحت جانا اسی قدر فہم و علم عطا فرمایا)

ربط اس گفتگو سے فرشتوں کو اپنے عاجز ہونے کا تو مشاہدہ ہو گیا، اب حق سبحانہ وتعالے کو منظور ہوا کہ آدم علیہ السلام میں اس علم خاص کی

جواب شبہ ونقل باتکرمہ، جواب کفایت انسان در اصلاح انسان و در اصلاح جن

دفع شبہ تخصیص آدم بعلم خاص مع عدم تعلیم ملائکہ

دفع شبہ عدم اعطاء استعداد علم مذکور ملائکہ را

قَالَ يَآٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم بتلادو ان کو ان چیزوں کے اسماء — سو جب بتلا دیئے ان کو آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے اسماء تو حق تعالیٰ نے فرمایا میں تم سے کہتا نہ تھا کہ بیشک میں

اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ○

جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی — اور زمین کی — اور جانتا ہوں جس بات کو ظاہر کر دیتے ہو — اور جس کو دل میں رکھتے ہو

قوت و مناسبت کا ہونا بھی ملائکہ عیاناً دیکھ لیں اس لئے قَالَ يَآٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ (الی قولہ) وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ○ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم بتلادو ان کو ان چیزوں کے اسماء **ف** یعنی مع حالات کے، اور یہ خلجان نہ ہو کہ جب ملائکہ میں اس علم خاص کی مناسبت ہی نہ تھی تو بتلانے سے کیا فائدہ اور اگر بتلانے سے وہ سمجھ سکتے ہیں تو یہ دعوےٰ صحیح نہ رہا، کہ ان کو اس سے مناسبت نہ تھی، بات یہ ہے کہ بعض اوقات خود تو آدمی ایک علم کو نہیں سمجھتا، مگر دوسرے کو تقریر کرتے ہوئے دیکھ کر قرائن مقام سے یہ یقیناً سمجھ لیتا ہے کہ یہ شخص اس علم میں واقعی بڑا ماہر ہے مثلاً استاد نے دو طالب علموں کے روبرو کسی دقیق مسئلہ کی تقریر کی، پھر دونوں کا امتحان لیا ایک تو بیان نہ کر سکا، دوسرے نے فرفر تقریر شروع کر دی ممکن ہے کہ وہ دوسرا طالب علم باوجودیکہ اب بھی اس مسئلہ کو نہ سمجھا ہو مگر اس کی برجستگی اور کہیں نہ رکنے سے یہ یقیناً سمجھ سکتا ہے کہ یہ اس مسئلہ کو واقعی خوب سمجھ گیا ہے پس بتلادو کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان کے ذہن میں پہنچا دو ان کو سمجھا دو بلکہ مراد یہ ہے، کہ ان کے روبرو اس کا اظہار اور بیان کر دو گو بوجہ مناسبت نہ ہونے کے اس کو سمجھ نہ سکیں اب یہ خلجان جاتا رہا کہ اگر مناسبت نہ تھی تو بتلانے سے کیا فائدہ ہم بھی کہیں گے کہ مناسبت تو نہ تھی مگر فائدہ تو یہ ہوا کہ ملائکہ اس قدر سمجھ گئے کہ آدم علیہ السلام ضرور اس علم کے ماہر ہو گئے **ترجمہ** سو جب بتلا دیئے ان کو آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے اسماء تو حق تعالیٰ نے فرمایا (دیکھو) میں تم سے کہتا نہ تھا کہ بے شک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جس بات کو ظاہر کر دیتے ہو اور جس کو دل میں رکھتے ہو **ف** کیونکہ ہر شخص کے تمام حالات انہیں دو میں منحصر ہیں مطلب یہ ہے کہ تمام حالات آفاقی و نفسی پر مجھ کو اطلاع ہے یہ مضمون انی اعلم ما لا تعلمون کی تفصیل ہے وہاں اور الفاظ تھے یہاں اور الفاظ ہیں مطلب دونوں کا ایک ہی ہے جب دلائل سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ صلاحیت خلافت کے لئے جن علوم کی ضرورت ہے وہ آدم علیہ السلام میں سب مجتمع ہیں اور ملائکہ کو ان میں سے صرف بعض علوم حاصل ہیں اور جنوں کو تو بہت ہی کم حصہ ان علوم کا حاصل ہے جیسا اوپر تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور اس حیثیت خاص سے کہ ملائکہ و جن ہر دو گروہ کے علوم کے یہ جامع ہیں ان کا شرف ہر دو گروہ پر ظاہر ہو گیا اب حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اس مقدمہ کو معاملہ سے بھی ظاہر فرما دیا جاوے اور ملائکہ اور جنوں سے ان کی کوئی خاص تعظیم کرائی جاوے جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ ان دونوں سے کامل اور مصداق آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری کے ہیں اور آدم علیہ السلام ان علوم خاصہ میں ملائکہ اور جن ہر دو گروہ سے کامل اور دونوں کے علوم و فنون کو جامع ہیں جیسا مفصل طور پر مذکور ہوا، اب حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ان غیر کاملوں سے اس کامل کی کوئی ایسی تعظیم کرائی جاوے کہ عملاً بھی یہ امر ظاہر ہو جاوے کہ یہ ان دونوں سے کامل اور جامع ہیں جب تو یہ دونوں ان کی تعظیم کر رہے ہیں اور گویا بزبان حال کہہ رہے ہیں کہ جو اوصاف ہم میں الگ الگ ہیں وہ ان کے اندر یکجا ہیں اس لئے جو عمل تعظیمی تجویز فرمایا گیا اس کی حکایت ذکر فرماتے ہیں

ف یعنی استعداد علم [illegible]

ملحقات الترجمۃ ۱ے قولہ معنی یہ نہیں کہ ان کے ذہن میں الخ الی قولہ بیان کر دو وھو الیسر فی ایثار الانباء علی التعلیم لانہ یتوقف علی سماع الخبر کما مر من ابی السعود ۱۲

۲ے قولہ دیکھو حملاً للاستفہام علی التقریر کما قالہ ابو السعود ۱۲

۳ے قولہ تمام پوشیدہ چیزیں لعموم الغیب ۱۲

۴ے قولہ دل میں رکھتے ہو اشارۃ الی ان لفظۃ کنتم زائدۃ کما فی قولہ تعالیٰ من کان فی المہد صبیا ۱۲

۵ے قولہ یہ مضمون انی اعلم الخ ولیس لما فی الکشاف قولہ الم اقل لکم استحضار لقولہ انی اعلم ما لا تعلمون الا انہ جاء بہ علی وجہ البسط من ذلک والشرح آہ، قول فلا دلیل علی کونہ تعریضاً للملائکۃ فی ابدائہم حقیتہم للخلافۃ وکتمانہم کونہم اکرم عند اللہ ۱۲

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○

اور جس وقت حکم دیا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدے میں گر جاؤ آدم کے سامنے سو سب سجدے میں گر پڑے بجز ابلیس کے کہ اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آگیا اور ہو گیا کافروں میں سے

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ (الی قولہ) وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○ اور جس وقت حکم دیا ہم نے فرشتوں کو (اور جنوں[ل] کو بھی جیسا کہ روایات میں آیا ہے مگر غالباً فرشتوں کو بلا واسطہ حکم کیا ہوگا اور جنوں کو کسی فرشتہ وغیرہ کے ذریعہ سے کہا گیا ہوگا اور قرآن مجید میں بجز ابلیس کے دوسرے جنوں کے ماموربالسجود ہونے کے ذکر کا اہتمام شاید اس لئے نہ کیا گیا ہو کہ عقلاً سمجھ ہی جاویں گے کہ جب فرشتے ایسے مقربین سے آدم علیہ السلام کی تعظیم کرائی گئی تو جن جو ان کے سامنے کچھ رتبہ بھی نہیں رکھتے اس تعظیم کے مکلف کیوں نہ ہوئے ہوں گے غرض ان سب کو یہ حکم ہوا) کہ سجدے میں گر جاؤ آدم کے سامنے سو سب سجدے میں گر پڑے بجز ابلیس کے کہ اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آگیا اور ہو گیا کافروں میں سے **ف** اس پر تکفیر کا فتویٰ

النحو قوله الا ابلیس استثناء متصل لانه كان جنيا واحدا بين اظهر الالوف من الملائكة مغمورا بهم فغلبوا عليه في قوله فسجدوا ثم استثنى منهم استثناء واحد منهم ويجوز ان يجعل منقطعا ۱۲

الفقه سجدة التحية كان مشروعا في شرع من قبلنا ونسخ في شرعنا والناسخ ما رواه الترمذي عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال لو كنت آمرا احدا ان يسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها وفي العزيزي قال الشيخ حديث صحيح آه وقال الترمذي وفي الباب عن معاذ بن جبل و سراقة بن مالك وصهيب وعقبة بن مالك بن جعشم وعائشة وابن عباس وعبد الله بن ابي اوفى وطلق بن علي وام سلمة وانس وابن عمر آه وفي نيل الاوطار وقد روى حديث ابي هريرة المذكور البزار باسناد فيه سليمان بن داؤد اليمامي وهو ضعيف واخرج قصة معاذ المذكورة في الباب والتي عزاها الماتن الى احمد وابن ماجة عن عبد الله بن ابي اوفى البزار باسناد رجاله رجال الصحيح واخرجها ايضا البزار والطبراني باسناد آخر وفيه النهاس بن قهم وهو ضعيف واخرجها ايضا البزار والطبراني باسناد آخر رجاله ثقات وقضية السجود ثابتة عن حديث ابن عباس عند البزار ومن حديث سراقة عند الطبراني ومن حديث عائشة عند احمد وابن ماجه ومن حديث عصمة عند الطبراني وعن غير هؤلاء وحديث عائشة الذي ذكره المصنف ساقه ابن ماجة باسناد فيه علي بن زيد بن جدعان وفيه مقال ضعفه كثيرون ووثقه بعضهم واخرج له مسلم مقرونا بغيره كما في التهذيب) وبقية اسناده من رجال الصحيح ودادو وهذا الحديث ابن الجارود في المنتقى فهو صحيح عنده فانه لا يأتي الا بالصحيح كما صرح به السيوطي في ديباجة جمع الجوامع) وحديث عبد الله بن ابي اوفى ساقه ابن ماجة باسناد صالح آه مختصرا وفي الترغيب للمنذري بعد رواية انس بن مالك مع قصة الجمل رواه احمد باسناد جيد رواته ثقات مشهورون والبزار بنحوه ورواه النسائي مختصرا وابن حبان في صحيحه من حديث ابي هريرة بنحوه باختصار وفيه بعد رواية قيس بن سعد رواه ابو داؤد وفي اسناده شريك وقد اخرج له مسلم ووثق وقد تكلم فيه (سكت عنه ابو داؤد فهو حجة) وفيه بعد حديث ابن ابي اوفى رواه ابن ماجة وابن حبان في صحيحه آه وساق في كنز العمال بهذا الحديث متونا عديدة وطرقا كثيرة نسرد منها سوى التي ذكرناه آنفا حاكم عن ابي بريدة وقيس بن سعد ولم يتعقب عليهما السيوطي بل صححها في الصغير صريحا فهما حديثان صحيحان) والترمذي عن انس والطبراني في الكبير عن ابن عباس والبيهقي عن ابي هريرة وعبد ابن حميد عن جابر والطبراني في الكبير وسعيد بن منصور عن زيد بن ارقم آه وفي الخصائص الكبرى روايات كثيرة منها رواية ثعلبة بن ابي مالك عند ابي نعيم ورواية يعلى بن مرة عند الطبراني وابي نعيم ووجدت في قرطاس عتيق بخطي ولم يحضرني الآن من اين كتبت اخذته ان الحديث رواه ابو داؤد والطبراني والحاكم والبيهقي عن قيس بن سعد والترمذي عن ابي هريرة والدارمي والحاكم عن بريدة واحمد عن معاذ والطبراني عن سراقة بن مالك وصهيب وعقبة بن مالك وغيلان بن سلمة رواه ابن ابي شيبة عن عائشة والبيهقي ايضا عن ابي هريرة كذا في جمع الجوامع للسيوطي انتهى ما في القرطاس فهذه اسانيد عديدة بعضها صحيح وبعضها حسن وبعضها ضعيف يقوى بآخر فتبلغ عدة الاسانيد الى عشرين صحابيا لو اقتصرنا على الطرق المسطورة والحديث اذا روي من عشرة فهو متواتر على القول المختار (كما في تدريب الراوي) فهذا الحديث متواتر بالاداء وان اختلف احد في تواتره لاختلاف في العدد والذي يحصل به التواتر فلا يمكنه ان ينكر من كونه مشهورا ويكفي المشهور لنسخ المتواتر على ما تقرر في الاصول واطلنا الكلام فيه لانه ضرورة الداعية في هذا الزمان والا يكفينا اجماع الامة ولم تر احدا من السلف ولا من الخلف اختلف في حرمة سجدة التحية مع تصفح كثير من كتب التفسير والحديث والفقه وما نقل عن بعض الصوفية في كتب تواريخهم لم يثبت عنهم وان ثبت فلا عبرة بقولهم لانهم ليسوا ممن يعتد بقولهم في الاجماع وان سلم كونهم ممن يعتد بقوله في الاجماع فلا يعتد به ايضا في هذا المقام لان الاجماع السابق لا يرتفع بالاختلاف اللاحق نعم لا يلام عليهم لعدم اشتغالهم بالتحقيقات العلمية ومع ذلك لا يحتج بقولهم وصنيعهم لا سيما اذا ثبت النكير عن بعض اكابرهم ويحتاج الى هذا الكلام اذا سلم ان سجود الملائكة لآدم وسجود اخوة يوسف وابيه له كان سجودا حقيقيا وكان تحية لهما والحال انه مختلف فيه فقال بعضهم لم يكن سجودا حقيقيا بل هو كناية عن التعظيم وقال بعضهم كان آدم ويوسف بمنزلة الكعبة لنا فاللام بمعنى الى وقال بعضهم اللام للسبب اي كانت السجدة لله تعالى شكرا على انعامه تعالى عليهم لاجل يوسف وآدم على نبينا وعليهما السلام واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال وح لا يحتاج الى اثبات النسخ وثبوت الحرمة بخبر الواحد ايضا ونقول ايضا ان الآية وان كانت قطعي الثبوت ولكنها ظني الدلالة فلا بعد في نسخها بحديث ظني الثبوت قطعي الدلالة كما لا يخفى والله اعلم بالصواب

ملحقات الترجمة لے **قولہ** اور جنوں کو بھی الخ لقرينة قوله تعالى الا ابليس مع انضمام قوله تعالى كان من الجن الآية وهو اختيار لقول من قال ان الجن ايضا كانوا مامورين بالسجود ولكن استغنى بذكر الملائكة عن ذكرهم كما في ابي السعود ويؤيده ما رواه عن ابن عباس ان من الملائكة جنسا يقال لهم الجن قلت لا عجب انه رضي الله عنه اصطلح على كون الملائكة شاملا للجن واذا كان الجن ايضا مامورين بالسجود سواء كان لفظ الملائكة شاملا لهم ام لا فلا يشكل الامر بابليس انه لم يؤمر بالسجود فكيف لعن بالاباء فافهم ۱۲

وَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ

اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم رہا کرو تم اور تمہاری بی بی بہشت میں پھر کھاؤ دونوں اس میں سے بافراغت جس جگہ سے چاہو اور نزدیک نہ جائیو اس

الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَ

درخت کے ورنہ تم بھی انہیں میں شمار ہو جاؤ گے جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں پس لغزش دے دی آدم و حوا کو شیطان نے اس درخت کی وجہ سے سو برطرف کر کے رہا انکو اس عیش سے

قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝

جس میں وہ تھے اور ہم نے کہا کہ نیچے اترو تم میں سے بعضے بعضوں کے دشمن رہیں گے اور تم کو زمین پر چندے ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک میعاد معین تک

اس لئے دیا گیا ہے کہ اس نے حکم الٰہی کے مقابلہ میں تکبر کیا اور اس کے قبول کرنے میں عار کیا اور اس کو خلاف حکمت و خلاف مصلحت ٹھہرایا جیسا دوسرے مقام پر اس کا قول مذکور ہے کہ میں ناری الاصل ہونے کی وجہ سے اس ترابی الاصل سے افضل ہوں اور افضل سے مفضول کی تعظیم کرانا بے موقع ہے

مسئلہ جو شخص اس طرح حکم شرعی کے ساتھ رد و انکار سے پیش آوے وہ کافر ہے

وَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (الی قولہ) فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم رہا کرو تم اور تمہاری بی بی (حوا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آدم علیہ السلام کی پسلی سے کوئی مادہ لے کر بنا دیا تھا) بہشت میں پھر کھاؤ دونوں اس میں سے بافراغت جس جگہ سے چاہو اور نزدیک نہ جائیو اس درخت کے ورنہ تم بھی انہیں میں شمار ہو جاؤ گے جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں **ف** خدا جانے وہ کیا درخت تھا مگر اس کے کھانے سے منع فرما دیا اور ہر آقا کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنے گھر کی چیزوں میں سے غلام کو جس چیز کے برتنے کی چاہے اجازت دے دے جس چیز کو چاہے منع کر دے فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ (الی قولہ) وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ پس لغزش دے دی آدم و حوا کو شیطان نے اس درخت کی وجہ سے سو برطرف کر کے رہا انکو اس عیش سے جس میں وہ تھے **ف ۱** شیطان انکار سجدہ کے جرم میں ملعون و مردود ہو چکا تھا اور اس جماعت ملائکہ سے نکال دیا گیا تھا اور چونکہ یہ زخم اس کو آدم علیہ السلام کی وجہ سے پہنچا تھا اس لئے انکا جانی دشمن ہو گیا تھا جب اس نے دیکھا کہ میں تو یوں مردود کیا گیا اور ان کا یوں اعزاز ہوا ہے اب اس فکر میں لگا کہ کسی طرح آدم کو مع ان کی بیوی کے اس عیش و عشرت سے جدا کرنا چاہیئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بھی اس کی عداوت و فکر آزار رسانی سے آگاہ فرما دیا تھا غرض یہ آدم علیہ السلام کے پیچھے پڑا اور ان کو جس طرح بن پڑا بہکانا شروع کیا کہ اصل میں اس درخت کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے کھانے سے حیات ابدی یا ملکیت حاصل ہو جاتی ہے مگر جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو منع کیا تھا اس وقت تمہاری حالت کے مناسب یہی تھا کہ ملکیت یا خلود کے اسباب کا ارتکاب نہ کیا جاوے اس وقت استعداد ضعیف تھی ضعیف المعدہ کو غذائے قوی سے ممانعت ہوا ہی کرتی ہے اور اب ماشاء اللہ تمہاری استعداد اپنی کمال قوت کو پہنچ گئی ہے اس حالت کے لئے ممانعت بھی نہیں ہے کیونکہ جب علت نہیں رہتی معلول بھی نہیں رہا کرتا جیسے ضعف معدہ رفع ہونے کے بعد پھر وہ ممانعت سابقہ باقی نہیں رہتی اور اس مضمون پر قسمیں کھا گیا چونکہ تاویل بڑی نکین تھی اور ادھر اللہ کی قسمیں کھا گیا جس کا نام سن کر محبت والے تو گھل ہی جاتے ہیں پھر لالچ دلایا حیات دائمی و ملکیت کا جس کا کمالات موجودہ پر مزید ہو جانا نعم العدلان

اللغات قولہ تعالیٰ رغدا اوصف للمصدر ای اکلا رغدا واسعا رافہا قولہ متاع تمتع بالعیش ۱۲ کشاف

النحو قولہ تعالیٰ عنہا الضمیر للشجرۃ ای فحملہا الشیطان علی الزلۃ بسببہا وتحقیقہ فاصدر الشیطان زلتہما عنہا ومن ہذہ مثلہا فی قولہ فعلتہ عن امری وقیل فازلہما عن الجنۃ بمعنی اذہبہما عنہا وابعدہما ۱۲ کشاف

اختلاف القرأۃ قولہ تعالیٰ فازلہما وفی قرأۃ فازالہما من الازالۃ فمن للمجازۃ ای ابعدہما ۱۲

الروایات عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رغدا سعۃ المعیشۃ ۱۲

الملحقات الترجمۃ ۱؎ قولہ ورنہ دلیلہ احتمال کونہ جوابا للنہی فہو منصوب والاحتمال الآخر انہ مجزوم عطفا علی تقربا ۱۲ من کشاف

۲؎ قولہ اس درخت کی وجہ سے دلیلہ ما مر من کون عن لسببیۃ ۱۲

۳؎ قولہ جس طرح بن پڑا معناہ ولو بایصال الوسوسۃ من الارض ولا ننکرہ الا من لم یعرف کیفیۃ التصرف النفسانی ۱۲

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ ولا تقربا ہذہ الشجرۃ قال العبد الضعیف فیہ اصل لعادۃ المشائخ المحققین فی نہی عن بعض المباحات مخافۃ جرہ الی المعصیۃ فان ہذا القرب لم یکن ممنوعا عنہ فی نفسہ انتہی القول

قولہ تعالیٰ فازلہما الشیطن الایۃ قال العبد الضعیف فیہ دلیل علی انہ لا یامن المنتہی ایضا من مکر الشیطن فانہ لا شک فی کون آدم علیہ السلام کاملا ومع ہذا ابتلیہ وبین غیرہ فرقان احدہما انہ حفظہ اللہ تعالیٰ من الکفر

ترجمہ

قولہ تعالیٰ ولا تقربا ہذہ الشجرۃ الخ اس میں اصل ہے مشائخ محققین کی اس عادت کی کہ بعض مباحات سے اس لئے روک دیتے ہیں کہ غیر مباح کی طرف منجر نہ ہو جاوے چنانچہ قرب شجرہ فی نفسہ ممنوع نہ تھا صرف اکل ممنوع تھا

قولہ تعالیٰ فازلہما الشیطن اس میں دلیل ہے کہ منتہی بھی مکر شیطان سے بے خوف نہیں چنانچہ آدم علیہ السلام کے اس وقت کامل ہونے میں کوئی شک نہیں مگر باوجود اس کے

(بقیہ بر صفحہ ۴۲)

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

بعد ازاں حاصل کرلئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند الفاظ تو اللہ تعالے نے رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی ان پر بے شک وہی ہیں بڑے توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان

ونعم العلاوہ کا اور نور علی نور کا مصداق تھا خط برخسار کا لطف دیتا تھا اور پھر ممکن ہے کہ اس موذی ظالم کو پہچانا بھی نہ ہو کسی نئی شکل میں ملا ہو یا عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد کو پیش نظر رکھ کر انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال کو دستور العمل بنایا ہو یا اس نے بے ملے ہی اپنی قوت جنیہ سے مسمریزم والوں کی طرح دور ہی سے اثر پہنچایا ہو وھو قول الحسن کما فی الکبیر جس سے آدم علیہ السلام کے خیال میں یہ بات پڑ گئی ہو اور یہ خدشہ بھی نہ ہوا ہو کہ یہ خیال کسی بدخواہ کا اثر پہنچایا ہوا ہے غرض اسباب ایسے جمع ہو گئے کہ اس درخت کے کھانے کو اس وقت احاطہ ممانعت سے خارج سمجھ گئے اور کھالیا یہ حقیقت ہے لغزش میں آجانے کی بفضلہ تعالیٰ اس تقریر کی بنا پر اس قصہ میں کوئی عقلی و نقلی اشکال باقی نہ رہا ف ۲۰ بعض احباب نے اس احتمال پر کہ اس نے بے ملے ہی اپنی قوت جنیہ سے الخ حسب ذیل کلام کیا ہے یا یا وہ ظاہر قولہ تعالے وقاسمھما انی لکما لمن الناصحین والصحیح انہ لاقاھما ولکن لا ندری این لاقاھما وکیف لاقاھما اھ یعنی قاسمھما سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ محض تصرف نہ تھا بلکہ کلام تھا جو عادۃً بے ملاقات نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اس کا ظاہر کہنا صحیح ہے اور ظاہر کو بدون ضرورت ترک کرنا مناسب نہیں اور یہاں ضرورت کے وجوہ یہ ہو سکتے تھے نمبر ۱ لفظ وسوسہ کہ لغۃً یہ خاص نہیں ہے القا فی القلب کی ساتھ کلام کے ساتھ اغوا کو بھی کہتے ہیں نمبر ۲ ترتیب قصہ سے سجود کا واقعہ خارج جنت مفہوم ہوتا ہے چنانچہ امر اسکن انت وزوجک الجنۃ اس کے بعد وارد ہے جب جنت سے خارج تھا تو سورۂ اعراف میں اخرج منہا کی ضمیر کا مرجع سما ہوگا جب سما سے خارج کر دیا گیا اور آدم علیہ السلام جنت میں تھے پھر ملاقات کہاں ہوئی پھر کلام کہاں ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ ترتیب ذکری ترتیب وقوعی کو مستلزم نہیں پس اقرب یہ ہے کہ یہ سب کچھ جنت ہی میں ہوا اور اس وقت وہ جنت سے نکال دیا گیا مگر آسمان سے نہیں نکالا گیا تھا ممکن ہے کہ آدم علیہ السلام جنت سے باہر بطور سیر کے آئے ہوں اور وہاں یہ ملاقات اور مکالمت ہو گئی ہو یا آدم علیہ السلام دروازہ جنت میں ہوں اور ابلیس جنت سے باہر واللہ اعلم نمبر ۳ امر اسکن سے متبادر احداث سکنی ہونا اس کا جواب یہ ہے کہ ابقاء سکنے بھی اس کا مدلول ہو سکتا ہے۔ الحاصل درخت کا کھانا تھا اور سب عیش و آرام کا رخصت ہونا اس وقت بہشت سے باہر آنے کا حکم ہوا، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں **ترجمہ** اور ہم نے کہا کہ نیچے اترو تم میں سے بعضے بعضوں کے دشمن رہیں گے ف یعنی ایک سزا تو ظاہری ہوئی کہ یہاں سے زمین پر جاؤ، دوسری سزائے باطنی ہے کہ بعضوں میں باہم عداوتیں بھی قائم رہیں گی جس سے لطف زندگی بہت کچھ کم ہو جاوے گا اگر شیطان اس وقت تک زمین پر نہیں آیا ہے جیسا کسی نوکر کو نوکری سے برطرف کر دیا جاوے مگر جو آقا کریم ہوتے ہیں اس کا بوریا بستر فوراً ہی نہیں پھکوا دیا کرتے بتدریج نکال دیتے ہیں تب تو اس خطاب میں وہ بھی داخل ہے اور آدم و حوا کو خطاب کا شامل ہونا ظاہر ہی ہے اور اگر زمین پر آچکا ہے تو یہ خطاب آدم و حوا کو مع ان کی اولاد کے ہے چونکہ انکی اولاد ہونے والی تھی ہی اس لئے آدم و حوا کو سنانا منظور ہے کہ تمہاری اولاد میں بھی احیاناً باہم عداوت ہو گی چونکہ اولاد کی نااتفاقی سے والدین کو ضرور ہی صدمہ پہنچتا ہے اس لئے ان کو یہ بات سنانا مقتضا حالت موجودہ کا تھا اگر کسی کو خلجان ہو کہ جو خطا تاویل سے ہو وہ اس قدر دارو گیر کے قابل نہیں جواب یہ ہے کہ جس قدر فہم و خصوصیت زیادہ ہوتی ہے اس پر ملامت زیادہ ہوتی ہے اور اسی جگہ سے کہا گیا ہے حسنات الابرار سیئات المقربین اور حاصل اس کا یہ ہوتا ہے کہ تم نے زیادہ غور سے کیوں نہیں کام لیا تو یہ دارو گیر عین دلیل کمال آدم اور انکی مقبولیت کی ہے **ترجمہ** اور تم کو زمین پر چندے ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک میعاد معین تک ف یعنی وہاں بھی جا کر دوام نہ ملیگا بعد چندے وہ گھر بھی چھوڑنا پڑے گا آدم علیہ السلام نے یہ خطاب و عتاب کہاں سنے تھے نہ ایسے سنگدل تھے کہ اسکی سہار کر جاتے بیچین ہو گئے اور فوراً ہی معافی کی التجا کرنے لگے چنانچہ ارشاد ہے فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ (الی قولہ) اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ بعد ازاں حاصل کرلئے آدم علیہ السلام

مسائل السلوک

(بقیہ صفحہ ۲۳)

فان ابتلی بالمعصیۃ والثانی ان معصیتہ لیست کمعصیۃ غیرہ لکونہ موفقا للدرجۃ من التوبۃ لا یوفق غیرہ لہا انتہی القول

ترجمہ

ان میں اور دوسروں میں دو فرق ہیں ایک یہ کہ وہ کفر سے محفوظ تھے دوسرے یہ کہ ان کی غلطی دوسروں کی معصیت کے مثل نہیں کیونکہ ان کو توبہ کے ایسے درجہ کی توفیق ہوئی کہ دوسروں کو نہیں ہوتی

اللغات قولہ فتلقی معنی تلقی الکلمات استقبالها بالاخذ والقبول والعمل بها حین علمها ۱۲ کشاف **البلاغۃ** قولہ فتلقی واکتفی بذکر توبۃ آدم دون توبۃ حوا لانها کانت تبعا لہ کما طوی ذکر النساء فی اکثر القرآن والسنۃ لذلک وقد ذکرها فی قولہ قالا ربنا ظلمنا انفسنا ۱۲ کشاف **اختلاف القراءۃ** فی قراءۃ نصب آدم ورفع کلمات علی انها استقبلتہ ۱۲

بلغتہ واتصلت بہ ۱۲ کشاف **ملحقات الترجمۃ** لہ قولہ دشمن رہیں گے لدلالۃ الجملۃ الاسمیۃ بعضکم لبعض عدو علی الاستمرار الثابت ۱۲ ۲ہ قولہ تو یہ خطاب آدم و حوا کو ظاہر القرآن یرجحہ لقولہ تعالے فی طٰہٰ قال اهبطا منها جمیعا الآیۃ ۱۲

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ج فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ

ہم نے حکم فرمایا نیچے جاؤ اس بہشت سے سب کے سب پھر اگر آوے تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت سو جو شخص پیروی کریگا میری اس ہدایت کی تو نہ تو کچھ اندیشہ

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

ہوگا اس پر اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے اور جو لوگ کفر کریں گے اور تکذیب کریں گے ہمارے احکام کی یہ لوگ ہوں گے

ع ۴

النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ ع

دوزخ والے وہ اس میں ہمیشہ کو رہیں گے

۔نے اپنے رب سے چند الفاظ (یعنی معذرت کے کلمات کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے حاصل ہوئے تھے اور ایسے موقع پر جب خطا وار اپنی خطا پر سخت نادم و بےچین ہو کلمات معذرت کا تلقین کر دینا دنیا میں رائج ہے بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ نوکر اپنی خطا پر نادم ہو کر منہ بنا کر ہاتھ جوڑ کر گردن جھکا کر روبرو خاموش کھڑا ہو جاتا ہے اور مارے ہیبت و انفعال کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہے ڈرتا ہے کہ خدا جانے منہ سے کوئی ایسی بات بے تمیزی کی نہ نکل جاوے جس سے اور زیادہ عتاب ہونے لگے یا اس خطا کو اس قدر عظیم سمجھتا ہے کہ الفاظ معذرت کے اس کے لئے کافی نہیں ملتے اس وقت آقا کو جوش کرم ہوتا ہے اور مہربان ہو کر کہتا ہے کہ کیا چاہتا ہے کچھ منہ سے تو کہہ وہ جب پھر بھی کچھ نہیں کہتا تو کہتے ہیں کہ اچھا عہد کر کہ پھر ایسی حرکت نہ کروں گا، وہ اس کی تلقین کے موافق وہی الفاظ عرض کرتا ہے اس وقت کہہ دیتے ہیں کہ جا معاف کیا پھر مت کرنا اسی طرح یہاں ندامت آدم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوئی اور خود اس معذرت کے الفاظ تلقین فرما دیئے چنانچہ آدم علیہ السلام نے وہ کلمات عرض کئے) تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی ان پر (یعنی توبہ قبول کرلی) بیشک وہی ہیں بڑے توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان (اور حضرت حوا کی توبہ کا بیان سورۂ اعراف میں ہے قالا ربنا ظلمنا انفسنا الخ سو وہ بھی توبہ میں اور اس کے قبول ہونے میں آدم علیہ السلام کے ساتھ شریک ہیں) **ف** مگر چونکہ ان کے رہنے زمین پر آنے میں اور بھی ہزاروں حکمتیں اور مصلحتیں مثل اقامت حدود و اجراء احکام شرعیہ مضمر تھیں چنانچہ قبل تخلیق ہی یہ امر تجویز فرما دیا گیا تھا جاعل فی الارض خلیفۃ اس لئے معاف فرمانے کے بعد بھی اس حکم ہبوط کو منسوخ نہیں فرمایا البتہ طرز اس کا بدل دیا کہ وہ پہلا حکم حاکمانہ طرز پر تھا اور یہ دوسرا حکم حکیمانہ طریق پر ہوا چنانچہ ارشاد ہے قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ج (الیٰ قولہ) وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ ہم نے حکم فرمایا نیچے جاؤ اس بہشت سے سب کے سب پھر اگر آوے تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت (یعنی احکام شرعیہ بذریعہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے) سو جو شخص پیروی کرے گا میری اس ہدایت کی تو نہ تو کچھ اندیشہ ہوگا اس پر اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے **ف** یعنی قیامت کے روز یہ ثمرہ ان کو ملے گا اور یہ خلجان نہ ہو کہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روز بڑے بڑے مقبول و مقرب لوگ خوفزدہ ہوں گے بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا کہ وہ خوفناک نہ ہوں گے تاکہ اس شبہ کی گنجائش ہو بلکہ اس طرح فرمایا ہے کہ ان پر کچھ اندیشہ و خوف نہ ہوگا یعنی ان پر کوئی خوفناک واقعہ نہ پڑے گا خود اپنے دل میں وہ کتنا ہی ڈرا کریں اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی شخص کا مقدمہ کسی حاکم کے اجلاس میں ہو اور وکیل قانون داں یوں کہے کہ اس مقدمہ میں کوئی خطر و اندیشہ نہیں ہے تو مطلب یہی ہے کہ اس شخص پر کوئی آفت ایسی آنے والی نہیں ہے جس کا اندیشہ ہو اور یہ ہرگز مطلب نہیں ہوتا کہ خود اس کے دل میں خوف طبعی بھی نہیں ہے اور چونکہ ان پر کوئی آفت و کلفت واقع نہ ہوگی اس لئے حزن و غم کی مطلقاً نفی فرما دی کیونکہ حزن اسی کیفیت کو کہتے ہیں جو بعد وقوع کسی مضرت کے قلب میں پیدا ہوتی ہے بخلاف خوف کے کہ ہمیشہ وقوع کے قبل ہوا کرتا ہے گو وقوع کبھی بھی نہ ہو غرض یہ ان لوگوں کا حال ہوا جو ہدایت کی پیروی کرنے والے ہوں گے اب ان کے مقابلین کا حال بیان فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ ع اور جو لوگ کفر کریں گے اور تکذیب

البلاغۃ قولہ تعالیٰ قلنا اهبطوا فان قلت لما کرر قلنا اهبطوا قلت للتاکید ولما نیط بہ من زیادۃ قولہ فاما یاتینکم ہ کشاف قلت الاحسن ان یقال ان الاول للقدر والثانی للقضاء کما ہو دأب الملوک او الاول حکما والثانی حکمۃ کما اختیر فی المتن ۱۲

الملحقات الترجمۃ لے قولہ کسی قسم کی ہدایت منکّا للتنوین علی الاطلاق والابہام ۱۲
لے قولہ میری اس ہدایت کی لکون الاضافۃ للعہد ۱۲
لے قولہ کفر کریں گے دلیلہ قرینۃ المقام من مقابلتہ بقولہ فمن تبع وصدور ہذا الکلام قبل الایمان والکفر ۱۲

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ

اے بنی اسرائیل یاد کرو تم لوگ میرے ان احسانوں کو جو کئے ہیں میں نے تم پر اور پورا کرو تم میرے عہد کو پورا کروں گا میں تمہارے عہد کو

وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ

اور صرف مجھی سے ڈرو اور ایمان لے آؤ اس کتاب پر جو میں نے نازل کی ہے ایسی حالت میں کہ وہ سچ بتلانے والی ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے اور مت تم سب میں پہلے انکار

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝

اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو اور خاص مجھی سے پورے طور پر ڈرو

کریں گے ہمارے احکام کی یہ لوگ ہونگے دوزخ والے وہ اس میں ہمیشہ کو رہیں گے **ربط** یہاں تک بیان تھا نعمت عامہ معنویہ کا جس کے ضمن میں حضرت آدم علیہ السلام کا پورا قصہ بیان فرمایا گیا ہے آگے نعمت خاصہ کا بیان فرماتے ہیں جو خاص اس دقت کے علماء کو عطا ہو رہی تھی اور مشرکین عرب میں تو اہل علم تھے نہیں اہل کتاب میں البتہ پڑھے لکھے لوگ موجود تھے ان میں بھی بنی اسرائیل کی کثرت تھی جن پر پشتہا پشت سے انعام و احسان ہوتے آئے تھے اور ان کو حسب و نسب و ریاست و پیرزادگی سب طرح کا فخر و امتیاز حاصل تھا اس لئے بنی اسرائیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور وہ نعمتیں انکو یاد دلاتے ہیں تاکہ شرما کر ایمان لاویں اور چونکہ یہ اہل علم تھے ان کے ایمان لانے سے دوسرے عوام پر اچھا اثر پڑے سو ان نعمتوں کو اول اجمالاً یاد دلاتے ہیں پھر اگلے رکوع سے تفصیلاً ان کا ذکر ختم پارہ کے قریب تک چلا جاوے گا اور فہرست انعامات کی خاتمہ پر بھی اسی قسم کی عبارت ہوگی کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو مقصود اعظم ہوتا ہے کلام کو شروع بھی اسی سے کیا کرتے ہیں اور دلائل وغیرہ قائم کرکے بطور نتیجہ کے طور پر اس کو ختم پر بھی لایا کرتے ہیں سو ارشاد ہوتا ہے **تذکیر نعم بنی اسرائیل** يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ (الیٰ قولہ) وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ اے بنی اسرائیل (یعنی اولاد حضرت یعقوب علیہ السلام کی) یاد کرو تم لوگ میرے ان احسانوں کو جو کئے ہیں میں نے تم پر (تاکہ ایمان لانا کہ اس نعمت کا حق ادا کرنا ہے آسان ہو جاوے آگے اس یاد کرنے کی مراد بتلاتے ہیں) اور پورا کرو تم میرے عہد کو (یعنی تم نے جو مجھ سے عہد کیا تھا توراۃ میں جس کا بیان اس آیت میں ہے ولقد اخذ الله ميثاق بني اسرائيل وبعثنا منهم اثني عشر نقيبا الى قرضا حسنا) پورا کروں گا میں تمہارے عہد کو (یعنی میں نے جو عہد تم سے کیا تھا ایمان لانے پر جیسا آیت مرقومہ میں مذکور ہے لاكفرن عنكم سيئاتكم (الى قوله) سواء السبيل) اور صرف مجھی سے ڈرو **ف** اپنے عوام الناس معتقدین سے مت ڈرو کہ انکو اعتقاد نہ رہے گا ان سے آمدنی بند ہو جاوے گی آگے اس ایفاء عہد کا مطلب صاف لفظوں میں بیان فرماتے ہیں **نہی از کفر و دین فروشی** وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (الیٰ قولہ) وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝ اور ایمان لے آؤ اس کتاب پر جو میں نے نازل کی ہے (یعنی قرآن مجید پر اور تم کو تو اس سے وحشت نہ ہونا چاہیے کیونکہ اس کو تو نازل کیا ہے) ایسی حالت میں کہ وہ سچ بتلانے والی ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے (یعنی توراۃ کے کتاب الٰہی ہونے کی تصدیق کرتی ہے چنانچہ جابجا قرآن مجید میں آمنا بالذي انزل الينا وانزل اليكم اور ما اوتي موسى وعيسى اور يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك اور اس قسم کی آیات بکثرت موجود ہیں ہاں جس قدر اس میں تحریف ہو گئی ہے وہ خود توراۃ و انجیل ہونے ہی سے خارج ہے) اور مت تم سب میں پہلے انکار کرنے والے اس قرآن کے (یعنی تمہارے دیکھا دیکھی جتنے انکار کرتے جاویں گے ان سب میں اول بانی تم ہو گے تو قیامت تک تمام کے انکار کا وبال تمہارے نامۂ اعمال میں بھی درج ہوتا رہے گا) اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو اور خاص مجھی سے پورے طور پر ڈرو **ف** یعنی میرے احکام چھوڑ کر اور ان کو بدل کر اور چھپا کر اور عوام الناس سے دنیائے ذلیل و قلیل کو وصول مت کرو جیسا کہ ان کی عادت تھی چنانچہ آگے تصریح فرماتے ہیں

لغت البلاغة قولہ تعالیٰ وایای فارھبون و مواد کدنہ افادۃ الاختصاص من ایاک نعبد ۱۲ کشاف
قولہ تعالیٰ ولا تشتروا استعارۃ للاستبدال ۱۲ کشاف

ملحقات الترجمة قولہ پورے طور پر ڈرو لان متقوی فانہ اربہ کما ان مرتبہ مقدمۃ التقوی بدا بالمقدمۃ ثم ترقی الی الغایۃ ومن النظیری قضت حجۃ ظاہر الطبقۃ لان متقوی من وقایۃ فیقتضی الخوف الذی یکون ملتقایۃ من المعاصی ۱۲

۱۲ یکون الاکمال لخوف ۱۲

مسائل السلوک

قوله تعالى اوفوا بعهدي اوف بعهدكم ولا يخفى ان الوفاء عوضا هو بقضاء اول المراتب الظاهرة منا الاتيان بكلمتي الشهادة ومنه تعالى حقن الدماء والمال وآخرها منا الفناء حتى عن الفناء ومنه تعالى التحلية بانوار الصفات والاسماء فما روي من الآثار على اختلاف مسانيدها صحة وضعفا في بيان الوفاء بالعهدين فمنظور الى المراتب المتوسطة وهي كثيرة وكذلك ان تقول اول المراتب منا توحيد الافعال واوسطها توحيد الصفات وآخرها توحيد الذات ومنه تعالى ما يفيضه على السالك في كل مرتبة مما تقتضيه تلك المرتبة من المعارف والاخلاق

ترجمہ

قولہ تعالیٰ اوفوا بعہدی اوف بعہدکم مراتب وفا میں نہایت وسعت ہے پس ہماری جانب سے اول مرتبہ ادائے کلمۂ شہادت ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے جان و مال کی حفاظت اور آخر مرتبہ ہماری طرف سے فنا ہے یہاں تک کہ فنا سے بھی فنا ہو جانا اور حق تعالیٰ کی طرف سے صفات و اسماء کے انوار سے آراستہ کر دینا پس وفا کی تفسیر میں جو آثار مختلف آئے ہیں وہ باعتبار مراتب متوسطہ کے ہیں اور وہ بکثرت ہیں اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اول مرتبہ ہماری طرف سے توحید افعال ہے اور اوسط توحید صفات اور آخر توحید ذات اور حق تعالیٰ کی طرف سے وہ معارف و اخلاق ہیں جو ہر مرتبہ میں مناسب اس مرتبہ کے سالک پر فائض کئے جاتے ہیں

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا

اور مخلوط مت کرو حق کو ناحق کے ساتھ اور پوشیدہ بھی مت کرو حق کو جس حالت میں کہ تم جانتے بھی ہو اور قائم کرو تم لوگ نماز کو اور دو

الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ○ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ

زکوٰۃ کو اور عاجزی کرو عاجزی کرنے والوں کے ساتھ کیا غضب ہے کہ کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالاں کہ تم

تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ اور مخلوط مت کرو حق کو ناحق کے ساتھ اور پوشیدہ بھی مت کرو حق کو جس حالت میں کہ تم جانتے بھی ہو **ف** کہ یہ بری بات ہے، خود غرض لوگ احکام شرعیہ کی تبدیل دو طرح کیا کرتے ہیں ایک تو یہ کہ اگر قابو چلا تو اس کو ظاہر ہی نہ ہونے دیا یہ کتمان ہے اور اگر ان کے چھپائے نہ چھپ سکا اور ظاہر ہی ہو گیا تو پھر اس میں خلط ملط کرنا چاہتے ہیں کہیں سہو کاتب بتلا دیا کہیں مجاز کا بہانہ پیش کر دیا کہیں محذوف و مقدر نکال دیا یہ بس ہے حق تعالٰی نے دونوں سے منع کر دیا **ربط** یہاں تک تو ایمان لانے کا اور کفر کی باتیں چھوڑنے کا حکم تھا جو کہ منجملہ اصول ہے اب بعض عظیم الشان فروع اسلامیہ کا حکم فرماتے ہیں تاکہ مجموعہ سے تکمیل اسلام کا مقصود و مامور بہ ہونا حاصل ہو جاوے **امر بعبادات فرعیہ** وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ○ اور قائم کرو تم لوگ نماز کو (یعنی مسلمان ہو کر) اور دو زکوٰۃ کو اور عاجزی کرو عاجزی کرنے والوں کے ساتھ **ف** فروع اسلامیہ یعنی اعمال دو قسم کے ہیں، اعمال ظاہری، اعمال باطنی، پھر اعمال ظاہری دو قسم کے ہیں عبادت بدنی عبادت مالی تو یہ تین کلیات ہوئیں ان تینوں کلیات میں سے ایک ایک جزئی کو ذکر کر دیا نماز عبادت بدنی ہے زکوٰۃ عبادت مالی ہے خشوع و خضوع عمل باطنی ہے چونکہ تواضع باطنی ہیں اہل تواضع کی معیت کو بڑا دخل اور تاثیر عظیم ہے اس لئے مع الراکعین کا بڑھانا نہایت برمحل ہوا یہ تینوں عمل علاوہ عظیم الشان ہونے کے بنی اسرائیل کی حالت کے بہت مناسب تھے اس لئے ذکر میں انکی تخصیص فرمائی کیونکہ نماز سے انکی حب جاہ کم ہو گی زکوٰۃ سے حب مال گھٹے گی تواضع باطنی سے حسد وغیرہ میں کمی آوے گی یہی مرض ان میں زیادہ تھے چنانچہ اس کا مستقل علاج بھی آگے ان کو بتلا دیں گے اس آیت میں واستعینوا بالصبر الآیۃ یہاں تک اسلامی اصول و فروع سب کی تاکید اور ترغیب ان کو دی گئی اب یہاں موقع ہے کہ کسی کو یہ خیال ہو کہ شاید مخاطبین کو حضور پر نور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کا ثبوت و علم ہی نہ ہوا ہو اور اس لئے کسی درجہ میں معذور ہو سکیں اس لئے اس خیال کے رفع کرنے کے واسطے ان لوگوں کا اس مسئلہ صدق دعوئ رسالت سے آگاہ ہونا ظاہر فرماتے ہیں، قصہ یہ ہے کہ ان علماء بنی اسرائیل کے بعض اقارب اسلام قبول کر چکے تھے تو ان سے جب کبھی اس مقدمہ میں گفتگو آتی تو خفیہ طور پر ان سے یہی کہتے کہ بیشک حضور پر نور پیغمبر برحق ہیں ہم لوگ تو کسی مصلحت سے اسلام قبول نہیں کر سکتے مگر تم اس مذہب اسلام کو مت چھوڑنا اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ لوگ مسئلہ صدق دعوئ رسالت سے بخوبی آگاہ تھے اللہ تعالٰی اسی بناء پر فرماتے ہیں **زجر عالم بے عمل** اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ (الی قولہ) اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ کیا غضب ہے کہ کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو (نیک کام سے مراد وہی رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا ہے) اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی (یعنی توراۃ کی اور اس میں جابجا ایسے عالم بے عمل کی مذمتیں مذکور ہیں جو تلاوت کے وقت تمہاری نظر سے گذرتی ہیں) تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے (کہ ہم بھی ان مذمتوں کے مصداق بنے جاتے ہیں) **ف مسئلہ** اس سے یہ نہیں نکلتا کہ بے عمل کو واعظ بننا جائز نہیں بلکہ یہ نکلتا ہے کہ واعظ کو بے عمل بننا جائز نہیں ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے غرض یہ بات ثابت ہو گئی کہ انکے پاس کوئی معقول عذر ایمان نہ لانے کے باب میں نہیں ہے اور ایمان لانا بلاشبہ

الروایات عن ابن عباس رضی اللہ عنہ تلبسوا تخلطوا ۱۲، تقان
ملحقات الترجمۃ ۱؎ قولہ عاجزی کرو لان الرکوع الخضوع قال الاضبط بن قریع السعدی
لا تحقرن الضعیف علک ان ÷ ترکع یوما والدہر قد رفعہ ۱۲ من ابی السعود
۲؎ قولہ کیا غضب ہے لان الہمزۃ للتقریر مع التوبیخ والتعجیب من حالہم ۱۲ کشاف

البلاغۃ قولہ تعالٰی ولا تلبسوا ان قلت لبسہم وکتمانہم لیسا بفعلین متمیزین حتی نہوا عن الجمع بینہما لانہم اذا لبسوا الحق بالباطل فقد کتموا الحق قلت بل ہما متمیزان لان لبس الحق بالباطل کتبہم فی التوراۃ مالیس منہا وکتمانہم الحق ان یقولوا لا نجد فی التوراۃ صفۃ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم او حکم کذا او یمحوا ذلک ویکتبوہ علی خلاف ما ہو علیہ ۱۲ کشاف

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ

اور مدد لو صبر اور نماز سے اور بیشک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے قلوب میں خشوع ہو ان پر کچھ بھی دشوار نہیں وہ خاشعین وہ لوگ ہیں جو خیال رکھتے

ربع ع ۵

اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

ہیں اس کا کہ وہ بیشک ملنے والے ہیں اپنے رب سے اور اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں

ان کے ذمہ واجب ہے اب سمجھنا چاہیئے کہ گو ان کے پاس کوئی عذر قابل پذیرائی نہ تھا مگر دو خصلتیں ان کو ایمان نہ لانے دیتی تھیں ایک حب مال دوسرے حبّ جاہ اور انہیں دو سے حسد بھی پیدا ہو گیا تھا بار بار یہی خیال ہوتا تھا کہ اگر ہم نے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا اتباع اختیار کر لیا سو یہ تو سہل ہے کیونکہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں مگر اس کے بعد اس پر دوام بھی کرنا پڑے گا سو یہ اس لئے صعب ہے کہ اگر ایسا ہوا تو پھر کہاں تو یہ آمدنی اور کہاں یہ قدر و منزلت خود آپکی غلامی کرنی پڑے گی اور چونکہ مال وجاہ کی محبت خوب جی میں گھس گئی تھی آپکے فتوحات وشوکت کی ترقی کو اپنے تنزل کا سبب سمجھ کر بارے حسد کے جلے مرتے تھے، غرض اصل مرض یہ دو تھے اور ان کی وجہ سے ایمان لانا دشوار ہو رہا تھا اس لئے اللہ تعالےٰ اس مشکل کے آسان ہو جانے کا طریقہ بتلاتے ہیں **علاج حُبّ مال وجاہ** وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (الی قولہ) وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اور مدد لو (اگر تم کو حب مال وجاہ کے غلبہ سے ایمان لانا دشوار معلوم ہو جس کے دشوار ہونے کی تقریر اوپر گذر چکی تو) صبر اور نماز سے (یعنی ایمان لا کر صبر اور نماز کا التزام کرو کہ صبر سے حب مال گھٹ جاوے گی کیونکہ مال اسی وجہ سے محبوب ہے کہ ذریعہ حصول لذات وشہوات کا ہے جب ان ہی کے ترک کی ہمت باندھ لوگے تو مال بھی محبوب نہ رہے گا اور نماز سے حب جاہ کم ہو گی کیونکہ نماز میں ہر طرح کی پستی وخاکساری ہی ہے جب یہ عادت پختہ ہو جاوے گی توحبّ جاہ گھٹے گی یہی مادہ فساد کا تھا اس کی اصلاح سے اب ایمان میں دشواری معلوم نہ ہوگی، اب سمجھو کہ صبر میں بعض شہوات کو صرف ترک کرنا پڑتا ہے اور نماز میں بہت سے افعال کا واقع کرنا ہے اور ہمیشہ عقلی وطبعی قاعدہ سے ترک سے فعل دشوار ہوتا ہے خصوص نماز کہ بوجہ انتشار خیالات کے اس کی تقییدات بہت ہی گراں گذرتی ہیں اس لئے صبر میں تو چنداں مشقت نہ ہوگی البتہ نماز میں ضرور دشواری ہوگی، اور اس کو معالجہ قرار دیا ہے حب جاہ کا مگر خود اس کی دشواری کا کیا علاج ہونا چاہیئے سو اس کی نسبت فرماتے ہیں) **ترجمہ** اور بیشک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے قلوب میں خشوع ہو ان پر کچھ بھی دشوار نہیں (اس میں تدبیر تبلادی نماز کے آسان ہونے کی کہ اس کے سبب کی تشخیص کر کے اس کے ازالہ کا طریق تبلادیا حاصل یہ ہے کہ نماز میں دشواری کا سبب دیکھنا چاہیئے کہ کیا ہے سو ظاہر ہے کہ انسان کا قلب خوگر ہے میدان خیال میں آزاد پھرنے کا اور جوارح تابع قلب کے ہیں، تو وہ جوارح کے آزاد رہنے کا بھی متقاضی ہوتا ہے اور نماز میں پوری پوری تقیید کہ نہ ہنسو نہ بولو نہ کھاؤ نہ پیو نہ چلو نہ پھرو وغیرہ وغیرہ ان تقییدات سے اول جوارح مقید ہوتے ہیں اور ان کی قید کا اثر قلب پر ہوتا ہے کہ وہ تنگ ہوتا ہے غرض علت اس گرانی ودشواری کی قلب کی حرکت فکریہ ہے تو اس کا علاج سکون سے ہونا چاہیئے چنانچہ خشوع کو کہ حقیقت اس کی سکون قلب ہے علت آسانی کی فرمایا گیا اور خود سکون قلب کی حقیقت حرکت قلب کے مقابلہ سے معلوم ہو گئی جب فکر یعنی سوچنا اس کی حرکت ہے تو قطع فکر اس کا سکون ہے اب یہ سمجھیئے کہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہو گئی ہے کہ اگر افکار مختلفہ وخیالات متفرقہ کو کوئی شخص براہ راست قلب سے نکالنا چاہے قریب محال ہے اس کی صرف ایک تدبیر ہے وہ یہ کہ چونکہ نفس ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اس لئے اس کو اگر کسی ایک خیال میں مستغرق کر دیا جائے تو دوسرے خیالات وافکار از خود منعدم دفنا ہو جاتے ہیں اس لئے خشوع کے بعد اس خیال کو بتلاتے ہیں جس میں غرق ہو جانے سے دوسرے خیالات دفع ہوں اور ان کے دفع ہونے سے حرکت قلب منقطع ہو اور اس کے انقطاع سے قلب کو سکون ہو اور اس کے سکون سے نماز میں آسانی ہو اور اس میں آسانی ہونے سے وہ ہمیشہ ادا ہوا کرے اور اس کے ہمیشہ پڑھنے سے

الروایات عن ابن عباس الخشعین المصدقین بما انزل اللہ ۱۲ اتقان

لحقات الترجمۃ لے قولہ دشوار ضرور ہے اشارہ اللام نے لکبیرۃ ۱۲

۲ے قولہ سکون قلب ہے ہذا ہو المعنی اللغوی للخشوع قال اللہ تعالےٰ ترى الارض خاشعۃ ۱۲

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ لما امرھم سبحانہ وتعالیٰ بترک الضلال والاضلال والتزام الشرائع وکان ذلک شاقا علیھم لما فیہ من فوات محبوبھم وذھاب مطلوبھم عالج مرضھم بھذا الخطاب قال بعض الضعیف وفی الجلالین وقیل الخطاب للیھود لما عاقھم عن الایمان الشرہ وحب الریاسۃ فامروا بالصبر وھو الصوم لانہ یکسر الشھوۃ والصلوٰۃ لانھا تورث الخشوع وتنفی الکبر اھ انتھی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ جب انکو ترک ضلال واضلال والتزام شرائع کا حکم فرمایا اور یہ انکو شاق تھا چونکہ اس میں انکا محبوب ومطلوب فوت ہوتا تھا اس لئے اس مرض کا اس خطاب سے علاج فرمایا اور جلالین میں اس طرح تقریر ہے کہ جب انکو حرص مال اور حب جاہ نے ایمان سے روکا تو انکو صبر یعنی صوم کا حکم ہوا کہ وہ شہوت کو توڑتا ہے اور صلوٰۃ کا حکم ہوا کہ وہ مورث خشوع اور نفی کبر ہے

(بقیہ برصفحہ ۲۹)

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى

اے اولاد یعقوب علیہ السلام کی تم لوگ میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو انعام میں دی تھی اور اس کو کہ میں نے تم کو تمام دنیا جہان والوں پر

الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا

فوقیت دی تھی اور ڈرو تم ایسے دن سے کہ نہ تو کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکتا ہے اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش

شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

قبول ہو سکتی ہے اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی معاوضہ لیا جا سکتا ہے اور نہ ان لوگوں کی طرفداری چل سکے گی

حب جاہ کم ہو اور اس کی کمی سے مانع ثبات علی الایمان مرتفع ہو اور اس مانع کے مرتفع ہونے سے ثبات علی الایمان کی توفیق ہو سبحان اللہ کیسا باقاعدہ مرتب علاج اور مطلب ہے اس لئے اس خیال مذکور کی تعیین کی تعلیم فرماتے ہیں **ترجمہ** وہ خاشعین وہ لوگ ہیں جو خیال رکھتے ہیں اس کا کہ وہ بے شک ملنے والے ہیں اپنے رب سے تو اس وقت اس خدمت کا انعام ملے گا) اور اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں، (تو اس وقت اس کا حساب و کتاب بھی دینا ہوگا ان دونوں خیالوں سے رغبت اور رہبت پیدا ہوگی اول تو ہر خیال محمود میں غرق ہو جانا قلب کو نیک کام کے لئے مجتمع کر دیتا ہے خصوصاً رغبت اور رہبت کا خیال کہ اس کو تو خاص طور پر دخل ہے نیک کام میں مستعد و سرگرم کر دینے کے لئے)

ربط یہی مضمون جس کا بنی اسرائیل کو مخاطب بنایا ہے کہ نعمتیں یاد دلائیں ان کی ناسپاسیاں جتلائیں یہاں تک بالکل اجمالی ہے اب اسی کو خوب تفصیل سے بیان فرماتے ہیں يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (یعنی) اے اولاد یعقوب علیہ السلام کی تم لوگ میری اس نعمت کو یاد کرو (تاکہ شکر اور اطاعت کی تحریک ہو) جو میں نے تم کو انعام میں دی تھی اور اس (بات) کو (یاد کرو) کہ میں نے تم کو (خاص خاص برتاؤ میں) تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی تھی (اور یہ ترجمہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں نے تم کو ایک بڑے حصہ مخلوق پر فوقیت دی تھی یعنی اس زمانہ کے لوگوں پر) **ف** ان خاص برتاؤوں کا بیان ایک آیت کے بعد سے شروع ہوا ہے اور زیادہ حصہ ان برتاؤوں کا ان مخاطبین کے باپ دادا کے ساتھ ہوا ہے، لیکن یقینی بات ہے کہ باپ دادا کے ساتھ جو احسان کیا جاوے ایک گونہ انتفاع اس سے اولاد کو ضرور ہوتا ہے، چنانچہ مشاہدہ ہے اور اس آیت میں تو اطاعت کی ترغیب ہے اب اطاعت نہ کرنے پر ترہیب یعنی دھمکی بتلاتے ہیں وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ (الی قولہ) وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ (یعنی) اور ڈرو تم ایسے دن سے کہ (جس میں) نہ تو کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکتا ہے اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہو سکتی ہے (جب کہ خود اس شخص میں ایمان نہ ہو جس کی سفارش کرتا ہے) اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی معاوضہ لیا جا سکتا ہے اور نہ ان لوگوں کی طرفداری چل سکے گی **ف** یہ دن قیامت کا ہوگا مطالبہ ادا کرنا یہ کہ مثلاً کسی کے ذمہ نماز روزہ کا مطالبہ ہو دوسرا کہہ دے کہ میرا نماز روزہ لے کر اس کا حساب بیباق کر دیا جاوے

اللغات قال القفال الاصل فی تجزی عنہ ای تقضی عنہ واصل العدل من معادلۃ الشیء تقول اعدل بفلان احدا ای لا اری لہ نظیرا ۱۲ کبیر السوم اصلہ من سام السلعۃ اذا طلبہا کانہ بمعنی یبغونکم السوء ای قبح والشنعۃ اشدہ ۱۲ من الکشاف البلاء اصلہ الاختبار وہو تارۃ تکون بالمسار لیشکروا وتارۃ بالمضار لیصبروا والمراد علی الاول النعمۃ وعلی الثانی المحنۃ ۱۲ روح المعانی

النحو قولہ شیئا مفعول بہ او مصدر ای قلیلا من الجزاء والعائد الی الموصوف محذوف ای فیہ قولہ ولا ہم ای ما دلت علیہ النفس المنکرۃ من النفوس الکثیرۃ والتذکیر بمعنی العباد ۱۲ کشاف

البلاغۃ قولہ نفس الخ معنی التنکیر ان نفسا من الانفس لا تجزی عن نفس ما کافرۃ شیئا من الاشیاء وہو الاقناط الکلی ۱۲

الکلام استدل المعتزلۃ بقولہ تعالی لا یقبل منہا شفاعۃ علی نفی الشفاعۃ واجیب ان ہذا النفی مخصوص بالکفار خاصۃ کما اشرت الیہ فی الترجمۃ ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ (اور اس بات کا بھی) لان قولہ الیہ راجعون معطوف علی انہم ملاقوا ربہم والعطف فی حکم تکریر العامل ۱۲ ۲ قولہ خاص خاص برتاؤ میں فسلا یلزم تفضیلہم فی القرب والقبول عند اللہ تعالی علی من ثبت فضلہ علیہم بالدلیل الشرعی کالانبیاء والامۃ المحمدیۃ ولا حاجۃ الی ہذا القید فی الترجمۃ الثانیۃ لعدم لزوم محذور علیہا اخذا من تفسیر الکشاف العالمین بالجم الغفیر من الناس یقال رأیت عالما من الناس یراد الکثرۃ کقولہ تعالی بارکنا فیہا للعالمین ۱۲ ۳ قولہ لیکن یقینی بات ہے فاندفع الاشکال بانہم کیف خوطبوا بنعمۃ انعم بہا علی غیرہم ۱۲

مسائل السلوک

(بقیہ صفحہ ۲۸)

قولہ تعالی وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین الذین یظنون انہم ملاقوا ربہم وانہم الیہ راجعون قال العبد الضعیف دل علی ان الخشوع سبب لسہولۃ الصلوۃ وعلی ان استحضار اللقاء والرجوع سبب لحصول الخشوع فانظر کیف ارشد الی طریق سہولۃ العبادۃ وحصول الخشوع فیہا اسألنا اللہ التقین انتہی النقل

ترجمہ

قولہ تعالی

وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین الذین یظنون انہم ملاقوا ربہم وانہم الیہ راجعون یہ آیت دال ہے اس پر کہ خشوع سبب ہے سہولت صلوۃ کا اور اس پر بھی کہ لقاء و رجوع کا استحضار سبب ہے حصول خشوع کا سو دیکھئے حق تعالی نے کس طرح سے سہولت عبادت و حصول خشوع کا خوشگوار طریقہ بتلا دیا ہے

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ

اور جب کہ رہائی دی ہم نے تم کو متعلقین فرعون سے جو فکر میں لگے رہتے تھے تمہاری سخت آزاری کے گلے کاٹتے تھے تمہاری اولاد ذکور کے اور

يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ

زندہ چھوڑ دیتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اس میں ایک امتحان تھا تمہارے پروردگار کی جانب سے بڑا بھاری اور جب شق کر دیا ہم نے تمہاری وجہ سے دریائے شور کو

فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً

پھر ہم نے بچا لیا تم کو اور غرق کر دیا متعلقین فرعون کو اور تم معائنہ کر رہے تھے اور جب کہ وعدہ کیا تھا ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

پھر تم لوگوں نے تجویز کر لیا گوسالہ کو موسیٰ کے بعد اور تم نے ظلم پر کمر باندھ رکھی تھی

اور معاوضہ یہ کہ کچھ مال وغیرہ داخل کر کے بچا لا دے سو دونوں باتیں نہ ہوں گی اور بدون ایمان کے سفارش قبول نہ ہونے کو جو فرمایا ہے اور آیتوں سے معلوم ہوا کہ اس کی صورت یہ ہوگی کہ ایسوں کی خود سفارش ہی نہ ہوگی جو قبول کی گنجائش ہو اور طرفداری یہ کہ کوئی زور دار حمایت کر کے نکال لا دے مطلب یہ کہ دنیا میں جتنے طریقے مدد کرنے کے ہوتے ہیں بدون ایمان کے کچھ نہ ہوگا، اب یہاں سے دور تک ان مذکور خاص برتاؤں کا بیان چلا ہے **معاملۂ اوّل** وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ الیٰ قولہ وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب کہ رہائی دی ہم نے تم (لوگوں کے آباؤ اجداد) کو متعلقین فرعون سے جو فکر میں لگے رہتے تھے تمہاری آزاری کے گلے کاٹتے تھے تمہاری اولاد ذکور کے اور زندہ چھوڑ دیتے تھے تمہاری عورتوں کو (یعنی لڑکیوں کو کہ زندہ رہ کر بڑی عورتیں ہو جائیں) اور اس (واقعہ) میں ایک امتحان تھا تمہارے پروردگار کی جانب سے بڑا بھاری **ف** کسی نے فرعون سے پیشینگوئی کر دی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں تیری سلطنت جاتی رہے گی اس لئے اس نے نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کرنا شروع کر دیا اور چونکہ لڑکیوں سے کوئی اندیشہ نہ تھا اس لئے ان سے کچھ تعرض نہیں کیا دوسرے اپنا ایک مطلب بھی تھا کہ ان سے ماماگری اور خدمت گاری کا کام لیتا تھا سو یہ عنایت بھی اپنے مطلب کے لئے تھی اور مراد اس واقعے سے یا تو یہ ذبح و قتل مذکور ہے مصیبت میں صبر کا امتحان ہوتا ہے اور یا رہائی دینا مراد ہے جو کہ ایک نعمت ہے نعمت میں شکر کا امتحان ہوتا ہے اور اس نجات دینے کی تفصیل آئندہ آیت میں ہے **معاملۂ دوم** وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب کہ شق کر دیا ہم نے تمہارے (رستہ دینے کی) وجہ سے دریائے شور کو پھر (ڈوبنے سے) بچا لیا تم کو اور غرق کر دیا متعلقین فرعون کو (مع فرعون کے) اور تم (اس کا) معائنہ کر رہے تھے **ف** یہ قصہ اس وقت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو کر پیغمبر ہو گئے اور مدتوں فرعون کو سمجھاتے رہے جب کسی طرح نہ مانا تو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو راتوں رات لے کر یہاں سے چلے جاؤ راستہ میں سمندر ملا اور اسی وقت پیچھے سے فرعون مع لشکر آ پہنچا حق تعالیٰ کے حکم سے دریا شق ہو گیا اور بنی اسرائیل کو راستہ مل گیا یہ تو پار ہو گئے فرعون کے پہنچنے تک دریا اسی طرح رہا وہ بھی تعاقب کی غرض سے اندر گھس گیا اس وقت سب طرف سے پانی سمٹ کر دریا اپنے حال سابق پر ہو گیا اور فرعون اور فرعونی سب وہاں ہی ختم ہو گئے **معاملۂ سوم** وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جبکہ وعدہ کیا تھا ہم نے موسیٰ (علیہ السلام)

النحو اتخذتم العجل اے الٰہاً ۱۲ معالم

البلاغۃ قولہ یذبحون قدم الذبح لانہ اصعب الامور عند الناس ہو امکان ذلک الاستحیاء اعظم من القتل لدی الغیور ۱۲ روح المعانی ویذبحون بیان لقولہ یسومونکم ولذلک ترک العاطف ۱۲ کشاف قولہ بکم بسببکم ۱۲ جلالین

اختلاف القرأۃ واعدنا فی قرأۃ وعدنا والمفاعلۃ قد تکون من الواحد کقولہ عاقبت اللص ۱۲ معالم

الکلام ولا حق الحجر علی صدور الخوارق من الانبیاء علیہم السلام ومعجزۃ علی امتناعہا عند المنکر کما انکرہا متفلسفو زماننا تقلیداً للملاحدۃ الاوربیین ۱۲

الروایات اخرج الدیلمی عن ابن عباس مرفوعاً لما اتی موسیٰ ربہ واراد ان یکلمہ بعد ثلاثین یوماً وقد صام لیلہن ونہارہن فکرہ ان یکلم ربہ وریح فمہ ریح فم الصائم فتناول من نبات الارض فمضغہ فقال لہ ربہ لم افطرت وہو اعلم بالذی کان قال اے رب کرہت ان اکلمک الا وفمی طیب الریح قال او ما علمت یا موسیٰ ان ریح فم الصائم اطیب من ریح المسک ارجع فصم عشرۃ ایام ثم ائتنی ففعل موسیٰ الذی امرہ ربہ فلما کلمہ الہ موسیٰ قال لہ ما قال الخ کذا فی الدر المنثور ۱۲ منہ۔

مسائل السلوک
(متعلقہ صفحہ ۲۹)

قولہ تعالیٰ لبنی اسرائیل واتقوا یوماً لا تجزی نفس عن نفس الخ قال العبد الضعیف فیہ دلیل علی ان النسبۃ المحضۃ الی المقبولین لا یجدی نفعاً من غیر ایمان ولا عمل فانہم کانوا اجلاء الانبیاء ثم فرعہم بما قدمہم انتہی القول

متعلقہ صفحہ ہذا

قولہ تعالیٰ واذ واعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ قال العبد الضعیف الآیۃ اصل للاربعین من اعمال السالکین وھی وان کانت قصۃ موسیٰ علیہ السلام لکن لما لم ینکر علیہا کانت حجۃ لنا لا سیما وقد ورد بہ الحدیث انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ لبنی اسرائیل واتقوا یوماً الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ محض مقبولین کی طرف منسوب ہونا بدون ایمان و عمل صالح کے نافع نہیں کیونکہ یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کی اولاد تھے پھر دیکھئے ان پر کس قدر ناراضی ہوئی ہے

قولہ تعالیٰ واذ واعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ یہ آیت اہل سلوک کے چلہ کی اصل ہے اور گو یہ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہے لیکن جب اس کو نقل کر کے اس پر انکار نہیں کیا گیا تو یہ ہمارے لئے حجت ہو گیا خصوص جبکہ اس باب میں حدیث بھی آئی ہے

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ

پھر بھی ہم نے در گذر کیا تم سے اتنی بڑی بات ہوئے پیچھے اس توقع پر کہ تم احسان مانوگے اور جب دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور

الْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○

فیصلہ کی چیز اس توقع پر کہ تم راہ پر چلتے رہو

سے (تورات دینے کا) ایک مدت گذرنے پر (جس میں دس رات کا اضافہ ہو کر چالیس رات کا زمانہ ہو گیا تھا) پھر تم لوگوں نے (پرستش کیلئے) تجویز کرلیا گوسالہ کو موسیٰ (علیہ السلام) کے (جانے کے) بعد اور تم نے (اس تجویز میں صریح) ظلم پر کمر باندھ رکھی تھی (کہ ایسی بے جا باتوں کے قائل ہو گئے تھے) **ف** ایہ قصہ اس وقت ہوا جب فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل بقول بعض مصر میں واپس آکر رہنے لگے یا بقول بعض کسی اور مقام پر ٹھہر گئے تو موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اب ہم بالکل مطمئن ہو گئے اگر کوئی شریعت ہمارے لئے مقرر ہو تو اس کو اپنا دستور العمل بناویں موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر حق تعالٰے نے وعدہ فرمایا کہ تم کوہ طور پر آکر ایک مہینہ ہماری عبادت میں مشغول رہو ایک کتاب تم کو دیں گے آپ نے ایسا ہی کیا اور تورات[۳] مل گئی مگر دس روز اور عبادت میں مشغول رہنے کا اس لئے حکم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک ماہ روزے رکھنے کے بعد افطار فرمایا تھا اللہ تعالیٰ کو روزے دار کے منہ کا رائحہ جو کہ خلوئے معدہ کی تبخیر سے پیدا ہو جاتا ہے پسند ہے اس لئے موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ دس روزے اور رکھیں تاکہ وہ رائحہ پھر پیدا ہو جاوے[ع] اس طرح یہ چالیس روز ہو گئے موسیٰ علیہ السلام تو یہاں رہے اور وہاں سامری ایک شخص تھا اس نے چاندی یا سونے کا ایک بچھڑے کا قالب بنا کر اس کے اندر ایک مٹی جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے اٹھائی ہوئی اس کے پاس تھی ڈال دی اس میں جان پڑ گئی جہلائے بنی اسرائیل نے اس کی پرستش شروع کردی **معاملۂ چہارم** ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ پھر بھی ہم نے (تمہاری توبہ کرنے پر) درگذر کیا تم سے اتنی بڑی بات ہوئے پیچھے اس توقع پر کہ تم احسان مانوگے **ف** اس توبہ کا بیان اس آیت سے تیسری آیت میں مذکور ہے اور اس توقع کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ خدا تعالٰے کو شک تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ درگذر کرنا ایسی چیز ہے کہ دیکھنے والوں کو مظنہ توقع شکر گذاری کا ہو سکتا ہے **معاملۂ پنجم** وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب دی ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (تورات) اور فیصلہ کی چیز اس توقع پر کہ تم راہ پر چلتے رہو **ف** فیصلہ کی چیز یا تو ان احکام شرعیہ کو کہا جو تورات میں لکھے ہیں شرع سے تمام اعتقادی اور عملی اختلافات کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور یا معجزوں کو کہا کہ ان سے سچے جھوٹے دعوے کا فیصلہ ہوتا ہے یا خود تورات ہی کو کہہ دیا کہ اس میں کتاب ہونے کی بھی صفت ہے اور

اللغات العفو الدرس والمحو ۱۲ روح المعانی

البلاغۃ ثم لتفاوت مابین عظیم الصفح ولطفہ تعالیٰ فی شانہم فلیکون من بعد ذلک تکرارا و ذلک موضوع موضع ذلکم وایثارا لکمال العنایۃ بتمییزہ کانہ یحیل عظیم شابدا لہم وصیغۃ البعید مع قربہ لتعظیمہ ۱۲ روح المعانی لعل لانشار توقع امر متردد بین الوقوع وعدمہ مع رجحان الاول وذلک قد یعتبر تحققہ بالفعل اما من جہۃ المتکلم وہو الشائع واما من جہۃ المخاطب تنزیلا لہ منزلۃ المتکلم فی التلبس بالکلام وقد یعتبر تحققہ بالقوۃ لضرب من التجوز ایذانا بان ذلک الامر فی نفسہ مئنۃ للتوقع روح المعانی الکتاب والفرقان یعنی الجامع بین کونہ کتابا منزلا وفرقانا یفرق بین الحق والباطل یعنی التوراۃ کقولک رایت الغیث واللیث ترید الرجل الجامع بین الجود والجرأۃ ۱۲ کشاف

الملحقات الترجمۃ [۱] قولہ ایک مدت گذرنے پر الخ لقولہ تعالیٰ وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ واتممناہا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ ۱۲ [۲] قولہ فی مصر میں واپس آکر الخ ۱۲ من معالم التنزیل [۳] قولہ تورات مل گئی لکنہ نقل المولوی محمد علی المراد آبادی فی کتابہ الظفر المبین عن نسخ التوراۃ ایتانہا بعد شہر وعلیہ فلا یلزم التخلف فی وعد الثلاثین لان الۃ موسیٰ الخلوت ثم رایت فی

تفسیر ابی السعود ما نصہ وقیل امرہ اللہ تعالیٰ بان یصوم ثلاثین یوما وان یعمل فیہا بما یقربہ من اللہ تعالیٰ ثم انزلت علیہ التوراۃ فی العشر وکلم فیہا وقال نسخہ مروالالواح ما نصہ نقیل انہا کانت عشرۃ الواح وقیل سبعۃ الخ فتاید بہذہ الاقوال ان ابتداء ایتانہا کان بعد ثلثین والکمال اتیانہا فی اربعین فسہل الجمع بلا تکلف ۱۲ منہ

[۴] قولہ پھر بھی و قولہ اتنی بڑی بات ماخذ ہما ما فی روح المعانی فی تحقیق البلاغۃ ۱۲

[۵] قولہ راہ پر چلتے رہو مستفاد من صیغۃ الاستمرار والتجدد ۱۲

[ع] اور یہ جو مشہور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک ماہ کے بعد مسواک کرلی تھی اس وجہ سے دس روزے اور رکھنے کا حکم دیا یہ محض بے سند بات ہے گو بعض تفاسیر میں نقل کردی ہے مگر بلا سند ہونے کی وجہ سے حجت نہیں اور اگر روایت مذکورہ کسی صحیح سند سے ثابت بھی ہو جاوے تب بھی حنفیہ پر اشکال نہیں ہو سکتا کہ وہ مسوک کو روزہ کی حالت میں جائز کیوں کہتے ہیں کیونکہ وہ کراہت مسواک کو شریعت موسیہ کے ساتھ خاص کہہ سکتے ہیں اور حنفیہ کا مستدل وہ حدیث ہے جو بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے خیر خصائل الصائم السواک وسندہ حسن کما فی الجامع الصغیر ۱۲ منہ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰی

اور جب موسٰی علیہ السلام نے فرمایا اپنی قوم سے کہ اے میری قوم بیشک تم نے اپنا بڑا نقصان کیا اپنے اس گوسالہ کی تجویز سے سو تم اب اپنے خالق کی

بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ

طرف متوجہ ہو پھر بعض آدمی بعض آدمیوں کو قتل کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا تمہارے خالق کے نزدیک پھر حق تعالٰی تمہارے حال پر متوجہ ہوئے بیشک وہ تو ایسے ہی ہیں کہ توبہ

الرَّحِيْمُ ۝ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ

قبول کر لیتے ہیں اور عنایت فرماتے ہیں اور جب تم لوگوں نے کہا کہ اے موسٰی ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہارے کہنے سے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں اللہ تعالٰی کو علانیہ طور پر سو آپڑی تم پر کڑک

الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

بجلی اور تم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے

فیصل ہونے کی صفت بھی معاملۂ ششم وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِكُمْ (الی قولہ) اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب موسٰی علیہ السلام نے فرمایا اپنی قوم سے کہ اے میری قوم بیشک تم نے اپنا بڑا نقصان کیا اپنے اس گوسالہ (پرستی) کی تجویز سے سو اب تم اپنے خالق کی طرف متوجہ ہو پھر بعض آدمی (جنہوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی) بعض آدمیوں کو (جنہوں نے گوسالہ پرستی کی) قتل کرو یہ (عملدرآمد) تمہارے لئے بہتر ہوگا تمہارے خالق کے نزدیک پھر (اس عملدرآمد کرنے سے) حق تعالٰی تمہارے حال پر (اپنی عنایت سے) متوجہ ہوئے بیشک وہ تو ایسے ہی ہیں کہ توبہ قبول کر لیتے ہیں اور عنایت فرماتے ہیں **ف** یہ بیان ہے اس طریق کا جو انکی توبہ کے لئے تجویز ہوا یعنی مجرم لوگ قتل کئے جاویں جیسا ہماری شریعت میں بعض گناہوں کی سزا باوجود توبہ کے بھی قتل و جان ستانی مقرر ہے مثلاً قتل عمد کے عوض میں قتل اور ثبوت زنا بالشہادۃ پر رجم کہ توبہ سے ساقط نہیں ہوتا چنانچہ ان لوگوں نے اس پر عمل کیا اس سے آخرت میں مورد رحمت و عنایت ہوگئے معاملۂ ہفتم وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب تم لوگوں نے (یوں) کہا کہ اے موسٰی ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہارے کہنے سے (کہ یہ کلام اللہ تعالٰی کا ہے) یہاں تک کہ ہم (خود) دیکھ لیں اللہ تعالٰی کو علانیہ طور پر سو (اس گستاخی پر) آپڑی تم پر کڑک بجلی اور تم (اس کا آنا) آنکھوں سے دیکھ رہے تھے **ف** یہ قصہ اس طرح ہوا تھا کہ جب موسٰی علیہ السلام نے کوہ طور سے توریت لا کر پیش کی کہ یہ کتاب ہے اللہ تعالٰی کی تو بعض گستاخوں نے کہا کہ اللہ تعالٰی خود ہم سے کہدیں کہ یہ ہماری کتاب ہے تو بیشک ہم کو یقین آجاوے موسٰی علیہ السلام نے باذن الٰہی فرمایا کہ چلو کوہ طور پر یہ بات بھی ہو جاویگی بنی اسرائیل نے ستر آدمی اس کام کے لئے منتخب کرکے موسٰی علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر روانہ کئے وہاں پہنچنے پر اللہ تعالٰی کا کلام ان لوگوں نے خود سنا تو اس وقت اور رنگ لائے کہ ہم کو تو کلام سننے سے قناعت نہیں ہوتی خدا جانے کون بول رہا ہوگا اگر خدا کو دیکھ لیں تو بیشک مان لیں چونکہ دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالٰی کو دیکھنے کی قوت نہیں رکھتا اس لئے اس گستاخی پر ان پر بجلی

مسائل السلوک

قولہ تعالٰی انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل قال المعلق الضعیف فیہ دلیل علی امتناع الحلول علی اللہ تعالٰی فانہ لو کان جائزا لکان بنو اسرائیل معذورین لخطائهم فی موضع الخطاء و قد کانوا اعتقدوا الحلول علٰی اللہ تعالٰی فی العجل انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالٰی انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل اس میں دلیل ہے کہ حق تعالٰی کی جناب میں حلول محال ہے ورنہ بنی اسرائیل جو کہ عجل میں حق تعالٰی کے حلول کے معتقد تھے معذور ہوتے کیونکہ یہ ان کی غلطی موقع غلطی میں ہوتی

البلاغۃ قولہ فتوبوا الخ ان قلت ما الفرق بین الفاءات قلت الاولٰی للتسبیب لا غیر لان الظلم سبب التوبۃ والثانیۃ للتعقیب لان المعنی فاعزموا علی التوبۃ فاقتلوا ویجوز ان یکون القتل تمام توبتہم فیکون المعنی فتوبوا فاتبعوا التوبۃ القتل تتمۃ لتوبتکم والثالثۃ متعلق بمحذوف ای ففعلتم فتاب علیکم وفی ذکر الباری دون الخالق تقریع بما کان منہم من ترک عبادۃ الحکیم الذی براٴہم ابریاء من التفاوت الی عبادۃ البقر التی ہی مثل فی البلادۃ ۱۲ کشاف

الکلام استدل المعتزلۃ بوقوع الصاعقۃ علیہم علی استحالۃ رؤیتہ اللہ تعالٰی والا لما عوقبوا والجواب انہم عوقبوا علی سوء ادبہم او لکون الرؤیۃ لا تتحملہا القوی الدنیویۃ ولم یلزم منہ الاستحالۃ لا فی الدنیا ولا فی الآخرۃ کما اشرت الیہ فی ف بقولی چونکہ ۱۲

الروایات

روی ابن جریر عن ابن عباس انہ قال فاحتبا الذین عکفوا علی العجل فجلسوا وقام الذین لم یعکفوا علی العجل واخذوا الخناجر بایدیہم واصابتہم ظلمۃ شدیدۃ فجعل یقتل بعضہم بعضا فانجلت الظلمۃ عنہم وقد اجلوا عن سبعین الف قتیل کل من قتل کانت لہ توبۃ وکل من بقی کانت لہ توبۃ ۱۲

ملحقات الترجمۃ

لـه قولہ آپڑی ماخذہ ما فی روح المعانی استولت علیکم واحاطت بکم ۱۲

ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ○ وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ

پھر ہم نے تم کو زندہ کر اٹھایا تمہارے مرجانے کے بعد اس توقع پر کہ تم احسان مانو گے اور سایہ افگن کیا ہم نے تم پر ابر کو اور پہنچایا ہم نے تمہارے پاس ترنجبین

وَالسَّلْوٰی ؕ کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَہُمْ یَظْلِمُوْنَ ○ وَاِذْ

اور بٹیریں کھاؤ نفیس چیزوں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے اور جب

قُلْنَا ادْخُلُوْا ہٰذِہِ الْقَرْیَۃَ فَکُلُوْا مِنْہَا حَیْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا

ہم نے حکم کیا کہ تم لوگ اس آبادی کے اندر داخل ہو پھر کھاؤ اس سے جس جگہ تم رغبت کرو بے تکلفی سے اور دروازے میں داخل ہونا جھکے جھکے اور کہتے جانا کہ

حِطَّۃٌ نَّغْفِرْ لَکُمْ خَطٰیٰکُمْ ؕ وَسَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ○

توبہ ہے ہم معاف کر دیں گے تمہاری خطائیں اور ابھی ابھی مزید براں اور دیں گے دل سے نیک کام کرنے والوں کو

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ وظللنا علیکم الغمام (الی قولہ) کانوا انفسہم یظلمون قال العبد الضعیف فیہ دلیل علی تواتر النعم مع العصیان استدراج وخطر وکثیر من جہلۃ الصوفیۃ فی غرور منہ حیث یزعمون کثرۃ المال والجاہ امارۃ للقبول انتہی النقول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ وظللنا علیکم الغمام (الی قولہ) کانوا انفسہم یظلمون اس میں دلیل ہے کہ باوجود معاصی کے نعمتوں کا جاری رہنا استدراج اور خطرہ ہے اور بہت سے جاہل صوفی اس بارہ میں دھوکہ میں ہیں کہ وہ کثرت مال وجاہ کو مقبولیت کی علامت سمجھتے ہیں

اٹھی اور سب ہلاک ہو گئے جیسا آیت آئندہ میں ہے **معاملہ ۱۳** ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ○ پھر ہم نے (موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے) تم کو زندہ کر اٹھایا تمہارے مرجانے کے بعد اس توقع پر کہ تم احسان مانو گے **ف** لفظ موت سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس بجلی سے مر گئے تھے اور اس کا یہ قصہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ بنی اسرائیل یوں ہی بدگمان رہتے ہیں یوں سمجھیں گے کہ کہیں لے جا کر غصہ میں خود ہی نے کسی تدبیر سے انکا کام تمام کرا دیا ہوگا مجھ کو اس تہمت سے محفوظ رکھیے، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان لوگوں کو پھر زندہ کر دیا **معاملہ ۱۴** وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ (الی قولہ) وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَہُمْ یَظْلِمُوْنَ ○ اور سایہ افگن کیا ہم نے تم پر ابر کو (میدان تیہ میں) اور (خزانہ غیب سے) پہنچایا ہم نے تمہارے پاس ترنجبین اور بٹیریں (اور تم کو اجازت دی کہ) کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں (مگر وہ لوگ اس میں بھی خلاف بات کر بیٹھے) اور (اس سے) انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے **ف** یہ دونوں قصے وادی تیہ میں ہوئے ہیں وادی تیہ کی حقیقت یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا اصلی وطن ملک شام ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت میں مصر آئے تھے اور یہاں ہی رہ پڑے اور ملک شام پر ایک قوم تھی عمالقہ ان کا تسلط ہو گیا جب فرعون غرق ہو چکا اور یہ لوگ مطمئن ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کا ان کو حکم ہوا کہ عمالقہ سے جہاد کرو اور اپنی اصلی جگہ کو انکے قبضہ سے چھڑا لو بنی اسرائیل مصر سے اس ارادہ سے چلے ان حدود میں پہنچکر عمالقہ کے زور و قوت کو تحقیق کر کے ہمت ہار بیٹھے اور جہاد سے صاف انکار کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ سزا دی کہ چالیس برس تک ایک میدان میں سرگرداں پریشاں پھرتے رہے گھر بھی پہنچنا نصیب نہ ہوا تیہ کے معنی ہیں سرگردانی اس میدان کو وادی تیہ کہتے ہیں وہ کھلا میدان تھا نہ عمارت نہ مکان بنی اسرائیل نے دھوپ کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک سفید رقیق ابر کا سایہ کر دیا اور بھوک کا تقاضا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے درختوں پر ترنجبین جو ایک شیریں چیز ہے کثرت پیدا کر دی یہ لوگ اس کو جمع کر لیتے اور بٹیریں انکے پاس جمع ہو جاتیں اور ان سے بھاگتی نہ تھیں یہ انکو پکڑ لیتے اور دونوں لطیف چیزوں سے پیٹ بھر لیتے چونکہ ترنجبین کی کثرت معمول سے زائد تھی اور بٹیروں کا وحشت نہ کرنا یہ بھی معمول کے خلاف ہے لہذا اس حیثیت سے دونوں چیزیں خزانہ غیب سے قرار دی گئیں اور ان لوگوں کو یہ بھی حکم ہوا تھا کہ بقدر خرچ لے لیا کریں آئندہ کے لئے جمع کر کے نہ رکھیں مگر ان لوگوں نے حرص کے مارے اس میں بھی خلاف کیا اور رکھا ہوا گوشت سڑنا شروع ہوا اسی کو فرمایا ہے کہ اپنا ہی نقصان کرتے تھے **معاملہ ۱۵** وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا ہٰذِہِ الْقَرْیَۃَ (الی قولہ) وَسَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ○ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ہم نے حکم کیا کہ تم لوگ اس آبادی کے اندر داخل ہو پھر کھاؤ اس (کی چیزوں میں) سے جس جگہ تم رغبت کرو بے تکلفی سے اور یہ بھی حکم دیا کہ جب اندر

اللغات حطۃ فعلۃ من الحط کالجلسۃ وہی خبر مبتدا محذوف ای مسئلتنا حطۃ واصل النصب وانارفعت لتعطی معنی الثبات ۱۲

اختلاف القراۃ قولہ نغفر لکم فی قراۃ بالیاء وبالتاء مبنیا للمفعول فیہما فالخطایا نائب الفاعل ۱۲

ملحقات الترجمہ لہ قولہ خزانہ غیب سے، الانزال اصل الانزال نقل الشئ من الاعلی الی الاسفل کما فی البیضاوی وتوجیہ ہہنا ان ظن فیہ حدوثہ بکثرۃ والسلوٰی فیہ عدم توحشہ ان کان خارقان للعادۃ والخوارق تنسب الی عالم الغیب الذی ہو علی حسنا ومعنی کما اشیر الیہ فی ف ۱۲

۲ قولہ بے تکلفی سے لمافیہ ای الرغد وقیدہ علی المعصیۃ ہو الحالیۃ من ضمیر المخاطبین ۱۲

فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ

سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس کی ان سے فرمائش کی گئی تھی　اس پر ہم نے نازل کی　ان ظالموں پر　ایک آفت سماوی

بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ۝ وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ　ع ۱۳ ۶

اس وجہ سے کہ وہ عدول حکمی کرتے تھے　اور جب موسیٰ نے پانی کی دعا مانگی　اپنی قوم کے واسطے اس پر ہم نے حکم دیا کہ اپنے اس عصا کو فلاں　پتھر پر مارو

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ

بس فوراً اس سے　پھوٹ نکلے　بارہ چشمے　معلوم کر لیا ہر ہر شخص نے　اپنے پانی پینے کا موقع　کھاؤ اور پیو

رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝

اللہ تعالیٰ کے رزق سے　اور حد سے مت نکلو فساد کرتے ہوئے سرزمین میں

جانے لگو تو) دروازے میں داخل ہونا (عاجزی سے) جھکے جھکے اور (زبان سے یہ) کہتے جانا کہ توبہ ہے (توبہ ہے) ہم معاف کر دیں گے تمہاری (پچھلی) خطائیں (توسب کی) اور ابھی ابھی مزید برآں اور دینگے دل سے نیک کام کرنے والوں کو **ف** بقول شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ قصہ بھی زمانہ وادی تیہ کا ہے کہ جب من وسلویٰ کھاتے کھاتے اکتا گئے اور اپنے معمولی کھانوں کی درخواست کی جیسا اس آیت سے چوتھی آیت میں آویگا تو انکو حکم ہوا تھا ایک شہر میں جانے کا کہ وہاں اور معمولی چیزیں کھانے پینے کی ملیں گی سو یہ حکم اس شہر کے اندر جانے کے متعلق ہے اس میں قولی اور فعلی ادب داخل ہونے کا تعلیم کیا گیا اور اندر جاکر کھانے پینے میں توسیع کی گئی اس قول پر بہت سے بہت یہ کہنا پڑے گا کہ آگے کا قصہ پیچھے اور پیچھے کا آگے بیان ہوا سو اس میں اشکال اس وقت ہوتا جب کہ قرآن مجید میں خود قصوں کا بیان کرنا مقصود اصلی ہوتا اور جب کہ نظر نتائج پر ہے تو اگر ایک قصہ کے اجزا میں ہر ایک جزو کا جدا نتیجہ ہو اور ان نتائج کے کسی اثر کا اعتبار کر کے جزو مقدم کو متاخر اور جزو متاخر کو متقدم کر دیا جاوے تو اس میں کوئی مضائقہ واشکال نہیں، اور دوسرے مفسرین نے اس حکم کو اس شہر کے متعلق سمجھا ہے جس پر جہاد کرنے کا حکم ہوا تھا اور بعد مدت تیہ کے پھر اس پر جہاد ہوا اور وہ فتح ہوا اس وقت یوشع علیہ السلام نبی تھے یہ حکم ان کی معرفت اس شہر کے بارہ میں ہوا تھا، اور قول اول پر پچھلی خطاؤں میں وہ درخواست بھی داخل کر لینا مناسب ہے جو کہ من وسلویٰ چھوڑ کر معمولی کھانوں کے متعلق کی گئی تھی مطلب یہ ہوگا کہ یہ درخواست تھی تو گستاخی لیکن خیر اگر اس ادب اور حکم کو بجا لائے تو اس کو معاف کر دیں گے اور ہر قول پر یہ معافی توسب کہنے والوں کے لئے عام ہوگی اور جو اخلاص سے اعمال صالحہ کریں گے ان کا انعام اس کے علاوہ ہے **معاملۂ یازدہم** فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (الی قولہ) بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ۝ سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس (کے کہنے) کی ان سے فرمائش کی گئی تھی اس پر ہم نے نازل کی ان ظالموں پر ایک آفت سماوی اس وجہ سے کہ وہ عدول حکمی کرتے تھے **ف** یہ تتمہ ہے آیت سابقہ کا اور وہ کلمہ خلاف یہ تھا کہ حطۃ یعنی توبہ کی جگہ براہ تمسخر حبۃ فی شعیرۃ یعنی غلہ درمیان جو کے کہنا شروع کیا اور وہ آفت سماوی طاعون تھا جو بروئے احادیث بے حکموں کیلئے عذاب اور حکم برداروں کیلئے رحمت ہے اس شرارت پر ان میں طاعون پھوٹ پڑا اور بہت آدمی فنا ہو گئے **معاملۂ دوازدہم** وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ (الی قولہ) وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے پانی کی دعا مانگی اپنی قوم کے واسطے اس پر ہم نے (موسیٰ علیہ السلام کو)

اللغات الرجز فی الاصل ما یعاف عنہ وکذلک الرجس ۱۲ بیضاوی وھو العذاب والمراد بہ الطاعون ۱۲ روح المعانی العثی الاعتداء وقد یوخذ فیہ مالیس بفساد ۱۲ خسرو حاشیہ بیضاوی وبہ فسر فی البیضاوی و روح المعانی وقال ان الحال علی ہذا غیر موکدۃ قلت بل احترازا عمالیس بفساد کمقابلۃ الظالم المعتدی بفعلہ ۱۲ **البلاغۃ** وفی تکریر الذین ظلموا زیادۃ فی تقبیح امرہم وایذان بان انزال الرجز علیہم لظلمہم ۱۲ کشاف وفیہ تنوین ظلمہم من حیث وضع الظاہر موضع المضمر ۱۲ انتصاف حاشیۃ الکشاف فانفجرت الفاء متعلقۃ بمحذوف ای فضرب فانفجرت او فان ضربت فقد انفجرت وہی علیٰ ہذا فاء فصیحۃ لا تقع الا فی کلام بلیغ ۱۲ کشاف

الروایات روی الترمذی عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دخلوا متزحفین علی اوراکہم وقالوا حبۃ فی شعیرۃ وفی المشہور من روایۃ البخاری حبۃ فی شعرۃ ۱۲

ملحقات الترجمۃ **ل۱** قولہ جھکے جھکے ہوا حد القولین کما فی ابی السعود منحنین خاضعین ۱۲
ل۲ قولہ دل سے نیک کام کرنے والوں کو ماخذہ ما فی الصحیح الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ الخ ۱۲
ل۳ قولہ ان ظالموں نے وقولہ ان ظالموں پر وجہہ حمل الموصول علی العہد ۱۲
ل۴ قولہ فی ترجمۃ الفاء اس پر وجہہ ان ہذہ الکلمۃ فی لساننا تفید التعقیب کالفاء ۱۲

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ

اور جب تم لوگوں نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ایک ہی قسم کے کھانے پر کبھی نہ رہیں گے آپ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے ایسی چیزیں پیدا کرے

الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ

کہ جو زمین میں اگا کرتی ہیں ساگ ککڑی گیہوں مسور پیاز آپ نے فرمایا کیا تم عوض میں لینا چاہتے ہو

هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ

ادنیٰ درجہ کی چیزوں کو ایسی چیز کے مقابلہ میں جو اعلیٰ درجہ کی ہے کسی شہر میں اترو البتہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جن کی تم درخواست کرتے ہو اور جم گئی ان پر

الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ

ذلت اور پستی اور مستحق ہو گئے غضب الٰہی کے یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ منکر ہو جاتے تھے احکام

اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ۠ ۝

الٰہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق اور یہ اس وجہ سے کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ سے نکل نکل جاتے تھے

حکم دیا کہ اپنے اس عصا کو فلاں پتھر پر مارو (اس سے پانی نکل آوے گا۔ بس مارنے کی دیر تھی) فوراً اس سے پھوٹ نکلے بارہ چشمے (اور بارہ ہی خاندان تھے بنی اسرائیل کے چنانچہ) معلوم کر لیا ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع (اور ہم نے یہ نصیحت کی کہ کھانے کو) کھاؤ (اور پینے کو) پیو اللہ تعالیٰ کے رزق سے اور حد (اعتدال) سے مت نکلو فساد (و فتنہ) کرتے ہوئے سرزمین میں **ف** یہ قصہ بھی وادی تیہ میں ہوا وہاں پیاس لگی تو پانی مانگا موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو ایک خاص پتھر سے صرف عصا کے مارنے سے بارہ چشمے بقدرت خداوندی نکل پڑے اور انکے بارہ خاندان اس طرح تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ فرزند تھے ایک ایک کی اولاد ایک ایک خاندان تھا اور انکو انتظامی معاملات میں علیحدہ علیحدہ ہی رکھا جاتا تھا اور سب کے افسر بھی جدا جدا تھے اس لئے چشمے بھی بارہ نکلے اور کھانے سے مراد من و سلویٰ کا کھانا ہے اور پینے سے یہی پانی پینا ہے اور فساد و فتنہ فرمایا نافرمانی اور ترک احکام کو **فائدہ** قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ ایسے خوارق کا انکار کرنا بڑی غلطی ہے جب بعضے پتھروں میں خلاف قیاس و بعید از عقل اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ لوہے کو جذب کرتا ہے تو اگر اس پتھر میں یہ تاثیر پیدا کر دی ہو کہ اجزاء زمین سے پانی کو جذب کر لے اور اس سے پانی نکلنے لگے تو کیا محال ہے ہمارے زمانے کے عقلا کو اس تقریر سے مقنع ہونا چاہئے اور یہ نظیر بھی محض سطحی نظر والوں کے لئے ہے ورنہ خود اگر اس پتھر کے اجزا ہی میں پانی پیدا ہو جائے تو بھی کون سا محال لازم آتا ہے جو حضرات ایسے امور کو محال کہتے ہیں خدا کی قسم ہے وہ اب تک محال کی حقیقت ہی نہیں سمجھے **معاملہ سیز دہم** وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ (الی قولہ) ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ۝ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب تم لوگوں نے (یوں) کہا کہ اے موسیٰ (روز کے روز) ہم ایک ہی قسم کے کھانے پر کبھی نہ رہیں گے (یعنی من و سلویٰ پر) آپ ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے ایسی چیزیں پیدا کریں جو زمین میں اگا کرتی ہیں ساگ (ہوا) ککڑی (ہوئی) گیہوں (ہوا) مسور (ہوئی) پیاز (ہوا) آپ نے فرمایا کیا تم عوض میں لینا چاہتے ہو ادنیٰ درجہ کی چیزوں کو ایسی چیز کے مقابلہ میں جو اعلیٰ درجہ کی ہے (اچھا اگر نہیں مانتے تو) کسی شہر میں (جا کر) اترو (وہاں) البتہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جن کی تم درخواست کرتے ہو اور (ایسی ایسی گستاخیوں سے ایک زمانہ میں جا کر نقش کی طرح) جم گئی ان پر ذلت (کہ دوسروں کی نگاہ میں قدر نہ رہی) اور پستی (کہ خود ان کی طبائع میں اولوالعزمی نہ رہی) اور مستحق ہو گئے غضب الٰہی کے (اور) یہ (ذلت و غضب) اس وجہ سے (ہوا) کہ وہ لوگ منکر ہو جاتے تھے احکام الٰہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے پیغمبروں کو (کہ وہ قتل خود

اللغات ضربت الزوم الدہم المضروبة بسکنہ ۱۲ جلالین باءو رجعوا بہ او صاروا احقاء بغضبہ من باء فلان اذا کان حقیقا بان یقبل بہ واصل البوء المساواۃ ۱۲ بیضاوی البلاغۃ قولہ ضربت علیہم بہنا استعارۃ تبعیۃ تصریحیۃ فی ضربت تشبیہا الزوم الذلۃ اللزوم المسکنۃ علی الدرہم، وقیل استعارۃ مکنیۃ تشبیہ الذلۃ بالسکۃ فی اللزوم واثبات الضرب تخییل ۱۲

کما یعین قولہ اھبطوا الہبوط یستعمل فی الانتقال من شریف الی مادونہ کما فی الدرج تحت قولہ تعالی اخرج منہا مذء وما ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱؎ قولہ اس عصا کو فلاں پتھر پر اذ ہو العہد من الاضافۃ واللام ۱۲

۲؎ قولہ فوراً لان الفاء للتعقیب بلا مہلۃ ۱۲

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ (الی قولہ) وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وحظ العارف من ھذہ الایات الاعتبار بحال ھؤلاء الذین لم یرضوا بالقضاء ولم یشکروا علی النعماء ولم یصبروا علی البلواء کیف ضرب علیہم ذل الطغیان قبل وجود الاکوان وقہرھم بالطرد المسکنۃ فی بیداء الخذلان والبس قلوبھم حب الدنیا واھبطھم من الدرجۃ العلیا

ع ۷ رکوع ۷ پارہ ۱

قولہ تعالیٰ قال اتستبدلون الذی ھو ادنٰی (الی قولہ) وضربت علیھم الذلۃ یحتج بعموم اللفظ

ترجمہ

قولہ تعالیٰ واذ قلتم یٰموسٰی لن نصبر علی طعام واحد (الی قولہ) وبآءو بغضب من اللہ عارف کو اس قصہ سے یہ حصہ لینا چاہئے کہ ان لوگوں کے حال سے عبرت پکڑے جو قضا پر راضی نہیں ہوئے اور نعمتوں پر شکر اور بلا پر صبر نہیں کیا دیکھئے کس طرح ان پر ذلت طغیان لگا دی گئی اور انکے قلوب میں حب دنیا ہوا دی گئی اور انکو درجہ علیا سے گرا دیا

قولہ تعالیٰ قال اتستبدلون الذی ھو ادنی (الی قولہ) وضربت علیھم الذلۃ (بقیہ برصفحہ ۳)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور نصاریٰ اور فرقہ صابئین جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور روز

الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

قیامت پر اور کارگذاری اچھی کرے ایسوں کے لئے ان کا حق الخدمت بھی ہے ان کے پروردگار کے پاس اور کسی طرح کا اندیشہ بھی نہیں ان پر اور نہ وہ مغموم ہوں گے

ان کے نزدیک بھی) ناحق (ہوتا تھا) اور (نیز) یہ (ذلت و غضب) اس وجہ سے (ہوا) کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ (اطاعت) سے نکل نکل جاتے تھے **ف** یہ قصہ بھی وادی تیہ کا ہے من و سلویٰ سے اکتا کر ان ترکاریوں اور غلوں کی درخواست کی اس میدان کے داخل حدود میں کوئی شہر آباد تھا، وہاں جاکر رہنے کا حکم ہوا کہ بوؤ جوتو کماؤ کھاؤ اور منجملہ ذلت و مسکنت کے یہ بھی ہے کہ یہودیوں سے سلطنت قرب قیامت تک کے لئے چھین لی گئی البتہ بالکل قیامت کے قریب محض لٹیروں کا سا بے ضابطہ تھوڑا زور و شور دجال یہودی کا کل چالیس دن کے لئے ہو جاوے گا اس کو کوئی عاقل سلطنت نہیں کہہ سکتا اور ان سے یہ امر موسیٰ علیہ السلام کی معرفت جتلا دیا گیا تھا کہ اگر بے حکمی کروگے تو ہمیشہ دوسری قوموں کے محکوم رہوگے جیسا سورۂ اعراف میں مذکور ہے، وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ الآیۃ اور بہت سے پیغمبر مختلف اوقات میں یہودیوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے جس کو وہ لوگ بھی دل میں سمجھتے تھے کہ ہمارا یہ فعل ناحق ہے لیکن عناد اور ضد نے اندھا بنا رکھا تھا اور انتزاع سلطنت یہود کے متعلق ایک شبہ کا جواب سورۂ آل عمران کی آیت إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ کے تحت میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ کر لیا جاوے **ربط** اس مقام میں یہود کی شرارتوں کا حال معلوم کرکے سامعین کو یا خود کسی یہودی کو خیال گذر سکتا ہے کہ اب تو شاید اگر معذرت کرکے ایمان بھی لانا چاہیں تو حق تعالیٰ کے نزدیک غالباً قبول نہ ہو اس خیال کے دفع کے لئے آیت آئندہ میں اس کے متعلق ایک قانون کلی ارشاد فرماتے ہیں **قانون** إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ (الیٰ قولہ) وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور نصاریٰ اور فرقہ صابئین (ان سب میں) جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ (کی ذات و صفات) پر اور روز قیامت پر اور کارگذاری اچھی کرے (موافق قانون شریعت کے) ایسوں کے لئے ان کا حق الخدمت بھی ہے ان کے پروردگار کے پاس (پہنچ کر) اور (وہاں جاکر) کسی طرح کا اندیشہ بھی نہیں ان پر اور نہ وہ مغموم ہوں گے **ف** حاصل قانون کا ظاہر ہے کہ ہمارے دربار میں کسی کی تخصیص نہیں جو شخص پوری اطاعت اعتقاد اور اعمال میں اختیار کرے گا خواہ وہ پہلے سے کیسا ہی ہو ہمارے یہاں مقبول اور اس کی خدمت مشکور ہے، اور ظاہر ہے کہ بعد نزول قرآن کے پوری اطاعت محمدی یعنی مسلمان ہونے میں منحصر ہے مطلب یہ ہوا کہ جو مسلمان ہو جاوے گا مستحق اجر و نجات اخروی ہوگا اس میں اس خیال کا جواب ہو گیا یعنی ان شرارتوں کے بعد بھی اگر مسلمان ہو جاویں ہم سب معاف کر دیں گے اور صابئین ایک فرقہ تھا جس کے معتقدات و طرز عمل کے باب میں اس وجہ سے کہ کسی کو پورا پتہ نہیں لگا مختلف اقوال ہیں واللہ اعلم اور اس قانون میں مسلمانوں کے ذکر کی ظاہر میں ضرورت نہیں کیونکہ وہ تو مسلمان ہیں ہی لیکن اس سے کلام میں ایک خاص بلاغت اور مضمون میں ایک خاص وقعت پیدا ہو گئی اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی حاکم یا بادشاہ کسی ایسے ہی موقع پر یوں کہے کہ ہمارا قانون عام ہے خواہ کوئی موافق ہو یا مخالف جو شخص اطاعت کرے گا وہ مورد عنایت ہوگا اب ظاہر ہے کہ موافق تو اطاعت کر ہی رہا ہے سنانا ہے اصل میں مخالف کو لیکن اس میں نکتہ یہ ہوتا ہے کہ ہم کو جو موافقین پر عنایت ہے سو اس کی علت ان سے کوئی ذاتی خصوصیت نہیں بلکہ ان کی صفت موافقت مدار ہے ہماری عنایت کا سو مخالف بھی اگر اختیار کر لے وہ بھی اس موافق کے برابر ہو جاوے گا اس لئے مخالف کے ساتھ موافق کو بھی ذکر کر دیا گیا، اور ہمارے ترجمہ میں اس قید سے کہ (وہاں جاکر) یہ شبہ بھی رفع ہو گیا کہ مقبول بندے تو اکثر خائف اور حزین رہا کرتے ہیں وجہ رفع کی ظاہر ہے کہ یہ خوف اور حزن نہ ہونا قیامت کے دن بوجہ بشارت ملائکہ کے ہوگا جیسا سورۂ انبیاء میں ارشاد

اللغات الصابئین طائفۃ من الیہود والنصاریٰ ۱۲ جلالین قوم بین النصاریٰ والمجوس وقیل ہم عبدۃ الملائکۃ وقیل عبدۃ الکواکب ۱۲ بیضاوی ومنہم عبدۃ الاصنام ۱۲ روح المعانی وہو ان کان عربیا فمن صبأ اذا خرج وقرأ نافع بالیاء اما لانہ خفف الہمزۃ او لانہ من صبا اذا مال لانہم مالوا من سائر الادیان

مثلہ ونیم ۱۲ بیضاوی
ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ داخل حدود میں لما فی الکشاف و بلاد التیہ ما بین بیت المقدس الی قنسرین وہی اثنا عشر فرسخا فی ثمانیۃ فراسخ ۱۲

مسائل السلوک
(بقیہ صفحہ ۳۵)
الضعیف فیہ دلیل علی ان تغییر العبد معاملۃ اللہ تعالیٰ معہ من ابتغاء المتوکل الکسب او المکتسب ترک الکسب لا ضرورۃ یجلب المقت فانہم بأتیہم رزقہم من غیر الکسب فطلبوا الاسباب انتہی القول
قولہ تعالیٰ ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون اشارۃ الی الکفر والقتل الاقوین سببا لما تقدم والمعنی ان الذی حملہم علی الکفر بآیات اللہ تعالیٰ وقتلہم الانبیاء انما ہو تقدم عصیانہم واعتداءہم ومجاوزتہم الحد وہو الذنب یجر الذنب حتی الی الکفر فلا تحقرن ذنبا کما فی الحدیث عن عائشۃ رض قال لہا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (الخ)

ترجمۃ
اس میں دلیل ہے اس پر کہ حق تعالیٰ کے ساتھ بندہ کا جو معاملہ ہے اس کو بدلنا متوکل کا کسب کی تلاش کرنا اور صاحب کسب کا بلا ضرورت ترک کسب کرنا حق تعالیٰ کی ناخوشی کا سبب ہو جاتا ہے جیسا ان لوگوں کو بلا کسب رزق ملتا تھا مگر انہوں نے اسباب کو طلب کیا
قولہ تعالیٰ ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون میں کفر اور قتل کا جو اشارہ ہے جو اپنے ماتقدم کا سبب ہیں اور معنے یہ ہوئے کہ جو امر ان کو کفر بالآیات و قتل انبیاء پر باعث ہوا وہ ان کا عصیان اور تجاوز حدود تھا اور ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب ہو جایا کرتا ہے حتیٰ کہ کفر تک کا پس کسی گناہ کو خفیف نہ سمجھے ۱۲

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ

اور جب ہم نے تم سے قول و قرار لیا اور ہم نے طور پہاڑ کو اٹھا کر تمہارے اوپر معلق کر دیا کہ قبول کرو جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے مضبوطی کیساتھ اور یاد رکھو جو احکام اس میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم

تَتَّقُوْنَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ

متقی بن جاؤ پھر تم اس قول و قرار کے بعد بھی پھر گئے سو اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم نہ ہوتا تو ضرور تم تباہ ہو جاتے

ہے لا یحزنہم الفزع الاکبر و تتلقٰھم الملائکۃ سو اگر قبل بشارت کسی وقت کچھ خوف وغیرہ قیامت میں بھی ہو جاوے تو اشکال لازم نہیں آتا اور اس آیت کے ربط اور مضمون کی ایک اور تقریر بھی ہو سکتی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں معمول ہے کہ کفار کے ذکر کے ساتھ تتمیم مضمون اور تسلی مومنین کے لئے اہل ایمان کا بھی ذکر کیا جاتا ہے اس لئے بعد ذکر کفار مذکورین کے اہل ایمان کا بیان ہوتا ہے کہ ان مختلف فرقوں میں اپنی اپنی شریعت کے زمانے میں جو شخص دین حق پر علماً و عملاً قائم تھا وہ ماجور اور ناجی ہوگا باقی اب شریعت محمدیہ سے اور سب منسوخ ہو گئے، اب بعد بیان قانون یا تتمیم مضمون پھر بنی اسرائیل کے معاملات کا بقیہ مذکور ہوتا ہے **معاملۂ چہاردہم** وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ (الی قولہ) لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ہم نے تم سے قول قرار لیا (کہ توراۃ پر عمل کریں گے) اور (اس قول و قرار کے لینے کے لئے) ہم نے طور پہاڑ کو اٹھا کر تمہارے اوپر (محاذات میں) معلق کر دیا (اور اس وقت کہا) کہ (جلدی قبول کرو جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے (یعنی توریت) مضبوطی کے ساتھ اور یاد رکھو جو احکام اس (کتاب) میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ **ف** جب موسیٰ علیہ السلام کو طور پر کتاب توریت عطا ہوئی اور آپ نے واپس تشریف لا کر قوم کو دکھلائی سنائی تو اس میں ذرا احکام شدید تھے اور ان لوگوں کی حالت کے مناسب بھی تھے ایسے ہی احکام تو اول تو یہی کہا تھا کہ ہم سے خود اللہ تعالیٰ کہدیں کہ یہ میری کتاب ہے جب مانیں گے جس کا قصہ اوپر قریب ہی گذرا ہے کہ اس کام کے لئے ستر آدمی منتخب کئے گئے غرض ان ستر آدمیوں نے جب شہادت دی گو اس شہادت میں اتنی آمیزش بھی کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے اخیر میں یہ بھی فرما دیا تھا کہ تم سے جس قدر عمل ہو سکے کرنا جو نہ ہو سکے معاف ہے تو کچھ تو جبلی شرارت کچھ احکام کی مشقت کچھ اس آمیزش سے ایک حیلہ ملا غرض صاف کہہ دیا کہ ہم سے تو اس کتاب پر عمل نہیں ہوتا حق تعالیٰ نے فرشتہ کو حکم دیا کہ طور پہاڑ کا ایک بڑا ٹکڑا اٹھا کر ان کے سروں پر معلق کر دو کہ یا تو مانو ورنہ ابھی گرا آخر چار ناچار ماننا پڑا اور یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ دین میں تو اکراہ نہیں یہاں اکراہ کیسے کیا گیا جواب نہایت واضح ہے کہ دین میں اکراہ نہ ہونے کے معنی تو یہ ہیں کہ ابتداءً قبول دین میں اکراہ نہیں ہے یعنی عام کافروں پر یہ اکراہ نہیں کریں گے کہ تو مسلمان ہو ورنہ تجھ کو مار ڈالیں گے اسی لئے جہاد میں ایک جزو جزیہ بھی ہے کہ اس کے قبول کرنے سے بھی جہاد رک جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مقصود بالجہاد قبول اسلام نہیں بلکہ ایک امر مشترک بین الاسلام والجزیہ ہے اور وہ اطاعت قانون عدل شرعی ہے جو مومنین اور کفار سب کے حق میں عام ہے اور اس مقام میں یہ لوگ پہلے بطوع و رغبت ایمان لا چکے تھے ایسے شخص کو بقاء علی الایمان اور بجا آوری احکام پر ضرور مجبور کیا جاویگا جس کی نفی پر کوئی دلیل نقلی یا عقلی قائم نہیں **معاملۂ پانزدہم** ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ (الی قولہ) لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ پھر تم اس قول و قرار کے بعد بھی (اس سے) پھر گئے سو اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم نہ ہوتا تو (اس عہد شکنی کا مقتضا تو یہ تھا کہ) ضرور تم (فوراً) تباہ (اور ہلاک) ہو جاتے **ف** مگر ہماری عنایت و رحمت عامہ ہے کہ حیات مستعار کے ختم ہونے تک مہلت دے رکھی ہے لیکن کب تک آخر بعد مرگ وبال اعمال میں مبتلا ہو گے اور یہ رحمت الٰہیہ عامہ دنیا میں مومن کافر سب پر ہے جس کا اثر عافیت و راحت دنیوی ہے اور آخرت میں رحمت خاصہ کا ظہور ہوگا جس کا اثر نجات و قرب ہے اور ظاہراً مخاطب اس آیت کے اخیر جزو کے وہ یہودی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے چونکہ حضور پر ایمان نہ لانا بھی منجملہ عہد شکنی ہے اس لئے ان کو بھی عہد شکنوں میں داخل کر کے امتنانًا فرمایا گیا کہ اس پر بھی ہم نے تم پر دنیا میں کوئی ایسا عذاب نازل نہیں کیا جیسا پہلے بے ایمانوں پر ہوتا رہا ہے یہ محض خدا کی رحمت ہے اور چونکہ اب ایسے عذابوں کا نہ آنا بروئے احادیث برکت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس لئے بعض مفسرین نے فضل و رحمت کی تفسیر بعثت محمدیہ سے کر دی ہے اور اس مضمون کی تائید کے لئے اگلے بے ایمانوں کا ایک واقعہ

دفع اشکال لا اکراہ فی الدین ...

ملحقات الترجمۃ ۱؎ قولہ فی ف عام کافروں پر احترازاً عن کفار العرب علی مذہب ابی حنیفۃ حیث لا یقبل منہم الا الاسلام لدلیل شرعی عندہ یخصص عموم الاکراہ فافہم ۱۲

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـٕيْنَ ۝

اور تم جانتے ہی ہو ان لوگوں کا حال جنہوں نے تم میں سے تجاوز کیا تھا در بارہ یوم ہفتہ کے سو ہم نے ان کو کہدیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَإِذْ قَالَ مُوْسٰى

پھر ہم نے اس کو ایک عبرت بنادیا ان لوگوں کیلئے بھی جو اس قوم کے معاصر تھے اور ان لوگوں کے لئے بھی جو مابعد زمانہ میں آتے رہے اور موجب نصیحت ڈرنیوالوں کیلئے اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی

لِقَوْمِهٖٓ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ قَالَ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ أَنْ

قوم سے فرمایا کہ حق تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم ایک بیل ذبح کرو وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا آپ ہم کو مسخرہ بناتے ہیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نعوذ باللہ جو میں ایسی

أَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝

جہالت والوں کا سا کام کروں

بطور نظیر کے آیت آئندہ میں پیش کیا جاتا ہے کہ اس کو مستبعد نہ سمجھیں ایسا ہو چکا ہے اور تم کو بھی خبر ہے **معاملہ شائزدہم** وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ (الی قولہ) وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ اور تم جانتے ہی ہو ان لوگوں کا حال جنہوں نے تم میں سے (شرع سے) تجاوز کیا تھا در بارہ (اس حکم کے جو) یوم ہفتہ کے (متعلق تھا کہ اس روز مچھلی کا شکار نہ کریں) سو ہم نے انکو (اپنے حکم قہری تکوینی سے مسخ کرنے کے لئے) کہدیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ (چنانچہ وہ بندروں کے قالب میں مسخ ہو گئے) پھر ہم نے اس کو ایک (واقعہ) عبرت (انگیز) بنادیا ان لوگوں کے لئے بھی جو اس قوم کے معاصر تھے اور ان لوگوں کیلئے بھی جو مابعد زمانہ میں آتے رہے اور (نیز اس واقعہ کو) موجب نصیحت (بنایا خدا سے) ڈرنے والوں کے لئے **ف** یہ قصہ بھی بنی اسرائیل کا حضرت داؤد علیہ السلام کے وقت میں ہوا بنی اسرائیل کے لئے ہفتہ کا دن معظم اور عبادت کیلئے مقرر تھا اور مچھلی کا شکار بھی اس روز ممنوع تھا یہ لوگ سمندر کے کنارے آباد تھے اور مچھلی کے شوقین، ہزار حیلہ ڈال کر شکار کرتا تھا سو کیا اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب شکل کے مسخ کرنے کا نازل ہوا اور تین دن پیچھے وہ سب مر گئے اور دیکھنے سننے والے اس واقعہ کے دو قسم کے لوگ تھے نافرمان تو انکو تو یہ واقعہ نافرمانی سے توبہ کرانے والا تھا اس کو نکال فرمایا اور دوسرے فرمانبردار انکو یہ واقعہ فرمانبرداری پر قائم رکھنے والا تھا اس کو موعظت فرمایا واللہ اعلم اور اس مسخ کو اگر کوئی محال سمجھے دلیل استحالہ کی پیش کرے اور جب فلاسفہ جدیدہ بندر کا ترقی کر کے آدمی بن جانا ممکن کہتے ہیں تو آدمی کا تنزل کر کے بندر بنجانا کیوں محال ہوگا اور آنی اور زمانی ہونے کا فرق قابل التفات نہیں **معاملہ ہفدہم** وَإِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ (الی قولہ) قَالَ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب (حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ حق تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ (اگر اس لاش کے قاتل کا پتہ لگانا چاہتے ہو تو) تم ایک بیل ذبح کرو وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا آپ ہم کو مسخرہ بناتے ہیں (کہاں قاتل کی تحقیق کہاں جانور کا ذبح کرنا) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نعوذ باللہ جو میں ایسی جہالت والوں کا سا کام کروں (کہ احکام خداوندی میں تمسخر کرنے لگوں) **ف** یہ قصہ اس طرح ہوا کہ بنی اسرائیل میں ایک خون ہو گیا تھا جس کی وجہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں یہ لکھی ہے کہ کسی شخص نے اس مقتول سے اس کی کسی لڑکی کے ساتھ درخواست شادی کی کی تھی اس نے انکار کیا اس نے اس کو قتل کر ڈالا لیکن اس وقت قاتل کا پتہ نہ لگتا تھا معالم میں کلبی کا قول ہے کہ اسوقت تک

ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ ایک بیل بقرینہ قولہ تعالیٰ لا ذلول تثیر الارض والبقرۃ فی الاصل یعم الذکر والانثی من ہذا الجنس ۲ قولہ مسخرہ لما فی الجلالین ہزوا ابنا ۱۲

۱ یہی قول اور یہی استدلال اکلیل میں امام ابو المنصورؒ سے منقول ہے اور تفسیر ابن کثیر میں بحر کی تفسیر صغیرۃ لم یلقحہا الفحل کے ساتھ گیارہ علماء سے نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان علماء کی رائے میں وہ گائے تھی ممکن ہے کہ کثرت قائلین سے روایۃً اس قول کو ترجیح دی جاوے اور قوت دلیل سے درایۃً پہلے قول کو اقرب سمجھا جاوے واللہ اعلم عبارت دونوں کتب کی ذیل میں منقول ہیں نصہ الاکلیل حاشیۃ المدارک الان الامام ابا منصورؒ استدل علی ان البقرۃ المذکورۃ کانت ذکرا لقولہ تعالیٰ انہا بقرۃ لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث بناءً علی ان اثارۃ الارض وسقی الحرث من عمل الثیران اہ وفی تفسیر ابن کثیر قال انہ یقول انہا بقرۃ لا فارض ولا بکر لا کبیرۃ ہرمۃ ولا صغیرۃ لم یلقحہا الفحل کما قالہ ابو العالیۃ والسدی ومجاہد وعکرمہ وعطیۃ العوفی وعطاء الخراسانی ووہب بن منبہ والضحاک والحسن وقتادۃ وقالہ ابن عباس ایضاً اہ

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ ولقد علمتم الذین (الی قولہ) وموعظۃ للمتقین وحظ العارف من ھذہ القصۃ ان یعرف ان اللہ سبحانہ وتعالیٰ خلق الناس لعبادتہ وجعلہم بحیث لو اہملوا وترکوا وخلوا بینہم وبین طباعہم لتوغلوا وانہمکوا فی اللذات الجسمانیۃ والغواشی الظلمانیۃ فوضع اللہ تعالیٰ العبادات وفرض علیہم تکرارہا فی الاوقات المعینۃ لیزول عنہم بہا دون الطباع المتراکم فی اوقات الغفلات وظلمۃ الشواغل الدنیۃ فی الامتثال ارتکاب الشہوات وجعل یوما من ایام الاسبوع مخصوصا للاجتماع علی العبادۃ وازالۃ وحشۃ التفرقۃ ودفع ظلمۃ الاشتغال بالامور الدنیویۃ فمن لم یراع

ترجمہ

قولہ تعالیٰ ولقد علمتم الذین (الی قولہ) وموعظۃ للمتقین اس قصہ سے عارف کو یہ سمجھنا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے عبادات کو محض اوقات خاص پر خاص اوقات و مواقع معین فرمایا ہے تاکہ ان کی ظلمات طبیعیہ دور ہوں سو جو شخص ان مواقع کی رعایت نہیں کرتا اس کا نور استعداد (بقیہ بر صفحہ ۳۹)

(مزید نور حاصل ہو و ظلمت دور ہو)

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ

وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ درخواست کیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے کہ ہم سے بیان کردیں کہ اس کے کیا اوصاف ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا بیل ہو کہ نہ بالکل بوڑھا ہو نہ بہت بچہ ہو پٹھا ہو دونوں عمروں کے

ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ

اوسط میں، سو اب کر ڈالو جو کچھ تم کو حکم ملا ہے کہنے لگے کہ درخواست کر دیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے ہم سے یہ بیان کردیں کہ اس کا رنگ کیسا ہو آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک

صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ

زرد رنگ کا بیل ہو جس کا رنگ تیز زرد ہو کہ ناظرین کو فرحت بخش ہو کہنے لگے کہ ہماری خاطر اپنے رب سے دریافت کر دیجئے کہ ہم سے بیان کردیں کہ اس کے اوصاف کیا کیا ہوں کیونکہ ہم کو اس بیل میں اشتباہ

عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ۝ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا

ہے اور ہم ضرور انشاء اللہ تعالیٰ ٹھیک سمجھ جاویں گے موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ وہ نہ تو ہل میں چلا ہوا ہو جس سے زمین جوتی جاوے اور نہ اس

تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۝

سے زراعت کی آب پاشی کی جاوے سالم ہو اور اس میں کوئی داغ نہ ہو کہنے لگے کہ اب آپ نے پوری بات فرمائی پھر اس کو ذبح کیا اور کرتے ہوئے معلوم ہوتے نہ تھے

اس کے متعلق توراۃ میں کوئی قانون شرعی بھی نازل نہ ہوا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ نزول توراۃ کے قبل کا تھا غرض بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ قاتل کا پتہ لگے آپ نے بحکم خداوندی ایک بیل کے ذبح کا حکم فرمایا جس سے قاتل کے سراغ لگنے کا طریقہ آخر قصہ میں معلوم ہوگا اس پر انہوں نے اپنی جبلت کے موافق حجتیں نکالنا شروع کیں چنانچہ آیات آئندہ میں اس کی تفصیل آتی ہے **تفتیش بنی اسرائیل** قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ (الی قولہ) فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ۝ وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ درخواست کیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے ہم سے بیان کردیں کہ اس (بیل) کے کیا اوصاف ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ (میری درخواست کے جواب میں) یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا بیل ہو کہ نہ بالکل بوڑھا ہو نہ بہت بچہ ہو (بلکہ) پٹھا ہو دونوں عمروں کے اوسط میں سو اب (زیادہ حجت مت کیجیو بلکہ) کر ڈالو جو کچھ تم کو حکم ملا ہے **ف** حدیث میں ہے کہ اگر وہ یہ حجتیں نہ کرتے تو اتنی قیدیں ان کے ذمہ نہ ہوتیں جو بقرہ ذبح کر دیتے کافی ہو جاتا **مکرر تفتیش** قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا (الی قولہ) فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ۝ کہنے لگے کہ (اچھا یہ بھی) درخواست کر دیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے ہم سے یہ (بھی) بیان کردیں کہ اس کا رنگ کیسا ہو آپ نے فرمایا کہ (اس کے متعلق) حق تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک زرد رنگ کا بیل ہو جس کا رنگ تیز زرد ہو کہ ناظرین کو فرحت بخش ہو **سہ بارہ تفتیش** قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ (الی قولہ) وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ۝ کہنے لگے کہ (اب کی بار اور) ہماری خاطر اپنے رب سے دریافت کر دیجئے کہ (اول بار کے سوال کا جواب ذرا اور واضح) ہم سے بیان کردیں کہ اس کے اوصاف کیا کیا ہوں کیونکہ ہم کو اس بیل میں (قدرے) اشتباہ (یہ باقی) ہے (کہ وہ معمولی بیل ہوگا یا کوئی اور عجیب و غریب جس میں تحقیق قاتل کا خاص اثر ہو) اور ہم ضرور انشاء اللہ تعالیٰ (اب کی بار) ٹھیک سمجھ جاویں گے **جواب تفتیش اخیر** قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ (الی قولہ) فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۝ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ وہ (کوئی عجیب و غریب جانور نہیں ہے یہی معمولی ہے البتہ عمدہ ہونا چاہئے کہ اوصاف مذکورہ کے ساتھ) نہ تو

اللغات قولہ تعالیٰ فاقع فی الکشاف الفقوع اشد ما یکون من الصفرۃ و انصعہ یقال فی التاکید اصفر فاقع و وارس کما یقال اسود حالک و حانک و ابیض یقق و لہق و احمر قانی و ذریحی و اخضر ناضر و مدہام و ازرق خطبانی و ارمک ردانی ۱۲

النحو ارتفع اللون بفاقع ارتفاع الفاعل ۱۲ کشاف

البلاغۃ فی الکشاف فان قلت فہلا قیل صفراء فاقعۃ و ای فائدۃ فی ذکر اللون قلت الفائدۃ فیہ التوکید لان اللون اسم للہیئۃ وہی الصفرۃ فکانہ قیل شدید الصفرۃ صفرتہا فہو من قولک جد جدہ و جنونک مجنون ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱ے قولہ کیا اوصاف ہیں لما فی البیضاوی ای ما حالہا و صفتہا و کان حقہ ان یقولوا ای بقرۃ ہی و کیف ہی لان ماشی یسئل بہ عن الجنس غالبا لکنہم لما رأوا ما امروا بہ علی حال لم یوجد بہا شیئ من جنسہ اجروہ مجری مالم یعرفوا حقیقتہ ولم یروا مثلہ ۱۲

۲ے قولہ اول بار کے سوال کا جواب لما فی الکشاف والبیضاوی ای مرۃ ثانیۃ تکریر السؤال الاول عن حالہا و صفتہا و استکشاف زائد ۱۲

مسائل السلوک

(بقیہ صفحہ ۳۸)

الاوضاع والمراقبات اصلا زال نورہ استعدادہ کالوطفی مصباح فوادہ و مسخ کما مسخ اصحاب السبت و من غلب علیہ وصف من اوصاف الحیوانات و رسخ فیہ بحیث ازال استعدادہ و تمکن فی طباعہ و صار صورۃ ذاتیۃ لہ کالنماء الذی منبعہ معدن الکبریت مثلا یطلق علیہ اسم ذلک الحیوان حتی کان صار طباعہ طباعہ و نفسہ نفسہ فلیجہد المرء علی حفظ انسانیتہ و تدبیر صحتہ بشراب الادویۃ الشرعیۃ والمعاجین الحکمیۃ و لیحث نفسہ بالمواعظ الوعدیۃ والوعیدیۃ

ع ۱۰ ۸

ترجمہ

زائل ہو جاتا ہے اور وہ اصحاب سبت کی طرح مسخ ہو جاتا ہے اور جس جانور کے اوصاف اس میں راسخ ہوں اسی کی طبیعت اس میں پیدا ہو جاتی ہے (گو اس امت میں مسخ صورت نہ ہو) سو انسان کو ادویہ شرعیہ سے اپنی انسانیت کے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ

اور جب تم لوگوں نے ایک آدمی کا خون کر دیا پھر ایک دوسرے پر اس کو ڈالنے لگے اور اللہ تعالیٰ کو اس امر کا ظاہر کرنا منظور تھا جس کو تم مخفی رکھنا چاہتے تھے اس لئے ہم نے حکم دیا کہ اس کو اس کے کوئی سے ٹکڑے سے چھوا دو

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

اسی طرح حق تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نظائر تم کو دکھلاتے ہیں اس توقع پر کہ تم عقل سے کام لیا کرو

مسائل السلوک (متعلقہ صفحہ ۳۹)

قولہ تعالیٰ انہا بقرۃ صفراء الخ قال العبد الضعیف مثل الصوفیۃ النفس بھذہ البقرۃ ویؤید فی التناسب بینہما کون البقرۃ صفراء وکذلک یکون لون النفس فیما یکاشفون به انتہی القول

ترجمہ قولہ تعالیٰ انہا بقرۃ صفراء الخ صوفیہ نے نفس کو اس بقرہ سے تشبیہ دی ہے اور اس سے اور مناسبت بڑھ جاتی ہے کہ یہ گائے اصفر تھی اور اہل کشف لون نفس کو بھی اصفر بتاتے ہیں

ہل میں چلا ہوا ہو جس سے زمین جوتی جاوے اور نہ (کنوئیں میں جوڑا گیا ہو کہ) اس سے زراعت کی آب پاشی کی جاوے (غرض ہر قسم کے عیب سے) سالم ہو اور اس میں (کسی طرح کا) کوئی داغ نہ ہو (یہ سن کر) کہنے لگے کہ (ہاں) اب آپ نے پوری (اور صاف) بات فرمائی (القصہ ایسا جانور تلاش کر کے خریدا) پھر اس کو ذبح کیا اور (ان کی حجتوں سے تو ظاہرا) کرتے ہوئے معلوم ہوتے نہ تھے معاملۃ مشد ھم تتمۃ مفدھم وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا (الیٰ قولہ) وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب تم لوگوں (میں سے کسی) نے ایک آدمی کا خون کر دیا پھر (اپنی اپنی برأت کے لئے) ایک دوسرے پر اس کو ڈالنے لگے اور اللہ تعالیٰ کو اس امر کا ظاہر کرنا منظور تھا جس کو تم (میں کے مجرم و مشتبہ لوگ) مخفی رکھنا چاہتے تھے اس لئے (ذبح بقرہ کے بعد) ہم نے حکم دیا کہ اس (مقتول کی لاش) کو اس (بقرہ) کے کوئی سے ٹکڑے سے چھوا دو (چنانچہ چھوانے سے وہ زندہ ہو گیا آگے اللہ تعالیٰ بمقابلہ منکرین قیامت کے اس قصہ سے استدلال اور نظیر کے طور پر فرماتے ہیں کہ) اسی طرح حق تعالیٰ (قیامت میں) مردوں کو زندہ کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نظائر (قدرت) تم کو دکھلاتے ہیں اس توقع پر کہ تم عقل سے کام لیا کرو (اور ایک نظیر سے دوسری نظیر کے انکار سے باز آؤ)

ف اس مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتلا دیا اور فوراً پھر مر گیا۔ اور جو شخص مضغہ بے جان میں جان پڑنے کے طریق میں غور کرے گا کہ اس کی کل حقیقت ایک بخار لطیف کا مضغہ سے مس کرنا اور متصل ہو جانا ہے وہ اس طریق خاص مذکور فی القصہ کو کسی طرح قدرت حق سے مستبعد نہ سمجھے گا اور دونوں اتصالوں میں کوئی معقول فرق عقلی بیان نہ کر سکے گا اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ محض مقتول کا بیان تعیین قاتل کے باب میں کافی دلیل ہے بلکہ اس موقعہ خاص پر وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا بیان مطابق واقع کے ہوگا اور دوسرے مواقع پر یہ مطابقت للواقع کسی دلیل صحیح سے ثابت نہیں فافترقا اور اس آیت کا مضمون آیات بالا کے قصہ کی ابتداء ہے ترتیب بدلنے میں ایک خاص نکتہ ہے وہ یہ کہ دور سے بنی اسرائیل کی بے عنوانیوں کا ذکر چلا آرہا ہے اور یہی ذکر مقصود اصلی ہے اور اس قصہ کے ضمن میں دو بے عنوانیوں کا ذکر کرنا مقصود ہے ایک قتل کر کے اخفاء واردات کی کوشش کرنا، دوسرے احکام خداوندی میں خواہ مخواہ کی حجتیں نکالنا سو اگر قصہ بالترتیب بیان کیا جاتا ممکن تھا کہ ناظرین جزو اول کو مقصود سمجھتے اور جزو دوم کو محض قصہ کی تتمیم خیال کرتے اور ترتیب بدلنے سے صاف معلوم ہو گیا کہ دونوں ہی جزو مقصود ہیں ورنہ دونوں کے مقصود نہ ہونے کی تقدیر پر ترتیب کیوں بدلی جاتی اور کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ حق تعالیٰ کو تو ویسے ہی زندہ کرنے کی قدرت تھی یا بے زندہ کئے ہوئے قاتل کو بتلا سکتے تھے پھر اس سامان کی کیا ضرورت تھی، بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا کوئی فعل ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ مصلحت اور حکمت کے لئے ہوتا ہے اور پوری حکمتیں ہر واقعہ کی حق تعالیٰ ہی کے احاطہ علمی میں آسکتی ہیں دوسروں کو اس فکر میں پڑنا اضاعت عمر عزیز ہے کیونکہ جو حکمت بیان کی جاوے گی وہ بھی ایک فعل ہوگا اور یہی سوال اس میں بھی ہوگا اس لئے طریق اسلم سکوت و تسلیم ہے ؎

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو ۔۔۔ کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمہ را

النحو قولہ مخرج فان قلت کیف اعمل مخرج وہو فی معنی المضی قلت وقد حکی ما کان مستقبلا فی وقت التدارء ۱۲ کشاف اضربوہ الضمیر فیہ اما ان یرجع الی النفس والتذکیر علی تاویل الشخص والانسان واما الی القتیل لما دل علیہ من قولہ ما کنتم تکتمون ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ پوری اور صاف لما فی روح المعانی الحق ہہنا بمعنی الحقیقۃ و لم یرید ان ما سبق لم یکن حقا ۱۲

۲ قولہ تم لوگوں میں سے کسی نے الکشاف خوطبت الجماعۃ لوجود القتل فیہم ۱۲

۳ قولہ ایک دوسرے پر ہو احد الوجہین المذکورین فی الکشاف نصہ او تدافعتم بمعنی طرح قتلہا بعضکم علی بعض فدفع المطروح علیہ الطارح او لان الطرح فی نفسہ دفع او دفع بعضکم بعضا عن البراءۃ واتہمہ ۱۲

۴ قولہ فی ف ترتیب بدلنے میں الخ ماخذہ الکشاف ۱۲

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا

ایسے ایسے واقعات کے بعد تمہارے دل پھر بھی سخت ہی رہے تو ان کی مثال پتھر کی سی ہے یا سختی میں ان سے زیادہ اور بعضے پتھر تو ایسے ہیں جن سے

يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ

نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور انہیں پتھروں میں بعضے ایسے ہیں کہ جو شق ہو جاتے ہیں پھر ان سے پانی نکل آتا ہے اور انہی پتھروں میں بعضے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے

خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ○ أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ

خوف سے اوپر سے نیچے لڑھک آتے ہیں اور حق تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہیں کیا اب بھی تم توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہارے کہنے سے ایمان لے آویں گے حالانکہ

فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ○

ان میں کچھ لوگ ایسے گذرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے تھے اور پھر اس کو کچھ کا کچھ کر ڈالتے تھے اس کو سمجھنے کے بعد اور جانتے تھے

آگے ان واقعات سے متاثر نہ ہونے پر شکایت فرماتے ہیں **شکایت** ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً (الی قولہ) وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ○ ایسے ایسے واقعات کے بعد (چاہیئے تھا کہ تم لوگوں کے دل بالکل نرم اور حق تعالیٰ کی عظمت سے پر ہو جاتے لیکن) تمہارے دل پھر بھی سخت ہی رہے تو (یوں کہنا چاہیئے کہ) ان کی مثال پتھر کی سی ہے یا (یوں کہیئے کہ وہ) سختی میں ان سے (بھی) زیادہ (ہیں) اور زیادہ سخت اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ بعضے پتھر تو ایسے ہیں جن سے (بڑی بڑی) نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور ان ہی پتھروں میں بعضے ایسے ہیں کہ جو شق ہو جاتے ہیں پھر ان سے (اگر زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی) پانی نکل آتا ہے اور ان ہی پتھروں میں بعضے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے خوف سے اوپر سے نیچے لڑھک آتے ہیں (اور تمہارے قلوب میں کسی قسم کا اثر ہی نہیں ہوتا) اور (اس قساوت سے جو اعمال بد صادر ہوتے ہیں) حق تعالیٰ تمہارے (ان) اعمال سے بے خبر نہیں ہیں (بہت جلد تم کو سزا کو پہنچا دیں گے) **ف** پتھروں کے تین اثر اس مقام پر بیان کئے ہیں، ایک ان سے زیادہ پانی نکلنا، دوسرے کم پانی نکلنا اس میں تو کسی کو شبہ نہیں پڑتا، تیسرے خدا تعالیٰ کے خوف سے نیچے آگرنا اس میں شاید کسی کو شبہ ہو کیونکہ ان کو عقل اور حس نہیں ہے سو سمجھ لینا چاہیئے کہ خوف کے لئے عقل کی تو ضرورت نہیں چنانچہ حیوانات لایعقل میں خوف کا مشاہدہ کیا جاتا ہے البتہ حس کی ضرورت ہے لیکن جمادات میں اتنی حس بھی نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ حس موقوف ہے حیات پر اور ممکن ہے کہ ان میں ایسی حیات لطیفہ ہو جس کا ہم کو ادراک نہ ہوتا ہو جیسا جوہر دماغ کے احساس کا بہت عقلاء کو ادراک نہیں ہوا لیکن بہت سے عقلاء دلائل سے اس کے قائل ہوئے تو ظاہر نص قرآن ان دلائل طبیہ سے دلالت اور قوت میں کم نہیں ہے اور ہم کو اس دعوے کی ضرورت نہیں کہ ہمیشہ پتھر کے گرنے کی علت یہی خوف ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ بعضے پتھر اس وجہ سے گر جاتے ہیں سو ممکن ہے کہ گرنے کے اسباب مختلف ہوں ان میں بعض طبعی ہوں اور ایک سبب یہ ہو اور اس مقام پر ان پتھروں کے اقسام سہ گانہ میں ترتیب نہایت لطیف اور افادہ مقصود میں نہایت بلیغ ہے یعنی بعض پتھروں میں ایسا قوی تاثر ہے جس سے انہار جاری ہوتی ہیں جن سے مخلوق کو بڑا نفع پہنچتا ہے ان کے قلوب ایسے بھی نہیں بعض پتھروں میں اس سے کم تاثر ہے جس سے کم نفع پہنچتا ہے تو یہ پتھر بہ نسبت اول قسم کے کم نرم ہوئے لیکن ان کے قلوب ان سے بھی سخت ہیں اور بعض پتھروں میں گو اس درجہ کا اثر نہیں مگر پھر بھی ان میں ایک اثر ہے تو یہ قسم بوجہ اس کے کہ قسمین اولین میں آثار مذکورہ کے ساتھ خوف بھی موجود ہے سب سے اسفل اور انزل اور انفعال میں اضعف اور اقل ہے مگر ان کے قلوب میں یہ انفعال اضعف بھی نہیں۔ سبحان اللہ حقیقت میں بڑی پاکیزہ ترتیب اور بیان ہے یہاں تک یہود کے حالات دکھلا سنا کر مسلمانوں کو جو ان کے مومن بنانے کی فکر و کوشش میں کلفت پیش آتی تھی انکی اس امید کو قطع کرکے انکی کلفت دفع کرتے ہیں آیت آئندہ میں **معاملۂ نوزدہم متضمن دفع کلفت مومنین** أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ (الی قولہ) وَهُمْ يَعْلَمُونَ ○

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ قال العبد الضعیف فیہ دلیل لما قالت بہ الصوفیۃ من اثبات الشعور للجمادات حسبما تطیع بہ اللہ تعالیٰ انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ الخ اس میں دلیل ہے قول صوفیہ کی کہ جمادات کے لئے اتنا شعور ثابت کرتے ہیں جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔

العربیۃ فی البیضاوی ان یومنوا لکم ان یصدقوکم او یومنوا لاجل دعوتکم فی حاشیۃ الشہاب الخفاجی علی العمل بالایمان بمعناہ اللغوی وہو التصدیق واللام صلۃ بتضمین معنی الاقرار او الاستجابۃ وعلی ان الایمان بمعناہ الشرعی واللام للتعلیل ۱۲ السباب نحو قولہ تعالیٰ اشد قسوۃ وانما لم یقل اقسی لما فی اشد من المبالغۃ والدلالۃ علی اشتداد القسوتین والمفضل علی زیادۃ کذا فی البیضاوی

اختلاف القراءۃ فی قراءۃ عما یعملون بالیاء والضمیر للیہود ۱۲

لحقات الترجمۃ قولہ فی ترجمہ یا یوں کہیئے اشارۃ الی ان او للتخییر البالغ کذا فی روح المعانی ۱۲

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا

اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب تنہائی میں جاتے ہیں یہ بعضے دوسرے بعضے یہودیوں کے پاس وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کیا مسلمانوں کو وہ

فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

باتیں بتلا دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر منکشف کردی ہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ تم کو حجت میں مغلوب کردیں گے کہ یہ مضمون اللہ کے پاس سے ہے کیا تم نہیں سمجھتے کیا انکو اس کا علم نہیں ہے کہ حق تعالیٰ

مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝

کو سب خبر ہے ان چیزوں کی بھی جن کو وہ مخفی رکھتے ہیں اور ان کی بھی جن کا وہ اظہار کردیتے ہیں

(اے مسلمانو کیا اب یہ سارے قصے سنکر) اب بھی تم توقع رکھتے ہو کہ یہ (یہودی) تمہارے کہنے سے ایمان لے آویں گے حالانکہ (ان سب مذکورہ قصوں سے بڑھکر ایک اور بات بھی ان سے ہوچکی ہے کہ) ان میں کے کچھ لوگ ایسے گذرے ہیں کہ حق تعالیٰ کا کلام سنتے تھے اور پھر اس کو کچھ کا کچھ کرڈالتے تھے (اور) اسکو سمجھنے کے بعد (ایسا کرتے) اور (لطف یہ کہ یہ بھی) جانتے تھے (کہ ہم برا کررہے ہیں محض اغراض نفسانیہ اس کارروائی کا باعث ہوتیں) **ف** مطلب یہ کہ جو لوگ ایسے بیباک اور اغراض نفسانیہ کے اسیر ہوں وہ کسی کے کہنے سے کب باز آنے والے اور کسی کی کب سننے والے ہیں اور کلام اللہ سے مراد یا توریت ہے اور سماع سے مراد بواسطہ انبیاء علیہم السلام کے اور تحریف سے مراد اس کے بعض کلمات یا تفاسیر یا دونوں کو بدل ڈالنا اور یا کلام سے مراد وہ کلام ہے جو ان ستر آدمیوں نے تصدیق موسیٰ علیہ السلام کے مقدمہ میں طور پر سنا تھا اور سماع سے مراد بلا واسطہ اور تحریف سے مراد قوم سے یہ نقل کردینا کہ اخیر میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ جو حکم تم سے ادا نہ ہوسکے وہ معاف ہے جیسا آیت واذ اخذنا میثاقکم کی تفسیر میں بیان ہوچکا - اور گو بعض امور مذکورہ کا صدور یہود معاصرین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ ہوا ہو لیکن یہ لوگ بھی اپنے اسلاف کے ان اعمال پر انکار اور نفرت نہ رکھتے تھے اس لئے حکماً یہ بھی ویسے ہی ہوئے **معاملۂ مستہم متضمن تتمہ دفع کلفت مؤمنین** وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ (الی قولہ) اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اور جب ملتے ہیں (منافقین یہود مسلمانوں سے تو) (ان سے تو) کہتے ہیں کہ ہم (بھی) ایمان لے آئے ہیں اور جب تنہائی میں جاتے ہیں یہ بعضے (منافق یہودی) دوسرے بعضے (علانیہ یہودیوں کے پاس (تو ان سے ان کی معیت وہم مشربی کے مدعی ہوتے ہیں اس وقت) وہ (دوسرے یہودی) ان سے کہتے ہیں کہ تم (یہ) کیا (غضب کرتے ہو کہ مسلمانوں کو (خوشامد میں) وہ باتیں بتلا دیتے ہو جو (ان کے مفید مذہب) اللہ تعالیٰ نے (توریت میں) تم پر منکشف کردی ہیں (مگر ہم مصلحت پوشیدہ رکھتے ہیں) نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ تم کو حجت میں مغلوب کردیں گے کہ (دیکھو) یہ مضمون اللہ کے پاس (سے تمہاری کتاب میں آیا) ہے کیا تم (اتنی موٹی بات) نہیں سمجھتے **ف** منافقین کبھی ایک آدھ بات خوشامد میں اپنا صدق ایمان جتلانے کے لئے مسلمانوں سے کہدیتے کہ توریت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت ہے یا قرآن مجید کی خبر ہے وغیرہ ذلک اس پر دوسرے لوگ ملامت کرتے اس میں توجیہ دفع کلفت کی یہ ہے کہ جو لوگ ایسے چالاک اور چاند پر خاک ڈالنے والے ہیں وہ تمہاری کیا مانیں گے اور منافقین کا یہ قول سورۂ بقرہ کے شروع میں بھی آیا ہے لیکن چونکہ وہاں انکا برتاؤ مومنین کے ساتھ بتلانا منظور تھا اور یہاں قطع امید ایمان کرانا مقصود ہے اختلاف مقصود سے تکرار دفع ہوگیا اور اکثر جگہ مکررات قرآنی اسی قبیل سے ہیں اور اگر کہیں مقصود واحد بھی ہو تب بھی تاکید خود ایک گونہ مقصود جدید اور مطمح نظر بلغا اور مہتم بالشان ہے آیت آئندہ میں اللہ تعالیٰ ان منافقین اور ان ملامت گروں کی حماقت پر تنبیہ فرماتے ہیں اور آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہوسکتی ہے کہ متکلم و مخاطب سب منافقین ہی ہوں جن میں بعضے جو ان مضامین کو مسلمانوں سے بیان نہ کرتے تھے ایسے لوگوں کو ملامت کرتے تھے جو مسلمانوں سے ان مضامین کو بیان کردیتے تھے **تحمیق یہود** اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ کیا ان کو اس کا علم نہیں ہے کہ

العربیۃ قولہ عند ربکم - فی روح المعانی ای فی کتابہ وحکمہ وہو عند ربکم بدل من ہو معنی کونہ بدلا منصوبا علمہ الذی ہو نائب عنہ بدل منہ ما بدل ولکل ان تعمد صیغۃ اسم الفاعل او بدل الاشتمال ان تقدر مصدرا وقتہ بیان جہۃ الاحتجاج بما فتح اللہ تعالیٰ فان الاحتجاج یتصور علی وجوہ شتی کانہ قیل لیحاجوکم بہ یکون فی کتابہ ای یقولوا انہ مذکور فی کتابہ الذی آمنتم بہ ۱۲ قولہ اولا یعلمون الواو بعد الہمزۃ للعطف تقدیرہ الکلام ایغفلون کذا او کذا ولا یعلمون ۱۲ استاذی مولانا محمد یعقوب رح

البلاغۃ قولہ بما فتح اللہ فی روح المعانی والتعبیر عنہ بالفتح ایذان بانہ سر مکتوم وباب مغلق ۱۲ **ملحقات الترجمۃ** لے قولہ تو ان سے انکی معیت الخ قدرہ لتوقف ظہور تفاہمہم علیہ والقرینۃ علی التقدیر قولہ تعالیٰ قالوا انا معکم وہنا لم یصرح بہ تقدمۃ الدلیل مقام المدلول لان معاتبۃ المجاہرین ایاہم بدل علی کونہم مجتمعین علی حالۃ واحدۃ ولما کان ذکر ہذا الدلیل بقید فائدۃ جدیدۃ زیادۃ قطع الطمع فی ایمانہم کان ذکرہ اولی من المدلول والمفہوم فی ضمنہ دون العکس فافہم ۱۲ **ک قولہ** نتیجہ اشارۃ الی کون اللام للعاقبۃ ۱۲

200

نصف

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ

اور ان میں بہت سے ناخواندہ ہیں جو کتابی علم نہیں رکھتے لیکن دل خوش کن باتیں اور وہ لوگ اور کچھ نہیں خیالات پکا لیتے ہیں تو بڑی خرابی ان کی ہوگی جو لکھتے ہیں

الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا

کتاب کو اپنے ہاتھوں سے پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے غرض یہ ہوتی ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نقد قدرے قلیل وصول کرلیں سو بڑی خرابی آوے گی ان کو اس کی

كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ

بدولت جس کو ان کے ہاتھوں نے لکھا تھا اور بڑی خرابی ہوگی انکو اس کی بدولت جس کو وہ وصول کرلیا کرتے تھے اور یہودیوں نے کہا کہ ہرگز ہم کو آتش چھوئے گی نہیں مگر تھوڑے روز جو شمار کرلئے جاسکیں

قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

آپ یوں فرمادیجئے کہ تم لوگوں نے حق تعالیٰ سے کوئی معاہدہ لے لیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے معاہدہ کے خلاف نہ کریں گے یا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کی کوئی علمی سند اپنے پاس نہیں رکھتے

حق تعالیٰ کو سب خبر ہے ان چیزوں کی بھی جن کو وہ مخفی رکھتے ہیں اور انکی بھی جن کا وہ اظہار کردیتے ہیں **ف** تو اگر ان منافقین نے اپنا کفر مومنین سے چھپایا تو کیا ہوا اگر ان ملامت گروں نے حضورؐ کی بشارت وغیرہ کے متعلق مضامین چھپائے تو کیا حق تعالیٰ کو تو سب خبر ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے دونوں مضمونوں سے مسلمانوں کو جابجا مطلع فرمادیا، ان آیات میں یہود کے خواندہ لوگوں کا ذکر ہوچکا تو آیت آئندہ میں انکے ناخواندوں کا ذکر فرماتے ہیں **حال عوام یہود** وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ اور ان (یہودیوں) میں بہت سے ناخواندہ (بھی) ہیں جو کتابی علم نہیں رکھتے لیکن دلخوش کن باتیں (بہت یاد ہیں) اور وہ لوگ اور کچھ نہیں (ویسے ہی بے بنیاد) خیالات پکالیتے ہیں **ف** وجہ یہ کہ کچھ تو ان کے علماء کی تعلیم ناقص اور مخلوط اور اوپر سے ان میں فہم کی کمی پھر بجز بے بنیاد خیالات کے حقائق واقعیہ کی تحقیق کہاں نصیب بقول شخصے "کریلا اور نیم چڑھا" اس میں شیرینی کہاں اور چونکہ انکی اس توہم پرستی کا بڑا سبب انکے علماء کی خیانت ہے اس لئے انکا شناعت میں ان عوام سے بڑھ کر ہونا آیت آئندہ میں بیان فرماتے ہیں گو پہلے کچھ انکا حال ابھی آچکا ہے **شناعت علماء یہود** فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ (الی قولہ) فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝ (جب عوام مذکورین قابل زجر و طرد ہیں اور اصلی سبب انکے جہل کا انکے علماء ہیں) تو بڑی خرابی ان کی ہوگی جو لکھتے ہیں (بدل سدل کر) کتاب (تورات) کو اپنے ہاتھوں سے (اور) پھر (عوام) سے کہدیتے ہیں کہ یہ (حکم) خدا کی طرف سے (یوں ہی آیا ہے (اور) غرض (صرف) یہ ہوتی ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نقد قدرے قلیل وصول کرلیں سو بڑی خرابی (پیش) آوے گی انکو اس (مبدل کتاب) کی بدولت (بھی) جس کو ان کے ہاتھوں نے لکھا تھا اور بڑی خرابی ہوگی ان کو اس (نقد) کی بدولت (بھی) جس کو وہ وصول کرلیا کرتے تھے **ف** عوام کی رضاجوئی کیواسطے غلط سلط مسئلے بتلادینے سے انسے کچھ وصول بھی ہوجاتا تھا اور انکی نظروں میں وقعت اور وجاہت بھی رہتی تھی اسی غرض سے لفظاً یا معنیً تورات میں کچھ ہیر پھار بھی کرتے رہتے تھے اس آیت میں اسی حرکت پر وعید سنائی ہے **معاملۂ سبت وکیم** وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (الی قولہ) اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اور یہودیوں نے (یہ بھی) کہا کہ ہرگز ہم کو آتش (دوزخ) چھوئے گی (بھی) تو نہیں (ہاں) مگر (بہت) تھوڑے روز جو

اللغات، امانی جمع امنیۃ واصلہا امنویۃ افعولۃ من منی اذا قدر لذلک تطلق علی الکذب وعلی ما یتمنی وما یقرأ ۱۲ (روح المعانی) الظن وقد یطلق الظن علی ما یقابل العلم الیقینی من دلیل قاطع سواء قطع بغیر دلیل او بدلیل غیر صحیح او لم یقطع فلان نفسہ الظن اسم ان کانوا جازمین ۱۲ (روح المعانی) الکتب الکتابۃ او التوراۃ ۱۲ (بیضاوی) واشرت الی الجمع بینہما فی الترجمۃ ۱۲

النحو ام تقولون فی بیضاوی ام معادلۃ لہمزۃ الاستفہام بمعنی ای الامرین کائن علی سبیل التقریر للعلم بوقوع احدہما او منقطعۃ بمعنے بل اتقولون علی التقریر والتقریع ۱۲

البلاغۃ بایدیہم تاکید کقولہم کتبتہ بیمینی ۱۲ (بیضاوی) وفی الانتصاف ان فائدۃ تصویر الحالۃ فی النفس کما وقعت حتی یکاد السامع لذلک ان یکون مشاہدا للہیئۃ ۱۲

الکلام فویل للذین الآیۃ۔ احتج البعض بالآیۃ علی عدم حجیۃ الظن فی الشرعیات فلنا قصاری الآیۃ عدم حجیۃ الظن بالمعنے الذی ارید فیہا من عدم الاستناد الی دلیل صحیح بل ہو علی خلاف الدلیل القطعی ولا کلام علی ذلک بل ہذا الظن فلا یلزم منہ عدم حجیۃ حسب القواعد الثابتۃ فی الشرع ۱۲ و قالوا لن تمسنا الآیۃ۔ دلت الآیۃ علی بطلان الخلف فی العہد وعدا کان او وعیدا او توہم من التخلف فی بعض الوعید فلان الوعید مقید بعدم مشیۃ العفو فمشیتہ یرتفع القید یرتفع الوعید فلا وعید ولا خلف ۱۲

الملحقات الترجمۃ لے قولہ بدل سدل کر کما فی البیضاوی الکتاب یعنی المحرف ۱۲

بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓـئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

کیوں نہیں جو شخص قصداً بری باتیں کرتا رہے اور اس کو اس کی خطا احاطہ کرلے سو ایسے لوگ اہل دوزخ ہوتے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

ع ۹ ۱۱ ۹

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَاِذْ اَخَذْنَا

اور جو لوگ ایمان لاویں اور نیک کام کریں ایسے لوگ اہل بہشت ہوتے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۟ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ

اور جب لیا ہم نے قول و قرار بنی اسرائیل سے کہ عبادت مت کرنا بجز اللہ تعالیٰ کے اور ماں باپ کی اچھی طرح خدمتگذاری کرنا اور اہل قرابت کی بھی اور بے باپ کے بچوں کی بھی

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْکُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

اور غریب محتاجوں کی بھی اور عام لوگوں سے بات اچھی طرح کہنا اور پابندی رکھنا نماز کی اور ادا کرتے رہنا زکوٰۃ پھر تم اس سے پھر گئے بجز معدودے چند کے اور تمہاری تو معمولی عادت ہے اقرار کر کے ہٹ جانا

(انگلیوں پر شمار کرلئے جاسکیں (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ (ان سے) یوں فرما دیجئے کیا تم لوگوں نے حق تعالیٰ سے (اس کے متعلق) کوئی معاہدہ لے لیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے معاہدہ کے خلاف نہ کریں گے یا (معاہدہ نہیں لیا بلکہ ویسے ہی) اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کی کوئی علمی سند اپنے پاس نہیں رکھتے **ف** یہود کے اس قول کی مفسرین نے مختلف تقریریں کی ہیں لیکن احقر کے قلب میں یہ تقریر آتی ہے کہ یہ امر محقق ہے کہ مومن اگر عاصی ہو تو گو معاصی سے دوزخ میں معذب ہو لیکن ایمان کی وجہ سے خلود نہ ہوگا بعد چندے نجات ہو جاوے گی پس حاصل دعویٰ یہود کا یہ تھا کہ چونکہ دین موسوی بزعم انکے منسوخ نہیں ہے لہٰذا وہ دین پر ہیں انکار نبوت حضرت عیسٰی علیہ السلام و جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کافر نہیں ہوئے پس اگر کسی عصیان کے سبب دوزخ میں چلے بھی گئے پھر نکال لئے جاویں گے اور چونکہ یہ دعویٰ محض بناء الفاسد علی الفاسد ہے کیونکہ دعویٰ تابید شریعت موسویہ کا خود غلط ہے اس لئے انکار نبوت مسیحیہ و محمدیہ سے وہ لوگ کافر ہو گئے اور کفار کے لئے بعد چندے نجات ہو جانا کسی کتاب سماوی میں نہیں جس کو حق تعالیٰ نے عہد تعبیر فرمایا پس ثابت ہوا کہ دعویٰ بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل ہے آگے رد کے ساتھ ایک ضابطہ کا بیان ہے جس کی رو سے یہ لوگ خالد فی النار ہونگے **ضابطہ** بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓـئَتُهٗ (الی قولہ) هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (بجز چند روز کے تم کو آتش دوزخ) کیوں نہیں (لگے گی بلکہ ابد الآباد تک اس میں رہنا ضرور ہے کیونکہ ہمارا ضابطہ یہ ہے کہ) جو شخص قصداً بری باتیں کرتا رہے اور اس کو اس کی خطا (و قصور اس طرح) احاطہ کرلے (کہ کہیں نیکی کا اثر تک نہ رہے) سو ایسے لوگ اہل دوزخ ہوتے ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے اور جو لوگ (اللہ و رسول پر) ایمان لاویں اور نیک کام کریں ایسے لوگ اہل بہشت ہوتے ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہا کریں گے **ف** خطاؤں کے احاطہ کرنے کے یہ معنی احقر نے ترجمہ میں ظاہر کر دیئے ہیں احاطہ بایں معنی کفار کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ کفر کی وجہ سے کوئی عمل صالح مقبول نہیں ہوتا بلکہ اگر کچھ کفر کے قبل کے اعمال ہوں وہ بھی حبط اور ضبط ہو جاتے ہیں اس وجہ سے کفار میں سب بدی ہی بدی ہوگی بخلاف اہل ایمان کے کہ اولاً ان کا ایمان خود ایک اعظم اعمال صالحہ ہے ثانیاً اور اعمال فرعیہ بھی ان کے نامۂ اعمال میں درج ہوتے ہیں اس لئے وہ نیکی کے اثر سے خالی نہیں پس یہ احاطہ مذکور انکی حالت پر صادق نہیں آتا خوب سمجھ لو حاصل استدلال استحقاق یہود للخلود کا اس ضابطہ سے یہ ہوا کہ جب اس ضابطہ کی رو سے کفار کا خالد ہونا ثابت ہوتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین نہیں ہیں بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نبی ہیں اور یہود ان حضرات کی نبوت کے منکر ہیں اور انکار نبوت انبیاء کفر ہے پس یہودی کافر ٹھیرے اس لئے اس ضابطہ کی رو سے خالد فی النار ہونگے تو ان کا دعویٰ مذکور دلیل قطعی سے باطل ٹھیرا اور جاننا چاہیئے کہ اس مقام پر کافر اور مومن نیک عمل کا ضابطہ بیان ہوا ہے اور مؤمن بد عمل کا ضابطہ دوسری آیات و احادیث میں ہے مثلاً اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ اور اس مشیت کا وقوع اس آیت میں مذکور ہے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ اور احادیث تو بہت صریح ہیں اور فی نفسہٖ صحیح ہیں **معاملۂ بست و دوم** وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (الی قولہ) وَاَنْتُمْ

العربیۃ قولہ لا تعبدون اخبار فی معنی النہی و ہو ابلغ من صریح النہی لما فیہ من ایہام ان المنہی سارع الی الانتہاء فہو یخبر عنہ قولہ احسانا متعلق بمضمر تقدیرہ وتحسنون او احسنوا قولہ المساکین مفعیل من السکون کان الفقر سکنہ قولہ حسنا

سماہ حسنا للمبالغۃ ثم تولیتم علی طریقۃ الالتفات قولہ انتم معرضون قوم عادتکم الاعراض عن الوفاء

والطاعۃ واصل الاعراض الذہاب عن المواجہۃ الی جہۃ العرض کذا فی البیضاوی اسے الناحیۃ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ

اور جب ہم نے تم سے یہ قول و قرار لیا کہ باہم خونریزی مت کرنا اور ایک دوسرے کو ترک وطن مت کرانا پھر تم نے اقرار بھی کر لیا اور اقرار بھی ایسا جیسے تم

تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ

شہادت دیتے ہو پھر تم یہ موجود ہو کہ باہم قتل و قتال بھی کرتے ہو اور ایک دوسرے کو ترک وطن بھی کراتے ہو ان اپنوں کے مقابلے میں

عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ

امداد کرتے ہو گناہ اور ظلم کے ساتھ اور اگر ان لوگوں میں سے کوئی گرفتار ہو کر تم تک پہنچ جاتا ہے تو ایسوں کو کچھ خرچ کر کرا کر رہا کرا دیتے ہو حالانکہ یہ بات ہے کہ تم کو ان کا ترک وطن کرا دینا نیز ممنوع ہے

تُعْرِضُوْنَ ۝ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب لیا ہم نے (توراۃ میں) قول و قرار بنی اسرائیل سے کہ عبادت مت کرنا (کسی کی) بجز اللہ تعالیٰ کے اور ماں باپ کی اچھی طرح خدمت گذاری کرنا اور اہل قرابت کی بھی اور بے باپ کے بچوں کی بھی اور غریب محتاجوں کی بھی اور عام لوگوں سے (جب کوئی) بات کہنا ہو تو اچھی طرح (خوش خلقی سے) کہنا اور پابندی رکھنا نماز کی اور ادا کرتے رہنا زکوٰۃ پھر تم (قول و قرار کر کے) اس سے پھر گئے بجز معدودے چند کے اور تمہاری تو معمولی عادت ہے اقرار کر کے ہٹ جانا **ف** یہ معدودے چند وہ ہیں جو توراۃ کے پورے پابند رہے کہ قبل نسخ توراۃ شریعت موسویہ پر قائم رہے اور بعد نسخ توراۃ شریعت محمدیہ کے متبع ہو گئے **تتمہ میثاق مذکور** وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ (الی قولہ) وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جب ہم نے تم سے یہ قول و قرار (بھی) لیا کہ (خانہ جنگی کر کے) باہم خونریزی مت کرنا اور ایک دوسرے کو ترک وطن مت کرانا پھر (ہمارے اس اقرار لینے پر) تم نے اقرار بھی کر لیا اور اقرار بھی (ضمناً نہیں بلکہ) ایسا جیسے تم (اس پر) شہادت (بھی) دیتے ہو **ف** چونکہ بعض اوقات کسی کی تقریر سے کسی امر کا اقرار صریح و مفہوم ہوا کرتا ہے صاف اقرار نہیں ہوتا گو عقلاً و عرفاً وہ بھی اقرار ہی ہوتا ہے لیکن یہاں اس قید اخیر سے اس شبہ کو بھی رفع کر دیا اور تبلا دیا کہ اقرار مذکور ایسا صریح تھا جیسے شہادت واضح اور صاف ہوا کرتی ہے اور ترک وطن کرانے کی ممانعت کے معنے یہ ہیں کہ کسی کو آزار پہنچا کر ایسا تنگ مت کرنا کہ بیچارہ ترک وطن پر مجبور ہو جاوے آگے اس حکم خاص کے متعلق ان کی **عہد شکنی** کا ذکر فرماتے ہیں ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ (الی قولہ) وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ پھر (اس اقرار صریح کے بعد) تم جیسے ہو یہ (آنکھوں کے سامنے) موجود (ہی) ہو کہ باہم قتل و قتال بھی کرتے ہو اور ایک دوسرے کو ترک وطن بھی کراتے ہو (اس طور پر کہ) ان اپنوں کے مقابلہ میں (ان کی مخالف قوموں کی) امداد کرتے ہو گناہ اور ظلم کے ساتھ (سو ان دونوں حکموں کو تو یوں غارت کیا) اور (ایک تیسرا حکم جو سہل سا سمجھا اس پر عمل کرنے کو خوب تیار رہتے ہو کہ) اگر ان لوگوں میں سے کوئی گرفتار ہو کر تم تک پہنچ جاتا ہے تو ایسوں کو کچھ خرچ کر کرا کر رہا کرا دیتے ہو حالانکہ یہ بات (بھی معلوم) ہے کہ تم کو ان کا ترک وطن کرا دینا (اور قتل تو اور بھی بدرجہ اولیٰ) نیز ممنوع ہے **ف** اس باب میں ان پر تین حکم واجب تھے اول قتل نہ کرنا، دوم اخراج نہ کرنا سوم اپنی قوم میں سے کسی کو گرفتار و بندی دیکھیں تو روپیہ خرچ کر کے چھڑا دینا سو ان لوگوں نے حکم اول و دوم کو تو ضائع کر دیا تھا اور سوم کا اہتمام کیا کرتے تھے اور صورت اس کی یہ ہوئی تھی کہ اہل مدینہ میں دو قومیں تھیں اوس اور خزرج اور ان میں باہم عداوت رہتی تھی اور کبھی کبھی قتال کی نوبت بھی آتی تھی اور مدینہ کے گرد و نواح میں دو قومیں یہود کی بستی تھیں بنی قریظہ اور بنی نضیر اور اوس اور بنی قریظہ باہم دوست تھے اور خزرج اور بنی نضیر باہم یار تھے تو جب اوس اور خزرج کی باہم لڑائی ہوتی تو دوستی کی وجہ سے بنی قریظہ تو اوس کے مددگار ہوتے اور بنی نضیر خزرج کے حامی بنتے تو جہاں اوس و خزرج مارے جاتے اور خانماں آوارہ ہوتے

العربیۃ ثم انتم هٰؤلاء فی البیضاوی ثم استبعاد لما ارتکبوہ بعد المیثاق والاقرار ۱۲

ملحقات الترجمۃ لے قولہ توراۃ میں ہو احد الاقوال المذکورۃ فی روح المعانی ۱۲

ہے قولہ اقرار بھی ضمناً نہیں لما فی روح المعانی وانتم تشہدون حال مؤکدۃ لما فیہ احتمال ان یکون الاقرار ذکر امر آخر یکن یتضمنہ ۱۲

ہے قولہ آنکھوں کے سامنے الخ اشارۃ الی الترکیب یکون انتم مبتدا و هٰؤلاء خبرا و فی الکشاف ثم انتم بعد ذلک ہٰؤلاء المشاہدون یعنی انکم قوم آخرون غیر اولئک المقرین تنزیلا لتغیر الصفۃ منزلۃ تغیر الذات کما تقول رجعت بغیر الوجہ الذی خرجت بہ ۱۲

ہے قولہ تیسرا حکم الخ لما فی روح المعانی روی عن السدی ان اللہ تعالیٰ اخذ علی بنی اسرائیل فی التوراۃ ان لا یقتل بعضہم بعضا ولا یخرج بعضہم بعضا من دیارہم وایما عبد او امۃ وجدتموہ من بنی اسرائیل فاشتروہ بما قام من ثمنہ فاعتقوہ ۱۲

ہے قولہ یہ بات ہے فی الکشاف ضمیر الشان ۱۲

ہے قولہ اور قتل تو اور بھی الخ اشارۃ الی حصر تہ القتل بدلالۃ النص لما فی روح المعانی وتخصیصہ بالتقیید دون القتل لان قولہ کونہ اقل خطرا بالنسبۃ الی القتل فکان مظنۃ التساہل ۱۲

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ

کیا تو کتاب کے بعض پر تم ایمان رکھتے ہو اور بعض پر ایمان نہیں رکھتے سو اور کیا سزا ہو ایسے شخص کی جو تم لوگوں میں سے ایسی حرکت کرے بجز رسوائی کے

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

دنیوی زندگانی میں اور روز قیامت کو بڑے سخت عذاب میں ڈال دیئے جاویں گے اور اللہ تعالےٰ بے خبر نہیں ہیں تمہارے اعمال سے

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۡ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ ع ۱۰

یہ وہ لوگ ہیں کہ انھوں نے دنیوی زندگانی کو لے لیا ہے بعوض آخرت کے سو نہ تو ان کی سزا میں تخفیف دی جاوے گی اور نہ کوئی ان کی طرفداری کرنے پاوے گا

انکے دوستوں کو بھی یہ مصیبت پیش آتی اور ظاہر ہے کہ بنی قریظہ کے قتل و اخراج میں بنی نضیر کا ضرور اثر اور دخل ہوتا تھا اور بالعکس بھی البتہ یہود کی دونوں جماعتوں میں سے اگر کوئی جنگ میں اسیر ہو جاتا تو ہر جماعت اپنے دوستوں کو مال سے راضی کر کے اس اسیر کو رہائی دلا دیتے اور جو کوئی پوچھتا تو کہتے کہ اسیر کو رہا کرا دینا ہم پر واجب ہے اور اگر قتل و اخراج کے معین بننے پر کوئی اعتراض کرتا تو کہتے کیا کریں اپنے دوستوں کا ساتھ نہ دینے سے عار آتی ہے حق تعالیٰ نے اسی کی شکایت فرمائی ہے اور جن مخالف قوموں کی امداد کا ذکر فرمایا ہے مراد ان قوموں سے اوس و خزرج ہیں کہ اوس بنی قریظہ کی موافقت میں بنی نضیر مخالف تھے اور خزرج بنی نضیر کی موافقت میں بنی قریظہ کے مخالف تھے اور گناہ اور ظلم دو لفظ لانے میں اشارہ ہو سکتا ہے کہ اس میں دو حق ضائع ہوتے ہیں حق اللہ بھی کہ حکم الٰہی کی تعمیل نہ کی اور حق العبد بھی کہ دوسرے کو آزار پہنچا آگے اس عہد شکنی پر شکایت و ملامت کی مع بیان سزا تصریح ہے **ملامت و وبال** اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ (الیٰ قولہ) وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ کیا تو (بس یوں کہو کہ) کتاب (توریت) کے بعض (احکام) پر تم ایمان رکھتے ہو اور بعض (احکام) پر ایمان نہیں رکھتے سو اور کیا سزا ہونا چاہیئے) ایسے شخص کی جو تم لوگوں میں سے ایسی حرکت کرے بجز رسوائی کے دنیوی زندگانی میں اور روز قیامت کو بڑے سخت عذاب میں ڈال دیئے جاویں گے اور اللہ تعالےٰ (کچھ) بے خبر نہیں ہیں تمہارے اعمال (زشت) سے **ف ۱** ہر چند کہ یہ یہودی جن کے قصہ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے بوجہ انکار نبوت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کافر ہی تھے لیکن اس مقام پر یہ کفر مذکور نہیں بلکہ بعضے احکام پر عمل نہ کرنے کو کفر سے تعبیر فرمایا ہے حالانکہ جب تک حرام کو حرام سمجھے آدمی کافر نہیں ہوتا سو وجہ اس کی یہ ہے کہ جو گناہ بہت شدید ہوتا ہے اس پر محاورات شرعیہ میں تغلیظاً کفر کا اطلاق کر دیا جاتا ہے جس طرح ہمارے محاورات عرفیہ میں کسی خسیس حرکت کرنے والے کو کہدیں کہ تو بالکل چمار ہے حالانکہ مخاطب یقیناً چمار نہیں مقصود اس سے تنفیر شدید اس امر سے اور اس کی سخت تقبیح ہوتی ہے یہی معنی ہیں ایسی حدیثوں کے مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ و نحو ذلک اور اس مقام پر دو سزاؤں کا ذکر ہے ایک دنیوی یعنی رسوائی و ذلت سو اس کا وقوع اس طرح ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت ہی میں مسلمانوں کے ساتھ نقض معاہدہ کرنے کے سبب بنی قریظہ قتل و قید کئے گئے اور بنی نضیر ملک شام کی طرف ہزار خواری کے ساتھ نکال دیئے گئے چنانچہ بنی قریظہ کا قصہ سورۂ احزاب کے نصف پر اور بنی نضیر کا قصہ سورۂ حشر کے آغاز میں قرآن ہی میں وارد ہے **ف ۲** اور جملہ فما جزاء من یفعل الخ کے متعلق دو اشکال ہیں اول یہ کہ اس جملہ سے اس فعل مذکور فی الآیہ پر خزی دنیوی کا ترتب لازم معلوم ہوتا ہے حالانکہ احیاناً اس کفر پر خزی کا ترتب نہیں ہوتا دوسرے یہ کہ جزا خزی میں منحصر معلوم ہوتی ہے حالانکہ احیاناً خزی کے ساتھ قتل وغیرہ بھی واقع ہوتا ہے اول کا جواب یہ ہے کہ حقیقت شناسوں کے نزدیک مذموم و ملوم ہونا یہ بھی خزی (یعنی رسوائی) ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کلام سے مقصود استحقاق جزا کا بیان کرنا ہے نہ کہ وقوع کا دوسرے کا جواب یہ ہے کہ قتل وغیرہ بھی خزی میں داخل ہے اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ مقصود حصر سے نفی کمی کی ہے نہ کہ زیادتی کی **تتمہ وبال مع علت** اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا الیٰ قولہ

اللغات قولہ یردون ای یصیرون الیہ فلا یتم کینئۃ تتمہ قبل ذلک فی اشد العذاب ۱۲ روح المعانی
العربیۃ افتؤمنون الاستفہام التہدید وہو عطف علی محذوف ای تفعلون ماذکر فتؤمنون ولا ھم ینصرون وتقدیم المسند الیہ لرعایۃ الفاصلۃ والتقوی لا للحصر اذ لیس المقام مقامہ ولذا لم یقل فلا انہم یخفف العذاب ۱۲ (روح المعانی)

الکلام وتوجیہ قضیۃ المعصیۃ کفرا انہ مع احتجاج المعتزلۃ علی کون العاصی غیر مومن والخوارج علی کونہ کافرا السؤال عن الدانی کیف یکون عذاب الیہود اشد من الدہریۃ الجواب من روح المعانی المراد بہ التحوف فی عذاب واشدیۃ من حیث الانقضاء والمراد اشد جمیع انواع العذاب ولکن بالنسبۃ الی عذاب من لم یفعل بہ العصیان ودلیل علیہ قولہ تعالےٰ من یفعل ذلک منکم ۱۲

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے پیغمبروں کو بھیجتے رہے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح دلائل عطا فرمائے اور

اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ

اور ہم نے ان کو روح القدس سے تائید دی۔ کیا جب کبھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام لائے جن کو تمہارا دل نہ چاہتا تھا تم نے تکبر کرنا شروع کر دیا سو بعضوں کو

وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ○ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ○

تو تم نے جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو قتل ہی کر ڈالتے تھے اور وہ کہتے ہیں ہمارے قلوب محفوظ ہیں بلکہ ان کے کفر کے سبب ان پر خدا کی مار ہے سو بہت ہی تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں

وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○ (اور وجہ اس سزا کی ان کے لئے یہ ہے کہ) یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے (احکام کی مخالفت کر کے) دنیوی زندگانی (کے حظوظ) کو لے لیا ہے بعوض (نجات) آخرت کے (جس کا ذریعہ اطاعت ہے) سو نہ تو (مجوزہ کی طرف سے) ان کی سزا میں (کچھ) تخفیف کی جاوے گی اور نہ کوئی (وکیل مختار یا دوست رشتہ دار) ان کی طرف داری (پیروی) کرنے پاوے گا **معاملہ بست وسوم** وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ (الی قولہ) وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ○ اور ہم نے (اے بنی اسرائیل تمہاری ہدایت کے لئے ہمیشہ سے بڑے بڑے سامان کئے سب سے اول) موسیٰ علیہ السلام کو کتاب (توراۃ) دی اور (پھر) ان کے بعد درمیان میں) یکے بعد دیگرے (برابر مختلف) پیغمبروں کو بھیجتے رہے اور (پھر اس خاندان کے سلسلہ کے اخیر میں) ہم نے (حضرت) عیسیٰ بن مریم کو (نبوت کے) واضح دلائل (انجیل اور معجزات) عطا فرمائے اور ہم نے ان کو روح القدس (جبریل علیہ السلام) سے (جو) تائید دی (سو الگ جو بجائے خود ایک دلیل واضح تھی تو) کیا (تعجب کی بات نہیں کہ اس پر بھی تم سرکشی کرتے رہے اور) جب کبھی (بھی) کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام لائے جن کو تمہارا دل نہ چاہتا تھا (جب ہی) تم نے (ان پیغمبر کی اطاعت سے) تکبر کرنا شروع کر دیا سو (ان پیغمبروں میں سے) بعضوں کو تو (نعوذ باللہ) تم نے جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو (بیدھڑک) قتل ہی کر ڈالتے تھے **ف** روح القدس قرآن و حدیث میں جا بجا حضرت جبریل علیہ السلام کو کہا گیا ہے جیسے قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ اور جیسے شعر حضرت حسان کا حدیث میں ہے ؎ وجبریل رسول اللہ فینا ٭ وروح القدس لیس له کفاء ٭ اور جبریل علیہ السلام کے واسطے سے عیسیٰ علیہ السلام کا مؤید ہونا کئی طور پر ہوا۔ اول وقت ولادت مس شیطان سے حفاظت کی گئی، پھر ان کے دم کرنے سے حمل عیسوی قرار پایا پھر یہود کثرت سے آپ کے دشمن تھے جبریل علیہ السلام حفاظت کے لئے ساتھ رہتے حتیٰ کہ آخر میں ان کے ذریعہ سے آسمان پر اٹھوا لئے گئے اور یہود نے بہت پیغمبروں کی تکذیب کی ہے حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بھی اور حضرت یحییٰ و زکریا علیہما السلام کو قتل بھی کیا **معاملہ بست وچہارم** وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ (الی قولہ) فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ○ اور وہ (یہودی افتخاراً) کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب (ایسے) محفوظ ہیں (کہ اس میں مخالف مذہب کا کہ اسلام ہے اثر ہی نہیں ہوتا تو مذہب پر ہم خوب پختہ ہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ محفوظی اور پختگی نہیں ہے) بلکہ ان کے کفر کے سبب ان پر

مسائل السلوک
قولہ تعالیٰ افکلما جاءکم رسول (الی قولہ) تقتلون فیہ دلالۃ علی ان الاستکبار ھو الاصل لاکثر المعاصی فان اللہ تعالیٰ قد رتب التکذیب والقتل علی استکبارھم فی القول

ترجمۃ
قولہ تعالیٰ
افکلما جاءکم رسول (الی قولہ) تقتلون اس میں دلیل ہے اس پر کہ کبر اکثر معاصی کی اصل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تکذیب اور قتل کو استکبار پر مرتب فرمایا ہے

اللغات غُلْفٌ جمع اغلف مستعار من الاغلف الذی لم یختن ای ھی متشاۃ باغشیۃ لایکاد یصل الیھا ما جاء بہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی قولہ ۔۔۔ مثل الکلبی یعنون ان قلوبنا لا یصل الیھا حدیث الا وعتہ ولو کان فیہ خیر لوعتہ ایضا وحاصل الرد ابعدھم من رحمتہ فلذلک لا یقبلون الحق الموری الیھا ۱۲ من ابی السعود

العربیۃ قفینا یقال قفاہ اذا اتبعہ وقفاہ بہ اتبعہ ایاہ ۱۲ (بیضاوی) واصل الکلام و قفینا موسیٰ بالرسل فترک المفعول واقیم من بعدہ مقامہ ۱۲ (حاشیۃ البیضاوی)

بروح القدس بالروح المقدسۃ کقولک حاتم الجود ورجل صدق ۱۲ (بیضاوی) افکلما ای فلم تستقیموا افکلما وقولہ استکبرتم ای عن اتباعہ وھو جواب کلما وھو محل الاستفہام والمراد بہ التوبیخ ۱۲ تقتلون المضارع لحکایۃ الحال الماضیۃ ای قتلتم ۱۲ جلالین ان الامر فظیع فارید استحضارہ فی النفوس وتصویرہ فی القلوب ۱۲ کشاف

الحقات الترجمۃ ۱ قولہ مجوزہ کی طرف سے ثم قولہ عطف نہ کوئی دکیل الخ وبہذا التفسیر حصل التغایر بین المفہومین بحیث افاد الترتیب المبالغۃ والتاکید لان التخفیف اعم والنصرۃ ھی دون النصرۃ فی مقام النفی ۱۲ **۲ قولہ** یکے بعد دیگرے لما فی الجلالین ای اتبعنا ھم رسولا فی اثر رسول ۱۲ **۳ قولہ** خوب پختہ صرح بہذا التفسیر فی التفسیر العزیزی کما نقلتہ فی رسالتی موائد العوائد ۱۲

حاشیہ

۱ یہ توجیہ مشہور کے علاوہ توجیہ ہے معنی لغوی تو متحد ہیں اے ہی متشاۃ باغشیۃ لایکاد یصل الیھا ما جاء بہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف تفاوت یہ ہے کہ توجیہ مشہور یہ کہنا مقصود تھا کہ ہم کیا کریں ہمارے ذہن ہی میں نہیں پہنچتا یا بعض کے نزدیک استدلالاً علی ابطال الحق تھا کہ ہر علم نافع ہمارے ذہن تک پہنچ جاتا ہے اور یہ پہنچتا نہیں ہے اور میری توجیہ پر کہنا افتخاراً ہے جس کو بولنے سے تفسیر کا تنبیہ الم تک ۔۔۔ اور تفسیر ۔۔۔ میں کچھ نہیں ہوئی مجھ کو ذوقاً اس کے جواب میں بل لعنہم اور ایک جگہ بل طبع اللہ علیہا سے یہ توجیہ زیادہ چسپاں معلوم ہوئی قلت ثم رأیت فی العزیزی بتائید تفسیری والحمد للہ علی ذلک ۱۲

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ

اور جب ان کو ایک ایسی کتاب پہنچی جو منجانب اللہ ہے اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے حالانکہ اس کے قبل بیان کیا کرتے تھے کفار سے

كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ

پھر جب وہ چیز آ پہنچی جس کو وہ پہچانتے ہیں تو اس کا انکار کر بیٹھے سو خدا کی مار ہو ایسے منکروں پر وہ حالت بری ہے جس کو اختیار کر کے

اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

وہ اپنی جانوں کو چھڑانا چاہتے ہیں یہ کہ انکار کرتے ہیں ایسی چیز کا جو حق تعالیٰ نے نازل فرمائی محض ضد پر کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس بندہ پر اس کو منظور ہو نازل فرماوے سو

عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○

وہ لوگ غضب بالائے غضب کے مستحق ہو گئے اور ان کفر کرنے والوں کو ایسی سزا ہو گی جس میں ذلت ہے

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ ان ینزل اللہ من فضلہ علی من یشآء قال العبد الضعیف فیہ دلیل علی ان الاحوال الموھوبۃ ھو محض الفضل والمشیۃ من اللہ تعالیٰ لا مدخل فیہا للمجاھدۃ انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ ان ینزل اللہ من فضلہ علی من یشاء اس میں دلیل ہے اس پر کہ احوال موہوبہ محض فضل و مشیت سے میسر ہوتے ہیں ان میں مجاہدہ کو کچھ دخل نہیں

خدا کی مار ہے (کہ اسلام جو مذہب حق ہے اس سے نفور اور مذہب منسوخ پر مصر ہیں) سو بہت ہی تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں (اور تھوڑا ایمان مقبول نہیں پس وہ کافر ہی ٹھیرے) **ف** یہ تھوڑا سا ایمان ان امور کا ہے جو ان کے مذہب اور اسلام میں مشترک ہیں مثلاً خدا کا قائل ہونا، قیامت کا قائل ہونا کہ ان امور کے وہ بھی قائل تھے لیکن خود نبوت محمدیہ اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے منکر تھے اس لئے پورا ایمان نہ تھا اور اس تھوڑے ایمان کو لغت کے اعتبار سے ایمان کہدیا کہ معنی مطلق یقین کے ہے گو بعض ہی اشیاء کے ساتھ متعلق ہو اور شرعاً یہ ایمان نہیں جس کے معنی کل امور وارد فی الشرع کا یقین کرنا ہے **معاملہ لست و پنجم** وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ (الی قولہ) فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ اور جب انکو ایک ایسی کتاب پہنچی (یعنی قرآن) جو منجانب اللہ ہے (اور) اس (کتاب) کی (بھی) تصدیق کرنے والی ہے جو (پہلے سے) انکے پاس ہے (یعنی توراۃ) حالانکہ اس کے قبل (خود) بیان کرتے تھے (اور) کفار سے (یعنی مشرکین عرب سے ایک نبی آنے والے ہیں اور ایک کتاب لانیوالے ہیں مگر) پھر جب وہ چیز آ پہنچی جسکو وہ (خوب جانتے) پہچانتے ہیں تو اس کا (صاف) انکار کر بیٹھے سو (بس) خدا کی مار ہو ایسے منکروں پر (کہ جان بوجھ کر محض تعصب کے سبب انکار کریں) **ف** قرآن کو جو مصدق توراۃ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ توراۃ میں جو پیشینگوئیں متعلق بعثت محمدیہ اور نزول قرآن کے تھیں ان سے انکا صدق ظاہر ہو گیا سو توراۃ کا ماننے والا تو قرآن اور صاحب قرآن کی تکذیب کر ہی نہیں سکتا ورنہ تکذیب توراۃ کی لازم آتی ہے جیسا ظاہر ہے اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ جب حق کو حق جانتے تھے تو انکو مومن کہنا چاہئے پھر انکو کافر کیسے کہا گیا جواب یہ ہے کہ جس طرح حق کو باطل جاننا کفر ہے اسی طرح باوجود حق جاننے کے انکار کرنا بھی کفر ہے بلکہ بشہادت عقل و شرع یہ اول سے بھی قبیح تر ہے دوسرے یہ جاننا اضطراری تھا جس سے وہ کارہ تھے اور ایمان تصدیق اختیاری کا نام ہے جس میں طوع و تسلیم ہو کیونکہ ماموربہ ہے اور ماموربہ کا اختیاری ہونا ضرور ہے آگے اس کا بھی بیان ہے کہ جان بوجھ کر پھر امر واقعی کا انکار کرنے کی کیا وجہ حاصل جواب یہ ہے کہ حسد اس کا سبب ہے چنانچہ ارشاد ہے **سبب انکار یہود** بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ (الی قولہ) وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ وہ حالت (بہت ہی) بری ہے جسکو اختیار کر کے

النحو واللغۃ یستفتحون یفتحون علیہم من قولہ فتح علیہ اذا علمہ کما فی قولہ اتحدثونہم بما فتح اللہ علیکم بئسما بانکرۃ بمعنی شئے ممیزۃ لفاعل بئس المستکن اشتروا والمخصوص محذوف ای کفرہم ومعناہ باعوا او شروا بحسب ظنہم فانہم ظنوا انہم خلصوا انفسہم من العقاب بما فعلوا ان یکفروا ھو المخصوص بالذم بغیا طلبا لما لیس لہم وحسدا وھو علۃ یکفروا دون اشتروا للفصل ان ینزل اللہ ای لان ینزل ای حسدوا علی ان ینزل ھو بیضاوی قلت واخترت فی اشتروا المعنی الثانی وفی حاشیۃ البیضاوی قولہ فانہم ظنوا الخ علی ما ھو ظاہر حالہم من اظہار التصلب وعار الحمیۃ فلا یرد انہم ما ظنوا ذلک بدلالۃ قولہ تعالیٰ بغیا وقولہ تعالیٰ ما عرفوا فان عدم ظنہم نفی الواقع لا ینافی کون ظاہر حالہم کذلک قولہ طلبا لما لیس لہم یعنی ان البغی فی اللغۃ مطلق الطلب علی ما فی الکواشی استعمل ھہنا فی الطلب الخاص وھو طلب ما لیس لہم بقرینۃ المفعول اعنی ان ینزل اللہ فان طلبہم تنزیل الوحی الذی اختارہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم طلب لما لیس حقا لہم فیؤل الی معنی الحسد فلا جل ھذا الاستلزام فسر البغی ھہنا بالحسد وجعل حسدا محسودا علیہ قولہ ان ینزل اللہ قدر اللام لتقویۃ امر المصدر اشارۃ الی انہ مفعول لبغیا لیکون محسودا علیہ فلذا قال ای حسدوہ علی ان ینزل اللہ تعالیٰ ۱۲

العربیۃ والسین فی یستفتحون اذا کان بمعنی یفتحون زائدۃ للمبالغۃ کانہم فتحوا العہد طلبہ من نفسہم روح المعانی قولہ ولما جاءھم جواب لما محذوف دل علیہ جواب لما الثانیۃ قولہ علی الکافرین ای علیہم واتی بالمظہر للدلالۃ علی انہم لعنوا لکفرہم فیکون اللام للعہد ھو بیضاوی قلت واشرت الی العہد فی الترجمۃ ۱۲

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ق

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ایمان لاؤ ان کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں تو کہتے ہیں ہم اس کتاب پر ایمان لاویں گے جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور جتنی اس کے علاوہ ہیں ان کا وہ انکار کرتے ہیں

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

حالانکہ وہ بھی حق ہیں اور تصدیق کرنے والی بھی ہیں اس کی جو ان کے پاس ہے آپ کہئے کہ پھر کیوں قتل کیا کرتے تھے اللہ کے پیغمبروں کو اس کے قبل کے زمانے میں اگر تم ایمان رکھنے والے تھے

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تم لوگوں کے پاس صاف صاف دلیلیں لائے اس پر بھی تم لوگوں نے گوسالہ کو تجویز کر لیا موسیٰ علیہ السلام کے بعد اور تم ستم ڈھا رہے تھے۔

(وہ بزعم خود) اپنی جانوں کو (عقوبت آخرت سے) چھڑانا چاہتے ہیں (اور وہ حالت) یہ (ہے) کہ کفر (وانکار) کرتے ہیں ایسی چیز کا جو حق تعالیٰ نے (ایک سچے پیغمبر پر) نازل فرمائی (یعنی قرآن اور وہ انکار بھی) محض (اس) ضد پر کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس بندہ پر اس کو منظور ہو (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیوں) نازل فرماوے سو (اس حسد بالائے کفر سے) وہ لوگ غضب بالائے غضب کے مستحق ہو گئے اور (آخرت میں) ان کفر کرنے والوں کو ایسی سزا ہو گی جس میں (تکلیف کے علاوہ) ذلت (بھی) ہے ف ایک غضب تو کفر پر تھا ہی دوسرا غضب ان کے حسد پر ہو گیا اور عذاب میں مہین کی قید سے تخصیص کفار کی ہو گئی کیونکہ مؤمن عاصی کو عذاب تطہیر عن الذنوب کے لئے ہو گا آگے ان کا ایک قول بیان فرماتے ہیں جس سے کفر ثابت ہوتا ہے اور حسد بھی مترشح ہوتا ہے **دلیل کفر و حسد یہود مع رد** وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا الیٰ قولہ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ اور جب ان (یہودیوں سے) کہا جاتا ہے کہ تم ایمان لاؤ ان کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے (متعدد پیغمبروں پر) نازل فرمائی ہیں (اور ان تمام کتابوں میں قرآن بھی ہے) تو (جواب میں) کہتے ہیں کہ ہم تو صرف (اسی) کتاب پر ایمان لاویں گے جو ہم (لوگوں) پر (بواسطہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے) نازل کی گئی ہے (یعنی توراۃ) اور (باقی) جتنی (کتابیں) اس کے علاوہ ہیں (جیسے انجیل اور قرآن) ان (سب) کا وہ انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ (توراۃ کے ماسوا کتابیں) بھی (فی نفسہ) حق (اور واقعی) ہیں اور (فی نفسہ حق ہونے کے علاوہ) تصدیق کرنے والی بھی ہیں اس (کتاب) کی جو ان کے پاس ہے (یعنی توراۃ کی) آپ (یہ بھی) کہئے کہ (اچھا تو) پھر کیوں قتل کیا کرتے تھے اللہ کے پیغمبروں کو اس کے قبل کے زمانے میں اگر تم (توراۃ پر) ایمان رکھنے والے تھے ف یہود کے اس قول کا کفر ہونا تو صریح ہے کہ اقرار کر دیا کہ ہم صرف توراۃ پر ایمان لاویں گے دوسری کتب پر ایمان نہ لاویں گے اور اس عنوان سے کہ ہم پر نازل کی گئی حسد بھی مترشح ہے جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اور کتابیں چونکہ ہم پر نازل نہیں کی گئیں اس لئے ایمان نہیں لاتے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اس قول میں تین طرح رد فرمایا اول یہ کہ جب اور کتابوں کی حقیت اور واقعیت بھی دلیل قطعی سے ثابت ہے پھر اس کے انکار کی کیا وجہ البتہ اگر اس دلیل میں کچھ کلام تھا اس کو پیش کر کے تشفی کر لیتے باقی انکار محض کی کیا وجہ، دوسرے اور کتابیں مثلاً قرآن ہی کو لو جب توراۃ کی مصدق ہیں تو اس کے انکار و تکذیب سے تو خود توراۃ کا انکار و تکذیب بھی لازم آتا ہے جیسا اوپر عنقریب آیت وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ الخ کی تفسیر میں بھی اس کی تقریر آ چکی ہے تیسرے یہ کہ انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا تمام کتب سماویہ کی رو سے کفر ہے پھر تمہارے گروہ کے لوگوں نے جو بہت نبیوں کو قتل کیا جن کی تعلیم بھی توراۃ ہی کے احکام کے ساتھ خاص تھی اور قاتلین کو تم مقتدا اور پیشوا سمجھتے ہو تو براہ راست توراۃ کے ساتھ کفر ہے اس سے تو دعویٰ ایمان بالتوراۃ کا بھی غلط ٹھہرتا ہے غرض ہر پہلو سے تمہارا یہ قول اور فعل بے ٹھکانے ہے آگے یہود کے اسی قول کو اور وجہ سے بھی رد فرماتے ہیں **تتمہ رد دعوے ایمان یہود** وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تم لوگوں کے پاس صاف صاف دلیلیں (توحید و رسالت کی) لائے (مگر) اس پر بھی تم لوگوں نے گوسالہ کو (معبود) تجویز کر لیا موسیٰ علیہ السلام کے (طور پر جانے کے) بعد اور تم (اس تجویز میں) ستم ڈھا رہے تھے ف اس بینات سے مراد وہ دلائل ہیں جو اس قصہ سے پہلے کہ اس وقت تک توراۃ نہ ملی تھی صدق حضرت موسیٰ علیہ السلام پر قائم ہو چکی تھیں مثلاً عصا اور ید بیضا اور فلق بحر و نحو ذلک حاصل تقریر رد کا ظاہر ہے کہ تم دعویٰ کرتے ہو ایمان کا اور یہ فعل صریح شرک تھا جس سے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب خدا کی تکذیب صریحاً لازم آتی جس طرح اوپر کے عمل سے توراۃ کی تکذیب لازم آتی تھی اور چونکہ اس کے قبل اتخاذ عجل کے قصہ سے صرف انکے معاملات قبیحہ کا بیان کرنا مقصود تھا اور یہاں ان کے دعوے کی تکذیب کرنا لہٰذا تجدد و تعدد

النحو واللغة ۔ مصدقًا حال ۔ مصدر حبل بطرہ وتضاف الی الفاعل تیسرا بہ ماشیوں پر منطقہ دال المفعول تیسرا بہ بالیاء ۔ وحقدا امرہ علٰی ذلک عن من الاصداد ۱۲ بیضاوی

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا قَالُوا سَمِعْنَا وَ

اور جب ہم نے تمہارا قول و قرار لیا تھا اور طور کو تمہارے اوپر لا کھڑا کیا تھا وجو کچھ ہم تم کو دیتے ہیں ہمت کے ساتھ اور سنو انہوں نے کہدیا کہ ہم نے سن لیا اور

عَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○

ہم سے عمل نہ ہوگا اور ان کے قلوب میں وہی گوسالہ پیوست ہو گیا تھا ان کے کفر کی وجہ سے آپ فرما دیجئے کہ یہ افعال تو بہت برے ہیں جن کی تعلیم تمہارا ایمان تم کو کر رہا ہے اگر تم اہل ایمان ہو

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ

آپ کہہ دیجئے کہ اگر عالم آخرت محض تمہارے ہی لئے نافع ہے بلا شرکت غیرے تو تم موت کی تمنا کر کے دکھلا دو

كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ○

اگر تم سچے ہو اور وہ ہرگز کبھی اس کی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور حق تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں کی

فائدے کے سبب تکرار نہیں ہے اور یہی تقریر سمجھو آیت آئندہ میں جس میں اخذ میثاق کا ذکر ہے جو اوپر بھی آ چکا ہے اور حاضرین زمانہ نزول قرآن پر اتخاذ عجل سے رد کرنا اسی بنا مذکور پر ہے کہ یہ لوگ ان کے طرفدار اور حامی رہتے تھے، اور خود مقصود کی تقریر اس طرح کی جائے کہ جن کے سلف نے کفر موٹی کیا ہے انکے خلف سے کفر مجھ چنداں عجیب نہیں **تتمہ ردِ مذکور** وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ (الی قولہ) قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ہم نے تمہارا قول و قرار لیا تھا اور (اس قول و قرار لینے کے لئے) طور کو تمہارے (سروں کے) اوپر لا کھڑا کیا تھا اور (اس وقت حکم دیا تھا کہ) لو جو کچھ (احکام) ہم تم کو دیتے ہیں ہمت (اور پختگی) کے ساتھ اور (ان احکام کو دل سے) سنو (اس وقت) انہوں نے (ڈر کے مارے زبان سے تو) کہدیا کہ ہم نے (قبول کر لیا اور) سن لیا اور (چونکہ واقع میں یہ بات دل سے نہ تھی اس لئے گویا بزبان حال یوں بھی کہہ رہے تھے کہ) ہم سے عمل نہ ہوگا اور (وجہ ان کی اس بددلی کی یہ تھی کہ) ان کے قلوب (کے ریشہ ریشہ) میں وہی گوسالہ پیوست ہو گیا تھا ان کے کفر (سابق) کی وجہ سے (جب کہ دریائے شور سے اتر کر انہوں نے ایک بت پرست قوم کو دیکھ کر درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے کوئی ایسا ہی مجسم معبود تجویز کر دیا جائے) آپ فرما دیجئے کہ (دیکھ لیا تم نے اپنے ایمان مزعوم کے افعال کو سو) یہ افعال تو بہت برے ہیں جن کی تعلیم تمہارا ایمان تم کو کر رہا ہے اگر تم (بزعم خود اب بھی) اہل ایمان ہو (یعنی یہ ایمان نہیں ہے) **ف** حاصل ترتیب اسباب و مسببات مندرجہ آیت کا یہ ہوا کہ دریائے شور سے اتر کر ان لوگوں سے ایک کلمۂ کفر صادر ہوا ہر چند کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زجر و توبیخ سے توبہ کر لی لیکن توبہ کے مراتب بھی مختلف ہوتے ہیں اعلیٰ درجہ کی توبہ نہ ہونے سے اس کی ظلمت کچھ قلب میں باقی رہ گئی وہ ترقی پا کر گوسالہ پرستی کا سبب ہوا پھر اس کی توبہ میں بعض تو قتل ہی ہو گئے اور شاید بعضوں کی بلا قتل معافی ہو گئی ہو جیسا بعض مفسرین نے نقل کیا ہے انکی توبہ بھی کچھ ضعیف ہوئی ہوگی اور جو گوسالہ پرستی سے محفوظ رہے تھے انکو گوسالہ پرستوں سے جس قدر نفرت واجب تھی اس میں کوتاہی ہونے سے ایک گونہ اثر اس معصیت شرکیہ کا بسبب ایک شعبۂ رضا کے انکے قلب میں باقی تھا بہر حال ضعف توبہ یا بقائے اثر عدم نفرت نے پھر قلوب میں سستی و بے پیدا کی جس سے اخذ میثاق میں رفع طور کی نوبت آئی اور قبول میں بھی مقال اور حال موافق نہ ہوئے **معاملہ لبست و ششم** قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ (الی قولہ) وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ○ (بعض یہودی دعویٰ کرتے تھے کہ آخرت کی نعمتیں خالص ہمارا ہی حق ہیں حق تعالیٰ نے اس کے باطل کرنے کے لئے فرمایا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ اگر (بقول تمہارے) عالم آخرت محض تمہارے ہی لئے نافع ہے بلا شرکت غیرے تو تم (اس کی تصدیق کے لئے ذرا) موت کی تمنا کر کے دکھلا دو اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو اور (ہم ساتھ ہی یہ بھی کہے دیتے ہیں کہ) وہ (خاص مدعی) ہرگز کبھی اس (موت) کی تمنا نہ کریں گے بوجہ (خوف سزا) ان اعمال (کفریہ) کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور حق تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں (کے حال) کی (جب تاریخ مقدمہ کی آئیگی فرد قرار داد جرم سنا کر سزا کا حکم کر دیا جاوے گا) **ف** یہود کا یہ دعویٰ ان آیات سے بھی مفہوم ہوتا ہے لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً ، وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ قل ان کانت لکم الدار الآخرۃ عند اللہ خالصۃ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صدقین

قال العبد الضعیف دل على ان من امارات الولایۃ حب الموت طبعًا او عقلًا على تفاوت الاحوال انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ قل ان کانت لکم الدار الآخرۃ عند اللہ خالصۃ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صدقین

یہ دلالت کرتی ہے اس پر کہ منجملہ علامات ولایت کے حب موت ہے خواہ طبعًا یا عقلًا حسب تفاوت احوال

اللغات قولہ و اشربوا ای تداخلہم حبہ ورسخ فی قلوبہم صورتہ لفرط شغفہم بہ کما یتداخل الصبغ الثوب والشراب اعماق البدن ۱۲ بیضاوی

العربیۃ فی قلوبہم بیان لمکان الاشراب کقولہ تعالیٰ یاکلون فی بطونہم نارا ۱۲ بیضاوی

الملحقات الترجمۃ ۱ قولہ بزبان حال ماخوذ من الاقوال المذکورۃ فی روح المعانی ۱۲

۲ قولہ درخواست کی الخ کما فی سورۃ الاعراف اجعل لنا الٰہا الخ ۱۲

۳ قولہ نافع ہے لدلالۃ اللام علیہ ۱۲

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ۔ وَاَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ وغیرہا، حاصل ان سب دعووں کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم دین حق پر ہیں لہٰذا آخرت میں ہم کو نجات تو ضرور ہو گی پھر جو ہم میں گنہگار ہیں ان کو چندے سزائے دوزخ بھگتنا پڑے گی اور جو تائب یا مرحوم ہیں وہ ابتداءً ہی جنت میں داخل ہو جاوینگے اور جو مطیع ہیں مثل ابناء و احبار کے محبوب و مقرب ہیں اور یہ سب دعوے قطع نظر قبح بعض عنوانات کے فی نفسہ کسی شخص کے دین حق پر قائم ہونے کی صورت میں صادق ہیں چونکہ وہ لوگ بوجہ منسوخ ہو جانے ان کے دین کے واقع میں دین حق پر نہ تھے اس لئے حق تعالیٰ نے جابجا مختلف وجوہ و طرق سے انکی تکذیب فرائی ہے منجملہ ان طرق کے ایک طریق یہ ہے جو یہاں مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تم لوگ اگر طریق معتاد یعنی مناظرہ سے فیصلہ نہیں کر سکتے تو ایک طریق غیر معتاد و خارق عادت سے فیصلہ کر لو جس میں علم و فہم و نظر غائر کی بھی ضرورت نہیں صرف زبان ہلانے کا کام ہے وہ یہ کہ ہم پیشین گوئی کرتے ہیں، کہ تم لوگ ہرگز زبان سے اتنا نہیں کہہ سکتے کہ ہم موت کے متمنی ہیں اس پیشینگوئی کے ساتھ اب ہم تم سے درخواست کرتے ہیں کہ بھلا اتنا کلمہ کہہ تو دو اگر کہدیا تو ہم ہارے تم جیتے اور اگر نہ کہہ سکے تو پھر تو ہمارا صادق اور تمہارا کاذب ہونا ثابت ہو جاوے گا اور یہ طریق اس تقریر پر اگر شرط و جزا میں مناسبت بھی نہ ہوتی تب بھی کافی تھا لیکن مناسبت سے احتجاج کے علاوہ لطافت اور بلاغت اور مزید ہو گئی وجہ مناسبت ظاہر ہے کہ جس شخص کو آخرت میں قرب یا اقل درجہ نجات ہی کا یقین ہو جیسا دین حق کے ہونے کا مقتضا ہے تو اس کو آخرت میں پہنچنا فی نفسہ ضرور مرغوب و محبوب ہونا چاہیئے جس کی سڑک صرف موت ہے اس لئے اس سڑک پر پڑ جانا بھی اس اعتبار خاص سے ضرور اس کا متمنی ہوگا گو طبعًا موت سے وحشت کرتا ہو یا سزائے معاصی سے خائف ہو سو اس وحشت طبعیہ یا خوف عقوبت کا اثر اتنا ضرور ہو سکتا ہے کہ بے ضرورت تمنائے موت نہ کرے گا لیکن جب کوئی ایسا ضروری داعی پیش آ دے جو کہ اپنی قوت و اثر سے طبع پر غالب آ جاوے اور اس عقوبت کی طرف التفات نہ ہونے دے یا اس معصیت کا کفارہ ہو جانا متوقع ہو تو اس وقت وہ توحش طبعی اور وہ خوف ضرور زائل ہو جاوے گا اور اس مرغوبیت و محبوبیت فی نفسہ کا ظہور ہو پڑے گا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات پر کوئی کیفیت باطنی مثل شوق وغیرہ کے غالب ہو جاتی ہے تو اس وقت وہ بیدھڑک موت وغیرہ کے آرزومند ہو جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جس کو عین موت کے وقت جب بشارت رحمت و مغفرت و رضائے حق کی مکشوف ہوتی ہے اس وقت بھی مشتاق موت کا ہو جاتا ہے جیسا احادیث میں ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایسے اسباب سے تمنائے موت کی شرعًا ممانعت بھی نہیں ہے جیسا حدیثوں میں ممانعت کو لضر نزل بہ کے ساتھ مقید کرنا صاف اس پر دال ہے جب یہ سب ذہن نشین ہو گیا تو اب سمجھئے کہ یہود اگر بزعم خود حق پر ہیں تو گو موت کی کراہت و وحشت طبعیہ پر وہ قابل الزام نہیں، لیکن جب ہی تک کہ کوئی داعی قوی پیش نہ آوے اور اس سے بڑھ کر کیا داعی ہوگا کہ دلائل عقلیہ و سمعیہ سے فیصلہ نہ ہونے پر مدار فیصلہ صرف اتنا امر قرار پایا ہو، کہ زبان سے اظہار تمنا کر دو سو اول تو دین جس درجہ اہل دین کو محبوب ہوتا ہے اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ اگر اعلاء دین اور اس کے اثبات حقیت اور وجود غلبہ کے لئے سچ مچ جان نذر ہو جاوے تو عین سعادت و غایت مطلوب ہے جیسے جانباز ایسے اوقات میں جان بازی کر ہی گذرتے ہیں تو اگر سچ مچ وہ مر بھی جاتے مگر دین کا بول بالا ہو جاتا جب بھی کوئی وجہ پس و پیش کی نہ تھی اور یہاں تو صرف زبان ہی ہلانا پڑتا تھا مگر چونکہ اضطرارًا اپنے باطل اور کفر پر اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و مؤمنین کا حق اور ایمان پر ہونا خوب جانتے تھے جیسا کہ بما قدمت ایدیہم میں یہی مراد ہے اس لئے کچھ ایسی ہیبت چھائی کہ زبان ہی نہ اٹھی ورنہ جس درجہ حضور سے ان کو عداوت و مخالفت تھی اس کی وجہ سے تو آپ کی اس پیشینگوئی پر بڑا جوش آنا چاہیئے تھا اور ضرور کہہ ڈالتے لیکن کچھ ایسے کھوئے گئے کہ دیکھا بولے تو وہ بولیں درحقیقت یہ بڑا ہی معجزہ ہے جو اثبات حقانیت اسلام کے لئے نہایت کافی ہے اور اس تقریر سے بفضلہ تعالیٰ مقام میں کوئی اشکال نہ رہا مثلاً یہ کہ موت سے تو کراہت طبعیہ ہوتی ہے یا بعد موت خوف سزائے معصیت ہوتا ہے اس لئے تمنا نہ کی ہو یا یہ کہ تمنائے موت تو ممنوع ہے پھر ان سے کیوں درخواست کی گئی سو تقریر بالا سے واضح ہو گیا کہ جو حالت در پیش تھی اس میں نہ طبعی کراہت ہے نہ اس خوف کی طرف التفات ہے نہ شرعی ممانعت ہے اب دو امر اور سمجھ لیجئے ایک تو یہ کہ یہ احتجاج خاص ان یہودیوں کے ساتھ تھا جو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخاطب تھے ہر زمانہ کے یہودیوں سے یہ خطاب نہیں ہے اور ابدًا انہیں کی عمر کے اعتبار سے فرمایا ہے دوسرے یہ کہ یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ شاید کسی نے اظہار تمنا کیا ہو مگر خبر نہ پہنچی ہو جواب یہ ہے، کہ مخالفین قرآن ہمیشہ ناصرین سے زیادہ رہے ہیں اگر ایسا ہوتا منقول و مشہور ہونا ضرور تھا آگے ان کے تمنا نہ کرنے کے تتمہ مضمون کا ذکر ہے مع اشارہ ثبوت انکے

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ زبان سے تمنا، فی روح المعانی والمراد بالتمنی قول الشخص لیت کذا ولیس من اعمال القلب ۲؎ قولہ فی آخر یہ احتجاج خاص ان یہودیوں کے ساتھ تھا، اخرج ... فی روح المعانی فی قصۃ طویلۃ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال ترحم بہذا الکلب اللعین الحال ان ہذا الکل یہودی لو یسہود فی کل وقت وانما ہو ذلک الذین کانوا ایامئذ ویجدون بعد ان عرفوا الخ ۱۲

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ

اور آپ ان کو حیات کا حریص اور آدمیوں سے بڑھ کر پاویں گے اور مشرکین سے بھی ان میں کا ایک ایک اس ہوس میں ہے کہ اس کی عمر ہزار برس کی ہو جاوے

وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا

اور یہ امر عذاب سے تو نہیں بچا سکتا کہ عمر ہو جاوے اور حق تعالیٰ کے سب پیش نظر ہیں ان کے اعمال آپ یہ کہیے کہ جو شخص جبریل سے عداوت

لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

رکھے سو انہوں نے یہ قرآن آپ کے قلب تک پہنچا دیا ہے خداوندی حکم سے اس کی یہ حالت ہے کہ تصدیق کر رہا ہے اپنے سے قبل والی کتابوں کی اور رہنمائی کر رہا ہے اور خوشخبری سنا رہا ہے ایمان والوں کو

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝

جو شخص خدا تعالیٰ کا دشمن ہو اور فرشتوں کا اور پیغمبروں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے ایسے کافروں کا

مع ۲ عند المتأخرین ۱۰ ع ۱۱

کذب دعوے کے **تتمہ مضمون سابق** وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ (الی قولہ) وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ اور (وہ لوگ موت کی تمنا کیا خاک کرتے) آپ (تو) ان کو حیات (دنیویہ) کا حریص اور (عام) آدمیوں سے (بھی) بڑھ کر پاویں گے اور (اوروں کا تو کیا ذکر حیرت تو یہ ہے کہ بعض) مشرکین سے بھی (بڑھ کر آپ ان کو حریص حیات کا دیکھیں گے اور ان کی یہ کیفیت ہے کہ) ان میں کا ایک ایک (شخص) اس ہوس میں ہے کہ اس کی عمر ہزار برس کی ہو جاوے اور (بھلا بالفرض اگر اتنی عمر ہو بھی گئی تو کیا) یہ امر عذاب سے تو بچا نہیں سکتا کہ (کسی کی بڑی) عمر ہو جاوے اور حق تعالیٰ کے سب پیش نظر ہیں ان کے اعمال (پھر جس پر ان کو عذاب ہونے والا ہے) **ف** حیرت اور استبعاد کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین عرب آخرت کے منکر تھے اس لئے ان کی بہار اور عیش جو کچھ ہے دنیا ہی ہے وہ اگر طول عمر کی تمنا کریں عجیب نہیں مگر یہود تو آخرت کے قائل اور بزعم خود اس کی نعمت کے خود مستحق پھر دنیا میں ہمیشہ رہنا چاہیں یہ نہایت مستبعد ہے پس باوجود اعتقاد آخرت کے طول عمر کی تمنا صاف دلیل ہے کہ یہ اختصاص استحقاق نعمت آخرت کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ وہاں پہنچ کر جہنم ہی نصیب ہونا ہے اس لئے جب تک بچے رہیں جب ہی تک سہی **معاملہ لست وہفتم** قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ (الی قولہ) فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ (بعض یہود نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنکر کہ جبریل علیہ السلام وحی لاتے ہیں کہا کہ ان سے تو ہماری عداوت ہے احکام شاقہ اور واقعات ہائلہ ان ہی کے ہاتھوں آیا کئے ہیں میکائیل خوب ہیں کہ بارش اور رحمت ان کے متعلق ہے اگر وہ وحی لایا کرتے تو ہم مان لیتے حق تعالیٰ اس پر رد فرماتے ہیں کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ (ان سے) یہ کہیے کہ جو شخص جبریل سے عداوت رکھے (وہ جانے لیکن اس امر کو قرآن کے نہ ماننے میں کیا دخل کیونکہ اس میں تو وہ سفیر محض ہیں) سو (سفارت کے طور پر) انہوں نے یہ قرآن آپ کے قلب تک پہنچا دیا ہے خداوندی حکم سے (تو لانے والے کی خصوصیت کیوں دیکھی جاتی ہے البتہ خود قرآن کو دیکھو کہ کیسا ہے سو) اس کی (خود) یہ حالت ہے کہ تصدیق کر رہا ہے اپنے سے قبل والی (سماوی) کتابوں کی اور رہنمائی کر رہا ہے (مصالح ضروریہ کی) اور خوشخبری سنا رہا ہے ایمان والوں کو (اور کتب سماویہ کی یہی شان ہوتی ہے پس

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ من کان عدوا للہ و ملئکتہ ورسلہ وجبریل ومیکئل فان اللہ عدو للکفرین قال العبد الضعیف فیہ دلالة علی ان عداوة اهل اللہ یتجلب عداوة اللہ انتهی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ من کان عدوا للہ (الی قولہ) فان اللہ عدو للکفرین اس میں دلالت ہے اس پر کہ اہل اللہ کی عداوت اللہ کی عداوت کا سبب بن جاتی ہے

النحو من الذین اشرکو ائمہ الکشاف محمول علی المعنی لان معنی احرص الناس احرص من الناس وما ھو قیل الضمیر لما دل علیہ یعمر من مصدرہ وان یعمر بدل منہ وکجزان یکون مبہما وان یعمر موضحہ فان قلت یود احدھم ما موقعہ قلت ھو بیان لزیادة حرصھم علی طریق الاستیناف فان قلت کیف اتصل لو یعمر بیود احدھم قلت ہو حکایة لودادتہم ولو فی معنی التمنی وکان القیاس لو عمرا الا انہ جری علی لفظ الغیبة لقولہ یود احدھم کقولک حلف بالله لیفعلن ۱۲

البلاغة نزلہ الضمیر للقرآن وکوندہ الاضمار فیہ فخامة لشان صاحبہ حیث یجعل لفرط شہرتہ کانہ یدل علی نفسہ ۱۲ قولہ علی قلبک ای قلت کان حق السلام ان یقال علی قلبی قلت جاءت علی حکایة کلام اللہ تعالیٰ کما تکلم بہ کانہ قیل قل ما تکلمت بہ من قولہ من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک ۱۲ کشاف

الروایات قولہ بعض یہود نے الخ اخرجہ فی لباب النقول عن احمد والترمذی والنسائی عن ابن عباس وابن جریر بالفاظ مختلفة ۱۲

ملحقات الترجمہ

لہ قولہ مشرکین عرب وجہ التخصیص ان بعض المشرکین من مشرکی العجم وجدوا یقولون بالثواب والعقاب بعد الموت ۱۲

لہ قولہ وہ جانے اشارة الی حذف الجزاء من کان وحذف جملة معللة بقولہ فانہ نزلہ وہذا مبطل معنی عندی وذلک ان تعبیر اخصر منہ وتقول من کان عدوا لجبریل فلاس لعداوتہ ابدا مامن تکذیب القرآن فانہ نزلہ آہ وعلیہ فالتقدیر جملة واحدة ہی جزاء الشرط ومعللة بقولہ فانہ نزلہ فافہم ۱۲

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ ۚ وَمَا یَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ○ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا

اور ہم نے تو آپ کے پاس بہت سے دلائل واضحہ نازل کئے ہیں اور کوئی انکار نہیں کیا کرتا مگر صرف وہی لوگ جو عدول حکمی کے عادی ہیں کیا اور جب کبھی ان لوگوں نے کوئی عہد کیا ہوگا

نَّبَذَهٗ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○

اس کو ان میں سے کسی نہ کسی فریق نے نظر انداز کر دیا ہوگا بلکہ ان میں زیادہ تو ایسے ہی نکلیں گے جو یقین ہی نہیں رکھتے

قرآن ہر حال میں کتاب سماوی قابل اتباع ٹھیرا پھر جبریل علیہ السلام کی عداوت سے اس کو نہ ماننا پوری حماقت ہے اب رہا خود مسئلہ عداوت جبریل کا سو اس کا فیصلہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک خود اللہ تعالیٰ سے عداوت رکھنا یا اس کے دوسرے ملائکہ سے یا اس کے رسولوں سے یا خود میکائیل سے جن کی دوستی کا دم بھرتے ہیں ان سب سے عداوت رکھنا اور جبریل سے عداوت رکھنا یہ سب ہم پلہ شمار کئے جاتے ہیں اور ان سب عداوتوں کا قانون یہ ہے کہ) جو (کوئی شخص خدا تعالیٰ کا دشمن ہو (تو) اور فرشتوں کا (ہو تو) اور پیغمبروں کا (ہو تو) اور جبریل کا (ہو تو) اور میکائیل کا (ہو) تو (ان سب کا وبال یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ دشمن ہے ایسے کافروں کا **ف** آیت اول کی تقریر کا تتمہ یہ ہے کہ سفارت کے صادق ہونے کے لئے سفیر میں دو صفتوں کا ہونا کافی ہے اول مامور ہو دوسرے امین ہو سو امین ہونے سے تو یہود کو ظاہری انکار بھی نہ تھا صرف عناداً ظاہر میں اس کا انکار کرتے تھے کہ قرآن کی تنزیل من اللہ ہوئی ہو اس لئے یہاں اسی کا اثبات کیا گیا اور نیز ایک دوسرے نکتہ سے بھی یہ تخصیص اس مقام کے مناسب ہے کیونکہ مامور سے کوئی معاملہ کرنا عرفاً آمر تک متعدی ہوتا ہے سو ان کی عداوت کا مستلزم عداوت مع اللہ ہونا خوب موکد ہو گیا اور یہ بھی مقاصد مقام سے ہے اور آیت ثانیہ میں علیٰ قلبک سے کسی کو یہ وسوسہ نہ ہو کہ الفاظ قرآنی منزل من اللہ نہیں صرف معانی ہی منزل ہیں وجہ دفع کی یہ ہے کہ قلب جس طرح معانی کا ادراک کرتا ہے اسی طرح الفاظ کا بھی تو ادراک کرتا ہے بلکہ واقع میں مدرک یہی ہے اور کان وغیرہ حواس تو محض اس کے آلات ہیں جس طرح آنکھ کے سامنے عینک کہ آنکھ کی معین تو ضرور ہے لیکن مدرک تو آنکھ ہی ہے خوب سمجھ لو اور بالخصوص حالت وحی میں کہ بیخودی کے طاری ہونے سے حواس ظاہری فاعل نہیں رہتے اس وقت بلا واسطہ گوش کے الفاظ بھی قلب ہی پر وارد ہونگے جس طرح سے اونگھتے یا سوتے میں کوئی خواب دیکھے اور اس میں کسی سے کچھ سنے تو ظاہر ہے کہ گوش ظاہری معطل محض ہے ورنہ اور باتیں بھی سنائی دیتیں مگر یقینی بات ہے کہ اس میں الفاظ بھی ہوتے ہیں چنانچہ بعض اوقات خواب بیان کرنے کے وقت یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ الفاظ تھے بلکہ بعض اوقات بعض الفاظ غیر معروف المعنے بھی ہوتے ہیں جن کی نسبت پوچھا جاتا ہے کہ خدا جانے اس لفظ کے کیا معنے ہونگے (خواب سے زیادہ کشف و ریاضت والے اس کو سمجھ سکتے ہیں اور وحی کی شان تو ان سب سے ارفع اور اتصال عالم باطن میں وہ سب سے اقوی ہے کہ ہم لوگ اس کی پوری حقیقت بھی نہیں سمجھ سکتے پس ایسے امر غریب کے باب میں کسی شئے ثابت بالنص کی نفی محض قیاس یا عدم فہم سے کرنا غلطی عظیم ہے اور قرآن میں خود جا بجا نزول کے ساتھ لسان عربی کی قید مذکور ہے اس لئے اس وسوسہ کی ہرگز گنجائش نہیں **معاملہ بست و ہشتم** وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ ۚ وَمَا یَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ○ اور (بعض یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ پر کوئی ایسی دلیل واضح نازل نہ ہوئی جس کو ہم بھی جانتے پہچانتے اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ وہ تو ایک ہی واضح دلیل کو لئے پھرتے ہیں) ہم نے تو آپ کے پاس بہت سے دلائل واضحہ نازل کئے ہیں (جن کو وہ بھی خوب جانتے پہچانتے ہیں سو ان کا انکار نہ جاننے سے نہیں بلکہ یہ انکار عدول حکمی کی عادت کی وجہ سے ہے) اور (قاعدہ کلیہ ہے کہ) کوئی انکار نہیں کیا کرتا (ایسے دلائل کا) مگر صرف وہی لوگ جو عدول حکمی کے عادی ہیں **معاملہ بست و نہم** اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○ (بعض یہود کو جو وہ عہد یاد دلایا گیا جو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے باب میں تورات میں لیا گیا تھا تو انہوں نے خود عہد لینے ہی سے صاف انکار کر دیا اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ) کیا (اس عہد لینے

اللغات قولہ نبذہ اصل النبذ الطرح لکنہ یغلب فیما ینسی ۱۲ بیضاوی

الروایات فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم من طریق سعید او عکرمۃ عن ابن عباس قال قال ابن صوریا للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا محمد ما جئتنا بشیء نعرفہ وما انزل اللہ علیک من آیۃ بینۃ فانزل اللہ فی ذلک ولقد انزلنا الیک آیات بینات الآیۃ وقال مالک بن صیف حین بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وذکر لہم ما اخذ علیہم من المیثاق وما عہد الیہم فی محمد واللہ ما عہد الینا فی محمد ولا اخذ علینا میثاقا فانزل اللہ تعالیٰ اوکلما عٰہدوا عہدا الآیۃ

ملحقات الترجمۃ لے قولہ جن کو وہ بھی خوب جانتے پہچانتے ہیں لقولہ تعالیٰ یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم ۱۲

ے قولہ اس عہد لینے سے اشارۃ الی تقدیر المعطوف علیہ ای اکفروا وکلما عٰہدوا الخ ۱۲

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ

اور جب ان کے پاس ایک پیغمبر آئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تصدیق بھی کر رہے ہیں　اس کتاب کی جو ان لوگوں کے پاس ہے ان اہل کتاب میں کے ایک فریق نے　خود اس کتاب اللہ ہی کو

كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ

پس پشت ڈال دیا　جیسے ان کو گویا اصلاً　علم ہی نہیں　اور انہوں نے ایسی چیز کا اتباع کیا جس کا چرچا کیا کرتے تھے شیاطین حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت میں

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۙ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا مگر شیاطین کفر کیا کرتے تھے　اور حالت یہ تھی کہ آدمیوں کو بھی سحر کی تعلیم کیا کرتے تھے　اور اس کا بھی جو کہ ان دونوں فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا

بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ

بابل میں جن کا نام ہاروت و ماروت تھا　اور وہ دونوں کسی کو نہ بتلاتے جب تک یہ نہ کہدیتے کہ ہمارا وجود بھی ایک امتحان ہے سو تو کہیں کافر مت بن جائیو سو لوگ ان دونوں

مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَ

سے اس قسم کا سحر سیکھ لیتے تھے جس کے ذریعہ سے کسی مرد اور اس کی بیوی میں تفریق پیدا کر دیتے تھے اور یہ لوگ اس کے ذریعہ سے کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتے　مگر خدا ہی کے حکم سے اور

يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۭ

ایسی چیزیں سیکھ لیتے ہیں جو ان کو ضرر رساں ہیں اور ان کو نافع نہیں ہیں　اور ضرور یہ بھی اتنا جانتے ہیں کہ جو شخص اس کو اختیار کرے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ

اور بیشک بری ہے وہ چیز جس میں وہ لوگ اپنی جان دے رہے ہیں کاش ان کو عقل ہوتی　اور اگر وہ لوگ ایمان اور تقویٰ کرتے تو خدائے تعالیٰ کے یہاں کا معاوضہ

اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ ع ١٢ ١٢

بہتر تھا　کاش ان کو عقل ہوتی

سے انکو انکار ہے) اور (انکی تو یہ حالت ہے کہ انہوں نے اپنے مسلّم عہدوں کو بھی کبھی پورا نہیں کیا بلکہ) جب کبھی بھی ان لوگوں نے (دین کے متعلق) کوئی عہد کیا ہوگا (ضرور) اس کو ان میں سے کسی نہ کسی فریق نے نظر انداز کر دیا ہوگا بلکہ ان (تعمیل عہد نہ کرنے والوں) میں زیادہ تو ایسے ہی نکلیں گے جو دل سے اس عہد کا یقین ہی نہیں رکھتے (سو تعمیل نہ کرنا تو فسق ہی تھا یقین نہ کرنا اس سے بڑھ کر کفر ہے) ف اور ایک جماعت کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ بعضے ان میں کے ان عہود کو پورا بھی کرتے رہے حتی کہ اخیر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لے آئے آگے ایک خاص عہد شکنی کا ذکر فرماتے ہیں جس میں اس مقام پر کلام تھا یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لانا تتمہ سابق وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (الی قولہ) كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ اور جب ان کے پاس ایک عظیم الشان پیغمبر آئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو (رسول ہونے کے ساتھ) تصدیق بھی کر رہے ہیں اس کتاب کی جو ان لوگوں کے پاس ہے (یعنی توراۃ کی کیونکہ اس میں آپ کی نبوت کی خبر ہے تو اس حالت میں آپ پر ایمان لانا عین تورات پر عمل تھا جسکو وہ بھی کتاب اللہ جانتے ہیں مگر باوجود اسکے بھی) ان اہل کتاب میں کے ایک فریق نے خود اس کتاب اللہ ہی کو اس طرح پس پشت ڈالدیا جیسے ان کو (اس کے مضمون یا کتاب اللہ ہونیکا) گویا اصلاً علم ہی نہیں تاکید تتمہ بیان اتباع یہود سحر را وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ (الی قولہ) لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ع اس مقام کی

اللغات تتلوا من التلاوة بمعنى القراءة او من تلو تبع شبه او الحمل لتضمين المعنى الاتباع والشر ١٢ بيضاوی وحاشیہ النحو واتبعوا عطف على نبذ اى نبذ وا كتاب الله واتبعوا كتب السحر على ملك سليمان اى عهده وما انزل عطف على السحر والمراد بهما واحد والعطف لتغاير الاعتبار او به نوع اخر اقوى منها على ما تتلوا بابل ظرف او حال من الملكين او الضمير في انزل لمثوبة جواب لو واصله لاثيبوا لمثوبة ١٢ بيضاوی البلاغة على ملك سليمان اى في ٢ الحاشية على البيضاوی تتلوا حكاية حال ماضية لمثوبة حذف الفعل وركبت الباقی جملة اسمية ليدل على ثبات المثوبة والجزم بخيرتها وحذف المفضل عليه (مما شروا به) جلالا لفضل من ان ينسب اليه

وتنكير المثوبة لان المعنى شئ من الثواب خير لو كانوا يعلمون جهلهم لترك التدبر او العمل بالعلم بيضاوی قوله خير ذهب بعض الى ان خير ههنا للتفضيل لا للافضلية على حد خير كما اشرنا اليه اذا فلا توهم تخيرية فيما شروا به ١٢ روح المعانی الكلام الا باذن الله دل على ان الاسباب غير مؤثرة بالذات بل بامره تعالى وجعله ١٢ من البيضاوی وغيره تصحيح غلط لتسلط في زماننا المتعلمين السنة الاسلام علماء الله تعالى الروايات اخرج ابن جرير عن شهر بن حوشب قال قالت اليهود انظروا الى محمد يخلط الحق بالباطل يذكر سليمان مع الانبياء انما كان ساحرا يركب الريح فانزل الله تعالى واتبعوا ما تتلوا الشيطين الاية ١٢ لباب

ملحقات الترجمة ١ قوله عظيم الشان اخذه تنوين رسول ١٢

خصوصیت مقتضی ہے کہ ترجمہ و تفسیر سے پہلے ایک مضمون بطور مقدمہ کے لکھدوں تاکہ فہم تفسیر میں سہولت ہو اور ذہن میں گنجلک پڑنے کی نوبت ہی نہ آوے مقدمہ
ایک زمانہ میں جس کی تعیین کی پوری تحقیق مجھ کو نہیں دنیا میں بالخصوص بابل میں جادو کا زیادہ چرچا ہوگیا تھا اور اس کے آثار عجیبہ دیکھ کر جہلا کو اس کی حقیقت اور معجزات انبیاء علیہم السلام کی حقیقت میں خلط و اشتباہ ہونے لگا اور بعضے ساحروں کو مقدس و متبوع سمجھنے لگے اور بعضے اس کو نیک عمل سمجھ کر سیکھ سیکھ کر اس پر عمل کرنے لگے جیسا بعینہ یہ سب معاملے مسمریزم کے مقدمہ میں واقع ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس خلط اور غلطی کے رفع کرنے کے لئے بابل میں دو فرشتے ہاروت ماروت نام اس کام کے لئے بھیجے کہ لوگوں کو سحر کی حقیقت اور شعبوں سے مطلع کر دیں تاکہ اشتباہ رفع ہو جاوے اور سحر پر عمل کرنے سے اور ساحروں کی اتباع کرنے سے اجتناب کر سکیں اور جس طرح انبیاء کی نبوت کو معجزات و دلائل سے ثابت کر دیا جاتا ہے اسی طرح ان کے فرشتہ ہونے پر دلائل قائم کر دیئے گئے تاکہ ان کے ارشاد کی اطاعت ممکن ہو اور یہ کام حضرات انبیاء علیہم السلام سے اس واسطے نہیں لیا گیا کہ اول تو خود ان کا ساحرین سے فصل کرنا مقصود تھا اس حیثیت سے گویا وہ ایک فریق تھے سو حکم علاوہ فریقین کے کوئی ثالث ہونا مناسب تھا، دوسرے اس کام کی تکمیل بدون نقل و حکایت ان اقوال و افعال سحریہ کے حاصل نہ ہو سکتی اور ہر چند کہ نقل کفر کفر نہ باشد عقلاً و نقلاً مسلم ہے لیکن پھر بھی ان حضرات کا مظہر ہدایت ہونا کسی قدر اس کام لینے سے آبی تھا لہذا فرشتے تجویز کئے گئے کیونکہ کارخانہ تکوین میں جو کہ مشتمل ہے خیر و شر سب پر ان سے ایسے کام بھی لئے جاتے ہیں جو مجموعہ عالم کے اعتبار سے تو بوجہ ترتب مصالح عامہ خیر ہوں لیکن فی ذاتہ بوجہ لزوم مفسدہ خاص شر ہوں جیسے کسی ظالم کا نشو و نما دینا یا کسی موذی جانور کا تربیت کرنا کہ تکویناً محمود ہے اور تشریعاً مذموم بخلاف انبیاء علیہم السلام کے کہ ان سے خاص تشریعیات کا کام لیا جاتا ہے جو خصوصاً و عموماً خیر ہی خیر ہیں اور ہر چند کہ یہ نقل و حکایت غرض مذکور سے ایک تشریعی کام تھا لیکن تاہم بوجہ احتمال قریب اس امر کے کہ اس میں عمل بالسحر کا تسبب نہ ہو جاوے جیسا کہ واقع میں ہوا ان حضرات کو سبب بواسطہ بنانا بھی پسند نہیں کیا گیا، البتہ کلیات شرعیہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی اس مقصود کی تکمیل کر دی گئی، چنانچہ وہ قواعد کلیہ بعد تفسیر آیت کے سحر کی حلت و حرمت کے بیان میں احقر بھی نقل کرے گا تفصیل جزئیات بوجہ احتمال فتنہ کے ان کے ذریعہ سے نہیں کی گئی اس کی ایسی مثال ہے جیسے انبیاء علیہم السلام نے یہ بتلایا ہے کہ رشوت لینا حرام ہے اور اس کی حقیقت بھی بتلا دی لیکن یہ جزئیات نہیں بتلائے کہ ایک طریقہ رشوت کا یہ ہے کہ صاحب معاملہ سے یوں چال کر کے فلاں بات کہے و علیٰ ہذا کیوں کہ اس سے تو لوگ اور ترکیبیں سیکھ سکتے ہیں یا مثلاً اقسام سحر ہی میں مثال فرض کیجئے کہ قواعد کلیہ سے یہ بتلا دیا گیا کہ دست غیب کا عمل جس میں زیر تکیہ یا جیب میں روپیہ مل جاوے ناجائز ہے لیکن یہ نہیں بتلایا کہ فلاں عمل اس طرح پڑھنے سے روپے ملنے لگتے ہیں آگے اللہ تعالیٰ صاحب حکمت و قدرت ہیں محض تفہیم کے لئے خطاً اتنا لکھ دیا گیا، حاصل یہ کہ انہوں نے بابل میں آکر اپنا کام کرنا شروع کیا کہ سحر کے اصول و فروع ظاہر کر کے لوگوں کو اس کے عمل بد سے بچنے کی اور ساحرین سے نفرت و دوری رکھنے کی تنبیہ اور تاکید کی جیسے کوئی عالم دیکھے کہ جہلا اکثر نادانی سے کفر کے کلمات بک جاتے ہیں اس لئے وہ تقریراً یا تحریراً ان کلمات کو جو اس وقت شائع ہیں جمع کر کے عوام کو مطلع کر دے کہ دیکھو یہ کلمات بچنے کے قابل ہیں ان سے احتیاط رکھنا اب وقتاً فوقتاً مختلف لوگوں کی ان کے پاس آمد و رفت شروع ہوئی اور درخواست کرنے لگے کہ ہم کو بھی ان اصول و فروع سے مطلع کر دیجئے تاکہ ناواقفی سے کسی اعتقادی یا عملی فساد میں نہ مبتلا ہو جائیں اس وقت انہوں نے احتیاطاً ارشاداً و اصلاحاً یہ التزام کر لیا کہ قبل از اطلاع ان اصول و فروع کے یہ کہہ دیا کرتے کہ دیکھو حق تعالیٰ کو ہماری اس اطلاع کے ذریعہ سے اپنے بندوں کی آزمائش بھی مقصود ہے کہ دیکھیں اس پر مطلع ہو کر کون شخص اپنے دین کی اصلاح و حفاظت کرتا ہے کہ شر سے آگاہ ہو کر اس شر سے بچے اور کون شخص اپنا دین خراب کرتا ہے کہ اس شر سے مطلع ہو کر خود ہی اس شر کو اختیار اور اس پر عمل کرنے لگے جس کا انجام کفر ہے خواہ اعتقاداً ہو یا عملاً سو دیکھو ہم تم کو نصیحت کئے دیتے ہیں کہ اچھی نیت سے اطلاع حاصل کیجیو اور پھر بھی اس نیت پر ثابت رہیو ایسا نہ کرنا کہ ہم سے تو یہ کہہ کر کہ میں بچنے کی غرض سے مطلع ہونا چاہتا ہوں دریافت اور تحقیق کر لو پھر اس کی خرابی میں خود ہی مبتلا ہو کر ایمان برباد کر لو اور ظاہر ہے کہ وہ اس سے زیادہ اور کیا خیر خواہی کر سکتے تھے. غرض جو کوئی اس طرح ان سے عہد و پیمان کر لیتا وہ اس کے روبرو سب اصول و فروع سحر کے بیان کر دیتے اور کام ہی ان کا یہ تھا اب اگر کوئی عہد شکنی کر کے اپنے ارادہ اور اختیار سے فاجر یا کافر بنے وہ جانے چنانچہ بعضے اس عہد پر قائم نہ رہے اور اس سحر کو ذریعہ ایذا رسانی خلق کا بنا لیا جو فسق تو یقیناً ہے اور بعضے طریقے اس کے استعمال کے کفر بھی ہیں اس طرح سے فاجر کافر بن گئے اس ارشاد اصلاحی اور پھر مخاطب کے خلاف کرنے کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی جامع عالم باعمل کے پاس جاوے کہ مجھ کو فلسفۂ قدیمہ یا جدیدہ پڑھا دیجئے تاکہ خود بھی شبہات سے محفوظ رہوں اور مخالفین کو جواب دے سکوں اور اس عالم کو یہ احتمال

ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ کو مثلاً دھوکہ دے کر پڑھ لے پھر خود ہی تقویت باطل میں اس کا استعمال کرنے لگے اور اس احتمال کی وجہ سے اس کو نصیحت کرے کہ ایسا مت
کرنا اور وہ وعدہ کر لے اور اس لئے اس کو پڑھا دیا جائے لیکن پھر وہ شخص درحقیقت قصداً اسی سوء استعمال محتمل میں مبتلا ہو جاوے سو ظاہر ہے کہ اس کے سوء استعمال
سے اس معلّم پر کوئی ملامت یا قبح عائد نہیں ہو سکتا، اسی طرح اس اطلاع سحر سے ان فرشتوں پر کسی شبہ و وسوسہ کی گنجائش نہیں اور اس خدمت کی تکمیل کے
بعد غالباً وہ فرشتے آسمان پر بلا لئے گئے ہوں واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اب بعونہ تعالیٰ آیت کی تفسیر لکھتا ہوں

تفسیر

اور (یہودی ایسے بے عقل ہیں کہ) انہوں نے (کتاب اللہ کا اتباع تو نہ کیا) اور (ایسی چیز کا (یعنی سحر کا) اتباع (اختیار) کیا جس کا چرچا کیا کرتے تھے شیاطین (یعنی
خبیث جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے (عہد) سلطنت میں، اور (بعضے بے وقوف جو حضرت سلیمان علیہ السلام پر گمان سحر رکھتے ہیں بالکل ہی لغو بات
ہے کیونکہ سحر تو اعتقاداً یا عملاً کفر ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے (نعوذ باللہ کبھی) کفر نہیں کیا مگر (ہاں) شیاطین (یعنی خبیث جن بے شک) کفر
(کی باتیں اور کام یعنی سحر) کیا کرتے تھے اور حالت یہ تھی کہ (خود تو کرتے ہی تھے اور) آدمیوں کو بھی (اس) سحر کی تعلیم کیا کرتے تھے (سو وہی سحر متوارث چلا آ رہا
ہے اس کا اتباع یہ یہودی کرتے ہیں) اور (اسی طرح) اس (سحر) کا بھی (یہ لوگ اتباع کرتے ہیں) جو کہ ان دونوں فرشتوں پر (ایک خاص حکمت کیواسطے)
نازل کیا گیا تھا (جو شہر) بابل میں (رہتے تھے جن کا نام ہاروت و ماروت تھا اور وہ دونوں (وہ سحر) کسی کو نہ بتلاتے جب تک (احتیاطاً پہلے) یہ (نہ) کہہ دیتے
کہ ہمارا وجود بھی (خلق کے لئے) ایک امتحان (خداوندی) ہے (کہ ہماری زبان سے سحر پر مطلع ہو کر کون پھنستا ہے اور کون بچتا ہے) سو تو (اس پر مطلع ہو
کر) کہیں کافر مت بن جائیو (کہ اس میں پھنس جاوے) سو (بعضے) لوگ ان دونوں (فرشتوں) سے اس قسم کا سحر سیکھ لیتے تھے جس کے ذریعے سے (عمل
کر کے) کسی مرد اور اس کی بیوی میں تفریق پیدا کر دیتے تھے اور (اس سے کوئی وہم اور خوف میں نہ پھنس جاوے کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ) یہ (ساحر) لوگ اس
(سحر) کے ذریعے سے کسی کو (ذرہ برابر) بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر خدا ہی کے (تقدیری) حکم سے اور (ایسا سحر حاصل کر کے بس) ایسی چیزیں سیکھ لیتے تھے جو (خود) ان کو
(بوجہ گناہ کے) ضرر رساں ہیں اور (کسی معتد بہ درجہ میں) ان کو نافع نہیں ہیں (تو یہودی بھی اتباع سحر سے بڑے ضرر میں ہونگے) اور (یہ بات کچھ ہمارے ہی کہنے
کی نہیں بلکہ) ضرور یہ (یہودی) بھی اتنا جانتے ہیں کہ جو شخص اس (سحر) کو (کتاب اللہ کے عوض) اختیار کرے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ (باقی) نہیں اور
بے شک بری ہے وہ چیز (یعنی سحر و کفر) جس میں وہ لوگ اپنی جان دے رہے ہیں کاش ان کو (اتنی) عقل ہوتی اور اگر وہ لوگ (بجائے اس کفر و بدعملی کے) ایمان
اور تقویٰ (اختیار) کرتے تو خدا تعالیٰ کے یہاں کا معاوضہ (اس کفر و بدعملی سے ہزار درجہ) بہتر تھا کاش (اتنی) عقل ہوتی **ف ۱** یہ بے وقوف لوگ جو حضرت
سلیمان علیہ السلام کی طرف سحر کی نسبت کرتے تھے یہود ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے بیچ میں ان کی براءۃ بھی ظاہر فرما دی **ف ۲** مقصود ان آیتوں سے تقبیح ہے
یہود کی کیونکہ ان میں سحر کا بھی چرچا تھا، اور ان آیتوں کے متعلق ایک لمبا چوڑا زہرہ کا قصہ مشہور ہے جو کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں جن علماء نے اس کو قواعد
شرعیہ کے خلاف سمجھا ہے رد کر دیا ہے اور جنہوں نے کسی تاویل سے خلاف نہیں سمجھا رد نہیں کیا۔ احقر کو اس کے صحیح اور غلط ہونے سے اس وقت قصداً کچھ
بحث نہیں البتہ اس قدر ضرور کہنا ہے کہ ان آیات کی تفسیر اس قصہ پر موقوف نہیں جیسا ناظرین نے تفسیر مع مضمون مقدمہ پڑھ کر دیکھ لیا ہوگا،

ملحقات الترجمۃ لے قولہ فی ترجمۃ انما نحن فتنۃ اور خود بھی لم یترجم بالحصر لاشتمال تعلیمہا علی حکم اخری مذکورۃ
فی مقدمۃ تفسیر الآیۃ غیر ہذہ الفتنۃ وصرح فی روح المعانی فی تفسیر انما نحن فتنۃ عن الحجرین الحصر فیہ انما
یفہم من السیاق ولم تدل علیہ وضعاً آہ ولو حملت علی الحصر صح ایضاً لکون الحصر بالاضافۃ الی تجویز السحر لا
الطلب من تعلیمہ بجوازہ فلا تنفی الحکم المذکورۃ فافہم ۱۲
ے قولہ فی ترجمۃ فیتعلمون بعضے لان صیغۃ الجمع لیست نصاً فی العموم وحملت علی الخصوص بشہادۃ الواقع
سے قولہ فی ترجمۃ باذن اللہ تقدیری حکم سے لان السحر لیس بما فوق فیہ شرعاً ثم تم توقف علی الکون
اسباب المحدثات ۱۲

حاشیہ

عہ حافظ حدیث علامہ ابن کثیر رحمہ نے بھی اپنی تفسیر میں بعینہ اسی مضمون کو اختیار فرمایا ہے اور عبارت
ان کی یہ ہے. وقصہا خلق من المفسرین من المتقدمین ومن المتاخرین وحاصلہا راجع فی تفصیلہا الی اخبار
بنی اسرائیل اذ لیس فیہا حدیث مرفوع صحیح متصل الاسناد الی الصادق المصدوق المعصوم الذی لا ینطق عن
الہوی وظاہر سیاق القرآن اجمال ہذہ القصۃ من غیر بسط ولا اطناب فیہا فنحن نؤمن بما ورد فی القرآن علی ما ارادہ
اللہ تعالیٰ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال انتہی قلت وقد اورد ابن کثیر قبل ذلک حدیث نافع عن عبد اللہ بن عمر
مرفوعاً من مسند احمد بسندہ ثم قال ورجالہ کلہم ثقات من رجال الصحیحین الا موسی بن جبیر (الی قولہ) فہو مستور
الحال وقد تفرد بہ عن نافع مولی ابن عمر
ثم اورد لہ طریقاً اخری من ابن جریر بسندہ الی سالم انہ سمع عبد اللہ یحدث عن کعب الاحبار یذکرہ ثم قال ابن کثیر فہذا
اصح واثبت الی عبد اللہ بن عمر من الاسنادین المتقدمین وسالم اثبت فی ابیہ من مولاہ نافع فدار الحدیث ورجع
الی نقل کعب الاحبار عن کتب بنی اسرائیل واللہ اعلم انتہی سو محمد یکمع الحدیث جیدۃ ای فقرہ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَقُولُوا۟ رَٰعِنَا وَقُولُوا۟ ٱنظُرْنَا وَٱسْمَعُوا۟ ۗ وَلِلْكَٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

اے ایمان والو تم راعنا مت کہا کرو اور انظرنا کہہ دیا کرو اور سن لیجیو اور کافروں کو سزا دردناک ہوگی

مَّا يَوَدُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ وَلَا ٱلْمُشْرِكِينَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن

ذرا بھی پسند نہیں کرتے کافر لوگ ان اہل کتاب میں سے اور مشرکین میں سے اس امر کو کہ تم کو تمہارے پروردگار کی طرف سے کسی طرح کی بہتری نصیب ہو

رَّبِّكُمْ ۗ وَٱللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِۦ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ۝

اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو منظور ہوتا ہے مخصوص فرما لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں

ف۳ اور سحر کے فسق یا کفر وغیرہ ہونے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس میں کلمات کفریہ ہوں مثل استعانت بہ شیاطین یا کواکب وغیرہ تب تو کفر ہے خواہ اس سے کسی کو ضرر پہنچایا جاوے یا نفع پہنچایا جاوے اور اگر کلمات مباحہ ہوں تو اگر کسی کو خلاف اذن شرعی کسی قسم کا ضرر پہنچایا جاوے یا اور کسی غرض ناجائز میں استعمال کیا جاوے تو فسق اور معصیت ہے اور اگر ضرر نہ پہنچایا جاوے نہ اور کسی غرض ناجائز میں استعمال کیا جاوے تو اس کو عرف میں سحر نہیں کہتے بلکہ عمل یا عزیمت یا تعویذ گنڈہ کہتے ہیں اور مباح ہے البتہ لغت میں لفظ سحر اس کو بھی شامل ہے کہ ہر تصرف عجیب کو کہا جاتا ہے اور اگر کلمات مفہوم نہ ہوں تو وہ بوجہ احتمال کفر ہونے کے واجب الاحتراز ہے اور یہی تفصیل ہے تمام تعویذ گنڈوں اور نقش وغیرہ میں کہ غیر مفہوم نہ ہوں اور غیر مشروع نہ ہوں اور غرض ناجائز میں استعمال نہ ہوں یا تینی شرطوں سے جائز ہیں ورنہ ناجائز اور کفر عملی کا اطلاق بھی جائز بلکہ صحیح ہے ف۴ اور ان آیات سے بعض لوگ یہ سمجھ گئے کہ سحر میں تفریق زوجین یا اسی کی مثل اور قریب قریب آثار سے زیادہ اثر نہیں ہے اور یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کیونکہ تخصیص ذکری سے نفی غیر مذکور کی لازم نہیں تخصیص ذکری کے بہت اسباب اور موجحات حسب اختلاف مقام ہوا کرتے ہیں چنانچہ ممکن ہے کہ یہ سحر خاص ایسا ہی ہوا اور مدعی کے پاس اس پر کوئی عقلی دلیل بھی نہیں ف۵ اور یہود باوجود سب باتوں کے جاننے کے چونکہ عمل خلاف علم کرتے تھے اور تدبر نہ کرتے تھے اس لئے اول ان کے جاننے کی خبر دی پھر آخر میں یہ کہہ کر اس کی نفی بھی کر دی کہ کاش ان کو علم و عقل ہوتا کیونکہ جس علم پر عمل نہ ہو اور تدبر نہ ہو وہ مثل جہل کے ہے **معاملہ سی ام** يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَقُولُوا۟ رَٰعِنَا الی قولہ وَلِلْكَٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (بعضے یہودیوں نے ایک شرارت ایجاد کی کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں آکر لفظ رَاعِنَا سے آپ کو خطاب کرتے جس کے معنی ان کی عبرانی زبان میں برے ہیں اور وہ اسی نیت سے کہتے اور عربی میں اس کے معنی بہت اچھے ہیں کہ ہماری مصلحت کی رعایت فرمائیے اس لئے عربی داں اس شرارت کو نہ سمجھ سکتے اور اس اچھے معنے کے قصد سے بعضے مسلمان بھی حضور کو اس کلمہ سے خطاب کرنے لگے اس سے ان شریروں کو اور گنجائش ملی حق تعالیٰ نے اس گنجائش کے قطع کرنے کو مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ) اے ایمان والو تم (لفظ) راعنا مت کہا کرو اور (اگر اس کے ظاہری مطلب عرض کرنے کی ضرورت پڑا کرے تو لفظ) انظرنا کہہ دیا کرو (کہ اس کے بھی یہی معنے ہیں کہ ہماری مصلحت پر نظر فرمائیے) اور (اس حکم کو اچھی طرح) سن لیجیو (اور یاد رکھیو) اور (ان) کافروں کو (تو) سزائے دردناک ہوگی (جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایسی گستاخی اور وہ بھی چالاکی کے ساتھ کرتے ہیں)

ف اس حکم سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر اپنے کسی فعل مباح سے کسی کو گنجائش گناہ کرنے کی ملے تو وہ فعل خود اس کے حق میں مباح نہیں رہتا جیسے مثلاً عالم کے کسی فعل سے کوئی جاہل سند لے کر خلاف شرع کام کرنے لگے تو اگر وہ فعل ضروری نہ ہوگا تو خود اس عالم کے لئے بھی منع ہو جاوے گا **ربط** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہود کا برتاؤ بیان کر کے آگے مسلمانوں کے ساتھ ان کا برتاؤ بتلاتے ہیں **معاملہ سی و دوم** مَّا يَوَدُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ الی قولہ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ۝ (بعضے یہودی بعض مسلمانوں سے کہنے لگے کہ بخدا ہم دل سے تمہارے خیر خواہ ہیں اور ہزار جان سے پسند

مسائل سلوک

قولہ تعالیٰ یایہا الذین امنوا لا تقولوا راعنا الآیۃ قال العبد الضعیف فی الآیۃ تعلیم ادب الشیخ من التحرز عما یوھم الاخلال بادب الشیخ انتھی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ یایہا الذین امنوا لا تقولوا راعنا اس آیت میں ادب شیخ کی تعلیم ہے کہ جس امر میں شیخ پر طعن ہونے کا شبہ بھی ہو اس سے بھی بچنا چاہیے،

اللغات راعنا ای راقبنا وتأن بنا حتی نفہمہ و سب بالکلمۃ العبرانیۃ من الرعن وھو الرعونۃ بمعنے الحمق ھو من البیضاوی
النقمۃ نہی المؤمنون سوء الخطاب و قطعا للالسنۃ و ابعادا عن المشابہۃ ۱۲ روح المعانی نحو لیت الآیۃ علی ذم امثال ہذہ الامور مما یجر الی المفاسد کذا فی ۱۲

الروایات فی روح المعانی اخرج ابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس ان الیہود کانوا یقولون ذلک سرا لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و ہو سب قبیح بلسانہم فلما سمعوا اصحابہ علیہ السلام والصلوۃ یقولون اعلنوا بہا فکانوا یقولون ذلک ویضحکون فیما بینہم فانزل اللہ ہذہ الآیۃ ۱۲
الملحقات ترجمہ لے قولہ بعضے یہودی الخ کذا فی معالم التنزیل ۱۲

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اَلَمْ

ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کر دیتے ہیں یا اس آیت کو فراموش کر دیتے ہیں تو ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کی مثل لے آتے ہیں کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتے ہیں کیا

تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۝

تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ خاص ان ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور تمہارا حق تعالیٰ کے سوا کوئی یار مددگار بھی نہیں

کرتے ہیں کہ تم کو دینی احکام ہمارے دینی احکام سے بہتر عنایت ہوں تو ہم بھی ان کو قبول کریں مگر کیا کیا جاوے کہ تمہارا دین ہمارے دین سے اچھا ثابت نہیں ہوا حق تعالیٰ اس دعویٰ خیر خواہی کی تکذیب فرماتے ہیں کہ) ذرا بھی پسند نہیں کرتے کافر لوگ (خواہ) ان اہل کتاب میں سے (ہوں) اور (خواہ) مشرکین میں سے اس امر کو کہ تم کو تمہارے پروردگار کی طرف سے کسی طرح کی بہتری (بھی) نصیب ہو اور (ان کے اس حسد سے کچھ بھی نہیں ہوتا کیونکہ) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت (و عنایت) کے ساتھ جس کو منظور ہوتا ہے مخصوص فرما لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل (کرنے) والے ہیں **ف** ان کے دو دعوے تھے یہودیت کا بہتر ہونا اسلام سے۔ یہ اول تو ثابت نہیں کر سکے اور نرے دعوے سے کیا ہوتا ہے، دوسرے یہ بھی فضول بات، کیونکہ ناسخ کے آنے سے منسوخ چھوڑ دیا جاتا ہے افضل غیر افضل کے فرق پر موقوف نہیں لہٰذا اس کا جواب بوجہ نہایت ظاہر ہونے کے یہاں ذکر نہیں کیا گیا صرف دوسرے دعوے خیر خواہی میں کلام کیا گیا اور مشرکین کا یہاں تقویت مضمون کے لئے ذکر کیا کہ جس طرح وہ یقیناً تمہارے خیر خواہ نہیں اسی طرح ان کو سمجھو،

معاملہ سی و دوم مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا (الی قولہ) وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ

یہود نے قبلہ کا حکم بدل جانے پر جس کا ذکر عنقریب آتا ہے طعن کیا تھا، اور مشرکین بھی بعضے حکموں کے منسوخ ہو جانے پر زبان درازی کرتے تھے حق تعالیٰ اس طعن اور اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ) ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کر دیتے ہیں (گو آیت قرآن میں یا ذہنوں میں باقی رہے) یا اس آیت (ہی) کو (ذہنوں سے) فراموش کر دیتے ہیں تو (یہ کوئی بات اعتراض کی نہیں کیونکہ اس میں بھی مصلحت ہوتی ہے چنانچہ) ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کی مثل (بجائے اس کے دوسری چیز) لے آتے ہیں (اے معترض) کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتے ہیں (پس ایسے قادر کو رعایت مصالح کیا مشکل ہے اور) کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ خاص ان ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی (جب ان کی اس قدرت و سلطنت میں کوئی شریک و سہیم نہیں ہے تو ان مصلحتوں کی رعایت کر کے دوسرا حکم دے دینے میں کون مزاحمت کر سکتا ہے غرض حکم ثانی کی تجویز سے بھی کوئی مانع نہیں اور اس حکم کے جاری کر دینے میں بھی کوئی مانع نہیں) اور (یہ بھی سمجھ رکھو کہ) تمہارا حق تعالیٰ کے سوا کوئی یار و مددگار بھی نہیں (پس جب وہ یار ہیں تو احکام میں مصلحت کی ضرور رعایت کریں گے اور جب مددگار ہیں تو ان احکام پر عمل کرنے کے وقت تمہارے مخالفین کی ضرر مزاحمت سے بھی محفوظ رکھیں گے البتہ اگر اس ضرر سے بڑھ کر کوئی نفع اخروی ملنے والا ہو تو ظاہراً مخالف کا مسلط ہو جانا اور بات ہے **ف۱** حکم ثانی کا مصلحت میں بہتر یا مثل ہونا کبھی باعتبار ثواب کے ہوتا ہے کبھی باعتبار آسانی کے کبھی دوسرا حکم یہی تجویز ہوتا ہے کہ بالکل ہی معاف کر دیا یہ بھی ایک حکم ہے اگر حدیث سے کوئی حکم قرآنی منسوخ ہو وہ بھی خدا ہی کی دی ہوئی ہے غرض نسخ کی سب قسمیں اس میں آ گئیں **ف۲** حکم ثانی کے لئے یہ امور عقلاً ضروری ہیں اس کا قرین مصلحت ہونا حاکم کا قادر ہونا دوسرے کسی کا مزاحم نہ ہو سکنا حاکم کا محکومین کے لئے خیر خواہ ہونا اگر کوئی ان سے مزاحمت کرے تو ان کی امداد کرنا ان آیتوں میں حق تعالیٰ

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا قال العبد الضعیف و یفہم من الاٰیة ایضاً الاشارة الی ان کل وارد یذھب او یغلب بلا اختیار العبد یھب اللّٰہ تعالیٰ خیراً منہ او مثلہ فلا یتحسر العبد علیہ انتھی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا اس آیت سے اس طرف بھی اشارہ سمجھا جاتا ہے کہ جو وارد بلا اختیار عبد زائل یا منقلب ہو جاوے حق تعالیٰ اس سے بہتر یا اس کی مثل عطا فرما دیتا ہے پس بندہ کو اس پر حسرت نہ کرنا چاہیئے

اللغات النسخ فی اللغة ازالة الصورة عن الشیء و اثباتھا فی غیرہ کنسخ الظل الشمس و بمعنی النقل ... من ولی و لا نصیر الفرق بین الولی والنصیر ان الولی قد یضعف عن النصرة والنصیر قد یکون اجنبیاً عن المنصور ...

النحو قولہ ما ننسخ ما شرطیة جازمة لننسخ منتصبة به علی المفعولیة (بیضاوی) ام تریدون ام منقطعة بمعنی بل للاضراب عن الکلام السابق والھمزة بمعنی الانکار للاحق و اشرت الیہ بزیادة کلمة ان کما لا یخفی علی اہل اللسان و رأیت فی المظہری ان ام قد تکون بمعنی الھمزة المحضة تسمی وصلة الاضراب الانتقال ... الابطال و ذکر جعل ام متصلة لفقد شرطھا کذا فی الجمل

اختلاف القراءة قرأ ابن عامر ننسخ من انسخ ای نامرک او جبریل بنسخھا او نجدھا منسوخة و ابن کثیر و ابو عمرو ننسأھا ای نؤخرھا من النساء ، بیضاوی

تحقیقات الترجمة ۱ قولہ یہود نے الخ دل علیہ قولہ تعالیٰ سیقول ، ۲ قولہ مشرکین بھی کذا فی المعالم ، ۳ قولہ اے معترض کذا فی روح المعانی ، ۴ قولہ ان ہی کی ہے الخ افادہ تقدیم لہ ، ۵ قولہ معاف و ما کان منہا حکمہ ما ولا علیہ نص داخل فی ما اتی بہ و لا تتوھمن انہا غیر آت فافھم

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ

ہاں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے درخواستیں کرو جیسا کہ اس سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی درخواستیں کی جا چکی ہیں اور جو شخص بجائے ایمان لانے کے کفر کرے

فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ

بلاشک وہ شخص راہ راست سے دور جا پڑا ان اہل کتاب میں سے بہتیرے دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے پھر کافر کر ڈالیں

حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ

محض حسد کی وجہ سے جو کہ خود ان کے دلوں ہی سے ہے حق واضح ہوئے پیچھے خیر معاف کرو اور درگذر کرو جب تک حق تعالیٰ اپنا

بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ثلثة ارباع ع

حکم بھیجیں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں اور نمازیں پابندی سے پڑھے جاؤ اور زکوٰۃ دیئے جاؤ اور جو نیک کام بھی اپنی بھلائی کے واسطے

مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

جمع کرتے رہو گے حق تعالیٰ کے پاس اس کو پا لو گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کئے ہوئے کاموں کو دیکھ بھال رہے ہیں

نے سب شرطوں کو جمع فرما دیا واللہ اعلم **ف۳** قانون بدلنا کا ہے اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اول بانیٔ قانون سے کوئی فروگذاشت ہو گئی تھی ایسی تبدیل اور نسخ احکام الٰہیہ میں محال ہے اور گاہے اس وجہ سے ہوتا ہے کہ محکوم کی حالت بدلنے سے مصلحت بدل گئی جیسے مریض کی حالت کے بدلنے پر نسخہ بدل دیا جاتا ہے ایسا نسخ واقع اور جائز ہے اور کوئی اشکال عقلی یا نقلی اس میں نہیں ہے **معاملۂ سی و سوم** اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ (الی قولہ) فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ (بعض یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عناداً عرض کیا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر دفعۃً واحدۃً توریت نازل ہوئی، اسی طرح آپ قرآن مجموعی طور پر لائیے اس پر ارشاد ہوتا ہے کہ) ہاں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول (وقت) سے (بیجا بیجا) درخواستیں کرو جیسا کہ اس کے قبل (تمہارے بزرگوں کی طرف سے) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی (ایسی ایسی) درخواستیں کی جا چکی ہیں (مثلاً خدا تعالیٰ کو علانیہ دیکھنے کی درخواست کی تھی جس کا پہلے ذکر آ چکا ہے) اور (ایسی درخواستیں جس سے صرف رسول پر اعتراض کرنا اور مصالح الٰہیہ میں مزاحمت کرنا ہی مقصود ہو اور ایمان لانے کا پھر بھی ارادہ نہ ہو نری کفر کی باتیں ہیں اور) جو شخص بجائے ایمان لانے کے کفر (کی باتیں) کرے بلاشک وہ شخص راہ راست سے دور جا پڑا **ف** یہ درخواست بیجا اس واسطے تھی کہ ہر فعل میں حق تعالیٰ کی حکمتیں جدا ہوتی ہیں پھر بندے کو ان میں تعیین طریق کا کیا استحقاق ہے کہ اس طرح ہو اس طرح نہ ہو بلکہ اس کا فرض تو یہ ہے ؎

زباں تازہ کردن باقرار تو	نینگیختن علت از کار تو

معاملۂ سی و چہارم وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (الی قولہ) اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (بعض یہود شب و روز مختلف تدبیروں سے دوستی اور خیر خواہی کے پیرایہ میں مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کی کوشش کیا کرتے تھے، اور باوجود ناکامی کے اپنی دھن سے باز نہ آتے تھے حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس پر متنبہ فرما دیا کہ) ان اہل کتاب (یعنی یہود) میں سے بہتیرے دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے پھر کافر کر ڈالیں (اور یہ چاہنا کچھ خیر خواہی سے نہیں جیسا وہ اظہار کرتے ہیں بلکہ) محض حسد کی وجہ سے جو کہ (تمہاری جانب سے کسی امر کے سبب پیدا نہیں

اللغات العفو ترک عقوبۃ المذنب الصفح ترک تثریبہ ۱۲ بیضاوی
النحو لو ینوب عن اَن فی المعنی دون اللفظ من عند انفسہم یجوز ان یتعلق بحسدا ای حسدا بالغا منبعثا من اصل نفوسہم ۱۲ بیضاوی
الروایات فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم من طریق سعید او عکرمۃ عن ابن عباس قال کان حیی بن اخطب وابو یاسر بن اخطب من اشد یہود حسد العرب اذ خصہم اللہ برسولہ وکانا جاہدین فی رد الناس عن الاسلام ما استطاعا فانزل اللہ فیہما ود کثیر من اہل الکتاب ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱؎ قولہ بعض یہود نے کما قال تعالیٰ یسئلک اہل الکتاب ان تنزل علیہم کتابا من السماء الخ وکذا فی المعالم ۱۲
۲؎ قولہ اپنے رسول وقت سے ظاہر واہم لم یؤمنوا بہ فقط فما معنی الاضافۃ ۱۲
۳؎ قولہ بیجا بیجا تفسیر نے کونہ متجاوزین عن الحد ظاہرا فی قولہ تعالیٰ فقد سالوا موسیٰ اکبر من ذلک ۱۲
۴؎ قولہ دور جا پڑا فسر ای البیضاوی الضلال العدول عن الطریق السوی عمدا او خطأ ۱۲
۵؎ قولہ دل سے لدلالۃ ودّ علیہ ۶؎ قولہ پھر کافر کفارا لدلالۃ یردونکم علیہ ۱۲

وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ

اور یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ بہشت میں ہرگز کوئی نہ جانے پاوے گا بجز ان لوگوں کے جو یہودی ہوں یا ان لوگوں کے جو نصرانی ہوں یہ دل بہلانے کی باتیں ہیں آپ کہئے کہ اپنی دلیل لاؤ

إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ وَ

اگر تم سچے ہو ضرور دوسرے لوگ جاویں گے جو کوئی شخص بھی اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکادے اور وہ مخلص بھی ہو تو ایسے شخص کو اس کا عوض ملتا ہے پروردگار کے پاس پہنچکر

۱۳ ع ۹ ۱۳

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ ع

اور نہ ایسے لوگوں پر کوئی اندیشہ ہے اور نہ ایسے لوگ مغموم ہونے والے ہیں

ہوا بلکہ) خود ان کے دلوں ہی سے (جوش مارتا ہے (اور یہ بھی نہیں کہ ان کو حق واضح نہ ہوا ہو بلکہ) حق واضح ہوئے پیچھے (یہ حالت ہے اب اس پر مسلمانوں کو
ان پر غصہ آنے کا محل تھا اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ) خیر (اب تو) معاف کرو اور درگذر کرو جب تک حق تعالیٰ (اس معاملہ کے متعلق) اپنا حکم (قانون جدید
بھیجیں (اشارہ تھا اس کی طرف کہ ان کی شرارتوں کا علاج قانون انتظام ہے عام یعنی قتال و جزیہ سے ہم جلدی کرنے والے ہیں اس پر مسلمانوں کو اپنا ضعف اور ان کی قوت دیکھ کر اس
قانون کے اجراء کے متعلق تعجب کا موقع تھا اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ تم تعجب کیوں کرتے ہو) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر (خواہ وہ معمولی ہو خواہ عجیب ہو) قادر ہیں اور
درست صرف نمازیں پابندی سے پڑھے جاؤ اور جن پر زکوٰۃ فرض ہے) زکوٰۃ دیئے جاؤ (اور جب وہ قانون آجاوے گا ان اعمال کے ساتھ اس کو بھی منضم
کر لینا) اور (یہ نہ سمجھو کہ جب تک جہاد کا حکم نہ آوے صرف نماز روزہ سے کچھ ثواب میں کمی رہے گی نہیں بلکہ) جو نیک کام بھی اپنی بھلائی کے واسطے جمع کرتے
رہو گے حق تعالیٰ کے پاس (پہنچکر) اس کو (پورا پورا مع صلہ کے) پالو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کئے ہوئے کاموں کو دیکھ بھال رہے ہیں (ان میں کا
ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہونے پاوے گا) **ف** اس وقت حالت موجودہ کا یہی مقتضا تھا پھر حق تعالیٰ نے اس وعدہ کو پورا فرمایا اور آیات جہاد نازل فرمادیں
جس کے بعد یہود کے ساتھ بھی وہ قانون برتا گیا اور ناشائستہ لوگوں کے ساتھ حسب حیثیت ان کے فساد کے قتل یا اخراج وطن یا تقرر محصول کا عملدرآمد کیا گیا

معاملہ سی و نہم باشتراک نصاریٰ وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ تا الی قولہ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (اس مضمون میں یہود کے ساتھ
نصاریٰ بھی شریک تھے اس لئے ان کو بھی ذکر میں لے لیا گیا) اور یہود اور نصاریٰ (یوں) کہتے ہیں کہ بہشت میں ہرگز کوئی نہ جانے پاوے گا بجز ان لوگوں کے جو یہودی
ہوں (یہ تو یہود کا قول ہے) یا ان لوگوں کے جو نصرانی ہوں (یہ نصاریٰ کا قول ہے حق تعالیٰ رد فرماتے ہیں کہ) یہ (خالی) دل بہلانے کی باتیں ہیں (اور
حقیقت کچھ بھی نہیں) آپ (ان سے یہ تو) کہئے کہ (اچھا) اپنی دلیل لاؤ اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو (سو وہ تو کیا دلیل لاویں گے کیونکہ دلیل ہے ہی نہیں
اب ہم اس کے خلاف کا اول دعوے کرتے ہیں کہ) ضرور دوسرے لوگ جاویں گے (پھر اس پر دلیل لاتے ہیں کہ ہمارا قانون جو باتفاق اہل ملل سماویہ کے پایۂ
ثبوت کو پہنچ چکا ہے یہ ہے کہ) جو شخص بھی اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکادے (یعنی فرمانبرداری اختیار کرے عقاید میں بھی اعمال میں بھی) اور (اس کے ساتھ
وہ مخلص بھی ہو (کہ دل سے فرمانبرداری اختیار کی ہو محض خالی مصلحت سے ظاہرداری نہ ہو) تو ایسے شخص کو اس (کی اس فرمانبرداری) کا عوض ملتا ہے پروردگار کے
پاس پہنچکر اور نہ ایسے لوگوں پر (قیامت میں) کوئی اندیشہ (ناک واقعہ پڑنے والا) ہے اور نہ ایسے لوگ (اس روز) مغموم ہونے والے ہیں (چونکہ فرشتے
ان کو بشارتیں سنا کر بے فکر کردیں گے) **ف** حاصل استدلال کا یہ ہوا کہ جب یہ قانون مسلم ہے تو اب صرف یہ دیکھ لو کہ یہ مضمون کس پر صادق آتا ہے سو ظاہر
ہے کہ بعد منسوخ ہو جانے کسی حکم سابق کے اس پر چلنے والا کسی طرح فرمانبردار نہیں کہا جا سکتا پس یہودی نصرانی فرمانبردار نہ ہوئے، بلکہ حکم ثانی

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ ولن یدخل الجنۃ الی قولہ بلیٰ من اسلم قال العبد الضعیف یستنبط منہ ان الفوز بالاکتساب لا بالانتساب فان معنی دعاوی الفریقین کان معتقدہم مثل ہذا الانتساب کاولاد المشائخ فی زماننا انتہی المنقول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ وقالوا لن یدخل الجنۃ الی قولہ بلیٰ من اسلم اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ فلاح کمانے سے ہے انتساب سے نہیں کیونکہ حاصل دعوی فریقین کا یہی انتساب تھا جیسے ہمارے زمانہ میں اولاد مشائخ کی حالت ہے

البلاغۃ قالوا لف بین القولین ثقۃ بان السامع یرد الی کل فریق قولہ وامنا من الالتباس لما علم من التعادی بین الفریقین وتضلیل کل واحد منہما لصاحبہ ونحوہ وقالوا کونوا ہودا او نصاریٰ تہتدوا والہود جمع ہائد کعائذ وعوذ ووحد الاسم علی لفظ من وجمع الخبر علی معناہ ومن تحت تلک امنیتہ واحدۃ فخر قبیل تلک امانیہم تحت شیر بالاشارۃ الی الامانی المذکورۃ من ان لا ینزل علی المؤمنین من خیر وان یردوہم کفارا وان لا یدخل الجنۃ غیرہم او اراد بہا اشال تلک الامنیۃ علی حذف المضاف والیہ خبر تسعود بہا باعتبار کل واحد منہا وباعتبار المجیع ای کثیرۃ ۱۲

الملحقات ترجمہ ۱؎ قولہ یہ نہ سمجھو کہ جب تک تعید بہذہ الغایۃ لانہ لما نزل الحکم بالقتال فلا بد من العمل بہ ولا یجتنب الیہ ولا ینقص الاجر بدونہ ۱۲ **۲؎ قولہ** ضرور دوسرے الخ لما نفی البیضاوی عنہم بل اثبات لما نفوہ من دخول غیرہم الجنۃ ۱۲ **۳؎ قولہ** مخلص بھی ہو لقولہ علیہ السلام فی تفسیر الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ وحاصلہ الاخلاص علی اختلاف مراتبہ وانما اولنا الاحسان فی الحکم بکونہ مخلصا فی العبادۃ الاباللسان ۱۲ **۴؎ قولہ** حاصل استدلال الخ ذلک کون القرآن الکبریٰ والامانت الصغریٰ محسوستہ طرحت اعتمادا علی الشہرۃ ۱۲

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ

اور یہود کہنے لگے کہ نصاریٰ کسی بنیاد پر نہیں اور نصاریٰ نے کہنے لگے کہ یہود کسی بنیاد پر نہیں

يَتْلُونَ الْكِتٰبَ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

حالانکہ یہ سب کتابیں پڑھتے ہیں اسی طرح یہ لوگ جو کہ بے علم ہیں ان کا سا قول کہنے لگے سو اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان فیصلہ کردیں گے قیامت کے روز

فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى

ان تمام مقدمات میں جن میں وہ باہم اختلاف کر رہے تھے اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش

فِي خَرَابِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوهَا اِلَّا خَآئِفِينَ ڛ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ

کرے ان لوگوں کو تو کبھی بے ہیبت ہو کر ان میں قدم بھی نہ رکھنا چاہیے تھا ان لوگوں کو دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور ان کو

فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

آخرت میں بھی سزائے عظیم ہوگی

پر عمل کرنا فرمانبرداری شمار ہوگی اور یہ شان مسلمانوں کی ہے کہ نبوت و شریعت محمدیہ کو قبول کرلیا پس یہی جنت میں داخل ہونے والے ثابت ہوئے اور مخلص کی قید سے منافقین نکل گئے کہ وہ شرعاً کفار ہی میں داخل اور مستحق نار ہیں **معاملہ سی و ششم** بعضاً باشتراک نصاریٰ و مشرکین وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ (الیٰ قولہ) فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ اور (ایک بار کچھ یہود کچھ نصرانی جمع ہو کر مذہبی مباحثہ کرنے لگے سو یہود تو اپنے اعتقاد کے موافق نصاریٰ کے دین کو اصل سے باطل تبلاتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول ہونے کا اور انجیل کے کتاب اللہ ہونے کا انکار کرتے تھے مگر نصاریٰ بھی تعصب میں آکر یہود کے دین کو اصل سے باطل کہنے لگے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رسول ہونے کا اور تورات کے کتاب اللہ ہونے کا انکار کرنے لگے خدا بچاوے ایسے تعصب سے اللہ تعالیٰ اس قصہ کو نقل کرکے رد فرماتے ہیں کہ) یہود کہنے لگے کہ نصاریٰ (کا مذہب) کسی بنیاد پر (قائم) نہیں (یعنی سرے ہی سے غلط ہے) اور (اسی طرح) نصاریٰ کہنے لگے کہ یہود (کا مذہب) کسی بنیاد پر (قائم) نہیں (یعنی سرے ہی سے غلط ہے) حالانکہ یہ سب (فریقین کے لوگ آسمانی) کتابیں (بھی) پڑھتے (پڑھاتے) ہیں (یعنی یہودی تورات کو اور عیسائی انجیل کو پڑھتے اور دیکھتے ہیں اور دونوں کتابوں میں دونوں رسولوں کی اور دونوں کتابوں کی تصدیق موجود ہے جو کہ دونوں مذہب کی اصل بنیاد ہے گو بوجہ منسوخ ہونے کے وہ معمول بہ نہ ہوں یہ اور بات ہے اور اہل کتاب تو ایسے دعوے کرتے ہی تھے ان کو دیکھ کر مشرکین کو بھی جوش ہوا اور) اسی طرح سے یہ لوگ (بھی) جو کہ (محض ہی) بے علم ہیں ان (ہی اہل کتاب) کا سا قول کہنے لگے (کہ ان یہود و نصاریٰ سب کا دین بے بنیاد ہے ہم ہی حق پر ہیں) سو (یہاں سب اپنی اپنی ہانک لیں) اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان (عملی) فیصلہ کر دیں گے قیامت کے روز ان تمام مقدمات میں جن میں وہ باہم اختلاف کر رہے تھے **ف** عملی فیصلہ یہ کہ اہل حق کو جنت میں اور اہل باطل کو دوزخ میں بھیج دیں گے اور یہ قید اس لئے لگائی کہ قولی اور برہانی فیصلہ تو حق و باطل کے درمیان میں دلائل نقلیہ و عقلیہ سے دنیا میں بھی ہو چکا ہے **معاملہ سی و ہفتم** ایضاً باشتراک نصاریٰ و مشرکین وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ (الیٰ قولہ) وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

مسائل السلوک
قولہ تعالیٰ
وقالت الیهود لیست النصریٰ
علی شیء الخ قال العبد الضعیف
یقاس علیہ مقاولۃ بعض
جہلۃ الصوفیۃ فی زماننا
حیث ینقص الجشتیۃ
النقشبندیۃ وبالعکس
انتہی القول

ترجمہ
قولہ تعالیٰ
وقالت الیهود لیست النصاریٰ
علی شیء الخ اسی پر قیاس کیا جاتا
ہے بعض جہلا صوفیہ کا ایسی گفتگو
کہ کوئی چشتیہ نقشبندیہ کی تنقیص
کرتے ہیں اور بالعکس

البلاغۃ ... [illegible] ... والتقریب
نحو ما متعلق بالمسجد ... فی روح المعانی ... ہذا الترکیب ... فی القرآن
... وکذلک ...
علی نفی المسوئیۃ فی الاظلمیۃ ... [illegible]
... المساواۃ والزیادۃ فی نفس الامر
... التقتیل والقتل ۱۲

الفقہ قال البیضاوی ... [illegible] ... ابو حنیفۃ
... [illegible]

دخولہم بخشیۃ وخشوع ۱۲
الروایات اخرج ابن ابی حاتم من طریق سعید او عکرمۃ عن ابن عباس قال لما قدم اہل نجران من النصاری
علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتتہم احبار یہود فتنازعوا ... فقال رافع بن حرملۃ ما انتم علی شیء وکفر بعیسی
والانجیل فقال رجل من اہل نجران للیہود ما انتم علی شیء وجحد نبوۃ موسیٰ وکفر بالتوراۃ فانزل اللہ فی ذلک
وقالت الیہود لیست النصاری الآیۃ ۱۲
لغات الترجمۃ ۱ قولہ ایسے تعصب ... [illegible]
... ۲ قولہ بنیاد ... [illegible]
... ۳ قولہ پڑھتے پڑھاتے ... [illegible]

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

اور اللہ ہی کی مملوک ہیں مشرق بھی اور مغرب بھی تو تم لوگ جس طرف بھی منہ کرو ادھر اللہ تعالیٰ کا رخ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ محیط ہیں کامل العلم ہیں

دیتیہود تو حکم قبلہ بدلنے کے وقت طرح طرح کے اعتراض کرکے کم سمجھ لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرتے تھے اگر وہ شبہات عام طور سے قلوب میں اثر کرتے تو نتیجہ لازمی انکا انکار رسالت و ترک صلوٰۃ ہوتا اور ترک صلوٰۃ سے مسجد کی ویرانی ظاہر ہے تو گویا یہ یہودی اس طور پر ترک صلوٰۃ اور ویرانی مساجد خصوصًا مسجد نبوی میں بھی ساعی تھے اور بعض سلاطین روم کے کہ نصاریٰ کے اسلاف تھے اور نصاریٰ ان کے فعل پر انکار نہ کرتے تھے گو وہ نصرانی نہ ہوں کسی وقت یہود شام پر چڑھ آئے تھے قتل و قتال جو ہوا تو بعض جہلا کے ہاتھ سے مسجد بیت المقدس کی بےحرمتی بھی ہوئی اور بوجہ بدامنی کے نماز وغیرہ کا بھی اس میں اہتمام نہ ہوا اس طور پر نصاریٰ کے اسلاف ترک صلوٰۃ و ویرانی مسجد کے بانی ہوئے اور نصاریٰ پر بوجہ عدم انکار اس کا الزام دیا گیا اس بادشاہ کا نام طیطس تھا مفصل قصہ اس کا شروع سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر میں آوے گا اور نصاریٰ کو یہ قصہ اس لئے ناگوار نہ تھا کہ اس میں یہود کی تذلیل ہوئی تھی اور یہود سے یہ عداوت رکھتے تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبل فتح مکہ جب عمرہ کرنے کے لئے مکہ معظمہ میں داخل ہو کر چاہا کہ مسجد الحرام میں طواف اور نماز ادا فرماویں تو مشرکین مکہ نے آپ کو نہ جانے دیا یہاں تک کہ اس سال آپ واپس تشریف لائے پھر سال آئندہ بوجہ صلح و معاہدہ کے عمرہ ادا فرمایا تو اس طرح سے مشرکین ویرانی مسجد حرام میں ساعی ہوئے حق تعالیٰ بصیغہ عموم سے اس کی قباحت ظاہر فرماتے ہیں یعنی) اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں (جس میں مکہ کی مسجد مدینہ کی مسجد بیت المقدس کی مسجد اور سب مسجدیں آ گئیں) ان کا ذکر (اور عبادت) کئے جانے سے بندش کرے اور ان (مساجد) کے ویران (اور معطل) ہونے (کے بارہ) میں کوشش کرے ان لوگوں کو تو کبھی بے ہیبت (اور بیباک) ہو کر ان (مساجد) میں قدم بھی نہ رکھنا چاہئے تھا بلکہ جب جاتے تو نہایت عظمت و حرمت و ادب سے جاتے جب بے باک ہو کر اندر جانے تک کا استحقاق نہیں تو اس کی بتک حرمت کا تو کب حق حاصل ہے اسی کو ظلم فرمایا گیا) ان لوگوں کو دنیا میں بھی رسوائی (نصیب) ہوگی اور ان کو آخرت میں بھی سزائے عظیم ہوگی **ف** یہ رسوائی دنیا میں تو یہ ہوئی کہ یہ سب قومیں سلطنت اسلام کی رعایا اور باجگذار ہوئیں اور آخرت میں کافر ہونے کی وجہ سے معذب ہونا ظاہر ہے اور سعی ویرانی مساجد سے وہ عذاب اور شدید ہو جاوے گا اور اوپر کی آیت میں جو ان تینوں فرقوں کے دعوے اپنے حق پر ہونے کے مذکور ہیں اس قصہ سے اس دعوے کا بھی ایک گونہ رد مفہوم ہو گیا کہ ایسے ایسے افعال کر کے صاحب حق ہونے کا دعویٰ کرنا شرم کی بات ہے اور جن نصاریٰ نے ایسا کیا تھا وہ اگرچہ گزر گئے تھے لیکن ان کے خلف ان کے اس فعل سے نفرت و انکار ظاہر نہ کرتے تھے جو ایک طور پر رضا و شرکت رائے کی دلیل ہے اس لئے ملامت کرنا بالکل بجا اور برمحل ہے جیسا یہود کے معاملات کے ضمن میں چند بار یہ مضمون مذکور ہو چکا ہے **معاملہ سی و ششم** وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (یہود نے حکم تبدیل قبلہ پر اعتراض کیا تھا کہ مسلمان اس جہت سے دوسری جہت کی طرف کیوں بدل گئے، حق تعالیٰ جواب دیتے ہیں یعنی) اور اللہ ہی کی مملوک ہیں (سب جہتیں) مشرق بھی اور مغرب بھی (اور وہ اس کا مکان نہیں پس جب وہ مالک ہیں جس جہت کو چاہیں قبلہ مقرر کر دیں کیوں کہ حکمت تعیین قبلہ میں مثلاً اتفاق ہیئت و اجتماع خاطر عابدین ہے اور

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ

قال الشیخ الحنیف فیہ دلیل علی ان اللہ تعالیٰ غیر متقید بجہۃ دون جہۃ انتہی ملخصاً

ترجمہ

قولہ تعالیٰ

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ

اس میں دلیل ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ کسی جہت کے ساتھ مقید نہیں

الروایات فی لباب النقول اخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم من طریق علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما ہاجر الی المدینۃ امرہ اللہ ان یستقبل بیت المقدس ففرحت الیہود فاستقبلہا بضعۃ عشر شہرا وکان یحب قبلۃ ابراہیم وکان یدعو اللہ وینظر الی السماء فانزل اللہ فولوا وجوہکم شطرہ فارتاب فی ذلک الیہود وقالوا ما ولہم عن قبلتہم التی کانوا علیہا فانزل اللہ قل للہ المشرق والمغرب وقال فاینما تولوا فثم وجہ اللہ اسنادہ قوی والمعنی ایضا یساعدہ فلیعتمد واتول ولا ینافی ہذا السبب ما ورد فیہ من روایات اخری فقد قال فی لباب النقول عن الزرکشی قد عرف من عادۃ الصحابۃ والتابعین ان احدہم اذا قال نزلت ہذہ الآیۃ فی کذا فانہ یرید بذالک انہا تتضمن ہذا الحکم وان ہذا کان السبب فی نزولہا فہو من جنس الاستدلال علی الحکم بالآیۃ لا من جنس النقل لما وقع آہ فافہم فانہ نافع جدا ۱۲

ملحقات الترجمہ لہ قولہ یہود تو حکم قبلہ الخ ذکر مرجیئہ یہود و جہالۃ النزول الامام الرازی فی الکبیر وقصۃ غزو نصاریٰ روم یہود الشام بعد رفع عیسیٰ علیہ السلام ہو ابو عبد العزیز فی تفسیرہ وقصۃ منع قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام الحدیبیۃ فی لباب النقول عن ابن ابی حاتم ۱۲

کہ قولہ بعض جہلا الخ قولہ بوجہ بدامنی کے کہ وقع من جنگ حرمۃ المسجد النبوی بایدی عسکر یزید عام الحرۃ کو ہم سلمین ظاہرہ وادعی الکبیر من النصاریٰ یتقصدون فی تعلیم بیت المقدس ش افضلہ الیہود وکذا کیف الاتحق علی تخریبہ الا و ایضًا فعلۃ النصاریٰ سائر نحو تحت تخریب المقدس ظاہر ا لیہا اعدو من بحث فقصان قبل المسیح و النصاریٰ بعد المسیح فانہم وعلی التنزیل قول لو ثبت منہ بعض بالتوجہ لکفی نصہ الاوزۃ ثبوت بعضہا ۱۲

کہ قولہ مملوک ہیں سب جہتیں یہ بیان کہ تعبیر الجہات کلہا بالمشرق والمغرب کما فی تفسیر البیضاوی ہو بہا یاتے الارض سے لا الارض کلہا ۱۲

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ بلکہ خاص اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں سب ان کے محکوم ہیں

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

موجد ہیں آسمانوں اور زمین کے اور جب کسی کام کا پورا کرنا چاہتے ہیں تو بس اس کو فرما دیتے ہیں کہ ہو جا بس وہ ہو جاتا ہے

یہ حکمت ہر جہت سے حاصل ہو سکتی ہے جس کا حکم کر دیں وہ متعین ہو جاوے گی، البتہ اگر معبود کی ذات نعوذ باللہ کسی جہت خاص کے ساتھ مقید ہوتی تو بالضرور قبلہ عبادت بننا اسی جہت میں منحصر ہو جانا زیبا تھا لیکن وہ ذات پاک کسی جہت کے ساتھ مقید و محدود نہیں جب یہ بات ہے) تو تم لوگ جس طرف بھی منہ کرو ادھر ہی) اللہ تعالیٰ (کی ذات پاک) کا رخ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ (خود تمام جہات اور اشیاء کو) محیط ہیں (جس طرح کا احاطہ ان کی شان کے لائق ہے لیکن باوجود محیط و غیر محدود ہونے کے پھر بھی جہت عبادت کو متعین اس لئے فرمایا کہ وہ) کامل العلم ہیں (کہ ہر شے کے مصالح کو خوب جانتے ہیں چونکہ ان کے علم میں یہ تعیین متضمن مصالح تھی اس لئے اس کا حکم دے دیا **ف ۱** حضرت نے جو تعیین قبلہ کی ایک خاص حکمت مثال کے طور پر بیان کی ہے اس سے بعض مخالفین اسلام کا یہ اعتراض کہ مسلمان کعبہ پرست ہیں بالکل اٹھ گیا حاصل جواب یہ ہوا کہ پرستش تو خاص حق سبحانہ وتعالیٰ کی ہے لیکن چونکہ پرستش کے وقت یکسوئی قلب کی ضرورت ہے اور نیز عابدین کی ہیئت اجتماعیہ کو بھی اس یکسوئی میں دخل ہے چنانچہ دونوں امر تجربہ و مشاہدہ سے ثابت ہیں پس اس یکسوئی اور اجتماع ہیئت کی تحصیل کے لئے تعیین جہت مشروع ہوئی پس اس شبہ کی ذرہ برابر گنجائش نہیں اور اگر اس پر کوئی اپنی برات کے لئے یہ دعویٰ کرے کہ ہم بھی اصنام کو سامنے رکھنے سے یہی قصد رکھتے ہیں سو اول تو اس برأت کے دعوے سے اہل اسلام پر اعتراض مذکور عود نہیں کرتا وہ بحالہ مرتفع رہا جو کہ اس مقام پر مقصود اصلی ہے ثانیاً عام مسلمانوں اور عام کفار کی حالت تفتیش کرنے سے اس عدم پرستش کی نیت کے دعوے میں مسلمانوں کا راست گو اور دوسروں کا دروغگو ہونا ہر وقت ہر شخص کو معلوم ہو سکتا ہے تیسرے علی سبیل التنزل کہا جاتا ہے کہ بر تقدیر راستی اس دعوے کے پھر بھی اس تعیین اور تقیید کے لئے کسی شریعت غیر منسوخہ کا حکم پیش کرنا لازم ہے اور یہ بجز اہل اسلام کے دوسروں کے پاس مفقود ہے اور حضرت نے جو بیان حکمت میں ترجمہ و تفسیر کے ضمن میں لفظ مثلاً اضافہ کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ احکام خداوندی کی حکمتیں انحصار اور استیعاب کے ساتھ کسی کے ادراک میں نہیں آ سکتیں سو اس حکم میں بھی ہزاروں حکمتیں ہونگی ایک دو کے سمجھ جانے سے ان میں انحصار اور دوسروں کی نفی نہیں ہو سکتی **ف ۲** اور یہ جو فرمایا ہے کہ ادھر ہی اللہ تعالیٰ کا رخ ہے اور اسی طرح یہ جو فرمایا ہے کہ وہ محیط ہیں اور ایسے مضامین جو نصوص میں ان سب میں زیادہ کھود کرید نہ کرنا چاہئے، کیوں کہ جیسے حق تعالیٰ کی ذات کا پورا ادراک کسی بندہ سے ممکن نہیں اسی طرح ان کی صفات کی حقیقت فہم سے خارج ہے اجمالاً ان سب پر ایمان لے آوے اس سے زیادہ کا انسان مکلف نہیں آگے اپنے کام میں لگنا چاہئیے ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چین	کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

معاملہ سی و نہم ایضاً باشتراک نصاریٰ و مشرکین وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ (الیٰ قولہ) فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

(بعض یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو اور مشرکین عرب ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں جیسا مختلف آیات میں ان اقوال کی خبر دی گئی ہے حق تعالیٰ اس قول کی قباحت اور بطلان کا بیان فرماتے ہیں یعنی) اور یہ لوگ (مختلف عنوان سے) کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ

اللغات قانتون منقادون بدیع الابداع اختراع الشئ لا عن شئ دفعتہ قضی ... سے مادہ شیئا و اصل القضاء اتمام الشئ قولا کقولہ وقضی ربک او فعلا کقولہ فقضاہن سبع سمٰوٰت ۱۲ بیضاوی

اختلاف القراءۃ قرأ ابن عامر فیکون بالنصب ۱۲ بیضاوی قال المحشی وہو مشکل لان جواب الامر یقتضی ان یکون ملکون کو نان احدہما سبب للآخر فنصبہ حملاً علے صورۃ اللفظ وان کان معناہ الخبر ۱۲

الملحقات الترجمۃ لہ قولہ محیط ہیں جس طرح کا احاطہ، اطلق الاحاطۃ سواء کان تشانا او صفتہ واخذ بلا اطلاق قول البیضاوی واسع باحاطتہ بالاشیاء اور ترجمہ واشار بقولہ جس طرح الی مذہب اہل المحققین فی المتشابہات من حملہا علی الحقائق مع وجوب اعتقاد نہیتہ مجملۃ کما ورد ۱۲

لہ قولہ بعض یہودی خلاء و قیل انہ لم یوجد ہذا القول فی کتب الیہود ولکن تقول بعض اصحاب ... علی خلاف مذہبہم ۱۲

/ 200

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اور جاہل یوں کہتے ہیں کہ ہم سے کیوں نہیں کلام فرماتے اللہ تعالےٰ یا ہمارے پاس کوئی اور ہی دلیل آجاوے   اسی طرح وہ لوگ بھی کہتے چلے آئے ہیں جو ان سے پہلے ہو گذرے

مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○

ہیں ان ہی کا سا قول ان سب کے قلوب باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں   ہم نے تو بہت سی دلیلیں صاف صاف بیان کردی ہیں ان لوگوں کیلئے جو یقین چاہتے ہیں

(وہ دور کھتے ہے سبحان اللہ (کیا مہمل بات ہے) بلکہ (ان کے تو اولاد ہونا عقلاً ممکن نہیں کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اولاد غیر جنس ہوگی اور یا ہم جنس ہوگی اگر غیر جنس ہو تب تو نا جنس اولاد ہونا عیب ہے اور حق تعالےٰ عیب سے پاک ہیں عقلاً بھی جیسا مسلم ہے اور نقلاً بھی جیسا سبحانہ مذکور کا بھی مدلول ہے اور اگر ہم جنس ہو تو اس لئے باطل ہے کہ حق تعالےٰ کا کوئی ہم جنس نہیں کیونکہ جو صفات کمال لوازم ذات واجبہ سے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ مخصوص اور غیر اللہ میں معدوم ہیں اور انتفاء لازم دلیل ہے انتفاء ملزوم کی اس لئے غیر اللہ ذات واجب نہ ہوگا اور وجوب خود عین حقیقت یا لازم حقیقت ہے پس کوئی غیر اللہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ مشارک فی الحقیقت نہ ہوا پس مجانست باطل ہو گئی اب صفات کمال کے حق تعالےٰ کے ساتھ مختص ہونے کی دلیلیں مذکور ہوتی ہیں اول یہ کہ) خاص اللہ تعالےٰ کے مملوک ہیں جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں (موجودات) ہیں (اور دوسرے یہ کہ مملوک ہونے کے ساتھ) سب ان کے محکوم (بھی) ہیں (یعنی معنے کہ ان کے تصرفات قدرت کو جیسے مارنا جلانا بیمار کرنا وغیرہ کوئی نہیں ہٹا سکتا گو احکام شرعیہ کو کوئی ٹال دے اور تیسرے یہ کہ حق تعالیٰ) موجد بھی ہیں آسمانوں اور زمین کے اور (چوتھے یہ کہ ایجاد کی بھی قدرت ایسی عظیم اور عجیب ہے کہ) جب کسی کام کا (مثلاً پیدا ہی کرنا ہے) پورا کرنا چاہتے ہیں تو بس (اتنی بات ہے کہ) اس کو (اتنا) فرما دیتے ہیں کہ ہو جا بس وہ (اسی طرح) ہو جاتا ہے (ان کو آلات و اسباب اور صناعوں اور معینوں کی ضرورت نہیں پڑتی) اور یہ چاروں امر بجز حق تعالےٰ کے کسی میں نہیں پائے جاتے اور یہ مدعیان اولاد کے بھی مسلمات میں سے تھا اس دلیل سے مقدمہ اختصاص بھی ثابت ہو کر حجت تمام ہو گئی) ف ۱ اس کن کہنے میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ مجاز ہو سرعت تکوین اور جلدی بنا دینے سے دوسرے یہ کہ حقیقۃً حق تعالےٰ کی یہی عادت ہو اس پر دو شبہے کئے گئے ہیں ایک یہ کہ جب وہ شئی موجود نہیں تو کن کس کو کہا جواب یہ ہے کہ علم میں موجود ہے، دوسرے یہ کہ خود کن بھی حادث ہے ورنہ قدم مکون کا لازم آوے گا اور اس کے لئے اگر کن ہو تو تسلسل لازم ہے جواب یہ ہے کہ صرف لفظ کن کو بدون کن کے پیدا کر دیا ہو اور اگر قدیم بھی مان لیا جاوے تب بھی تعلق کے حدوث سے مکون محدث رہے گا رہا خود اس تعلق حادث کے ایجاد کے لئے ایک دوسرا تعلق حادث ہونا اس لئے ضرور نہیں کہ تعلق لا موجود و لا معدوم ہے، لہٰذا نہ ایجاد کی ضرورت ہے اور نہ علت ایجاد بننے میں کوئی اشکال، رہا کلام اس تعلق کے مرجح میں سو وہ ذات حق ہے اور بوجہ وجود صفت ارادہ کے جس کی ذاتیات یا لوازم سے ترجیح و تخصیص ہے یہ ترجیح و تخصیص بلا مرجح و مخصص ہی نہیں بلکہ وجہ ترجیح کا سوال کرنا تخلل جعل بین الذات والذاتی یا بین الملزوم واللازم کا تجویز کرنا ہے وہو باطل

التماس عام حضرات ناظرین اس مقام پر مجھ کو اس خاص طرز پر طالب علمانہ تحریر میں بوجہ ضرورت تفہیم منطقی مزاج صاحبوں کے معذور فرماویں اور خود صرف ترجمہ کے ملاحظہ فرمانے پر قناعت کریں، ان الفاظ میں غور نہ کریں

ف ۲ اور خاص خاص کاموں پر خاص خاص ملائکہ کا مقرر فرمانا اور اسی طرح اسباب اور مواد اور قویٰ سے کام لینا یہ سب حکمت کیلئے ہے حاجت و استعانت کے لئے نہیں ف ۳ بیضاوی نے کہا ہے کہ پہلی شرائع میں اللہ تعالیٰ کو سبب اول ہونے کی وجہ سے باپ کہا کرتے تھے جاہلوں نے ولادت کے معنی سمجھ لئے اس لئے کفر ٹھیرا اب دفع فساد کے لئے اصلاً اس کی اجازت نہیں **معاملہ ہاہم ایضاً باشتراک نصاریٰ و مشرکین** وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۔ الیٰ قولہ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ اور (بعضے) جاہل (یہودی اور نصرانی

الروايات الذين لا يعلمون نفى العلم قال ابن عباس اليهود وقال مجاهد النصارى وقال قتادة مشركو العرب ۱۲

الملحقات الترجمة لے قولہ سبحان اللہ تفسیر لسبحانہ تعجب ۱۲
کے قولہ سبحانہ مذکور کا بھی مدلول ہے تفسیر کون التنزیہ مدلولا باشارۃ النص بالعبارۃ النص فتعجب ۱۲

العربية قال البيضاوي يوقنون يطلبون اليقين واشرت اليه في الترجمة وفي روح المعاني قد بينا الآيات اي نزلناها بينة بان جعلناها كذلك في نفسها فهو على حد سبحان من صغر البعوض وكبر الفيل وفي المعالم كل ما في القرآن لولا فهو بمعنى هلا الا واحدا وهو قوله فلولا انه كان من المسبحين معناه فلو لم يكن ۱۲

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝

ہم نے آپ کو ایک سچا دین دے کر بھیجا ہے کہ خوشخبری سناتے رہیئے اور ڈراتے رہیئے اور آپ سے دوزخ میں جانے والوں کی باز پرس نہ ہوگی

اور مشرکین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں یوں کہتے ہیں کہ (خود) ہم سے کیوں کلام نہیں فرماتے اللہ تعالےٰ (خواہ بلا واسطہ فرشتوں کے جس طرح خود فرشتوں سے کلام فرماتے ہیں یا بواسطہ فرشتوں کے جس طرح پیغمبروں سے بطور وحی کے کلام فرماتے ہیں) اور اس کلام میں یا تو خود ہم کو احکام بتلادیں تو دوسرے رسول کی ہم کو ضرورت ہی نہ رہے یا کم از کم اتنا ہی کہہ دیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے رسول ہیں تو ہم ان ہی کی رسالت کے قائل ہوکر ان کی اطاعت کرنے لگیں) یا (کلام نہیں کرتے تو) ہمارے پاس کوئی اور ہی دلیل (ثبوت رسالت کی) آجاوے (حق تعالےٰ اولاً اس بات کا جاہلانہ رسم ہونا جتلاتے ہیں کہ) اسی طرح وہ (جاہل) لوگ بھی کہتے چلے آئے ہیں جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان ہی کا سا (جاہلانہ) قول (سو معلوم ہوا کہ یہ قول کوئی با وقعت اور باریک مضمون پر مبنی نہیں یوں ہی ہانک دیا جاتا ہے پھر ثانیاً اس قول کا منشا اور سبب بیان فرماتے ہیں کہ) ان سب (اگلے پچھلے جاہلوں) کے قلوب (کج فہمی میں) باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں (اس لئے سب سے بات بھی ایک ہی سی پیدا ہوئی پھر ثالثاً اس قول کا جواب دیتے ہیں اور چونکہ اس قول کا جزو اول حماقت محض تھا کہ اپنے کو اس لیاقت پر ہم پلہ ملائکہ اور انبیاء کا بنانا چاہتے تھے جو بالکل ہی بدیہی البطلان ہے اس لئے بقول مسلّم سے[۱] پس جواب جاہلاں خامشی ست سکوت ہے اس کا جواب نظر انداز کرکے صرف دوسرے جزو کا جواب ارشاد ہوتا ہے کہ تم تو ایک دلیل کو لئے پھرتے ہو ہم نے تو بہت سی دلیلیں (رسالت محمدیہ کے ثبوت میں) صاف صاف بیان کردی ہیں (مگر وہ) ان لوگوں کے لئے (نافع و کافی ہوسکتی ہیں) جو یقین (اور اطمینان حاصل کرنا) چاہتے ہیں (اور چونکہ معترضین کو محض ضد اور کد ہی مقصود ہے اس لئے نظر حق طلبی سے ان کو تحقیق ہی منظور نہیں سو ایسوں کی تسلی و تشفی کا کون ذمہ وار بنے۔

ف یہود و نصاریٰ کو باوجود اہل کتاب و اہل علم ہونے کے جاہل اس لئے کہہ دیا گیا کہ یہ بات جاہلوں کی سی کہی تھی کہ باوجود دلائل قویہ قطعیہ کثیرہ قائم ہوچکنے کے ابھی تک مجہول کئے جاتے ہیں **ربط** چونکہ یہاں اس کا محل تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی اس جہالت اور عناد سے تنگی ہو جاتی اور ان کے ایمان لانے کی کوئی صورت سمجھ میں نہ آنے سے غم ہوتا اس لئے حق تعالےٰ آئندہ آیت میں آپ کی تسلی فرماتے ہیں **تسلیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم** اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝ (اے رسول) ہم نے آپ کو ایک سچا دین دے کر (خلق کی طرف) بھیجا ہے کہ (ماننے والوں کو) خوشخبری سناتے رہیئے اور (نہ ماننے والوں کو سزا سے) ڈراتے رہیئے اور آپ سے دوزخ میں جانے والوں کی باز پرس نہ ہوگی (کہ ان لوگوں نے کیوں نہیں قبول کیا اور کیوں دوزخ میں گئے آپ اپنا کام کرتے رہیئے آپ کو کسی کے ماننے نہ ماننے کی کیا فکر) **ربط** یہاں تک یہود کی چالیس قباحتیں جن میں سے بعض میں نصاریٰ بھی شریک ہیں بیان فرمائی گئیں آگے یہ جتلانا مقصود ہے کہ ایسے سخت مجرم لوگوں سے امید ایمان نہ رکھنا چاہیئے سو یہ مضمون ماسبق کا نتیجہ بھی ہے جس سے ان کے قبائح مذکورہ کی اور تاکید ہوگئی کہ جو شخص ایسا کج طبع ہو اس کی کجی کم جاتی ہے اور اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ازالہ فکر و غم بھی ہے کہ آپ ان کے عام طور پر ایمان لانے سے مایوس ہوجایئے اور پریشانی اور کلفت دل سے دور کیجئے تو اس مضمون تسلی کی بھی تاکید ہوگئی اور علاوہ ان مضامین کی تاکید کے خود مستقل ان کی ایک قباحت کا اور بھی بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرنے کی تو ان کو کیا توفیق ہوتی وہ یہاں تک بلند پروازی کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ کو اپنی راہ پر چلانے کی فکر محال میں ہیں اور قالاً یا حالاً ان کی زبان یا معاملہ سے بھی ان کی یہ کوشش ظاہر اور مفہوم ہوتی ہے تو اس تقریر پر یہ ان کا اکتالیسواں معاملہ قبیحہ ہوگا اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بعض امور مباحہ میں اول اول اہل کتاب کی بغرض ان کی ملاطفت و تالیف قلب کے موافقت فرما لیتے تھے اس میں اس پر بھی دلالت ہے کہ آپ اس قصہ کو جانے دیجیئے گو اس سے آپ کی جو غرض ہے کہ کچھ نرم ہوکر اسلام لے آویں وہ بخیر ہے بہرحال یہ مضمون

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ انا ارسلناک بالحق بشیرا و نذیرا ولا تسئل عن اصحب الجحیم قال البعد الضعیف ان الایۃ اصل لعادۃ ساداتنا الصوفیۃ فی عدم تصدیہم لمن لم یرد اصلاح نفسہ انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالےٰ انا ارسلناک بالحق بشیرا و نذیرا ولا تسئل عن اصحب الجحیم یہ آیت اصل ہے ہمارے حضرات صوفیہ کی اس عادت کی کہ جو شخص اپنی اصلاح نہ چاہے اس کے درپے نہیں ہوتے

اختلاف القراءۃ قرء نافع و لا تسئل علی صیغۃ النہی یدل بالجمال شدۃ عقوبۃ الکفار و تہویلہا ای انہ لفظیہ فظاعۃ ما حل بہ لا یستطاع ان یسمع ۱۲ روح المعانی

لمحقات الترجمۃ [۱] قولہ ہی ترجمۃ او تاتینا آیۃ یا ہمارے پاس کوئی اور ہی دلیل آجاوے ہم ...

یعنی بالمحاصل والالفحۃ ترجمۃ اللفظیۃ لاجل اللطف کذا یا ہمارے پاس کوئی دلیل کیوں نہیں آتی ۱۲

[۲] قولہ جزو اول حماقت الا ماخوذ از روح المعانی

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ

اور کبھی خوش نہ ہوں گے آپ سے یہ یہود اور نہ یہ نصاریٰ جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے پیرو نہ ہو جاویں آپ کہہ دیجئے کہ حقیقت میں تو ہدایت کا وہی راستہ ہے جس کو خدا نے بتلایا ہے

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

اور اگر آپ اتباع کرنے لگیں ان کے غلط خیالات کا علم آ چکنے کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے نہ مددگار

وقف منزل

الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی بشرطیکہ وہ اس کی تلاوت کرتے رہے جس طرح کہ تلاوت کا حق ہے ایسے لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جو شخص نہ مانے گا خود ہی

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ؑ

ایسے لوگ خسارہ میں رہیں گے

ع ۱۴ ۹

آئندہ چند فوائد پر مشتمل ہے اور قدر مشترک مایوس کرنا ہے ان خاص لوگوں کے مسلمان ہونے سے پس ارشاد ہے **مایوسی کلی از ایمان مخالفین خاص** وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى (الیٰ قولہ) مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اور کبھی خوش نہ ہوں گے آپ سے یہ یہود اور نہ یہ نصاریٰ جب تک کہ آپ (خدانخواستہ) ان کے مذہب کے (بالکل) پیرو نہ ہو جاویں (اور یہ محال ہے پس ان کا راضی ہونا محال ہے) اور اگر کبھی اس قسم کی بات ان کی زبان یا حال سے مترشح ہو تو آپ (صاف) کہہ دیجئے کہ (بھائی) حقیقت میں ہدایت کا تو وہی راستہ ہے جس کو خدا نے (ہدایت کا راستہ) بتلایا ہے (اور دلائل سے ایسا راستہ صرف اسلام ہونا ثابت ہو چکا ہے پس راہ ہدایت یہی رہا) اور (یہ امر کہ آپ نعوذ باللہ ان کے مذہب کے پیرو ہو جاویں محال اس لئے ہے کہ اس سے ایک محال لازم آتا ہے کیونکہ) اگر آپ اتباع کرنے لگیں ان کے غلط خیالات کا (جس کو وہ اپنا مذہب سمجھتے ہیں مگر کچھ تحریف سے اور کچھ منسوخ ہو جانے سے اب وہ محض چند غلط خیالات کا مجموعہ رہ گیا ہے اور پھر اتباع بھی کیسی حالت میں کہ) علم (قطعی ثابت بالوحی) آ چکنے کے بعد تو (ایسی حالت میں تو) آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے نہ مددگار (بلکہ تو بہ تو بہ نتیجہ قہر میں گرفتار ہو جانا لازم آوے اور یہ لازم محال ہے کیونکہ دلائل قطعیہ سے دوام رضائے حق تعالیٰ آپ سے ثابت ہے پس غضب محال اور اتباع مذکور سے یہ لازم آیا تھا اس لئے اتباع مذکور بھی محال اور بدون اتباع کے ان کا راضی ہونا غیر ممکن تو ایسے امر کی امید کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اس لئے اس سے دل کو خالی کر لینا چاہئے) **ربط** بیان تک معاندین اہل کتاب کا ذکر تھا اس کے بعد حسب عادت قرآن منصفین اہل کتاب کا بیان ہے جنہوں نے بعد وضوح حق کے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ کا اتباع اختیار کر لیا پس ارشاد ہے **ذکر منصفین اہل کتاب** اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ (الیٰ قولہ) فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ جن لوگوں کو ہم نے کتاب (توریت و انجیل) دی بشرطیکہ وہ اس کی تلاوت (اس طرح)

اللغات فی روح المعانی الملۃ فی الاصل اسم من املت الکتاب بمعنی املیتہ ثم نقلت الی اصول الشرائع باعتبار انہا یملیہا النبی ویقع علی الباطل ایضا ۱۲

البلاغۃ فی روح المعانی وحدت الملۃ وان کان لہم ملتان للایجاز اولانہا یجمعہا الکفر وہو ملۃ واحدۃ

الروایات المتعلقۃ بربط آیت ولن ترضی الخ فی المعالم وذلک انہم کانوا یسئلون النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الہدنۃ ویطمعونہ انہ ان امہلہم اتبعوہ فانزل اللہ تعالیٰ ہذہ الآیۃ معناہ انک ان ہادنتہم فلا یرضون بہا وانما یطلبون ذلک تعللا وقال ابن عباس ہذا فی القبلۃ وذلک ان یہود المدینۃ ونصاری نجران کانوا یرجون النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حین کان یصلی الی قبلتہم فلما صرف اللہ القبلۃ الی الکعبۃ ایسوا ان یوافقہم علی دینہم فانزل اللہ تعالیٰ ولن ترضی الآیۃ فی روح المعانی روی انہ کان یلاطف کل فریق رجاء ان یسلموا فنزلت ۱۲

الملحقات الترجمۃ لہ قولہ یہ یہود اشارۃ الی کون اللام للعہد فلا یشکل بایمان کثیر من الیہود والنصاری ۱۲

لہ قولہ ان کی زبان یا حال سے ماخوذ ای روح المعانی ثم ان ہذا لیس ابتداء کلام منہ تعالیٰ صادر عنہم بل ہو حکایۃ لمعنی کلام قالوہ بطریق الحکم ایضا لقولہ قل الخ ولعل انہم قالوا ذلک فیما بینہم والامر بہذا القول لہم لایجب ان یکون جوابا لعین تلک العبارۃ بل جواب ورد لما یستلزم مضمونہا او یلزمہ من الدعوۃ الی الیہودیۃ والنصرانیۃ ومن الاجتہاد فیہا وقیل یصح ان یکون اقتناطہم عما یتمنونہ ویطمعونہ ولیس بجواب ۱۲

لہ قولہ بشرطیکہ اشارۃ الی کون الجملۃ حالیۃ لکنہا مقدرۃ لا محققۃ وما بعدہ خبر الموصول ۱۲

لہ ولئن اتبعت وہم من الظاہر منہ انک ان لم تتبع اہوائہم کان لک ولی ونصیر یحفظک من کارثۃ بعدم کون مفہوم المخالف معتبرا او یقال ان اصل المراد الوقوع فی القہر فلازم فی صورۃ عدم الاتباع عدم الوقوع فی القہر ولا محذور فیہ ۱۲ منہ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا

اے اولاد یعقوب علیہ السلام میری ان نعمتوں کو یاد کرو جن کا میں نے تم پر انعام کیا اور اس کو کہ میں نے تم کو بہت لوگوں پر فوقیت دی اور تم ڈرو

يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

ایسے دن سے جس میں کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے نہ کوئی مطالبہ ادا کرنے پاوے گا اور نہ کسی کی طرف سے کوئی معاوضہ قبول کیا جاوے گا اور نہ کسی کو کوئی سفارش مفید ہوگی اور نہ ان لوگوں کو کوئی بچا سکے گا

کرتے رہتے جس طرح تلاوت کا حق ہے (کہ قوت علمیہ کو فہم مضامین میں صرف کیا اور قوت ارادیہ کو عزم اتباع حق میں استعمال کیا) ایسے لوگ (اس کتاب کے) اثر (دین حق اور علم وحی) پر ایمان لے آتے ہیں اور جو شخص نہ مانے گا (کس کا نقصان کرے گا) خود ہی ایسے لوگ خسارہ میں رہیں گے (کہ جو ثمرات ایمان پر عطا ہوتے ان سے محروم رہیں گے) **ربط** اس مقام پر بنی اسرائیل کے متعلق جن مضامین خاصہ کا بیان کرنا مقصود تھا ان کا خاتمہ ہوا اب ان مضامین کی جو آغاز میں تمہید تھی، جس کے اجمال کے یہ سب مضامین تفصیل تھے ختم پر اس کو پھر مکرر لاتے ہیں جس میں اس کا مضمون خاص یعنی ترغیب کے لئے انعام عام وخاص کا یاد دلانا اور ترہیب کے لئے قیامت کا پیش نظر کر دینا بوجہ تکرار کے خوب ذہن نشین ہو جاوے کیونکہ مقصود اعظم کلیات ہوتے ہیں جن کا خود استحضار بوجہ ان کے اختصار کے سہل ہوتا ہے اور بوجہ جامعیت اور انطباق کے ان کے ذریعہ سے ان کے جزئیات کا محفوظ رکھنا آسان ہوتا ہے اور محاورات میں یہ طرز بلیغ بھی اعلیٰ درجہ کا سمجھا جاتا ہے کہ مفصل اور مطول بات کرنے کے قبل اول ایک مجمل عنوان سے اس کی تقریر کر دی جس کا قدر مشترک تمام تفاصیل کے فہم میں معین ہو اور اخیر میں بطور خلاصہ اور نتیجہ تفصیل مذکور کے اسی مجمل عنوان کا پھر اعادہ کر دیا مثلاً یہ کہا جاوے کہ تکبر بڑی مضر خصلت ہے دیکھو اس میں ایک ضرر یہ ہے دوسرا یہ ہے تیسرا یہ ہے دس بیس مضرتوں کی تقریر کر کے پھر آخر میں کہہ دیا کہ غرض تکبر بڑی مضر خصلت ہے اسی طور پر آیت یا بنی اسرائیل کا اعادہ فرمایا جاتا ہے **اعادہ تمہید بطور تلخیص** يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ اے اولاد یعقوب علیہ السلام میری ان نعمتوں کو یاد کرو جن کا میں نے تم پر (وقتاً فوقتاً) انعام کیا اور اس کو (بھی یاد کرو) کہ میں نے تم کو بہت لوگوں پر (بہت سی باتوں میں) فوقیت دی اور تم ڈرو ایسے دن سے (یعنی روز قیامت سے) جس میں کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے نہ کوئی مطالبہ (اور حق واجب) ادا کرنے پاوے گا اور نہ کسی کی طرف سے کوئی معاوضہ (بجائے حق واجب کے) قبول کیا جاوے گا اور نہ کسی کو کوئی سفارش (جب کہ ایمان نہ ہو) مفید ہوگی اور نہ ان لوگوں کو کوئی (بزور) بچا سکے گا

ف اس کے متعلق ضروری امور اوپر اس آیت کی تفسیر میں گذر چکے ہیں اگر ضرورت ہو وہاں ملاحظہ فرمائے جاویں **ربط** یہاں تک بنی اسرائیل کے قبائح اور بے عنوانیوں کا بیان تھا جن میں سے ایک بے عنوانی یہ بھی تھی کہ بعض احکام کے نسخ پر خصوصاً حکم تحویل قبلہ پر ان کا اعتراض تھا جس کا جواب اوپر کی بعض آیات میں بضمن تقریر معاملہ یہود وہم وسی دشتم بقدر کافی مذکور بھی ہوا ہے چونکہ اس حکم خاص میں ان لوگوں کا شور وشغب زیادہ تھا نیز ضعیف الاعتقاد لوگوں پر اس مخالفت کا اثر ہو جانا بھی چنداں عجیب نہ تھا اور نماز خود رکن اعظم اسلام کا ہے اس مبحث کو اس سے تعلق تھا اس لئے یہ اسباب مقتضی تھے کہ اس مادہ خاص میں کسی قدر مفصل ومطول کلام کیا جاوے وہ مفصل کلام یہاں سے شروع ہو کر تقریباً چار رکوع تک ممتد ہوا ہے جس کی ترتیب بھی نہایت خوش اسلوب واقع ہوئی ہے کہ اول بانی کعبہ کی فضیلت اور ان کا امام خلق ہونا بیان کیا پھر کعبہ کی فضیلت اور اس کی بناء کا قصہ ذکر فرمایا اور اس کے سیاق وسباق میں بہت سے مضامین اس کے مناسب اور مؤید لائے گئے پھر حاکمانہ اختیار سے اس کعبہ کا قبلہ بنانا بیان کیا پھر اس میں جو حکیمانہ مصالح مرعی ہیں ان کو ذکر فرمایا اور درمیان درمیان میں اور مضامین مناسب مقام ارشاد ہوئے جن میں امام القبلتین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق وخصوصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اور آپ کا کافۂ خلق کے لئے نعمت عظمیٰ ہونا بھی تبلا دیا گیا تا کہ ہر مذاق پر ہر پہلو سے مضمون کی تتمیم ہو جاوے

البلاغة سئل بعض الشيوخ رحمه الله عن الحكمة في تقديم الشفاعة في السابق وتأخيرها ههنا فأجاب بان القوم كانوا اولاد الانبياء والائمة فكانوا يثقون بالشفاعة اكثر من الثقة بالغير فكان الابتداء بنفيه والانتهاء به لدفع جسماء ظنهم والله اعلم ۱۲

ملحقات الترجمہ

لہ قولہ اس دین حق بکذا اعاد الضمیر الی الحق المذکور فیما قبل فی قولہ ... بالحق وقولہ بعد الذی جاءک من العلم فی التفسیر العزیزی ۱۲

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ

اور جس وقت امتحان کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان کے پروردگار نے چند باتوں میں اور وہ ان کو پورے طور سے بجا لائے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا مقتدا بناؤں گا انہوں نے عرض کیا اور

ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝

میری اولاد میں سے بھی کسی کسی کو ارشاد ہوا کہ میرا عہد خلاف ورزی کرنے والوں کو نہ ملے گا

فضیلت حضرت ابراہیم علیہ السلام بانی کعبہ

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ (الٰی قولہ) قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝

ترجمہ اور جس وقت امتحان کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان کے پروردگار نے چند باتوں میں (اپنے احکام میں سے) اور وہ ان کو پورے طور سے بجا لائے (اس وقت) حق تعالیٰ نے (ان سے) فرمایا کہ میں تم کو (اس کے صلہ میں نبوت دے کر یا امت بڑھا کر) لوگوں کا مقتدا بناؤں گا انہوں نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے بھی کسی کسی کو (نبوت دیجئے) ارشاد ہوا کہ (آپ کی یہ درخواست منظور ہے مگر اس کا ضابطہ سن لیجئے کہ) میرا (یہ) عہدہ (نبوت) خلاف ورزی (قانون) کرنے والوں کو نہ ملے گا (سو ایسے لوگوں کو تو صاف جواب ہے البتہ اطاعت کرنے والوں میں سے بعض کو نبوت دی جاوے گی)

ف امتحان دو غرض سے ہوتا ہے کبھی تو اس واسطے کہ امتحان کرنے والا خود اس شخص کی حالت و لیاقت دریافت کرنا چاہتا ہے، سو یہ امتحان لینا تو ذات حق میں محال ہے کیونکہ ان کو سب کچھ پہلے ہی معلوم ہے اور کبھی امتحان لینے والا خود تو جانا کرتا ہے لیکن اور دیکھنے والوں کی نظر میں اس حالت کا پیش کرنا منظور ہوتا ہے تاکہ امتحان دینے والے کی عظمت مثلاً ثابت ہو جاوے اور دوسروں کو شکایت محرومی یا ترجیح کا موقع نہ رہے یا اگر امتحان کسی مجرم کا ہے تو وہ خود بھی اپنے دل میں انصاف کر لے اور دوسرے بھی شبہ جور و تعدی کا نہ کر سکیں تو ایسا امتحان لینا حق تعالیٰ کی شان کے خلاف نہیں جہاں کہیں حق تعالیٰ کا بندوں کو امتحان کرنا مذکور ہے وہاں یہی دوسری قسم مراد ہے چنانچہ اس مقام پر بھی یہی دوسری قسم مراد ہے اور وہ باتیں کتابوں میں کئی طرح لکھی ہیں بہر حال کچھ احکام تھے اور یہ امتحان اگر ایسے وقت تھا کہ ہنوز خلقت کو احکام پہنچانے کا آپ کو حکم نہ ہوا تھا تو امامت للناس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو احکام پہنچانے کا کام دیا جاوے گا جو حاصل ہے نبوت کا پس اس قول پر اس وقت وحی تو نازل ہو گئی تھی لیکن اس وحی کی تبلیغ کا امر نہ ہوا تھا اور اگر یہ امتحان ایسے وقت تھا کہ تبلیغ وحی کا کام بھی کرنے لگے تھے تو امامت للناس کے معنے یہ ہوں گے کہ اب جتنی امت ہے اس سے اور ترقی دوں گا مثلاً آپ کے زمانہ ہی میں اور لوگ بھی ایمان بکثرت لاویں گے یا یہ کہ آپ کی شریعت آپ کے بعد بھی مدتوں تک رہے گی جو کہ سبب ہے تضاعف اجر و ثواب کا کیونکہ نیک راہ پر چلنے کے ثواب میں اس راہ کا بتلانے والا بھی شریک ہوتا ہے جیسا احادیث میں بھی ہے تو یہ امر بھی اسی نبوت کے آثار سے ہے بہر حال ہر صورت میں حاصل اس کا نبوت کی تکمیل ہے اور اس میں یہ قید لگانا کہ جس کو نبوت ملے گی وہ ظالم نہ ہو دلیل ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کے معصوم اور بے گناہ ہونے کی کیونکہ ہر گناہ خلاف ورزی ہے احکام کی اور یہی حقیقت ہے ظلم کی اور دونوں کا جمع نہ ہونا صراحۃً ارشاد ہوا ہے پس جو حضرات نبوت سے مشرف ہو چکے ہیں یقیناً وہ گنہگار نہ تھے نہ قبل نبوت نہ بعد نبوت اور جن قصوں میں ایسے امور مذکور ہیں وہ واقع میں گناہ نہیں ہیں چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر قصہ کے موقع پر اس کی تفسیر دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے جن میں ایک قصہ آدم علیہ السلام کا گذر بھی چکا ہے وہاں دیکھ کر اس کی تصدیق کی جاوے اور لفظ عصیان یا ظلم وغیرہ جو کہیں وارد ہوا ہے اس کے معنی مجازی مراد ہیں کیونکہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب حقیقی معنی کسی دلیل سے

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ قال انی جاعلک للناس اماما الی قولہ الظالمین قال العبد الضعیف فیہ ان الخلافۃ الارشادیۃ لا تجتمع مع الاخلال بالعمل بالتقوی

ترجمہ

قولہ تعالیٰ قال انی جاعلک للناس اماما دلالۃ قولہ الظالمین اس میں دلالت ہے کہ خلافت ارشادیہ اخلال عمل کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی

اللغات قال البیضاوی والکلمات قد تطلق علی المعانی فلذلک فسرہا بالخصال الحمیدۃ وقولہ فاتمہن ای اداہن کملا وقام بہن حق القیام لانہ تعالیٰ اخبر عنہ بذلک ... من التزمن بمعنی التحقق ۱۲

النحو قال البیضاوی قال انی جاعلک للناس اماما استیناف ... قولہ ومن ذریتی عطف علی الکاف ای وبعض ذریتی کما تقول وزیدا فی جواب ساکرمک ۱۲

الکلام احتج بعض اہل البدع بالآیۃ علی عصمۃ الائمۃ من اہل البیت ... مع تفسیر الامامۃ بالنبوۃ ...

ترجمہ الامام ... فی الالفاظ الآتیۃ ...

بنو الجبل الی نفسہ خاصۃ وہو بلیق بالنبوۃ لان الامامۃ ... ای جبل الناس لانہا شوری ۱۲

لمعات الترجمۃ لہ قولہ فی ترجمۃ فاتمہن ... استعمالہا فی لساننا موقع العفاء ... ۱۲

لہ قولہ فی ترجمۃ عہدی عہدہ ... معنی العہدۃ فی لساننا ... ۱۲

لہ قولہ فی ترجمۃ الظلم خلاف ورزی لان الظلم وضع الشیء فی غیر محلہ وہو حاصل ہذہ الکلمۃ ۱۲

لہ قولہ فی ف نہ قبل نبوت نہ بعد نبوت ثم اتفقوا ... علیہ بین اہل الحق ... اختلفوا فی الصغائر قبل النبوۃ ... الظلم ... مراتب ۱۲

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۭ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۭ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ

اور جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور امن مقرر رکھا اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیا کرو اور ہم نے حضرت ابراہیم

وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ

و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی طرف حکم بھیجا کہ میرے گھر کو خوب پاک رکھا کرو بیرونی اور مقامی لوگوں کے واسطے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے واسطے اور جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے

اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ قَالَ وَ

اس کو ایک شہر بنا دیجئے امن والا اور اس کے بسنے والوں کو پھلوں سے عنایت کیجئے ان کو جو کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہوں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور اس شخص

مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

کو بھی جو کہ کافر رہے سو ایسے شخص کو تھوڑے روز تو خوب آرام برتاؤں گا پھر اس کو کشاں کشاں عذاب دوزخ میں پہنچا دوں گا اور ایسے پہنچنے کی جگہ تو بہت بری ہے

متعذر ثابت ہوں تو مجاز پر محمول کرنا واجب ہے اور دلیل تعذر کی جس سے عصمت انبیاء علیہم السلام ثابت ہے ابھی بیان ہو چکی خوب سمجھ لو **ربط** فضیلت بانی کے بعد آگے فضیلت بناء کا بیان فرماتے ہیں **فضیلت کعبہ** وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (الیٰ قولہ) وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور (مقام) امن (ہمیشہ سے) مقرر رکھا اور (آخر میں امت محمدیہ کو حکم دیا کہ برکت حاصل کرنے کے لئے) مقام ابراہیم کو (کبھی کبھی) نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیا کرو اور ہم نے (بناء کعبہ کے وقت) حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی طرف حکم بھیجا کہ میرے (اس) گھر کو خوب پاک (صاف) رکھا کرو بیرونی اور مقامی لوگوں (عبادت کے) واسطے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے واسطے **ف ۱** مقام امن دو وجہ سے فرمایا ایک تو یہ کہ اس میں حج و عمرہ و نماز و طواف ادا کرنے سے عذاب دوزخ سے امن ہوتا ہے دوسرے اس وجہ سے کہ اگر کوئی خونی حدود کعبہ میں جس کو حرم کہتے ہیں جا گھسے تو وہاں اس کو سزائے موت نہ دیں گے البتہ رسد وغیرہ اس کی بند کر دیں گے یہاں تک کہ باہر نکل آوے پھر پکڑ لیں گے اور سوا خونی کے اور مجرمونکا اور حکم ہے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے دوسرے اماموں کے کچھ اور اور قول ہیں تو اس صورت میں امن کا وقوع نہیں بتلاتے بلکہ قانون شرعی بتلاتے ہیں، اور مقام ابراہیم ایک خاص پتھر کا نام ہے جسپر کھڑے ہو کر آپ نے کعبہ کی عمارت بنائی ہے وہ کعبہ کے پاس ایک محفوظ جگہ رکھا ہے وہاں نفلیں پڑھنا ثواب ہے اور جب طواف کرے تو اس وقت دو رکعت پڑھنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے آگے حدود کعبہ یعنی حرم اور اس کے سکان کے لئے دعاء ابراہیمی کا ذکر ہے کہ وہ بھی دلیل ہے اس کی فضیلت کی **ف ۲** اور آیت میں جو مقام ابراہیم کو باوجود صغیر ہونے کے مصلی فرمایا ہے سو صغر اس سے مانع نہیں کیونکہ اس پر صرف قدم رکھنے سے بھی مصلی ہونا صادق آتا ہے باقی یہ بات کہ اب اسپر نماز نہیں پڑھی جاتی تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اصل مقصود اسی کو محل صلوٰۃ بنانا ہے باقی اس کا محل مجاور بھی اسی کے تابع ہونے سے اسی کے حکم میں ہے جیسا مسجد حرام یا مسجد نبوی میں جو زائد ہوا ہے وہ اس کے تابع ہے **دعائے ابراہیمی برائے حرم واہل حرم** وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا (الیٰ قولہ) وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ

اللغات مثابۃ مرجعا یثوب الیہ اعیان الزوار او موضع ثواب یثابون بحجہ واعتمارہ ۱۲ بیضاوی عہدنا امرنا العہد الموثق وانی عدی بالی لکان معناہ، تقدمنا وصیتہ کذا فی التاج ولما کان ہذا التوصیۃ بطریق الامر فسر بالامر ۱۲ للطائفین والعاکفین فی روح المعانی احد الاقوال الغرباء الوافدون واہل البلد الحرام المقیمون ۱۲

النحو امنا موضع امن واتخذوا علی ارادۃ القول ۱۲ بیضاوی ومن کفر عطف علی من آمن اے و ارزق من کفر فیہ الطلب بمعنی الخبر علی عکس ومن فریق قائدہ ان ہذا العطف لا یصح لان تقتضی التشریک فی العامل فیصیر قال ابراہیم وارزق من کفر فیہ ما بعدہ وکذلک یجعل العطف علی محذوف ای ارزق من آمن ومن کفر بلفظ الخبر ومن عطف بالقول بالعطف، تلقینی یوجب ذلک تقلیلا صفۃ لمحذوف اے متاعا او زمانا قلیلا ۱۲ کذا من روح المعانی

الروایات فی روح المعانی اخرج ابونعیم من حدیث ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بیدہ فقال یا عمر ہذا مقام ابراہیم فقال عمر افلا نتخذہ مصلی فقال لم اؤمر بذلک فلم تغب الشمس حتی نزلت ہذہ الآیۃ و قال بالامر فیہا للاستحباب اذ المتبادر من المصلی موضع الصلوٰۃ مطلقا وقراءتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہذہ الآیۃ حین اداء الرکعتین بعد الطواف لا یقتضی تخصیصہ بہا وقال فی المقام ہو الحجر الذی ارتفع علیہ ابراہیم علیہ السلام حین ضعف عن رفع الحجارۃ التی کان ولدہ اسمٰعیل یناولہا ایاہ فی بناء البیت وفیہ اثر قدمیہ قالہ ابن عباس وجابر وقتادہ وغیرہم واخرجہ البخاری وہو قول جمہور المفسرین ۱۲

الملحقات الترجمۃ **۱ قولہ** فی ترجمۃ مثابۃ معبد ہذہ اللفظۃ جامعۃ لمعنی المثابۃ محل الثواب والمرجع لان المعبد یکون مرجعا للعابدین ۱۲ **۲ قولہ** برکت حاصل اشارۃ الی استحباب الاتخاذ والدلیل علی تخصیصہ برکعتی الطواف بردا لنقض بوجوبہا علی الاستحباب ۱۲ **۳ قولہ** مقام ابراہیم کو اشارۃ الی کون من زائدۃ کما نقل فی روح المعانی عن الاخفش ۱۲ **۴ قولہ** پاک صاف رکھا کرو اشارۃ الی ان التطہیر کما یطلق علی احداث التطہیر یطلق علی الابقاء کما فی قولہ تعالیٰ وثیابک فطہر والرجز فاہجر ۱۲ **۵ قولہ** فی ف قانون بتلاتے ہیں الخ

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

اور جب کہ اٹھارہے تھے ابراہیم علیہ السلام دیواریں خانہ کعبہ کی اور اسمٰعیل علیہ السلام بھی اے ہمارے پروردگار ہم سے قبول فرمائیے بلاشبہ آپ خوب سننے والے جاننے والے ہیں

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ

اے ہمارے پروردگار اور ہم کو اپنا اور زیادہ مطیع بنا لیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کیجئے جو آپ کی مطیع ہو اور ہم کو ہمارے حج کے احکام بھی بتلا دیجئے اور ہمارے حال پر توجہ رکھئے

اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ

درحقیقت آپ ہی ہیں توجہ فرمانے والے مہربانی کرنے والے اے ہمارے پروردگار اس جماعت کے اندر ان ہی میں کا ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کریں اور

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ع ۱۵ ۸ ۱۵

ان کو کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کریں اور ان کو پاک کر دیں بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرت کامل الانتظام

جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے (دعا میں) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اس (موقع) کو ایک (آباد) شہر بنا دیجئے (اور شہر بھی کیسا) امن (امان) والا اور اس کے بسنے والوں کو پھلوں (کی قسم) سے (بھی) عنایت کیجئے (اور میں سب بسنے والوں کو نہیں کہتا بلکہ خاص) ان کو (کہتا ہوں) جو کہ ان میں اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہوں (دعا قبول کو آپ جانیں) حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (کہ چونکہ رزق ہمارا خاص نہیں ہے اس لئے ثمرات سب کو دوں گا مومن کو بھی) اور اس شخص کو بھی جو کہ کافر رہے (البتہ نجات آخرت چونکہ اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے) سو اس واسطے ایسے شخص کو (جو کہ کافر رہے) تھوڑے روز (یعنی دنیا میں) تو خوب آرام برتاؤں گا لیکن پھر (بعد مرگ) اس کو کشاں کشاں عذاب دوزخ میں پہنچا دوں گا اور ایسی پہنچنے کی جگہ تو بہت بری ہے (اللہ بچا دے) **ف** شہر ہونے کی دعا اس واسطے کی تھی کہ اس وقت یہ موقع بالکل جنگل تھا پھر اللہ تعالیٰ نے شہر کر دیا اور اس مقام پر امن اور آدمی کے متعلق دعا قبول ہونے کا ذکر تصریحاً نہیں فرمایا کیونکہ قانون امن کا منظور ہو جانا تو اس سے اوپر کی آیت میں مذکور ہو چکا ہے اور جب یہ فرمایا کہ یہاں کے رہنے والوں میں جو کافر ہوں گے ان کو بھی ثمرات ملیں گے اس سے خود مفہوم ہو گیا کہ یہ جگہ لوگوں کے رہنے کی ہو گی جو حاصل ہے شہر آباد ہونے کا اور پھلوں کے ملنے کی یہ صورت کر دی کہ دور دور سے ہر قسم کی چیزیں اس شہر میں آتی ہیں اور خاص نزدیک ہی دو منزل پر طائف ہے اس سرزمین کو خوب سبز و شاداب بنایا ہے وہاں سے سب طرح کی چیزیں میوے ترکاری بکثرت روز کی روز پہنچتی رہتی ہیں اور ابراہیم علیہ السلام نے جو کافروں کے لئے دعائے رزق نہیں مانگی غالباً وجہ اس کی یہ ہوئی کہ پہلی دعا کے جواب میں حق تعالیٰ نے ظالمین کو ایک نعمت کی صلاحیت سے خارج فرما دیا تھا اس لئے اس دعا میں ان کو شامل نہیں کیا کبھی مرضی کے خلاف ہو **ربط** آگے بنائے کعبہ اور اس بنا میں بانی کے اخلاص اور اس کے ضمن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کے اختصاص کا بانی کعبہ کے ساتھ ذکر ہوتا ہے **قصہ بنائے کعبہ و اخلاص و دعاء بانی** وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جب کہ اٹھا رہے تھے ابراہیم علیہ السلام دیواریں خانہ کعبہ کی اور (ان کے ساتھ) اسمٰعیل علیہ السلام بھی (اور یہ کہتے جاتے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار (یہ خدمت) ہم سے قبول فرمائیے بلاشبہ آپ خوب سننے والے جاننے والے ہیں (ہماری دعا کو سنتے ہیں ہماری نیتوں کو جانتے ہیں) **ف** حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شرکت دو طرح ہو سکتی ہے یا تو پتھر گارا دیتے ہوں گے یا کسی وقت چنائی بھی کرتے ہوں **تتمہ دعائے مذکور** رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ (الی قولہ) اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ اے ہمارے

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ ربنا وابعث فیہم الخ قال العبد الضعیف فیہ دلیل لما نقل عن بعض المشائخ من تمنیہم بقاء سلسلتہم بعدہم انتہی (النقول)

ترجمہ

قولہ تعالیٰ

ربنا وابعث فیہم الخ اس میں اس کی جو کہ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ اپنے بعد اپنے سلسلہ کے باقی رہنے کی تمنا کرتے ہیں

اللغات القاعدۃ ہی الاساس ورفعہا البناء علیہا فانہ ینقلہا عن ہیئۃ الانخفاض الی ہیئۃ الارتفاع ویحتمل ان یراد بہا ساقات البناء فان کل ساق قاعدۃ لما یوضع فوقہ ویرفعہا بناء ہا ۱۲ بیضاوی

البلاغۃ یرفع حکایۃ حال ماضیۃ ۱۲ بیضاوی و نحوہ الکشاف فان قلت ہلا قیل قواعد البیت ای فرق بین العبارتین قلت لے ابہام القواعد و تبیینہا بعد الابہام مالیس فی اضافتہا لما فیہ

لا یصلح ہذا الابہام من تفخیم شان المبین ۱۲

لمحقات الترجمہ ۱ قولہ پھلوں کی قسم سے کما فی روح المعانی ای من انواعہا ۱۲ ۲ قولہ سب بسنے والوں کو نہیں کہتا اشارۃ الی ان المقصود لیس اخراجہم عن الدعاء بل المقصود عدم ادخالہم فیہ و شتان ما بینہما کما فی روح المعانی احترز من الدعاء لمن لیس مرضیا عندہ تعالیٰ ۱۲

پروردگار اور (ہم دونوں یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ) ہم کو اپنا اور زیادہ مطیع بنا لیجئے اور ہماری اولاد سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کیجئے جو آپ کی مطیع ہو اور (نیز) ہم کو ہمارے حج (وغیرہ) کے احکام بھی تبلا دیجئے اور ہمارے حال پر (مہربانی کے ساتھ) توجہ رکھئے اور فی الحقیقت آپ ہی ہیں توجہ فرمانے والے مہربانی کرنے والے اے ہمارے پروردگار اور (یہ بھی دعا ہے کہ) اس جماعت کے اندر (جس کے پیدا ہونے کی دعا اپنی اولاد میں سے کر رہے ہیں) ان ہی میں کا ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو (آسمانی) کتاب (کے مضامین) کی اور (اس میں) خوش فہمی (کا سلیقہ حاصل کرنے) کی تعلیم دیا کریں اور ان کو (اس تلاوت و تعلیم کے ذریعہ سے جہالت کے خیالات اور اعمال سے) پاک کر دیں بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرت (کہ سب درخواستیں پوری کر سکتے ہیں) کامل الانتظام (کہ جو کام کرتے ہیں اس میں کوئی فروگذاشت نہیں ہوتی)

ف جس جماعت کا اس آیت میں ذکر ہے وہ صرف نبی اسمٰعیل ہیں جن میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم مبعوث ہوئے پس یہاں جن پیغمبر کے لئے دعا ہے اس سے مراد بھی صرف آپ ہوئے کیونکہ یہ دعا دونوں صاحبوں نے کی ہے تو وہی جماعت مراد ہو سکتی ہے جو دونوں کی اولاد میں ہو اور پیغمبر کے ذکر میں کہا گیا ہے کہ وہ اس جماعت میں سے ہوں تو وہ جماعت نبی اسماعیل ہوئی اور پیغمبر آپ ہوئے جو کہ نبی اسمٰعیل میں سے ہیں، اسی واسطے حدیث صحیح میں ارشاد نبوی ہے کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السّلام کی دعا کا ظہور ہوں اور ہر چند کہ یہ لقب اور صفت مسلم کی تمام امت محمدیہ کے لئے حاصل ہے جیسا مشاہد ہے اور سورۂ انبیاء کے آخر میں ھو سماکم المسلمین کی توجیہ بھی یہی ہے لیکن تخصیص اولاد کی اس لئے ہے کہ اور لوگوں میں یہ اسلام ان اولاد کی بدولت شائع ہوگا اس طور پر اس صفت میں یہ اصل ہوئے چنانچہ واقعہ بھی ایسا ہی ہوا کہ نبی اسمٰعیل سے اسلام کی اشاعت ہوئی، ان کی سعی بدنی سے بھی اور تدبیر انتظامی سے بھی اور یہی حکمت ہے خلافت کے خاص ہونے میں قریش کے ساتھ جو کہ نبی اسمٰعیل ہیں، اور خوش فہمی کا سلیقہ یہ ہے کہ بات میں سے بات نکال لیں اصل سے فرع کا حکم سمجھ لیں ایک نظیر کو دوسری نظیر پر بر عایت اصول صحیحہ قیاس کر لیں جس کو اصطلاح میں اجتہاد اور تفقہ کہتے ہیں چنانچہ اتباع محمدیہ میں بہت اکابر اس صفت سے ممتاز ہوئے اور ان کی برکات سے آج عامہ مسلمین دین میں منتفع ہو رہے ہیں اور اسی طرح جو پیغمبر میں تخصیص کی گئی کہ ان ہی میں سے ہوں اس میں بھی یہ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ وہ لوگ بہ نسبت دوسرے خاندانوں کے ایسے پیغمبر کی جو ان ہی کے خاندان سے ہوں دیانت وامانت وصدق اور نیز دوسرے مآثر جمیلہ و مفاخر جلیلہ کو زیادہ سمجھیں گے ایسوں کی تصدیق اور اتباع کو دوسرے کے اطمینان و یکسوئی خیالات و رفع خلجان و شبہات میں زیادہ اثر اور دخل ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عام عرب قریش کے ایمان کے منتظر تھے، انہوں نے جو اطاعت اختیار کی جوق جوق اسلام میں داخل ہونے لگے جس کی طرف سورۂ اذا جاء میں بھی اشارہ ہوا ہے ربط اوپر کی ان آیتوں سے ضمناً حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا مذہبی طریقہ بھی معلوم ہو گیا کہ اسلام اور اطاعت حق ہے جیسا واجعلنا مسلمین میں منصوص ہے اس مناسبت سے آیت آئندہ میں ان لوگوں کی غلط کاری بیان فرماتے ہیں جو باوجود دعویٰ اتباع ابراہیمی کے ان کے اس مذہبی طریقہ کو چھوڑے بیٹھے ہیں اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد آپ کا اتباع اختیار نہیں کرتے اور اس سے اس طریقہ کا چھوڑنا اس طرح لازم آیا کہ حاصل اس طریقہ کا یہ ہے کہ احکام الٰہیہ کی اطاعت کی جاوے اب جس زمانہ کے لئے جو حکم ہو سو دلائل نقلیہ یعنی شہادت کتب سابقہ و وصایا انبیاء سابقین اور دلائل عقلیہ برہانیہ جب سب متفق ہیں ثبوت رسالت محمدیہ پر تو اب حکم کی اطاعت یہی ہے کہ آپ کا اتباع اختیار کیا جاوے جب بعد قیام برہان و وضوح حق کے بھی اتباع اختیار نہ کیا ظاہر ہے کہ اس طریقہ کا ترک لازم آیا چنانچہ سبب نزول بھی اس آیت آئندہ کا ایسا ہی قصہ ہے جیسا لباب النقول میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے جو کہ یہودی سے مسلمان ہوئے تھے اور بڑے عالم تھے اپنے دو بھتیجوں سے جن کا نام سلمہ اور مہاجر تھا یہ فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ اللہ تعالے نے توریت میں فرمایا ہے کہ میں بنی اسمٰعیل سے ایک نبی پیدا کرنے والا ہوں جن کا نام احمد ہوگا اور جو شخص آپ پر ایمان لاوے گا وہ راہ ہدایت پر ہوگا اور جو ایمان نہ لاوے گا وہ ملعون ہوگا یہ سنکر سلمہ نے تو اسلام قبول کر لیا اور مہاجر نے انکار کر دیا اس باب میں یہ آئندہ آیت نازل ہوئی سو اس اعتبار سے یہاں تک بھی سلسلہ قبائح یہود کے ذکر کا جاری ہے،

ف مصداق دعائے ابراہیمی

ف سرّ تخصیص

ف ثبوت رسالت بالکتب السابقہ و لزوم اتباع خاتم النبیین علیہ السلام

ملحقات الترجمہ ۱ے قولہ زیادہ مطیع کما فی البیضاوی للمراد طلب الزیادۃ فی الاخلاص ۱۲

۲ے قولہ حج وغیرہ زاد لفظ وغیرہ جمعا بین الاقوال المختلفۃ فی تفسیر المناسک ۱۲

۳ے قولہ توجہ رکھئے فلا حاجۃ الی التاویل بتعلیم الامۃ اوبحمل علی التواضع ۱۲

۴ے قولہ یہ بھی دعا ہے مشار بہ الی کونہ معطوفا علی ما قبلہ من الدعاء ۱۲

۵ے قولہ کامل الانتظام کما فی البیضاوی الحکم للمبر یدہ ۱۲

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي

اور ملت ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو اور ہم نے ان کو دنیا میں منتخب کیا اور وہ آخرت میں

الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَوَصّٰى بِهَآ

بڑے لائق لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں جب کہ ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ تم اطاعت اختیار کرو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی اور اسی کا حکم

اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

کر گئے ہیں ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹوں کو اور یعقوب علیہ السلام بھی میرے بیٹو اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے سو تم بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا

غلط کاری تارک ملت ابراہیمی کہ در اسلام منحصر شدہ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ (الی قولہ) قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اور ملت ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو اور (ایسی ملت کے تارک کو کیونکر احمق نہ کہا جاوے جس کی یہ شان ہو کہ اسی کی بدولت) ہم نے ان (ابراہیم علیہ السلام) کو (عہدۂ رسالت کے لئے) دنیا میں منتخب کیا اور (اسی کی بدولت) وہ آخرت میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں (جن کے لئے سب ہی کچھ ہے اور یہ انتخاب عہدۂ رسالت کے لئے اس وقت ہوا تھا) جبکہ ان سے ان کے پروردگار نے (بطور الہام کے) فرمایا کہ تم (حق تعالیٰ کی) اطاعت اختیار کرو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی (پس اس اطاعت کے اختیار کرنے پر ہم نے ان کو شرف نبوت دے دیا خواہ اسی وقت ہو یا بعد چندے) **ف** اس سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جب اس وقت اطاعت اختیار کی تو نعوذ باللہ کیا اس سے پہلے مخالف اور عاصی تھے، جواب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام پر مخالفت کا تو کسی وقت بھی احتمال نہیں البتہ ایک ایسا زمانہ گذرنا ان پر بھی ممکن ہے جس میں وہ خالی الذہن رہے ہوں مثلاً جس وقت تک ہوش نہ سنبھالا ہو یا دلائل کی طرف التفات نہ فرمایا ہو اور خلو ذہن کو مخالفت و عصیان کہنا سراسر باطل ہے مخالفت کہتے ہیں وضوح حقیقت کے بعد اس پر عمل نہ کرنے کو پھر جب ذہن میں حق کا ورود ہوتا ہے وہ خلو زائل ہو جاتا ہے اور وہ حضرات فوراً اس کو قبول کر لیتے ہیں اس ورود اور قبول کو اطاعت فرمایا گیا ہے پس وقت اطاعت کے قبل غایت ما فی الباب خلو ذہن لازم آیا اور اس میں کوئی اشکال نہیں عصیان و خلاف معاذ اللہ منہ لازم نہیں آیا خوب سمجھ لو **ربط** جس ملت کا فضل و شرف اوپر مذکور ہوا ہے اسی کی فضل و شرف کی تاکید کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنی اولاد کو اسی ملت کی وصیت فرمانا آیت آئندہ میں ارشاد فرماتے ہیں جس میں یہود کی خود ایک تقبیح بھی ہے کہ تم مثل ابراہیم علیہ السلام کے خود یعقوب علیہ السلام کے بھی خلاف کر رہے ہو۔ **قصہ وصیت لیعقوب بنیہ باسلام** وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ما (الی قولہ) فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ اور اسی (ملت موصوفہ پر قائم رہنے کا) حکم کر گئے ہیں ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹوں کو اور

مسائل السلوک
قولہ تعالیٰ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ ابراهيم الا من سفه نفسه قال العبد الضعيف هو اصل لقولهم من عرف نفسه فقد عرف ربه وتقريره مذكور في شرح الحديث الاخير من كراسة التكشف الدقيقة انتهى المنقول
ترجمہ قولہ تعالیٰ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ ابراهيم الا من سفه نفسه الخ اس میں اس قول کی اصل ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور اس کی تقریر التکشف الدقیقہ میں اخیر حدیث کی شرح میں مذکور ہے

جواب اشکال عصیان دربارہ انبیاء قبل از اطاعت

اللغات الاصطفاء اتخاذ صفوة الشئ اى خالصه ۱۲ روح المعانی

قال البیضاوی التوصیۃ ہو التقدم الی الغیر بفعل فیہ صلاح وقربۃ واصلہا الوصل یقال وصاہ اذا وصلہ وفصاہ اذا فصلہ کان الموصی یصل فعلہ بفعل الوصی قال المحشی سواء کان حالۃ الاحتضار او لا وسواء کان ذلک التقدم بالقول او الدلالۃ وان کان الشائع فی العرف استعمالہا فی القول المخصوص عند الموت ۱۲

البلاغۃ ولقد اصطفیناہ الخ فی روح المعانی ایراد الجملۃ الاولی بالنونیۃ لمضیہا من وقت الاخبار والثانیۃ اسمیۃ لعدم تقییدہا بالزمان لان انتظامہ فی زمرۃ صالحی اہل الآخرۃ امر مستمر فی الدارین لانہ یحدث فی الآخرۃ ۱۲ فلا تموتن معناہ فلا یکون موتکم الا علی حال کونکم ثابتین علی الاسلام فالنہی فی الحقیقۃ عن کونہم علی خلاف حال الاسلام اذا ماتوا کقولک لا تصل الا وانت خاشع فلا تنہاہ عن الصلوٰۃ ولکن عن ترک الخشوع فی حال صلوٰتہ فان قلت فای نکتۃ فی ادخال حرف النہی علی الصلوٰۃ ولیس بمنہی عنہا قلت النکتۃ فیہ اظہار ان الصلوٰۃ التی لا خشوع فیہا کلا صلوٰۃ فکانہ قال انہاک عنہا اذا لم تصلہا علی ہذہ الحالۃ وکذلک المعنی فی الآیۃ ۱۲ کشاف

الملحقات الترجمۃ ۱؎ قولہ وہی روگردانی الخ استفید من الحصر بالنفی والاستثناء ۱۲

۲؎ **قولہ** اپنی ذات ہی سے اخذہ احد الوجہین فی البیضاوی سفہ فی نفسہ فنصب بنزع الخافض وثانی الوجہین انہ متعد ای جہل نفسہ فہانہ ذلیلۃ ورجح نفسہ ۱۲ روح

۳؎ **قولہ** کیونکر احمق نہ کہا جاوے قال البیضاوی ولقد اصطفیناہ حجۃ وبیان لذلک ۱۲

۴؎ **قولہ** لائق لوگوں میں اللیاقۃ ہہنا لیست بمعنی الاستعداد بل تطلق فی لساننا بمعنی الاتصاف بالخیر والکمالات بالفعل ولا یخفی ما فیہ من التناسب اللغوی والاصطلاحی وانما ذکرتہ من ترجمتہ بقولہ شمار کیا کما فی روح المعانی انتظامہ فی زمرۃ الصالحین ۱۲

۵؎ **قولہ** بطور الہام فلا یرد انہ ان کان قبل النبوۃ فکیف الخطاب وان کان بعد النبوۃ فما معناہ لان الاسلام یکون قبل النبوۃ بیقین ۱۲

۶؎ **قولہ** خواہ اسی وقت لا نحمل الوجہین الخطاب بقبیل النبوۃ او قبلہا کثیر کما فی العباب مثلاً ۱۲

۷؎ **قولہ** خلو ذہن لازم آیا فلا حاجۃ الی ارتکاب المجاز فی الکلام مع ان دلیل علی امتناع حملہ علی الحقیقۃ اسے احداث الاسلام بناء علی عصمۃ الانبیاء علیہم السلام کما قال فی روح المعانی وجہ عدم الاحتیاج ان اللازم ہو الخلو الذہول الذی لا ینافی العصمۃ والذی ینافیہا ہو الکفر معاذ اللہ وہو لم یلزم فافہم ۱۲

اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُۙ اِذۡ قَالَ لِبَنِيۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِىۡؕ قَالُوۡا

کیا تم خود موجود تھے جس وقت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم لوگ میرے بعد کس چیز کی پرستش کروگے انہوں نے جواب دیا کہ

نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ وَّنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ۝

ہم اس کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے بزرگ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق پرستش کرتے آئے ہیں یعنی وہی معبود جو وحدہ لاشریک ہے اور ہم اسی کی اطاعت پر رہیں گے

(اور اسی طرح) یعقوب علیہ السلام بھی (اپنے بیٹوں کو جس کا مضمون یہ تھا کہ) میرے بیٹو اللہ تعالیٰ نے اسی دین (اسلام و اطاعت حق) کو تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے سو تم (دم مرگ تک اس کو مت چھوڑنا اور) بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا **ربط** اوپر ثابت کیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے بیٹوں کو اسلام پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی تھی چونکہ یہود بلکہ نصاریٰ بھی ان دونوں حضرات کو اور ان کی وصیت کے موافق ان کی اولاد کو یہودی یا نصرانی بتلاتے تھے جیسا چند آیات کے بعد مذکور ہے اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ اِنَّ اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطَ كَانُوۡا هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰى اور یہ دعوٰی اس مضمون مذکور اخبار وصیت کے خلاف تھا اس لئے حق تعالیٰ آیت آئندہ میں اس کی نفی ایک خاص طرز سے فرماتے ہیں اور اس میں صرف یعقوب علیہ السلام کی تخصیص ذکر میں بایں وجہ کہ بنی اسرائیل ان کی خاص اولاد میں فرمانے میں **تاکید وصیت مذکورہ** اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ (الیٰ قولہ) وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ۝ کیا (تم لوگ کسی معتبر صحیح نقل سے دعوٰی مذکورہ کرتے ہو یا) تم خود (اس وقت) موجود تھے جس وقت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا (اور) جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے (تجدید معاہدہ کے لئے) پوچھا کہ تم لوگ میرے (مرنے کے) بعد کس چیز کی پرستش کروگے انہوں نے (بالاتفاق) جواب دیا کہ ہم اس (ذات پاک) کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے بزرگ (حضرات) ابراہیم و اسماعیل و اسحاق علیہم السلام پرستش کرتے آئے ہیں یعنی وہی معبود جو وحدہ لاشریک ہے اور ہم (احکام میں) اسی کی اطاعت پر (قائم) رہیں گے **ف** کسی امر منقول کے دعوے کی صحت دو ہی طریق سے ہو سکتی ہے یا نقل صحیح یا اپنا مشاہدہ یہاں دونوں مفقود تو دعوٰی محض بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل عقلاً بھی نقلاً بھی دلیل عقلی کے خلاف تو اس واسطے کہ یہودیت نصرانیت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوئیں اور یہ حضرات سابقین ان دونوں صاحبوں سے بزمانہ دراز متقدم ہیں جیسا آیت یا اهل الكتاب لم تحاجون فى ابراهيم وما انزلت التوراة والانجيل الا من بعده افلا تعقلون میں یہی مضمون ہے اور دلیل نقلی کے خلاف اس لئے کہ خبر صادق یعنی قرآن کے خلاف اور جو صادق کے خلاف ہو کاذب ہے چنانچہ آیت قل ءانتم اعلم ام الله میں جو عنقریب آتی ہے یہی مضمون ہے اگر کسی کو شبہ ہو کہ اسی طرح اسلام شروع ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت سے اور آپ ان حضرات سے بہت بعد ہیں پھر اسلام ان حضرات کی ملت کب ہو سکتی ہے جواب اس کا اوپر آچکا اسلام کے معنی اطاعت حق کے کہے گئے ہیں اس سے ظاہر ہے جس سے تمام انبیاء علیہم السلام کا ملت اسلام پر ہونا ثابت ہے بخلاف یہودیت یا نصرانیت کے کہ وہ خاص مذہب توراۃ یا مذہب انجیل کا نام ہے اور اگر اس کو کوئی لغۃً یا اصطلاحاً عام کہنے لگے جس سے مرادف اسلام کا ہو جاوے تو ہم مناقشہ نہیں کرتے لیکن یہ معنی عام اتباع محمدی کے منافی نہ ہوں گے پس اس دعوے سے ترک اتباع محمدی میں یہود و نصاریٰ کو کچھ نفع نہ ہوگا اور نہ محمدیوں کو وجوب اتباع محمدی کے دعوے میں کوئی ضرر ہوگا خوب سمجھ لو **ربط** اوپر ان سب حضرات انبیاء ممدوحین کا ملت اسلام پر ہونا اور یہود و نصاریٰ کا بوجہ ترک اتباع محمدی اس ملت سے اعراض کرنا ثابت ہو چکا تو اس سے ان کا عند اللہ غیر مقبول ہونا بھی لازم آگیا مگر ان لوگوں کو پیغمبروں کی اولاد میں ہونے کا یا مذہباً ان سے نامزد ہونے کا زعم اور اس پر فخر تھا اور اس انتساب کو باوجود مخالفت طریقہ کے قولاً یا حالاً اپنی نجات آخرت میں کافی سمجھتے تھے جیسا آیت وقالت اليهود والنصارى نحن ابناء الله واحباؤه کا یہی مدلول

ملحقات ترجمہ ۱؎ قولہ بزرگ لان الآباء ہہنا بمعنی الاعم لکون اسمٰعیل علیہ السلام عمّا لیعقوب علیہ السلام ۱۲

۲؎ قولہ پرستش کرتے آئے ہیں لان الالٰہ فی اللغۃ المعبود ۱۲

۳؎ قولہ قائم رہیں گے اذ دلّ الجملۃ الاسمیۃ للدوام والثبات ۱۲

النحو ام کنتم شہداء الخ قال البیضاوی منقطعۃ ومعناہا الهمزۃ، ما حضرت المتصلۃ وقدرت المستقبلۃ ای الخ اسم الامام باء لے مشاہدۃ ۱۲

البلاغۃ الٰہاً واحداً افادتہ التصریح بالتوحید ونفی التوهم الناشی من تکریر المضاف الذی او قع لتعذر العطف علی المجرور ۱۲ بیضاوی

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

یہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی ان کے کام ان کا کیا ہوا آوے گا اور تمہارے کام تمہارا کیا ہوا آوے گا اور تم سے ان کے کئے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ۭ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تم بھی راہ پر پڑ جاؤ گے آپ کہہ دیجئے کہ ہم تو ملت ابراہیم پر رہیں گے جس میں کجی کا نام نہیں اور ابراہیم علیہ السلام مشرک بھی نہ تھے

ہے اس لئے اس خیال کا غلط ہونا اور انتساب محض کا ناکافی ہونا آیت آئندہ میں ارشاد فرماتے ہیں **عدم کفایت انتساب بمقبولین در نجات** تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ (الی قولہ) وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ یہ (ان بزرگوں کی) ایک جماعت تھی جو (اپنے زمانہ میں) گذر چکی ان کے کام ان کا کیا ہوا آوے گا اور تمہارے کام تمہارا کیا ہوا آوے گا اور تم سے ان کے کئے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی (اور خالی تذکرہ بھی تو نہ ہوگا پھر اس سے تم کو نفع پہنچنا یہ تو بہت دور ہے) **ف** انتساب بالمقبولین کا نافع نہ ہونا اس شخص کے لئے ہے جو عقائد قطعیہ میں بھی ان مقبولین کا مخالف ہو گو طبعاً ان حضرات سے محبت بھی رکھتا ہو اور یہود و نصاریٰ ایسے ہی تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت جو عقائد قطعیہ سے ہے اور سب انبیاء اس کے مصدق تھے یہ لوگ اسی میں مخالف تھے اور جو شخص ایسے عقائد میں موافق و تبیع ہو گو کسی امر جزئی میں عاصی بھی ہو ایسے شخص کو اس انتساب کا کسی درجہ میں نافع ہونا خواہ شفاعت سے یا محبت سے یا بنا بر معیت کے محض مثبت سے یہ نصوص صحیحہ سے ثابت ہے اور اسی انتساب کو نسب سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے خلاصہ یہ کہ یہ انتساب مؤمنین کو نافع ہوگا نہ کہ کفار کو اور نسب اس معنی کے اعتبار سے نافع ہے نہ کہ شرافت بالمعنی العرفی کے اعتبار سے خوب سمجھ لو اب سب نصوص و دلائل منطابق و متوافق ہو گئے مثل آیت والذین اٰمنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم وآیت فلا انساب بینہم یومئذ وآیت ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم وحدیث شفاعت وحدیث المرء مع من احب وحدیث یا فاطمۃ انقذی نفسک من النار لا اغنی عنک من اللہ شیئا اور دنیا میں تفاوت انساب اپنے آثار کے اعتبار سے بلاشبہ متضمن مصالح کثیرہ مشاہدہ ہے لیکن اپنا تفاخر اور دوسرے کی تحقیر حرام ہے **ربط** اوپر ملت اسلام کا حق ہونا اور یہودیت و نصرانیت کا دورۂ نبوت محمدیہ میں موجب نجات نہ ہونا مذکور ہے آیت آئندہ میں یہودیت و نصرانیت کیطرف بلانے والوں کے قول کا جواب ارشاد ہے **جواب داعیان یہودیت و نصرانیت** وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا (الی قولہ) وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ اور یہ (یہودی و نصرانی) لوگ (مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ (یہ تو یہود نے کہا تھا) یا نصرانی ہو جاؤ (یہ نصاریٰ نے کہا تھا) تم بھی راہ (حق) پر پڑ جاؤ گے (اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ ہم تو (یہودی نصرانی کبھی نہ ہونگے بلکہ) ملت ابراہیم (یعنی اسلام) پر رہیں گے جس میں کجی کا نام نہیں (بخلاف یہودیت و نصرانیت کے جس میں علاوہ محرف ہونے کے اس کے منسوخ ہو چکنے کے سبب اب اس میں کجی آ گئی) اور ابراہیم علیہ السلام مشرک بھی نہ تھے **ف** اس اخیر جملہ سے یا تو یہ مقصود ہے کہ علاوہ منسوخ ہونے کے یہودیت و نصرانیت میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اس میں شرک کی آمیزش ہو گئی جیسا آیت وقالت الیہود عزیر ابن اللہ وقالت النصاری المسیح ابن اللہ وغیرہا سے مفہوم ہوتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام موحد خالص تھے اس لئے بھی یہودیت و نصرانیت قابل اختیار کرنے کے نہیں رہی اس صورت میں یہ جملہ خود ایک مستقل دعوے کی دلیل ہو جاوے گا اور یا مشرکین عرب پر رد کرنا مقصود ہے جو کہ بعض اعمال ملت ابراہیمی مثل ختنہ و حج وغیرہ کی وجہ سے اپنے کو تبیع ملت ابراہیمی کا سمجھتے تھے تو

اللغات فی روح المعانی الامۃ انت بمعان والمراد بہا ہنا الجماعۃ من ام بمعنی قصد ۱۲

البلاغۃ فی روح المعانی وتقدیم المسند لقصر المسند الیہ علی المسند وتلک ان جعل الجملۃ الاولی علی معنی لہا ما کسبت لا یتخطاہا الی غیرہا والثانیۃ علی معنی ولکم ما کسبتم لا ما کسبہ غیرکم فیختلف التفسیر لاقتضاء المقام ذلک ۱۲

النحو بل ملۃ ای نکون ملۃ ابراہیم ای بل ملۃ حنیفا حال من المضاف او المضاف الیہ ۱۲ بیضاوی وتجویز مجیء الحال من المضاف الیہ عند صحۃ اقامتہ مقام المضاف کما ہہنا فانہ صحیح ۱۲ کمالین

الروایات فی لباب المنقول اخرج ابن ابی حاتم من طریق سعید او عکرمۃ عن ابن عباس قال قال ابن صوریا للنبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ما الہدی الا ما نحن علیہ فاتبعنا یا محمد تہتدوا وقالت النصاری مثل ذلک فانزل اللہ فیہم ۱۲

ملحقات الترجمۃ

[1] **قولہ** رہیں گے لانی البیضاوی نکون ملۃ ابراہیم ای اہل ملتہ ۱۲ [2] **قولہ** کجی کا نام نہیں تبع فیہ بعض المفسرین المذکورین فی روح المعانی ای مستقیما مائلا عن الباطل الی الحق ۱۲

قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

کہدو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس پر بھی جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام اور اولاد یعقوبؑ کی طرف بھیجا گیا

وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ

اور اس پر بھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا اور اس پر بھی جو کچھ اور انبیاء علیہم السلام کو دیا گیا انکے پروردگار کی طرف سے اس کیفیت سے کہ ہم انمیں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو

لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

اللہ تعالےٰ کے مطیع ہیں

یہود و نصاریٰ کے ساتھ استطراداً ان پر بھی رد فرمادیا کہ تم میں اور ان میں جب شرک و توحید کا تفاوت ہے سو صرف بعض اعمال فرعیہ کی شرکت سے اتباع کا دعویٰ کب صحیح ہوسکتا ہے **ف ۲** اور کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بھی مستقل صاحب شریعت مستقلہ ہیں پھر آپ کے ملت ابراہیمی پر ہونے کے کیا معنی، اور اس سے بڑھ کر بعض آیات میں جو آپ کو امر ہے اتباع ابراہیم کا اس کے کیا معنی، جواب یہ ہے کہ ملت ابراہیم کی تفسیر اوپر آچکی ہے کہ اطاعت حق ہے جو کہ ملت مشترکہ ہے جمیع انبیاء علیہم السلام میں اور اطاعت حق کے خصوصیات ہر شریعت جدیدہ کے زمانہ میں بدلتے رہے حتےٰ کہ اب شریعت محمدیہ میں آکر منحصر ہوگیا پس ملت ابراہیم ایک لقب ہے شریعت محمدیہ کا سو یہ کہنا کہ ہم ملت ابراہیم پر رہیں گے یا یہ کہنا کہ تم ملت ابراہیم کا اتباع کرو مرادف اور ہم معنے اس کا ہے کہ کہا جاوے کہ ہم شریعت محمدیہ پر رہیں گے اور تم شریعت محمدیہ کا اتباع کرو، چنانچہ ایک آیت میں اسی توجیہ سے سب انبیاء کے اتباع کا حکم فرمایا فبهداهم اقتده پس کوئی اشکال نہ رہا، رہا یہ امر کہ جب ملت ابراہیم یعنی اسلام ملت مشترکہ بین الانبیاء ہے تو اس کو ملت موسیٰ اور ملت عیسیٰ سے بھی ملقب کر سکتے ہیں پھر اس لقب کی تخصیص کیوں کی گئی سو اس کی وجہ دو ہیں ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہود اور نصاریٰ اور مشرکین سب مانتے تھے سو دوسری تعبیر میں بعض کو وحشت ہوتی دوسرے یہ کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بہت سے فروع عملیہ میں بھی ایک سا طریق ہے بخلاف اور شرائع کے کہ ان سے اصول و عقائد میں تو اتحاد ہے اور فروع میں اکثر تفاوت ہے خوب سمجھ لو **ربط** آگے اس ملت ابراہیمی کا خلاصہ بعنوان اقرب الی التسلیم ارشاد فرماتے ہیں **خلاصۂ ملت ابراہیم** قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ (الیٰ قولہ) وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (مسلمانو! یہود و نصاریٰ کے جواب میں جو تم نے اجمالاً کہا ہے کہ ہم ملت ابراہیم پر رہیں گے اس ملت کی تفصیل بیان کرنے کے لئے) کہہ دو کہ (اس ملت پر رہنے کا حاصل یہ ہے کہ) ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس (حکم) پر جو ہمارے پاس (بواسطہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) بھیجا گیا اور اس (حکم) پر بھی جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام اور اولاد یعقوبؑ (میں جو نبی گذرے ہیں ان) کی طرف (بواسطہ وحی کے) بھیجا گیا اور اس (حکم اور معجزہ) پر بھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا اور اس پر بھی جو کچھ اور انبیاء علیہم السلام کو دیا گیا ان کے پروردگار کی طرف سے (سو ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان بھی) اس کیفیت سے کہ ہم ان (حضرات) میں سے کسی ایک میں بھی (دوسرے سے ایمان لانے میں) تفریق نہیں کرتے (کہ کسی پر ایمان رکھیں کسی پر نہ رکھیں) اور ہم تو اللہ تعالےٰ کے مطیع ہیں (انہوں نے ہم کو یہ دین تبلایا ہم نے اختیار کرلیا، پس یہ حاصل ہے اس ملت کا جس پر ہم قائم ہیں جس میں کسی کو اصلاً انکار و سرتابی کی گنجائش نہیں) **ف** حکم میں صحیفے اور کتابیں اور خالی وحی سب داخل ہیں سو ان حضرات میں سے بعض تو صاحب کتاب ہیں جیسے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کچھ صحیفے ملے ہیں، جیسا اس آیت میں ہے صحف ابراهیم الخ حاصل مضمون یہ ہوا کہ دیکھو ہمارا دین کیسا انصاف اور حق کا ہے کہ سب انبیاء کو مانتے ہیں سب کی کتابوں کو سچا جانتے ہیں سب کے معجزات کو حق پہچانتے

اللغات الاسباط جمع سبط وهو الحافد يريد به حفدة يعقوب او ابناءه و ذراريهم فانهم حفدة ابراهيم و اسحٰق ۱۲

البلاغة اوتى موسى و عيسى افردهما بالذكر لان النزاع فيهما احال او توهم في سياق

النفي عام فاستغرق بضافت البدلين ۱۲

الملحقات الترجمة ۱ قوله جو نبی گذرے ہیں فسرت به تحرزا عن الاختلاف فی نبوة بنی یعقوب الصلبیة ۱۲ ۲ قوله اس کیفیت سے اشرت به الی کونه حالا من آمنا ۱۲

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ

سو اگر وہ بھی اسی طریق سے ایمان لے آویں جس طریق سے تم ایمان لائے ہو تب تو وہ بھی راہ پر لگ جاویں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو وہ لوگ تو برسر مخالفت ہیں ہی تو آپ کی طرف سے عنقریب ہی نمٹ لیں گے

اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ

ان سے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں　ہم اس حالت پر رہیں گے جس میں اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے اور کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ سے خوب تر ہو　اور ہم اسی

عٰبِدُوْنَ ۝

کی غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں

ہیں گو بوجہ منسوخ ہونے اکثر احکام کے دوسری مستقل شریعت محمدیہ پر عمل کرتے ہیں لیکن انکار اور تکذیب کسی کی نہیں بخلاف یہودیت و نصرانیت کے کہ منسوخ ہونے کے علاوہ اب اس میں کسی کی تصدیق ہے کسی کی تکذیب اور اخیر جملہ میں پھر اس ملت کے عنوان نقبی (اسلام) کی طرف اشارہ کر دیا وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ سو ایسے حق اور انصاف کا دین تو ہمارے مخاطبین کو بھی قبول کر لینا چاہیئے **ربط** یہاں تک دین حق کا ملت ابراہیمی میں منحصر ہونا ثابت ہو چکا آگے اس انحصار پر تفریع اور اس کے ساتھ فریق مخالف کے قبول حق نہ کرنے کی صورت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی فرمائی جاتی ہے **تفریع بر مضمون سابق** فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ج (الی قولہ) وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ (یعنی جب اوپر طریق اسلام میں دین حق کا منحصر ہونا ثابت ہو چکا) سو اگر وہ (یہود و نصاریٰ) بھی اسی طریق سے ایمان لے آویں جس طریق سے تم (اہل اسلام) ایمان لائے ہو تب تو وہ بھی راہ (حق) پر لگ جاویں گے اور اگر وہ (اس سے) روگردانی کریں تو (تم ان کی روگردانی سے کچھ تعجب نہ کرو کیونکہ) وہ لوگ تو (ہمیشہ سے) برسر مخالفت ہیں ہی (اور اگر ان کی مخالفت سے کچھ اندیشہ ہو تو (سمجھ لیجئے کہ) آپ کی طرف سے عنقریب ہی نمٹ لیں گے ان سے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ (تمہاری اور ان کی باتیں) سنتے ہیں (اور تمہارے اور ان کے برتاوے) جانتے ہیں (تمہاری فکر و غم کی کوئی ضرورت نہیں) **ف** چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں یہود اور نصاریٰ اور بھی سب کفار کو مغلوب کر دیا جیسا تواریخ متواترہ سے بھی منقول ہے **ربط** اس دین حق کا لقب اوپر جو ملت ابراہیم آیا ہے اس میں اضافت ایک نبی کی طرف ہے آگے اس کا مزید شرف ظاہر کرنے کو اس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی جاتی ہے نیز اس میں توحید کا بھی زیادہ اہتمام ہے کہ دین کا حقیقی مضاف الیہ حق تعالیٰ ہی ہیں اور نبی کی طرف اضافت بعلاقہ واسطہ تبلیغ ہونے کے ہے **مزید اظہار شرف اسلام** صِبْغَةَ اللّٰهِ ج (الی قولہ) وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝ (اے مسلمانو کہدو کہ ہم نے جو اوپر تم لوگوں کے جواب میں کہا ہے کہ ہم ملت ابراہیم پر رہیں گے اس کلام کی حقیقت یہ ہے کہ) ہم (دین کی) اس حالت پر رہیں گے جس میں (ہم کو) اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے (اور رنگ کی طرح ہمارے رگ و ریشہ میں بھر دیا ہے) اور (دوسرا) کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ (کے رنگ دینے کی حالت) سے خوب تر ہو (جب اور کوئی دوسرا ایسا نہیں تو ہم نے اور کسی کا دین بھی اختیار نہیں کیا) اور (اس لئے) ہم اسی کی غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں **ربط** اوپر کی آیتوں میں یہود و نصاریٰ پر پورے طور پر حجت قائم ہو چکی پھر بھی وہ لوگ یہی دعوے بلا دلیل برابر کئے جاتے تھے کہ مسلمان باطل پر ہیں ان کو آخرت میں نجات نہ ہوگی اور ہم حق پر ہیں کیونکہ جس طریق پر ہم ہیں یہ سب انبیاء اسی پر تھے حق تعالیٰ نے پہلے ان دونوں امر کی تحقیق فرما دی

اللغات الشقاق قال البیضاوی ہو المناواۃ والمخالفۃ فان کل واحد من المتخالفین فی شق غیر شق الآخر ۱۲

النحو والبلاغۃ بمثل قال البیضاوی مثل البار للآلۃ او لیست صلۃ للایمان ای دون المتعدیۃ والمعنی من نحو ای ان تطرق بہدی الی الحق مثل طریقکم الخ واخترت ہذا الوجہ فی الترجمۃ فلا حاجۃ الی القول بزیادۃ الباء او المثل وحقیقۃ ہذا الوجہ ان المؤمن بہ متوحد لتعدد والایمان یتعدد لانہ عرض یتعدد بتعدد المحال الذین ہم المؤمنون فایمان زید مثلاً لیس عین ایمان عمرو بل مثلہ وکذا الکیفیۃ کل من الایمانین تماثلان من غیر اتحاد فافہم صبغۃ اللہ قال البیضاوی نصبہا قیل علی البدل من ملۃ ابراہیم الخ قلت واخترت ہذا الوجہ کما دلت علیہ الترجمۃ ۱۲ فی روح المعانی الصبغۃ بالکسر فعلۃ من صبغ وہی الحالۃ التی یقع علیہا الصبغ عبر بہا عن التطہیر بالایمان بالاکر علی الوجہ المذکور فصل لانہ ظہر اثرہ علیہم ظہور الصبغ علی المصبوغ وتداخل فی قلوبہم تداخلہ فیہ فصار حلیۃ لہم فہناک استعارۃ تحقیقیۃ تصریحیۃ والقرینۃ الاضافۃ والجامع ما ذکرناہ قلت ودل علی ہذا کلہ فی الترجمۃ ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ تعجب نہ کرو اشارۃ الی حذف الجزاء ۱۲

۲ قولہ ہمیشہ سے افادہ الجملۃ الاسمیۃ ۱۲

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝

آپ فرما دیجئے کہ کیا تم لوگ ہم سے حجت کئے جاتے ہو حق تعالیٰ کے معاملہ میں حالانکہ وہ ہمارا اور تمہارا رب ہے اور ہمکو ہمارا کیا ہوا ملیگا اور تمکو تمہارا کیا ہوا ملیگا اور ہم نے صرف حق تعالیٰ کیلئے اپنے کو خالص کر رکھا ہے

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ قُلْ

یا کہے جاتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب یہود یا نصاریٰ تھے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ

ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

کہ تم زیادہ واقف ہو یا حق تعالیٰ اور ایسے شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو ایسی شہادت کا اخفا کرے جو اس کے پاس منجانب اللہ پہنچی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے

تَعْمَلُوْنَ ۝

بے خبر نہیں ہیں۔

ہے اب پھر دوسرے طرز پر جواب کی تعلیم ہوتی ہے **تعلیم جواب دعویٰ اہل کتاب** قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ (الیٰ قولہ) وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ آپ (ان یہود و نصاریٰ سے) فرما دیجئے کہ کیا تم لوگ (اب بھی) ہم سے حجت کئے جاتے ہو حق تعالیٰ کے معاملہ میں (کہ وہ ہم کو قیامت میں نہ بخشیں گے) حالانکہ وہ ہمارا اور تمہارا (سب کا) رب (اور مالک) ہے (سو ربوبیت میں تو تمہارے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں جیسا تمہارے بعض دعووں سے اختصاص مفہوم ہوتا ہے مثل نحن ابناء اللّٰہ) اور ہم کو ہمارا کیا ہوا ملیگا اور تم کو تمہارا کیا ہوا ملے گا (یہاں تک تو تمہارے نزدیک بھی مسلم ہے) اور (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ) ہم نے صرف حق تعالیٰ کی (خوشنودی کے) لئے اپنے (دین) کو (شرک وغیرہ سے) خالص کر رکھا ہے (بخلاف تمہارے طریقہ موجودہ کے کہ علاوہ منسوخ ہونے کے خود شرک سے بھی مخلوط ہے جیسا ان کے اقوال عزیر ابن اللّٰہ اور المسیح ابن اللّٰہ سے ظاہر ہے اور اس میں ہم کو اللہ نے ترجیح دی ہے پھر ہم کو نجات نہ ہونے کے کیا معنے) یا (اب بھی اپنے حق پر ہونے کے ثابت کرنے کو یہی) کہے جاتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب (میں جو انبیاء گذرے ہیں یہ سب حضرات) یہود یا نصاریٰ تھے (اور اس سے بواسطہ موافقت طریق کے اپنا حق پر ہونا ثابت کرتے ہو سو اس کے جواب میں) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (ایک اتنی مختصر سی بات ان سے) کہدیجئے کہ (اچھا یہ بتاؤ کہ) تم زیادہ واقف ہو یا حق تعالیٰ (اور ظاہر ہے کہ خدا ہی زیادہ واقف ہے اور وہ ان انبیاء کا ملت اسلام پر ہونا ثابت کرچکے ہیں جیسا ابھی اوپر گذر چکا ہے اور جانتے وہ بھی ہیں مگر چھپاتے ہیں سو) ایسے شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو ایسی شہادت کا اخفا کرے جو اس کے پاس منجانب اللہ پہنچی ہو اور (اے اہل کتاب) اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے سے بے خبر نہیں ہیں (پس جب یہ حضرات یہود و نصاریٰ نہ تھے سو تم طریقہ دین میں انکے موافق کب ہوئے پھر تمہارا حق پر ہونا بھی ثابت نہ ہوا)

ف اخبار اخلاص سے دعوائے کمال کا مقصود نہیں بلکہ مناظرہ مذہبی میں اپنے طریق دین کا اظہار مقصود ہے جو کہ امر ضروری ہے **ربط** اوپر آیات ومن یرغب سے الٰہا واحدا ونحن لہ مسلمون تک جیسا ان حضرات انبیاء علیہم السلام کا ملت اسلام پر ہونا اور یہود و نصاریٰ کا اس ملت سے اعراض کرنا اور اس وجہ سے ان کا عنداللہ غیر مقبول ہونا بیان ہوا تھا اور اس کے بعد ان لوگوں کے اس فخر و زعم کا کہ ان مقبولین سے انتساب نجات آخرت کیلئے کافی ہے جواب دینے کے لئے آیۃ تلک امۃ ارشاد فرمائی گئی تھی وہی مضمون بوجہ اختلاف غرض کہ سابق میں ان کو ابتدائی جواب دینا مقصود تھا اور یہاں آخری جواب جیسا تقریر بالا سے واضح ہوا اس مقام پر بھی وارد ہوا ہے جبکہ اسی فخر و زعم مذکور کا پھر موقع تھا اس لئے تاکیدا اور انکے اس زعم میں غلط کاری کی تجدید کیلئے

النحو فی روح المعانی فی اللّٰہ فی دینہ والہمزۃ للانکار قلت ویلائم من المحاجۃ فی الدین المحاجۃ فی امر النجاۃ۔ قلت ایضا ولم یخذ فی تفسیر الآیۃ بما اشتہر من کونہا جوابا لقولہم انک لو کنت نبیا لکنت منا لاصطفائنا بالنبوۃ الخ لان السیوطی حکم بعدم ثبوتہ کما فی روح المعانی ام تقولون ام اما متصلۃ معادلۃ للہمزۃ واما منقطعۃ مقدرۃ ببل والہمزۃ دالۃ علی الاضراب والانتقال من توبیخ الی توبیخ وقرأ غیر ابن عامر وحمزۃ والکسائی وحفص ام یقولون وام حینئذ منقطعۃ و

حکی ابو جعفر عن بعض النحاۃ یجوز الاتصال لانک اذا قلت اتقومون ایا زید ام یقوم عمرو صح الاتصال لوضوح الانفصال لوضوح من اللّٰہ قال البیضاوی من للابتداء کما فی قولہ براءۃ من اللّٰہ ۱۲۔

اختلاف القراءۃ مر فی بیان النحو مع الوجہ ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ

لہ قولہ اپنے دین کو اشارۃ الی تقدیرہ بقولہ تعالیٰ مخلصین لہ الدین ۱۲

ع ۱۲ ۱۶

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

یہ ایک جماعت تھی جو گذر گئی انکے کام ان کا کیا ہوا آویگا اور تمہارے کام تمہارا کیا ہوا آویگا اور تم سے انکے کئے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی۔

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۭ قُلْ لِّلّٰهِ

اب تو بیوقوف لوگ ضرور کہیں ہی گے کہ ان کو ان کے قبلہ سے جسطرف پہلے متوجہ ہوا کرتے تھے کس بات نے بدلدیا آپ فرمادیجئے کہ

الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

سب مشرق اور مغرب اللہ ہی کی ملک ہیں جس کو خدا ہی چاہیں سیدھا طریق بتلا دیتے ہیں۔

وہی آیۃ تلک امۃ مکرر ارشاد فرماتے ہیں **تکرار مضمون عدم کفایت انتساب بمقبولین در نجات آخرت** تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ یہ (ان بزرگوں کی) ایک جماعت تھی جو (اپنے زمانہ میں) گذر گئی انکے کام ان کا کیا ہوا آویگا اور تمہارے کام تمہارا کیا ہوا آویگا اور تم سے انکے کئے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی (اور جب خالی تذکرہ بھی نہ ہوگا تو اس سے تم کو کچھ نفع پہنچنا تو درکنار) **ف** اس مضمون کے متعلق فائدہ پہلے مقام پر گذر چکا **ربط** حضرت نے اوپر آیت واذ ابتلی ابراھیم کی وجہ ربط میں بیان کیا ہے کہ اعتراض تحویل قبلہ کا جواب چند اجزا پر مشتمل ہے ان میں سے بعض اجزا تو یہاں تک مع اپنے مضامین متعلقہ کے بیان ہوتے ہوئے آئے اور بعض اجزا باقی ہیں ان میں سے ایک جزو ہے حاکمانہ جواب سو وہ آیت آئندہ سیقول السفہاء میں مذکور ہوتا ہے اور اس جواب کی تمہید میں انکے جاہلانہ اعتراض کی بھی تصریح فرمائی گئی ہے **جواب حاکمانہ شبہہ تحویل قبلہ** سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ (الی قولہ) يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (جب کعبہ قبلہ نماز مقرر ہو کر یہود کا قبلہ متروک ہو گیا تو بوجہ ناگواری کے) اب تو (یہ) بیوقوف لوگ ضرور کہیں ہی گے کہ ان (مسلمانوں) کو انکے (سابق سمت) قبلہ سے (کہ بیت المقدس تھا) جس طرف پہلے متوجہ ہوا کرتے تھے کس بات نے (دوسری سمت کی طرف) بدل دیا آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ سب (سمتیں خواہ) مشرق (ہو) اور (خواہ) مغرب (ہو) سب اللہ ہی کی ملک ہیں (خدا تعالیٰ کو مالکانہ اختیار ہے جس سمت کو چاہیں مقرر فرما دیں کسی کو منصب علت دریافت کرنے کا نہیں ہے اور سیدھا طریق احکام شرعیہ کے باب میں یہی اعتقاد ہے لیکن بعضوں کو اس راہ کے اختیار کرنے کی توفیق نہیں ہوتی خواہ مخواہ علتیں ڈھونڈھتے پھرا کرتے ہیں البتہ) جس کو خدا ہی (اپنے فضل سے) چاہیں (یہ) سیدھا طریق بتلا دیتے ہیں **ف** جس امر کو اس مقام پر صراط مستقیم کہا گیا ہے فی الحقیقت سلامتی اور امن اسی طریق میں ہے اس وقت میں اکثر نو خیز طبائع نے اس صراط مستقیم کو چھوڑ دیا ہے اور احکام کی علل کی تفتیش میں لگ گئے ہیں جن میں بعض کی غرض تو نعوذ باللہ احکام شرعیہ کی توہین یا تکذیب اور اس پر اعتراض کرنا ہوتا ہے اور بعض کو اسی بہانہ سے اپنی جان عمل سے بچانا مقصود ہوتا ہے اور بعض کو گو غرض فاسد نہیں ہوتی لیکن فہم عالی اور دقیق و کافی نہ ہونے سے نتیجہ اس کا اکثر بد دینی اور بد اعتقادی ہوتا ہے اس مقام پر پھر وہ شعر دہرانا ہوں سے زبان تازہ کردن باقرار تو ؛ نینگیختن علت از کار تو۔ واللہ الموفق - **ربط** قبول احکام شرعیہ کے باب میں جس امر کو اوپر صراط مستقیم فرمایا گیا ہے چونکہ جماعت محمدیہ نے بے چون و چرا اس کو اختیار کر لیا اس لئے آیت آئندہ کے آغاز پر بطور جملہ معترضہ کے اس جماعت

الملغات وتہم صرفہم واصلہ من الولی وہو حصول الثانی بعد الاول من غیر فصل ۱۲ روح المعانی ولا یخفی ما فی الترجمۃ من رعایۃ اصل الماخذ مع الفصاحۃ محاورۃ وللہ الحمد۔

النحو فی روح المعانی عن القفال ان لفظ سیقول مراد منہ الماضی وان الآیۃ نزلت بعد تحویل القبلۃ قلت ویساعدہ الروایۃ التی اسوق کما ستری والسین لمجرد التاکید واوردت بتو نقم نعاق فی ترجمۃ لیو المستقبل لفظا والماضی معنا وللتاکید زدت لفظ ضرور ۱۲۔

الروایات فی روح المعانی روی البخاری عن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فصلی نحو بیت المقدس ستۃ عشر شہرا او سبعۃ عشر شہرا وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب ان یتوجہ الی الکعبۃ فانزل اللہ تعالیٰ قد نری تقلب وجہک فی السماء الی آخر الآیۃ فقال السفہاء وہم الیہود ما ولٰہم عن قبلتہم التی الی آخر الآیۃ وفی روایۃ ابی اسحٰق وعبید بن حمید وابی حاتم عنہ زیادۃ فانزل اللہ تعالیٰ سیقول السفہاء الخ ۱۲

ملحقات الترجمۃ

۱؎ قولہ فی ربطہا کرارشاد الخ اخترت کون الآیۃ للتاکید وذکرو فیہا وجوہا اخر ۱۲

۲؎ قولہ ترجمۃ اللام السفہاء علی العہد وفسرتہ بالیہود لروایۃ البخاری ۱۲

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ

اور اسی طرح ہم نے تمکو ایسی ہی ایک جماعت بنا دی ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو اور تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہوں

کی مدح اور فضیلت بیان فرماتے ہیں اور پھر مطلب اصلی کی طرف رجوع فرمائیں گے۔ مدح اُمتِ محمدیہ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ اور (اے متبعان محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اسی طرح ہمنے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنا دی ہے جو (ہر پہلو سے) نہایت[1] اعتدال پر ہے تاکہ (دنیا میں شرف و امتیاز حاصل ہونے کے علاوہ آخرت میں بھی تمہارا بڑا شرف ظاہر ہو کہ) تم (ایک بڑے مقدمہ میں جس میں ایک فریق حضرات انبیاء علیہم السّلام ہونگے اور فریق ثانی ان کی مخالف قومیں ہوں گی ان مخالف) لوگوں کے مقابلہ میں گواہ (تجویز) ہو اور (شرف بالائے شرف یہ ہو کہ تمہارے زقابل شہادت اور معتبر ہونے کے بیٹے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہوں (اور اس شہادت سے تمہاری شہادت معتبر ہونے کی تصدیق ہو پھر تمہاری شہادت سے اس مقدمہ کا حضرات انبیاء علیہم السّلام کے حق میں فیصلہ ہو اور مخالفین مجرم قرار پا کر سزایاب ہوں اور اس امر کا اعلیٰ درجہ کی عزت ہونا ظاہر ہے) ف حدیثوں میں اسکی یہی تفسیر آئی ہے کہ امم سابقہ کے کفار حق تعالےٰ سے کہدیں گے کہ ہم کو آپ کے احکام ہی کی اطلاع نہیں ہوئی انبیاء علیہم السّلام دعویٰ کریں گے کہ ہم نے اطلاع دیدی تھی انبیاء سے گواہ طلب کئے جاویں گے وہ حضرات امت محمدیہ کو اپنا گواہ بتلاویں گے اس امت کو بلاکر پوچھا جاویگا یہ انبیاء کے موافق گواہی دیں گے ان سے پوچھا جاویگا تم کو کیونکر واقفیت ہوئی یہ کہیں گے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اس واقعہ کے ثبوت کے دلائل قطعیہ پہنچے ہم کو اس سے واقفیت ہے پھر انسداد جرح مدعا علیہ کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاکر ان گواہوں کے معتبر ہونے کے متعلق سوال ہوگا آپ انکے معتبر و قابل شہادت ہونے کی تصدیق فرمادیں گے اس پر اجلاس احکم الحاکمین سے فیصلہ کر دیا جاویگا اس روایت پر جو مبنی تفسیر کا ہے بظاہر چند شبہے ہو سکتے ہیں اول یہ کہ امتِ محمدیہ انبیاء سے زائد معتبر نہیں ہیں پھر ان کے صدق کو ان کی شہادت سے ثابت کرنا کیا معنی جواب یہ ہے کہ زیادہ معتبر تو وہی حضرات ہیں لیکن چونکہ اس مقدمہ میں فریق ہوگئے لہٰذا دوسرے گواہ درکار ہوں گے گو وہ ان سے ادنیٰ ہوں البتہ معتبر ہوں چنانچہ دنیا کی عدالتوں میں شب و روز یہی قصہ ہوتا ہے کہ اگر تحصیلدار جو خود بھی صاحب اجلاس ہوتا ہے کسی گستاخ مخالف چپراسی کا کسی مقدمہ میں فریق بنجادے تو حاکم اعلےٰ کے اجلاس میں تحصیلدار سے گواہ طلب کئے جاویں گے گو وہ تحصیلدار سے ادنیٰ درجہ کے ہوں۔ دوسرا شبہ یہ کہ وہ لوگ امتِ محمدیہ کی شہادت پر بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ جب ہم انبیاء کو نعوذ باللہ راست گو نہیں سمجھتے تو ان لوگوں کو کیوں راستگو سمجھیں گے۔ جواب یہ ہے کہ یہ امر بھی دنیوی عدالتوں کے معاملہ سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ گواہوں پر ایسا اجمالی جرح کرنے کا مدعی علیہ کو اختیار حاصل نہیں مثلاً مثال مفروض میں وہ گستاخ چپراسی

النحو وکذٰلک فی روح المعانی اعتراض بین کلامین وقع خطابا له صلے اللہ علیہ وسلم استطرادا المدح المؤمنین بوجہ آخر وقوله کذٰلک کثیرا ما یقصد بہا تثبیت ما بعدها وذٰلک لان وجہ الشبہ یکون کثیرا فی النوعیۃ والجنسیۃ کقولک ہذا الثوب کہذا الثوب فی کونہ خزا او بزا وہذا التشبیہ یستلزم وجود مثلہ وثبوتہ فی ضمن النوع فاریدبہ علی طریق الکنایۃ مجرد الثبوت ما بعدہ ولما کانت الجملۃ تدل علی الثبوت کان معناہا موجودا ابدو ہذا وہی مؤکدۃ فکانت کالکلمۃ الزائدۃ وہذا معنی قولہم ان الکاف مقحمۃ لا انہا زائدۃ کما یوہمہ کلامہم آہ قلت فہو تحقیق عجیب ینضبط منہ الاذہان ولو تاملت فی ترجمتی لوجدتہا مرعیا فیہا ہذا التحقیق والاظہر عندی ان یقال ان المشبہ بہ ہو الجعل الکلی والمشبہ ہو الجعل الجزئی لہٰذا الکلی تامل ۔۔ اسکا ان جعلنا کیانی و بنک حصل ہذا الجعل شمل ذٰلک بحیث یصدق ذٰلک الکلی علی ہذا الجزئی کما یقال فی لسان اب تو ایسا انتظام کر دیا ہے مکان قولہ یہ انتظام کر دیا ہے علیہ کما فی روح المعانی وکلمۃ الاستعلاء لما فی الشہید من معنی الرقیب، ولمنشاکلۃ ما قبلہ واخرت صلۃ الشہادۃ اولا وقدمت آخرا لان المراد فی الاول اثبات شہادتہم علی الامم وفی الثانی اختصاصہم بکون الرسول شہیدا علیہم آہ ۱۲

الروایات فی روح المعانی اخرج الامام احمد وغیرہ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجیئ النبی یوم القیامۃ ومعہ الرجل والنبی ومعہ الرجلان واکثر من ذٰلک فیدعی قومہ فیقال ہم ہل بلغکم ہذا فیقولون لا فیقال ہل بلغت قومک فیقول نعم فیقال لہ من یشہد لک فیقول محمد وامتہ فیدعی محمد وامتہ فیقال لہم ہل بلغ ہذا قومہ فیقولون نعم فیقال وما علمکم فیقول جاءنا نبینا صلے اللہ علیہ وسلم فاخبرنا ان الرسل قد بلغوا فذٰلک قولہ تعالیٰ وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطا وفی روایۃ فیوتی بمحمد صلے اللہ علیہ وسلم فیسال عن حال امتہ فیزکیہم ویشہد بعدالتہم وذٰلک قولہ عزوجل ویکون الرسول علیکم شہیدا واسند نحوہ فی فتح العزیز عن البخاری وغیرہ قلت وتعین التفسیر بہ بعد ثبوت الروایۃ ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ

[1] قولہ نہایت اعتدال افادۃ کلمۃ الوسط فانہ بتحریک الوسط ساکن وتسکینہ الوسط متحرک فافہم ۱۲

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ

اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں وہ تو محض اس کیلئے تھا کہ ہم کو معلوم ہوجاوے کہ کون تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹتا جاتا ہے

وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ

اور یہ قبلہ کا بدلنا ہوا بڑا ثقیل مگر جن لوگوں کو اللہ تعالے نے ہدایت فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالی ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کردیں۔ واقعی اللہ تعالی تو

بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝

لوگوں پر بہت ہی شفیق مہربان ہیں۔

حاکم اعلیٰ سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب میں تحصیلدار صاحب کو سچا نہیں سمجھتا تو انکے اس گواہ کو کیوں سچا مانونگا بالخصوص اگر وہ گواہ بھی سرکاری ہو جیسا کہ اس روز امت محمدیہ اسی حیثیت سے گواہی میں پیش کئے جاویں گے تیسرا شبہ یہ ہے کہ جب امت محمدیہ نے اس واقعہ کو معائنہ نہیں کیا تو اوّل تو یہ شہادت کیسے دیں گے پھر وہ لوگ اسی بنا پر اچھا خاصہ جرح کر سکتے ہیں، جواب یہ ہے کہ مدار شہادت کا طریق صحیح مفید للیقین ہے یقین حاصل ہوجاتا ہے چونکہ محسوسات غیر ثابت بالوحی میں وہ طریق منحصر ہے مشاہدہ میں لہذا مشاہدہ مدار ہے شہادت کا اور محل نزاع ہیں گو واقعہ محسوسات سے ہے لیکن ثابت بالوحی ہونے کی وجہ سے بواسطہ طریق وحی کے اس کا یقین حاصل ہے جو اصلی مدار ہے شہادت کا لہذا گواہی بر محل ہے اور اس میں مجال جرح نہیں جیسے کوئی ڈاکٹر کسی مردہ کو جس کے بدن پر کوئی ظاہری علامت زخم وغیرہ نہیں ہے دیکھ کر اپنی مہارت فن کے ذریعہ سے اظہار دے کہ یہ شخص مرض سے نہیں مرا بلکہ کسی ضرب شدید سے مرا ہے، اور اس بنا پر قاتل کی تحقیقات کا سرکاری حکم ہوجاوے سو باوجودیکہ اس مقام پر گواہی ڈاکٹر کی بنا بر معائنہ واقعہ کے نہیں لیکن چونکہ قواعد صحیحہ کے ذریعہ سے ضرب شدید تشخیص کی گئی لہذا اس کا اعتبار کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا فائدہ معلوم ہو ہی چکا ہے اس میں کوئی سوال کی بات نہیں رہی اور ہر پہلو سے معتدل جو کہا گیا ہے اس کا مصداق اس حکم خاص تحویل قبلہ میں مثلاً یہ ہے کہ نہ ایسے عامی کہ اگر احکام کی حکمت بتلائی جاوے تب بھی نہ سمجھیں نہ ایسے فلسفی کہ اگر نہ بتلائی جاوے تو بدون اس کے طے کئے ہوئے حکم ہی کو نہ مانیں چنانچہ یہاں حکمت نہیں بتلائی ویسے مان لیا آگے بعض حکمتیں بتلا دیں ان کو جان لیا اور جو شخص ایسا معتدل الطبع ہوگا وہ ضرور اچھا ہوگا اس لئے دنیا و آخرت میں صاحب شرف ہوگا۔

رجوع بمطلب سابق بحث قبلہ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا (الیٰ قولہ) إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝ (اور اصل میں تو شریعت محمدیہ کے لئے ہم نے کعبہ ہی کو قبلہ تجویز کر رکھا تھا اور جس سمت قبلہ پر آپ (چند روز قائم) رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو محض اس (مصلحت) کے لئے تھا کہ ہم کو (ظاہری طور پر بھی) معلوم ہوجاوے کہ (اس کے مقرر ہونے سے یا بعد مٹنے سے بیہودا اور غیر یہود

النحو مع التوجيه ۝ ماجعلنا القبلة في روح المعاني احد الوجوه هي صخرة بيت المقدس والتي مفعول ثاني لجعل وصفة القبلة والمفعول الثاني محذوف اے قبلة اه في الكشاف يعني اصل امرك ان تستقبل الكعبة وان تقبالك بيت المقدس كان امرا عارضا لغرض وانما جعلنا القبلة الجهة التي كنت عليها قبل وقتك هذا وهي بيت المقدس لنمتحن الناس وننظر من يتبع الرسول منهم ومن لا يتبعه وينفر عنه اه ان كانت لكبيرة هي ان المخففة التي تلزمها اللام الفارقة والضمير في كانت لما دل عليه قوله وماجعلنا القبلة التي كنت عليها من الردة او التحويلة او الجعلة ويجوز ان يكون للقبلة قوله ممن ينقلب في روح المعاني ومن هذه للفصل كالتي في قوله تعالى والله يعلم المفسد من المصلح ۱۲۔ البلاغة قدم رؤف على رحيم لان الرأفة مبالغة في رحمة خاصة وهي رفع المكروه وازالة الضرر والرحمة اعم منه ومن الافضال ودفع الضرر اهم من جلب النفع روح المعاني ۱۲ والكلام من باب الاستعارة التمثيلية بوقوع ان المنقلب يترك ما في يديه ويدبر عنه على اسوء احوال الرجوع ۱۲۔

الروايات في لباب النقول عن ابن اسحق عن البراء قال رجال من المسلمين وددنا لو علمنا علم من مات منا قبل ان نصرف الى القبلة وكيف بصلاتنا قبل بيت المقدس فانزل الله وماكان الله ليضيع ايمانكم اه ۱۲

ملحقات الترجمة

لے قولہ محض اس مصلحت هذا الحصر اضافي لاحقيقي لان فيما شرعه الله تعالى حكما لاتحصى لكن الذي يذكر من الاحكام ويناسب ذكره للمقام هو هذا، علم انه ان هذه الحكمة ليست للتحويل بل للجعل المنسوخ فلاينافي وجوبها في تقرير الارتباط المتعلق باٰية واذا ابتلى من كون بيان حكمة التحويل بتبديلا من قوله ترى ۱۲ سے قولہ ظاہری طور پر الخ محصل هذا التوجيه ان المراد بالعلم هنا علم ظهور للعباد وحصول لنا بعد ما لم كانوا يعلمون بحصوله لنا اعتقادا وكيا وذلك ان تقرير هذا التوجيه بما في المظهري والتحقيق ما قال الشيخ ابو منصور الماتريدي رحمه الله تعالى ان المعنى الا لنعلم كائنا موجودا ما قد علمنا انه يكون ويوجد فالله تعالى عالم في الازل بكل ما اراد وجوده انه يوجد في الوقت الذي شاء وجوده فيه ولا يجوز ان يتصف بانه عالم في الازل بانه موجود كائن في الحال لانه ليس بموجود فكيف يعلمه موجودا كائنا على خلاف الواقع والتغير على المعلوم لا على العلم ولان المنقريت الوجوه المذكورة في هذه الحكمة اشار الشيخ بكونه اقرب من ساير باقي المتون بجزيه ؟؟ والله اعلم ۱۲ ۔ سے قولہ یہود او غیر یہود سے ابا ذوالاختیار کرنے سے بخذ ماذي البيضاوي ما اجرامر بالصلوة الى الصخرة تالفا لليهود ۱۲

علے تقریر احتمال ثانی کی یہ ہے کہ اگر غرض بیت المقدس کو قبلہ بنانے سے محض یہ ہوتا کہ ظاہر ہو جاوے کہ کون ... بعد وہ امتحان ... معلوم ہو جاوے کہ کون متبع اور کون غیر متبع ... ۱۲

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

ہم آپ کے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں اس لئے ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لئے آپ کی مرضی ہے پھر اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کیا کیجئے

الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ

اور تم سب لوگ جہاں کہیں بھی موجود ہو اپنے چہروں کو اسی کی طرف کیا کرو اور یہ اہل کتاب بھی یقیناً جانتے ہیں کہ یہ بالکل ٹھیک ہے ان کے

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ○

پروردگار ہی کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ ان کی کارروائیوں سے کچھ بے خبر نہیں ہے

میں سے) کون تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹتا جاتا ہے (اور نفرت اور مخالفت کرتا ہے اس امتحان کیلئے اس عارضی قبلہ کو مقرر کیا تھا پھر اصلی قبلہ سے اس کو منسوخ کر دیا) اور یہ قبلہ کا بدلنا منحرف لوگوں پر) ہوا بڑا ثقیل (رہا) مگر جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے (سیدھے طریق کی) ہدایت فرمائی ہے (جس کا بیان اوپر آچکا ہے کہ احکام الٰہیہ کو بے چون وچرا تسلیم کر لینا ان کو کچھ بھی گراں نہیں ہوا جیسا پہلے اس کو خدا کا حکم سمجھتے تھے اب اس کو سمجھنے لگے) اور (بعضے جو کہا ہے کہ بیت المقدس قبلہ غیر اصلی تھا اس سے کوئی شخص یہ وسوسہ نہ لائے کہ بس تو جتنی نمازیں ادھر کو پڑھی ہیں ان میں ثواب بھی کم ملا ہوگا کیونکہ اصلی قبلہ کی طرف نہیں سو اس وسوسہ کو دل میں نہ لانا کیونکہ) اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان (کے متعلق اعمال مثلاً نماز کے ثواب کو ضائع (اور ناقص) کر دیں (اور) واقعی اللہ تعالیٰ تو (ایسے) لوگوں پر بہت ہی شفیق (اور) مہربان ہیں (تو ایسے شفیق مہربان پر یہ گمان کب ہو سکتا ہے کیونکہ کسی قبلہ کا اصلی یا غیر اصلی ہونا تو ہم ہی جانتے ہیں تم نے تو دونوں کو ہمارا حکم سمجھ کر قبول کیا اس لئے ثواب بھی کسی کا کم نہ ہوگا) **ف** مفسرین نے لکھا ہے کہ بیت المقدس کا قبلہ بننا بعض عرب پر گراں ہوا تھا کہ وہ کعبہ کو مانتے تھے اور اس کا منسوخ ہونا یہود پر گراں ہوا کہ وہ کعبہ کو نہ مانتے تھے حتیٰ کہ بعضے خام اعتقاد لوگ اسلام سے بھی پھر گئے تھے، اور یہ جو کہا گیا کہ ظاہری طور پر وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو تو سب امور پہلے ہی سے حقیقۃً معلوم ہیں اور اہل حق اجمالاً اس کا اعتقاد بھی رکھتے ہیں لیکن قبل ظہور یا وقوع چونکہ بندوں کو خود اس واقعہ کا علم نہیں ہوتا اس لئے بالتعیین والتفصیل خاص طور پر اعتقاد نہیں ہوتا کہ یہ واقعہ خاصہ علم الٰہی میں تھا اور بعد ظہور وقوع یہ حکم بھی کر دیا جاتا ہے ظاہری طور پر علم ہونے سے یہ مراد ہے اور ایک تقریر اس کی یہ ہو سکتی ہے جو مظہری میں ہے کہ شیخ ابو منصور کہتے ہیں کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ جس چیز کو ہم پہلے سے اس طرح جانتے تھے کہ وہ موجود کی جاوے گی اس کو ہم موجود فی الحال جان لیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں جن چیزوں کو وہ موجود کرنا چاہتا ہے اس طرح تو علم ہے کہ اس کو فلاں وقت میں موجود کروں گا لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ اس کو ازل میں ایسی چیزوں کا اس طرح علم تھا کہ وہ فی الحال موجود ہے کیونکہ جب وہ واقع میں موجود نہیں تو اس کو خلاف واقع موجود فی الحال کیسے جان سکتا ہے اور یہ تغیر معلوم میں ہوا ہے علم میں نہیں ہوا اب اس میں کوئی اشکال نہ رہا **ربط** حاکمانہ جواب دے کر اب حکیمانہ جواب شروع ہوتا ہے جس میں کئی حکمتوں کی طرف اشارہ ہے **حکمت اول** قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ (الیٰ قولہ) وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ○ (آپ جو دل سے کعبہ کے قبلہ ہونے کی خواہش رکھتے ہیں اور

اللغات فلنولینک حقیقہ من استعمال من قولک ولیتہ کذا اذا جعلتہ والیا لہ ... علی جہۃ واحدۃ من جہۃ بیت المقدس من ولیہ ... منہ والتولیۃ اذا کانت متعدیۃ بنفسہا الی تمام المفعولین کانت مستعملۃ باحد المفعولین المتقدمین واذا کانت متعدیۃ الی واحد فمعناہ الصرف اما عن الشیء او الی الشیء ۱۲ روح المعانی

البلاغۃ فلنولینک وعد ... بلا مہلۃ ثم انجاز الوعد ... السرور مرتین ۱۲ روح المعانی

الروایات فی روح المعانی اخرج النسائی عن ابی سعید بن المعلی قال کنا نغدو الی المسجد فمررنا یوما ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قاعد علی المنبر فقلت حدث امر فجلست فقرأ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قد نری تقلب وجہک فی السماء الآیۃ فقلت لصاحبی تعال

نرکع رکعتین قبل ان ینزل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فنکون اول من صلی فصلینا ثم نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فصلی للناس الظہر یومئذ فاشتہر من نزولہا فی الصلوۃ وتحولہ علیہ السلام فیہا لا بعد ارکعہ کما ہو مصرح فی روح المعانی وغیرہ ۱۲

الملحقات الترجمۃ **ف** قولہ ایمان کے متعلق اشارۃ الی ان فی الکلام مضافا تقدیرہ الصلوۃ ایمانا ... **ف** قولہ مفسرین نے نقل فی الکبیر والاضراب الانقلاب عاما فی الارتداد والانفصال علی الکفر کما ہیئم من الکبیر باعتبار ترکہ الدلائل کانت الآیۃ عامۃ للمہتدین والشاکین علی الکفر ... الیہود ... باعتبار حال ... انما کان لامتحان ... علی الحیرۃ ... فی الاعتقاد نحو ما اسلفنا قبیل الا ضلیۃ ۱۲

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ فلنولینک قبلۃ ترضاہا قال العبد الضعیف فیہ اصل للمرادیۃ انتہیٰ النقول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ فلنولینک قبلۃ ترضاہا الخ اس میں اصل ہے مرادیت کی

وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ

اور اگر آپ اہل کتاب کے سامنے تمام دلیلیں پیش کر دیں جب بھی یہ آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں اور آپ بھی ان کے قبلہ کو قبول نہیں کر سکتے

وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ

اور ان کا کوئی فریق بھی دوسرے کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا اور اگر آپ ان کے نفسانی خیالات کو اختیار کر لیں آپ کے پاس علم آئے پیچھے

مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

تو یقیناً آپ ظالموں میں شمار ہونے لگیں

وقف لازم

امید وحی میں بار بار آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھتے ہیں کہ شاید فرشتہ حکم لے آوے سو ہم آپ کے منہ کا (یہ) بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں (اور چونکہ ہم کو آپ کی خوشی پوری کرنا منظور ہے) اس لئے ہم (وعدہ کرتے ہیں کہ) آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لئے آپ کی مرضی ہے (لو پھر حکم ہی دیئے دیتے ہیں کہ) اب سے اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (کعبہ) کی طرف کیا کیجئے اور (یہ حکم کچھ تخصیصی نہیں بلکہ قانون عام ہے کہ) تم سب لوگ (خواہ پیغمبر ہوں یا امتی بھی) جہاں کہیں موجود ہو (خواہ مدینہ میں یا اور جگہ حتی کہ خود بیت المقدس کے اندر بھی ہر جگہ نماز کے اندر) اپنے چہروں کو اسی (مسجد حرام) کی طرف کیا کرو اور (اس قبلہ کے مقرر ہونے کے متعلق) یہ اہل کتاب بھی (بالعموم اپنی کتابوں کی پیشین گوئی کی وجہ سے کہ نبی آخر الزمان کا قبلہ اس طرف ہوگا) یقیناً جانتے ہیں کہ یہ (حکم) بالکل ٹھیک ہے (اور) ان کے پروردگار ہی کی طرف سے (ہے مگر عناداً مانتے نہیں) اور اللہ تعالیٰ ان کی ان کارروائیوں سے کچھ بے خبر نہیں ہے **ف** اس آیت سے بیت المقدس کا منسوخ کرنا اور کعبہ کو مقرر کرنا منظور ہے اور باوجودیکہ یہ حکم اس میں موجود بھی ہے پھر بھی اس کے جزو اول میں وعدہ فرمایا گیا تاکہ وعدہ سنکر اول وعدہ کی خوشی ہو اور بعد انتظار کے ساتھ کے ساتھ ایفا ہونے سے پھر دوسری خوشی ہو تو دوگونہ مسرت ہوئے اور یہ طرز مسرت انگیز اس مقام کے کہ اس میں بایں حکم کی بنا آپ کی رضا پر بیان کی گئی ہے زیادہ مناسب ہے، حاصل اس حکمت کا یہ ہوا کہ ہم کو آپ کی خوشی منظور تھی اور آپ کی خوشی کعبہ کے قبلہ مقرر ہونے میں دیکھی اس لئے اسی کو قبلہ مقرر کر دیا رہا یہ کہ آپ کی خوشی اس میں کیوں تھی وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی علامات نبوت میں سے ایک علامت یہ بھی تھی کہ آپ کے قبلہ کی یہ جہت ہوگی اللہ تعالیٰ نے آپ کے نورانی قلب میں اسی کے موافق خواہش پیدا کر دی **ربط** اوپر فرمایا ہے کہ وہ اہل کتاب اس قبلہ کا حق اور منجانب اللہ ہونا دل میں جانتے ہیں آگے ان کا عناداً نہ ماننا بیان فرمایا جاتا ہے **عناد اہل کتاب دربابِ حکم قبلہ** وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ (الی قولہ) إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اور (باوجود ان لوگوں کے سب کچھ سمجھنے کے ان کی ضد کی یہ حالت ہے کہ) اگر آپ (ان) اہل کتاب کے سامنے تمام (دنیا بھر کی) دلیلیں (جمع کرکے) پیش کر دیں جب بھی (کبھی) آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں اور (ان کی موافقت کی امید اس لئے نہ رکھنا چاہئے کہ آپ کا قبلہ بھی منسوخ ہونے والا نہیں اس لئے) آپ بھی ان کے قبلہ کو قبول نہیں کر سکتے (پس کوئی صورت موافقت کی باقی نہیں رہی) اور (جیسا ان اہل کتاب کو آپ سے ضد ہے ان میں باہم بھی موافقت نہیں کیونکہ) ان کا کوئی (فریق) بھی دوسرے (فریق) کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا (مثلاً یہود نے بیت المقدس کے لئے رکھا تھا اور نصاریٰ نے شرق کی سمت کو قبلہ بنا رکھا تھا) اور (خدانخواستہ آپ کو کسی

النحو ولئن اتیت اللذین الا عطف علی یومن الذین واللہ یقول عما یعملون اعتراض بین الکلامین ۱۲ روح المعانی

البلاغۃ فی الکشاف فان قلت کیف قال وما انت بتابع قبلتہم ولہم قبلتان قلت قبلتا الملتین مخالفۃ لقبلۃ الحق فکانتا بحکم الاتحاد فی البطلان قبلۃ واحدۃ ۱۲

ملحقات الترجمۃ

لے قولہ فی ترجمۃ فارفلنولینک اس لئے لافادۃ الفاء الترتیب ۱۲

لے قولہ اہل کتاب اشارۃ الی کون الموصول للعہد وفیہم ورد قولہ تعالیٰ الآتی ما تبعوا قبلتک

فلا ینتقض بایمان البعض منہم وذوت کلمۃ العموم بقرینۃ ما سیاتی من قولہ وما بعضہم بتابع ۱۲ یوہل انتشر الیہود والنصاری ۱۲

لے قولہ لے رکھا تھا الی قولہ بنا رکھا تھا یعنی ان ہذا کان علیہم واختلفوا ہل کان بنص عندہم او اجتہاداً منہم ۱۲

حاشیہ

لے مرو یہ ہے کہ منجملہ احکام شرعیہ کے ایک حکم اور یہ مراد نہیں کہ یہاں کوئی دوسرا حکم مذکور ہے ۱۲ منہ

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بعضے ان میں سے امر واقعی کو باوجودیکہ خوب جانتے ہیں

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۞ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۞

اخفاء کرتے ہیں یہ امر واقعی من جانب اللہ ہے سو ہرگز شک و شبہ لانے والوں میں شمار نہ ہونا

وقف منزل — ع ۱۶

طرح ان کے قبلۂ منسوخہ غیر مشروعہ کو لے ہی نہیں سکتے کیونکہ) اگر آپ (ان کے دان) نفسانی خیالات کو (گو وہ اصل میں حکم آسمانی رہے ہوں لیکن اب بوجہ منسوخ ہونے کے انپر عمل کرنا محض نفسانی تعصب ہے سو اگر آپ ایسے خیالات کو) اختیار کرلیں (اور وہ بھی) آپ کے پاس علم (قطعی یعنی وحی) آئے پیچھے تو یقیناً آپ (نعوذ باللہ) ظالموں میں شمار ہونے لگیں (جو کہ نا ممکن ہے کیونکہ آپ کا ظالم ہونا بوجہ معصوم ہونے کے محال ہے اس لئے یہ امر کہ آپ ان کے خیالات کو کہ منجملہ ان کے ان کا قبلہ بھی ہے قبول کرلیں نیز محال ہے) الربط اوپر اہل کتاب کا قبلۂ مسلمین کو دل میں حق جاننے اور زبان سے نہ ماننے کا ذکر تھا آگے ان ہی اہل کتاب کا صاحب قبلہ یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح دل میں حق جاننے اور زبان سے نہ ماننے کا مذکور ہے **عناد اہل کتاب در باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ (الی قولہ) فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۞ جن لوگوں کو ہم نے کتاب (توراۃ و انجیل) دی ہے وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (بحیثیت رسالت بوجہ بشارات مندرجہ) ایسا (بے شک و شبہ) پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو (ان کی صورت سے) پہچانتے ہیں (کہ بیٹے کی صورت دیکھ کر کبھی شبہ نہیں ہوتا کہ یہ کون شخص ہے مگر پہچان کر بھی سب مسلمان نہیں ہوتے بلکہ بعض تو ایمان لے آئے) اور بعضے ان میں سے (ایسے ہیں کہ اس) امر واقعی کو باوجودیکہ خوب جانتے ہیں (مگر) اخفاء کرتے ہیں (حالانکہ) یہ امر واقعی منجانب اللہ (ثابت ہو چکا) ہے سو (ایسا امر واقعی ثابت من اللہ میں ہر ہر فرد کو کہا جا سکتا ہے کہ) ہرگز شک و شبہ لانیوالوں میں شمار نہ ہونا **ف** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہچاننے کو جو بیٹوں کے پہچاننے سے تشبیہ دی ہے اس میں بایک بنا پر اہل علم کو اور ایک بنا بر غیر اہل علم کو ایک شبہ ہو سکتا تھا وہ یہ کہ بعض اوقات کسی وجہ سے بیٹے کے بیٹا ہونے میں شبہ ہو جاتا ہے چنانچہ واقعات اس پر شاہد ہیں چنانچہ حضرت عبد اللہ بن سلامؓ نے جو پہلے بڑے علماء یہود سے تھے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابیت کا شرف حاصل کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بیوی میں تو احتمال خیانت کا بھی ہے جس سے بیٹا ہونے میں شبہ ہو سکتا ہے اور آپ کی نبوت میں تو اتنا بھی شبہ نہیں اور پس یہ تشبیہ امر یقینی کی امر محتمل مشتبہ کے ساتھ ہوئی جس سے مشبہ کا یقینی ہونا سست ہو گیا احقر نے اس شبہ کے دفع کرنے کے واسطے بین القوسین اس قید کا (ان کی صورت سے) اضافہ کر دیا جس سے تقریر جواب کی ظاہر ہو گئی کہ تشبیہ میں بیٹے کا ہونا ملحوظ نہیں بلکہ بیٹے کی صورت ملحوظ ہے سو چونکہ بیٹا گود میں پرورش پاتا ہے ہر وقت آدمی اس کو دیکھتا ہے اس لئے اس کی صورت میں عادۃً شبہ نہیں ہوتا کہ یہ فلاں لڑکا ہے یا فلاں لڑکا چنانچہ اثنائے تفسیر میں خود اس کی توضیح بھی کر دی گئی ہے اور اسی نکتہ کی وجہ سے بیٹیوں کی معرفت سے تشبیہ نہیں دی کیونکہ عرفاً بیٹا زیادہ پیارا ہوتا ہے اس کو باپ اپنے ساتھ زیادہ رکھتا ہے اور اسی نکتہ سے یہ نہیں فرمایا کہ جیسا اپنی ذات کو جانتے ہیں کیونکہ انسان پر ایسا زمانہ تو گزرتا ہے جس میں اس کو اپنی معرفت حاصل نہیں ہوتی جیسا بالکل بے ہوشی کی عمر بخلاف اپنے بیٹے کے کہ وہاں اس کی نوبت نہیں آتی یہ سب روح المعانی میں ہے

الخ۱ یعرفونہ الضمیر لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وان لم یسبق ذکرہ لدلالۃ الکلام علیہ والتشبیہ یشہد لہ ویؤیدہ قول عبد اللہ بن سلام انا اعلم بہ منی والحق من ربک کلام مستانف والحق مبتدا خبرہ من ربک واللام للعہد والمراد بالنہی عن الامتراء تحقیق الامر وانہ بحیث لا یشک فیہ ناظر ۱۲ من البیضاوی، قلت واشرت الی ہذا کلہ فی تقریر التفسیر فافہم ۱۲ المبلاغۃ کما یعرفون ابناءہم فی روح المعانی ہو تشبیہ للمعرفۃ العقلیۃ الحاصلۃ من مطالعۃ الکتب السماویۃ بالمعرفۃ الحسیۃ فی ان کلا منہما یتعذر الاشتباہ فیہ ۱۲

حاشیہ —

ع۵ بنائے اول تو روایت ہے عبد اللہ بن سلام کی اور بنائے ثانی خود مظنون ہے یعنی بیٹا ہونے کی بنوت کا ۱۲ منہ

200

عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ

اور ہر شخص کے واسطے ایک ایک قبلہ رہا ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا رہا ہے سو تم نیک کاموں میں تگاپو کرو تم خواہ کہیں ہو گے اللہ تعالیٰ تم سب کو حاضر کر دیں گے بالیقین اللہ تعالیٰ

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ

ہر امر پر پوری قدرت رکھتے ہیں اور جس جگہ سے بھی آپ باہر جاویں تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف رکھا کیجئے اور یہ بالکل حق ہے

مِن رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ○ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ

من جانب اللہ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں سے اصلا بے خبر نہیں اور آپ جس جگہ سے بھی باہر جاویں اپنا چہرہ مسجد حرام

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ

کی طرف رکھئے اور تم لوگ جہاں کہیں ہو اپنا چہرہ اسی کی طرف رکھا کرو تاکہ لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں گفتگو نہ رہے

إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ○

مگر ان میں جو بے انصاف ہیں تو ایسے لوگوں سے اندیشہ نہ کرو اور مجھ سے ڈرتے رہو اور تاکہ تم پر جو میرا انعام ہے اس کی تکمیل کر دوں اور تاکہ تم راہ پر رہو۔

حکمت دوم تحویل قبلہ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (الی قولہ) وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ○ اور دوسری حکمت تحویل قبلہ میں یہ ہے کہ عادۃ اللہ جاری ہے کہ (ہر مذہب والے) شخص کے واسطے ایک ایک قبلہ رہا ہے جس کی طرف وہ (عبادت میں) منہ کرتا رہا ہے (چونکہ شریعت محمدیہ بھی ایک مستقل دین ہے اس کا قبلہ بھی ایک خاص ہو گیا جب حکمت سب پر ظاہر ہو چکی) سو (مسلمانو تم (اب اس بحث کو چھوڑ کر اپنے دین کے) نیک کاموں میں تگاپو کرو (کیونکہ ایک روز اپنے مالک سے رابطہ پڑنا ہے چنانچہ) تم خواہ کہیں ہو گے (لیکن) اللہ تعالیٰ تم سب کو (اپنے اجلاس میں) حاضر کر دیں گے (اس وقت نیکیوں پر جزا اور اعمال بد پر سزا ہو گی اور) بالیقین اللہ تعالیٰ ہر امر پر پوری قدرت رکھتے ہیں اور (اس حکمت کا مقتضا بھی یہی ہے کہ جس طرح حضر میں کعبہ کی طرف رخ ہوتا ہے اسی طرح اگر مدینہ سے یا اور کہیں سے) جس جگہ سے بھی (کہیں سفر میں) آپ باہر جاویں تو (بھی) اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (یعنی کعبہ) کی طرف رکھا کیجئے (غرض حضر و سفر سب حالتوں کا یہی قبلہ ہے) اور یہ (حکم عام قبلہ کا) بالکل حق (اور صحیح) ہے (اور) منجانب اللہ (ہے) اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں سے اصلا بے خبر نہیں **حکمت سوم تحویل قبلہ** وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (الی قولہ) وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ○ اور (مکرر پھر کہا جاتا ہے کہ) آپ جس جگہ سے بھی (سفر میں) باہر جاویں (اور حضر میں تو بوجہ اس کے کہ تجویز قانون کے وقت آپ مقیم ہی تھے بدرجہ اولیٰ) اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (یعنی کعبہ) کی طرف رکھئے اور (اسی طرح اور سب مسلمان بھی سن لیں کہ) تم لوگ جہاں کہیں (موجود) ہو اپنا چہرہ (نماز میں) اسی (مسجد حرام) کی طرف رکھا کرو (اور یہ حکم اس لئے مقرر کیا جاتا ہے) تاکہ (ان مخالف) لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں (اس) گفتگو (کی مجال) نہ رہے (کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وہی نبی موعود آخر الزماں ہوتے تو ان کی علامات میں تو یہ بھی ہے کہ ان کا اصلی قبلہ کعبہ ہو گا اور یہ تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے ہیں اس حکمت کے واسطے بھی ہم نے تحویل قبلہ کیا ہے ہاں) مگر ان میں جو (بالکل ہی) بے انصاف ہیں (وہ اب بھی کٹھ حجتی نکالیں گے کہ یہ کیسے نبی ہیں جو اتنے نبیوں کے

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ ولعلکم تھتدون قال العبد الضعیف فی ھذا الخطاب للمھتدی بدلالۃ علی انہ لا ینتھی الترقی فبعد السیر الی اللہ السیر فی اللہ انتہی النقول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ ولعلکم تھتدون ایسے لوگوں کو خطاب کرنا جو پہلے سے مہتدی ہیں اس پر دلیل ہے کہ ترقی کی کہیں انتہا نہیں پس سیر الی اللہ کے بعد سیر فی اللہ ہے

النحو ھو مولیھا قال البیضاوی احد المفعولین محذوف ای مولیھا وجہہ ۱۲ ومن حیث خرجت فی روح المعانی من ابتدائیۃ لان الخروج اصل لفعل ممتد وھو المشی ۱۲

الروایات فی لباب النقول اخرج ابن جریر من طریق السدی باسانیدہ قال لما صرف النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نحو الکعبۃ بعد صلوتہ الی بیت المقدس قال المشرکون من اہل مکۃ تحیر علی محمد دینہ فتوجہ بقبلتہ الیکم وعلم انکم اھدی منہ سبیلا ویوشک ان یدخل فی دینکم فانزل اللہ لئلا یکون للناس علیکم حجۃ الا الذین ظلموا الآیۃ قلت ای فالمراد بالظالمین ھؤلاء وکان ھذا طعنۃ من المشرکین واما طعن الیھود من ھؤلاء الظالمین فمذکور فی التفسیر ۱۲

الملحقات الترجمۃ ۱ قولہ بحث کو چھوڑ کر اخذتہ من روح المعانی ۱۲

۲ قولہ پوری قدرت افاد صیغۃ المبالغۃ ۱۲

۳ قولہ حکم عام اشار الی عدم التکرار ۱۲

۴ قولہ اصلا افادہ الباء فی خبر ما ۱۲

۵ قولہ مکرر اشارۃ الی حمل علی التکرار لتاکید لاعتناء بشان القبلۃ ۱۲

۶ قولہ اتنے نبیوں کے قید بہذا لان بعض الانبیاء کابراہیم علیہ السلام کان قبلتہ الکعبۃ وھو صحیح جدا لہذہ الحجۃ الظلمیۃ فانہ علیہ السلام اصل بجلالۃ الانبیاء الذین کان تبعتھم الصخرۃ ۱۲

حاشیہ ع۵ اس میں جواب ہے ایک سوال کا کہ ان آیات میں حضر کا حکم صراحۃ مذکور نہیں جواب یہ ہے کہ چونکہ نزول حکم کے وقت آپ حضر میں تھے اس کا حکم بدرجہ اولیٰ مفہوم ہو گیا اور اس جواب کی تب حاجت ہے جب کہ اول بار کو توقیت محل کے واسطے کہا جاوے اور جب اس کو مستقبل کے واسطے بھی لیا جاوے جیسا کہ اس کے ترجمہ میں اس طرف اشارہ ہے تو پھر اس جواب کی حاجت نہیں ۱۲ منہ

كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

جس طرح تم لوگوں میں ہم نے ایک رسول کو بھیجا تم ہی میں سے ہماری آیات پڑھ پڑھ کر تم کو سناتے ہیں اور تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں اور تم کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں

وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۞

اور تم کو ایسی باتیں تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی

خلاف کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں لیکن جب ایسے مہمل اعتراضوں سے دین حق کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا تو ایسے لوگوں سے (اصلاً) اندیشہ نہ کرو (اور ان کے اعتراضوں کے جواب کی فکر میں مت پڑو) اور مجھ سے ڈرتے رہو (کہ میرے احکام کی مخالفت نہ ہونے پاوے کہ یہ مخالفت البتہ تم کو مضر ہے) اور (ہم نے ان سب احکام مذکورہ پر عمل کرنے کی توفیق بھی دی) تاکہ تم پر جو (کچھ) میرا انعام (و اکرام متوجہ) ہے (تم کو آخرت میں داخل بہشت کرکے) اس کی تکمیل کردوں اور تاکہ (دنیا میں) تم راہ (حق) پر (کہ اسلام ہے قائم رہنے والوں میں) رہو (جس پر وہ تکمیل نعمت مرتب ہوئی ہے) **ف** چونکہ امر قبلہ نہایت مہتم بالشان تھا اور نیز اس میں مخالفین کا شغب بھی زیادہ تھا اور نیز اس کے بعض جزئیات خاصہ کی تعیین احکام میں تردد بھی ہوسکتا تھا اس لئے کئی کئی پہلوؤں سے بیان کیا اور حکمتیں بھی متعدد ارشاد ہوئیں اور حضر و سفر کے لئے عام عنوان حیثما کنتم بھی لائے اور حکم حضر کی تخصیص کا اشارہ الگ کیا اور اس کے ساتھ سفر کے حکم کی الگ تصریح کی تاکہ حضر میں تو جدالی الکعبہ کے حکم سے وہم مقصودیت جہت جنوب کا جس طرف مدینہ سے کعبہ واقع ہے نہ پڑ جاوے اور سفر کا موقعہ زیادہ شبہ کا تھا کہ شاید راہ کا حکم جدا ہو منزل کا جدا ہو اس لئے اس کو مکرر لائے اور عربی میں کلمہ من ابتدا کے لئے ہے جس کے مدلول سے واضح ہوگیا کہ شروع سفر سے یہی حکم ہے راہ اور منزل سب کا حکم معلوم ہوگیا پھر خطاب خاص الگ کیا اور خطاب عام الگ کیا حضر کے متعلق بھی اس خاص و عام کو لائے اور سفر کے متعلق بھی لائے اور آیہ قد نری میں ایک بار اس کے حق ہونے کی تصریح فرمائی پھر رکوع کے ختم پر دوبارہ یہی تصریح کی پھر آیہ و من حیث خرجت موقع اول میں سہ بارہ بھی تصریح فرمائی اور اس حکم کے قبول کرنے والوں کے باہدایت ہونے سے اس مضمون کو شروع بھی فرمایا یہدی من یشاء اور اسی پر ختم بھی فرمایا لعلکم تھتدون اور فاستبقوا الخیرات اور لا تخشوھم میں مجادلہ و منازعت سے یکسو اور بے غم ہونے کی طرف اشارہ سے دلالت کرکے اس حکم کی غایت وضوح پر بھی دلالت فرمادی جیسا کہ تقریر تفسیر سے معلوم ہوا اور اس کے ضمن میں یہ تعلیم بھی ہوگئی کہ جب معترض کا عناد قرائن سے معلوم ہوجاوے پھر اس کا جواب دینا لاحاصل ہے اگر کسی طالب حق کو اس اعتراض سے شبہ ہوجاوے اس کی اصلاح ضرور کردی جاوے **ربط** یہاں تک بحث قبلہ کی چلی آرہی ہے اب اس کو ایسے مضمون پر ختم فرمانا چاہتے ہیں جو اس بحث کی تمہید کے آغاز میں بضمن دعائے ابراہیم علیہ السلام بانی کعبہ کے مذکور ہوا تھا یعنی مبعوث ہونا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اولاد ابراہیم میں سے ایک خاص شان کے ساتھ پس آغاز و انجام کی اتحاد میں اشارہ ہوگیا کہ کعبہ کا ان نبی کی شریعت میں قبلہ مقرر ہونا مقام تعجب نہیں کیونکہ کعبہ بنا ابراہیم ہے اور یہ نبی ابن ابراہیم ہیں اور اس بنا کے قبول ہونے کی اور اس ابن کے رسول ہونے کی انہوں نے دعا بھی کی تھی ہم نے ان کی دونوں دعائیں منظور فرمائیں اور کعبہ کو اس نبی کی شرع موبد الی القیامۃ میں قبلہ مقرر کردیا جو کہ منجملہ آثار عظیمہ قبول بنا ہے اور اس اشارہ سے یہ اتحاد آغاز و انجام کا نہایت ہی مستحسن ہوگیا پس ارشاد ہے **اخبار بعثت محمدیہ** كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ (الی قولہ) وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۞ یعنی

البلاغۃ

فی روح المعانی فیکم متعلق بارسلنا وقدم علی المفعول الصریح تعجیلا بادخال السرور و مافی صفاتہ من الطول وایثار صیغۃ المتکلم مع الغیر (فی ارسلنا) بعد التوحید (فی لاتم) الافتنان وجریان علی سنن الکبریاء واشارۃ الی عظمۃ نعمۃ ہذا الارسال وجعل الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلو الآیات رسولا وفیہ اشارۃ الی طریق اثبات نبوۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لان تلاوۃ الامی للآیات خارقۃ عن طوق البشر باعتبار بلاغتہا واشتمالہا علی الاخبار بالمغیبات والمصالح التی ینتظم بہا امر المعاد والمعاش اقوی دلیل علی نبوتہ آہ

ملحقات الترجمہ

۵۱ قولہ توفیق بھی دی اشارۃ الی تقدیر عامل فی لاتم ای و وفقکم لقبول الحق والعمل بہ لاتم ۱۲

۵۲ قولہ بہشت لحدیث معاذ بن جبل من تمام النعمۃ دخول الجنۃ ذکرہ فی روح المعانی من الادب المفرد للبخاری ۱۲

۵۳ قولہ کہ دنیا میں مأخذہ تفسیر البیضاوی بارادۃ الاہتداء لکم باستعارۃ لعل للارادۃ کما صرح بہ عبد الحکیم ۱۲

۳ع
[illegible]

مسائل السلوک

قولہ تعالی ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون قال العبد الضعیف دل علی ان بعد تعلیم الکتاب والحکمۃ قسما آخر من التعلیم یتوقف علی الصحبۃ انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالی ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون یہ اس پر دال ہے کہ کتاب و حکمت کی تعلیم کے بعد تعلیم کی ایک اور قسم بھی ہے جو وہ صحبت پر موقوف ہے

ع ۱۸ ۵ ۲

فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ○

ان نعمتوں پر مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا اور میری شکر گذاری کرو اور میری ناسپاسی مت کرو

ہم نے کعبہ کو قبلہ مقرر کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا جو در باب مقبولیت بنا کعبہ تھی اس طرح قبول کی (جس طرح ان کی دوسری دعا جو در باب بعثت محمدیہ کے تھی قبول کی کہ) تم لوگوں میں ہم نے ایک (عظیم الشان) رسول کو بھیجا جو کہ تم ہی میں سے (ہیں اور وہ) ہماری آیات (و احکام) پڑھ پڑھ کر تم کو سناتے ہیں اور (خیالات و رسوم جہالت سے) تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں اور تم کو کتاب (الٰہی) اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور تم کو ایسی (مفید) باتیں تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی (اور نہ کتب سابقہ یا عقل ان کے لئے کافی تھی اور ایسی شان کے رسول کے مبعوث ہونے کی ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی سو اس کا ظہور ہو گیا) **ف** اس آیت کے اکثر الفاظ پہلی آیت میں ہیں وہاں تفسیر دیکھ لینا چاہیئے **ربط** چونکہ اوپر کی آیات میں حق تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتوں کا مذکور تھا کعبہ کا قبلہ بنانا، اس وجہ سے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ خاص تعلق ہونا، ملت میں ابراہیم علیہ السلام و جمیع انبیاء علیہم السلام کے ساتھ موافقت ہونا تحویل قبلہ کے وقت طریق اطاعت پر ثابت رہنا، ایسے رسول کی امت اور تابع ہونا اس لئے آیت آئندہ میں منعم کے ذکر اور ان کی نعمت کے شکر کا حکم فرما کر آیات مذکورہ کے مضمون کی بوجہ احسن تکمیل اور تتمیم فرماتے ہیں **حکم ذکر و شکر** فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ○ ان (مذکورہ) نعمتوں پر مجھ کو (منعم ہونے کی حیثیت سے) یاد کرو میں تم کو (عنایت سے) یاد رکھوں گا اور میری (نعمت کی) شکر گذاری کرو اور (انکار نعمت یا ترک اطاعت سے) میری ناسپاسی مت کرو **ربط** تحویل قبلہ پر جو مخالفین کی طرف سے اعتراض تھا اس کے دو اثر تھے ایک مذہب اسلام پر کہ اعتراض سے مذہب کی حقانیت میں شبہ پیدا کیا جا سکتا ہے اوپر کی آیتوں میں اس اعتراض کا جواب دے کر اس کا اثر دفع کرنا مقصود تھا

اللغات والشکر ولی واشکروا فی بمعنی ولی فصیح ۱۲ روح المعانی

البلاغۃ فاذکرونی واختتام ہذا الکلام الذی ابتدئ من قولہ وان ابتلی بالختم ہو الکلام السابق علیہ فی خطاب بنی اسرائیل التفنیع بہ ایقن من الامر بالذکر والوعید بالشکر فیہ من الحسن بالایخفی ۱۲

المحققات لترجمۃ لہ قولہ اس طرح قبول کی اشارۃ الی تعیین المشبہ وہو العامل فی الکاف ای استجبنا دعاء ابراہیم فی قبول بناءہ وجعلہ قبلۃ مستمرۃ کما استجبنا دعاءہ فی بعثۃ ہذا الرسول الذی ہو صاحب تلک القبلۃ بارسالنا ایاہ ۱۲ وکہ قولہ عظیم الشان افادہ تنوین الرسول ۱۲ سکہ قولہ ان مذکورہ نعمتوں پر لان محصل التر تیب المستفاد من الفاء ۱۲ کہ قولہ عنایت سے فاندفع الاشکال باستحقاق النسیان علیہ تعالیٰ وجہ الدفع ظ ومن انتفاء الذکر المقید لا یستلزم انتفاء الذکر المطلق وانتفاء المطلق ہو النسیان فلم یلزم النسیان ۱۲

حاشیہ سیالی

علہ گو یہ ترکیب کسی تفسیر میں نہیں دیکھی لیکن دل تو اس مقام کے لکھنے تک میرے پاس زیادہ تر تفسیریں بعد میں جمع ہوئیں، چنانچہ میں نے اسی جلد کے حاشیہ میں اس کو ظاہر بھی کر دیا ہے لیکن بات کہ اس وقت گو تفاسیر متعددہ ہوتیں تو کچھ اور رائے ہو جاتی دوسرے میں نے تفاسیر کے آنے کے بعد بھی اس کا التزام نہ کیا ہے کہ عربیت اور شریعت کے خلاف نہ ہو اور اسی طرح مواضع منقولہ عن السلف کے خلاف نہ ہو باقی ترکیب وغیرہ کے مواقع میں توسع رکھا ہے اور اپنے شرح صدر و ذوق کا اتباع کیا ہے چنانچہ اس مقام پر لاتم نعمتی کا عطف ملا کر ان پر اس لئے پسند نہ کیا کہ اس کو تحویل قبلہ کی علیت میں کوئی خاص دخل نہیں تھا اور چونکہ تحویل قبلہ کے مخاطب ایسے لوگ ہیں جن کی شان میں اسی مقام پر فرمایا ہے وکذلک جعلناکم امۃ وسطا الآیۃ جس سے اطاعت ان کی مفہوم ہوتی ہے جو موقوف ہے توفیق پر اس لئے اس کا عامل ولعلکم مقدر مان کر جس کی نظیر قرآن مجید میں بکثرت ہے مضمون کا عطف مضمون پر قرار دیا اور کما ارسلنا کا عامل استجبنا فی القبلۃ الخ بتقاضائے مقام مقدر مانا کہ اس سے اوپر کعبہ کے قبلہ بننے کا ذکر تھا اور اس سے اوپر دعاء ابراہیمی بعثت ارسول وقبول بناء الکعبۃ وجعلہا قبلۃ مذکور تھی اس مجموعہ کے بعد کما ارسلنا کا آنا جو دال ہے ایک دعا کے قبول پر ذوقاً مقتضی ہوا کہ اس قبول دعا کو تشبیہ دی جاوے دوسری دعا کے قبول کے ساتھ چنانچہ میری تقریر وجہ ربط میں اس پر دال ہے یا بعنوان دیگر یوں کہو کہ لعلکم تہتدون تک تحویل قبلہ کا ذکر تھا جس کے مجموعہ سے ہونا القبلۃ کذا و کذا مفہوم ہوا آگے اسی ہونا کا معمول ہے کما ارسلنا یعنی یہ تحویل ہم نے ایسی ہی کی جیسے ارسال رسول کیا اور دونوں میں وجہ جامع ترتب علی دعاء ابراہیم ہے اور ہر چند کہ دعاء ابراہیمی بعنوان تحویل قبلہ الی الکعبۃ نہ تھی مگر جعل قبلہ کی تو یکتا یہ قبول بناء دعا تھی اور وہ موقوف تھا تحویل قبلہ الی الکعبۃ پر اور ارسال رسول کی دعا تو صریح تھی اور چونکہ حاصل اس تشبیہ کا دونوں امر کا ایقاع بدعاء ابراہیم تھا اس لئے میں نے اس عبارت سے تعبیر کر دیا ای استجبنا دعاء ابراہیم الخ یہ عنوان پہلے عنوان سے اسہل و احسن ہے اور رہا یہ اشکال کہ اس صورت میں تعلمون اور تہتدون دونوں پر وقف ہونا چاہیئے حالانکہ بعض فقط تعلمون پر وقف کے قائل ہیں اور بعض فقط تہتدون پر سو حقیقت یہ ہے کہ ترکیب و تفسیر تابع نہیں اوقاف کے بلکہ اوقاف خود تابع ہیں تفسیر و ترکیب کے چنانچہ یہ اوقاف توقیفی ہیں اور نہ سب کے سب سلف سے منقول ہیں سجاوندی وغیرہ متاخرین نے جو ترکیب سمجھی اس کے موافق تفسیر قرار دے کر وقف لکھ دیئے پس ان کا اتباع واجب نہیں البتہ عوام کے لئے ان کا خلاف بوجہ محتمل ہونے فساد ترکیب کے ناجائز ہے لیکن آیات کے غیر توقیفی ہونے کا شبہ نہ کیا جاوے آیات سب توقیفی ہیں اور آیت و اوقاف میں تلازم نہیں یعنی نہ ہر آیت پر وقف ہے جیسا کہ اس وقت بعض فرق مشہورہ نے دعوی کیا ہے جس کے بطلان کی ایک مختصر کافی و شافی دلیل یہ ہے کہ سورۂ بروج میں ذو العرش المجید میں دو قراءتیں ہیں دال کا ضمہ اور کسرہ اور دونوں قراءتیں متواتر ہیں تو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت پر ہمیشہ وقف فرماتے ہوتے تو یہ دونوں قراءتیں کیسے ثابت ہوتیں اور محض احتمال پر تواتر کا دعوی ناجائز ہے پس صاف معلوم ہوا کہ آپ نے کبھی وقف کیا ہے اور کبھی نہیں کیا اور اس صورت میں کبھی ضمہ پڑھا ہے علی انہ صفۃ للمضاف اور کبھی کسرہ پڑھا ہے علی انہ صفۃ للمضاف الیہ غرض ہر آیت پر وقف ثابت نہیں اور نہ ہر وقف نہایت ہی ہے (بقیہ برصفحہ)

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ فاذکرونی اذکرکم قال العبد الضعیف ہذا ثمرۃ اصلیۃ للذاکر ولو استحضرہا لا یتشوش ابدا انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ فاذکرونی اذکرکم یہ ذکر کا اصلی ثمرہ ہے کہ اگر اس کو مستحضر رکھا جاوے تو کبھی تشویش نہ ہو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ وَلَا تَقُوْلُوْا

اے ایمان والو صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو بلاشبہ حق تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں اور جو لوگ اللہ کی راہ

لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○

میں قتل کئے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ مردے ہیں بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کرسکتے

تاثیر صبر و صلوٰۃ در تخفیف غم

دوسرا اثر طبائع اہل اسلام پر کہ اعتراض سے بالخصوص جواب دینے کے بعد بھی اس پر بے جا اصرار کرنے سے قلب میں رنج اور صدمہ پیدا ہوتا ہے آیت آئندہ میں تخفیف حزن کا طریقہ کہ صبر و صلوٰۃ ہے بتلا کر اس دوسرے اثر کو زائل فرماتے ہیں **تعلیم صبر و صلوٰۃ** يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ اے ایمان والو (طبیعتوں میں سے غم ہلکا کرنے کے بارہ میں) صبر اور نماز سے سہارا (اور مدد) حاصل کرو بلاشبہ حق تعالیٰ (ہر طرح سے) صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں (اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ) **ف** وجہ یہ کہ نماز سب سے بڑی عبادت ہے جب صبر میں یہ وعدہ ہے تو نماز جو اس سے بڑھ کر ہے اس میں تو بدرجہ اولیٰ یہ بشارت ہوگی اور صبر کو تخفیف حزن میں دخل اور اثر ہونا تو ظاہر اور مشاہد ہے رہا یہ کہ نماز کو اس میں کیا دخل ہے سو اول تو جیسے بعض ادویہ فاعل بالخاصہ ہوتی ہیں اور تجربہ سے اس خاصیت کا حکم کیا جاتا ہے اسی طرح سے اگر بعض اعمال بھی فاعل بالخاصہ ہوں تو اس میں تعجب کیا ہے، چنانچہ نماز جو حضور قلب کے ساتھ ہو جس کے بدون نماز مثل دوائے کہنہ کے ہے اس میں جس کا جی چاہے اس خاصیت کا تجربہ کرکے دیکھ لے کہ مشاہدہ کے بعد سوال ہی کی گنجائش نہ رہے گی اور اگر مثل ادویہ فاعلہ بالکیفیت کے نماز میں اس اثر کی لم اور علت ہی تحقیق کرنے کا شوق ہو تو اس کی توجیہ بھی سمجھ میں آسکتی ہے کہ مدار تخفیف حزن کا قلب کو دوسری شے کی طرف متوجہ کردینے پر ہے اس سے بہت جی بہل جاتا ہے پس جب نماز میں حضور قلب کے ساتھ مشغولی ہوگی اس سے عبادت و معبود کی طرف یکسوئی اور توجہ ہوگی اور اس عمل کی تکرار سے وہ واقعہ غم انگیز متخیلہ سے غائب اور اس کا اثر ضعیف ہونا شروع ہوگا **ربط** اوپر ایک خاص ناگوار واقعہ میں صبر کی تعلیم اور صابرین کی فضیلت بیان فرمائی تھی آیات آئندہ میں اور بھی بعض واقعات خلاف طبع کی تفصیل اور اس میں صبر کی ترغیب اور فضیلت بیان فرماتے ہیں جن میں قتل و قتال مع الکفار کا مضمون مقدم فرماتے ہیں دو وجہ سے اول بوجہ اعظم ہونے کے کہ اعظم پر صبر کرنے والا، اصغر پر بدرجہ اولیٰ صبر کرے گا، دوسرے خاص طور پر مناسب مقام ہونے کی وجہ سے کیوں کہ معترضین مذکورین کے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا تھا **فضیلت قتل فی سبیل اللہ** وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی دین کے واسطے) قتل کئے جاتے ہیں ان (کی ایسی فضیلت ہے کہ ان[1]) کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ (معمولی مردوں کی طرح) مردے ہیں بلکہ وہ لوگ (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں لیکن تم (ان) حواس سے (اس حیات کا) ادراک نہیں کرسکتے **ف** ایسے مقتول کو شہید کہتے ہیں اور اس کی نسبت گو یہ کہنا کہ وہ مر گیا صحیح اور جائز ہے لیکن اس کی موت کو دوسرے مردوں کی سی موت سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ بعد مرنے کے گو برزخی حیات ہر شخص کی روح کو حاصل ہے اور اسی سے جزا و سزا کا ادراک ہوتا ہے لیکن شہید کو اس حیات میں اور مردوں سے ایک گونہ امتیاز ہے اور وہ امتیاز یہ ہے کہ اس کی یہ حیات آثار میں اوروں سے قوی ہے جس طرح انملہ یعنی سر انگشت میں ذکاء حس کہ آثار حیات سے ہے بہ نسبت عقب یعنی پاشنہ کے بلکہ حسا قوی ہے حتیٰ کہ شہید کی اس حیات کی

اللغات الشعور الاحساس ومشاعر الانسان حواسہ واصلہ الشعر ومنہ الشعار ۱۲ بیضاوی

النحو اموات ای ہم اموات ۱۲ بیضاوی

الروایات فی روح المعانی والآیۃ نزلت کما اخرجہ ابن مندۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی شہداء بدر وکانوا عدۃ اربعۃ عشر ثمانیۃ من الانصار وستۃ من المہاجرین رضی اللہ عنہم ۱۲

الملحقات الترجمۃ [1] قولہ بدرجہ اولیٰ ہکذا فی روح المعانی فلا حاجۃ الی ادخال الصلوٰۃ فی الصبر کما ہو المشہور ۱۲

[2] قولہ ان کی نسبت فاللام فیہ کاللام فی قولہ قال الذین کفروا للذین آمنوا لو کان خیرا ۱۲

حاشیہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۶) پس توقف کی عدم توقیفیت سے آیات کی عدم توقیفیت لازم نہیں آتی اسی طرح آیات کی توقیفیت سے اوقاف کی توقیفیت لازم نہیں ہذا ما عندی ہو الامر واسع فی ترکیب الآیتین ولکل وجہۃ ہو مولیہا۔ والناس فیما یختلفون مذاہب ۱۲ منہ

[3] الضمیر الی بدر بمعنی القمر الکامل باعتبار صنعۃ الاستخدام ای کانوا اربعۃ عشر ۱۲ منہ

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ

اور ہم تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے اور فاقہ سے اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے اور آپ ایسے صابرین کو

الصّٰبِرِیۡنَ ۙ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ ؕ اُولٰٓئِكَ عَلَیۡهِمۡ

بشارت سنا دیجیے کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں ان لوگوں پر خاص خاص

صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ ۝

رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے ہونگی اور عام رحمت بھی ہوگی اور یہی لوگ ہیں جن کی رسائی ہوگئی۔

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ ولنبلونکم بشیء الخ قال العبد الضعیف دل علی کون المجاهدۃ الاضطراریۃ نافعۃ ایضا انتہی القول

قولہ تعالیٰ انا للہ الخ قال العبد الضعیف ھو علاج للمصائب ومنها القبض انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ ولنبلونکم بشیء الخ اس میں دلالت ہے کہ مجاہدۂ اضطراریہ بھی نافع ہوتا ہے

قولہ تعالیٰ انا للہ وانا الیہ راجعون الخ تمام مصائب کا علاج ہے ان میں سے قبض بھی ہے

موت کا ایک اثر برخلاف معمولی مُردوں کے اس کے جسد ظاہری تک بھی پہنچا ہے کہ اس کا جسد باوجود مجموعہ گوشت و پوست ہونے کے خاک سے متاثر نہیں ہوتا اور مثل جسد زندہ کے صحیح سالم رہتا ہے جیسا کہ احادیث اور مشاہدات شاہد ہیں پس اس امتیاز کی وجہ سے شہداء کو احیاء کہا گیا اور ان کو دوسرے اموات کے برابر اموات کہنے کی ممانعت کی گئی اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کے ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں پھر شہداء پھر اور معمولی مردے البتہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اولیاء و صالحین بھی اس فضیلت میں شہداء کے شریک ہیں سو مجاہدہ نفس میں مرنے کو بھی معنی شہادت میں داخل سمجھیں گے اس طور پر وہ بھی شہداء ہوئے یا یوں کہا جاوے کہ تخصیص شہداء کی عام مردوں کے اعتبار سے اضافی ہے ان کے خواص کے اعتبار سے حقیقی نہیں اور اگر کسی شخص نے کسی شہید کی لاش کو خاک خوردہ پایا ہو تو سمجھ لے کہ ممکن ہے کہ اس کی نیت خالص نہ ہو جس پر مدار ہے قتل کے شہادت ہونے کا اور صرف قتل شہادت نہیں ہے اور اگر فرضاً ایسا شہید خاک خوردہ پایا جاوے جس کا قتل فی سبیل اللہ اور اس کا جامع شرائط شہادت ہونا دلیل قطعی تواتر وغیرہ سے ثابت ہو (جس کا شبہ صاحب روح المعانی کو ہوگیا ہے) تو اس کی وجہ میں کہا جاوے گا کہ حدیث میں حرمت جسد شہید علی الارض وارد ہے غیر ارض سے غیر متاثر ہونا وارد نہیں چنانچہ دوسرے اجسام مرکبہ مثل اسلحہ وادویہ و اغذیہ و اخلاط و اجسام بسیطہ مثل آب و آتش و ہوا و کی تاثیر انبیاء علیہم السلام کے اجساد میں ثابت ہے اور شہداء کی حیات بعد الممات انبیاء کی حیات بعد الممات سے اقوی نہیں اور بعض حصہ ارض میں بعض اجزاء غیر ارضیہ بھی شامل ہو جاتے ہیں جس طرح دوسرے عناصر میں بھی مخالف عناصر شامل ہو جاتے ہیں سو اگر ان اجزاء غیر ارضیہ سے ان کے اجساد متاثر ہو جائیں تو اس سے ان احادیث پر اشکال نہیں ہوتا جن میں حرمت اجساد علی الارض وارد ہے اور ایک جواب یہ ہے کہ امتیاز اجساد شہداء کے لئے یہ بھی کافی ہے کہ دوسرے اموات سے زیادہ مدت تک ان کے اجساد خاک سے متاثر نہ ہوں گو کسی وقت میں ہو جاویں اور احادیث سے یہی امر مقصود کہا جاوے کہ انکی محفوظیت اجساد کی خارق عادت ہے اور خرق عادت کی دونوں صورتیں ہیں حفظ مؤبد اور حفظ طویل اور چونکہ برزخ حواس سے مدرک نہیں ہوتا اس لئے لا تشعرون فرمایا گیا

ربط مواقع صبر میں سے بڑے واقعہ کو بیان کر کے اس سے چھوٹے واقعات کا آگے بیان فرماتے ہیں جس سے یہ بھی معلوم ہو جاوے گا کہ ہمارے دربار میں صبر کی اعلیٰ قسم کی طرح اس سے ادنیٰ قسم کی بھی قدر ہے **فضیلت صبر و بعضے از مواقع آں** وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ (الیٰ قولہ) وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ ۝ اور (دیکھو) ہم (صفت رضا و تسلیم میں جو کہ مقتضے ایمان کا ہے) تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے (جو کہ ہجوم مخالفین یا نزول حوادث و شدائد سے پیش آوے) اور (کسی قدر فقر و) فاقہ سے اور (کسی قدر) مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے (مثلاً مواشی مر گئے یا کوئی آدمی مر گیا یا بیمار ہو گیا یا پھل اور کھیتی کی پیداوار تلف ہو گئی پس تم صبر کرنا) اور (جو لوگ ان امتحانوں میں پورے اتر آویں

النحو ۔ وبشر الصابرین خطاب للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ہو من باب یوسف اعرض عن ہذا واستغفری لذنبک والعطف علی جملۃ محذوفۃ مفہومۃ من قولہ تعالیٰ ولنبلونکم الخ ای فاصبر وا ۱۲

ملحقات الترجمہ ۱؎ قولہ خاک خوردہ پایا ہو الخ فاندفع بہذا الجواب ما ذکرہ صاحب روح المعانی خلافاً لحرمۃ اجسادہم علی الارض الواردۃ فی الاحادیث ۲؎ قولہ کسی قدر مراد ان العلۃ حکم التکبیر ایضاً ۱۲

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ

تحقیقاً صفا اور مروہ منجملہ یادگار خداوندی ہیں سو جو شخص حج کرے بیت اللہ کا یا عمرہ کرے اس پر ذرا بھی گناہ نہیں ان دونوں کے

يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ۝

درمیان آمد و رفت کرنے میں اور جو شخص خوشی سے کوئی امر خیر کرے تو حق تعالیٰ قدردانی کرتے ہیں خوب جانتے ہیں

اور مستقل رہیں تو آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجئے (جن کی یہ عادت ہے) کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ (دل سے سمجھ کر یوں) کہتے ہیں کہ ہم تو (مع مال و اولاد حقیقۃً) اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں (اور مالک حقیقی کو اپنی ملک میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار حاصل ہے اس سے مملوک کو تنگ ہونا کیا معنے) اور ہم سب (دنیا سے) اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں (سو یہاں کے نقصانوں کا بدلہ وہاں جا کر مل رہے گا اور جو مضمون بشارت کا ان کو سنایا جاوے گا وہ یہ ہے کہ) ان لوگوں پر (جدا جدا) خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے (مبذول) ہونگی اور (سب پر بالاشتراک) عام رحمت بھی ہوگی اور یہی لوگ ہیں جن کی (حقیقت حال تک) رسائی ہوگئی (کہ حق تعالیٰ کو مالک اور نقصان کا تدارک کر دینے والا سمجھ گئے) **ف** اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بندوں کا امتحان ہوتا ہے اس کی حقیقت آیت واذ ابتلی ابراہیم ربہ کی تفسیر میں گذر چکی ہے اور قبل وقوع واقعات خبر دے دینے میں یہ فائدہ ہوا کہ صبر آسان ہو جاتا ہے ورنہ دفعۃً کوئی صدمہ پڑنے سے زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور یہ خطاب ساری امت کو ہے تو سب کو سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا دار المحن ہے یہاں کے حوادث کو عجیب اور بعید نہ سمجھا جاوے تو بے صبری نہ ہوگی اور چونکہ یہ لوگ نفس عمل صبر میں سب مشترک ہیں اس لئے اس کا صلہ مشترکہ تو عام رحمت ہے جو نفس صبر پر موعود ہے اور چونکہ مقدار اور شان اور خصوصیت ہر صابر کے صبر کی جدا ہے اس لئے ان خصوصیات کا صلہ جدا جدا خاص عنایتوں سے ہوگا جو ان خصوصیات پر موعود ہیں جیسے دنیا میں مواقع انعام پر دعوت طعام تو عام ہوتی ہے پھر روپے اور جوڑے ہر ایک کو علی قدر الحیثیت والخدمت دیئے جاتے ہیں اور جو مضمون صابرین کی طرف سے نقل فرمایا ہے حقیقت میں مقصود اس کی تعلیم ہے اور یہ مضمون علاوہ مثمر ثواب ہونے کے اگر دل سے سمجھا جاوے تسکین قلب میں بھی نہایت قوی الاثر ہے **ربط** آیات متقدمہ میں واذ ابتلی سے دور تک خانہ کعبہ کا مفصل مذکور ہوا ہے جن کے اول میں خانہ کعبہ کے معبد ہونے کا بیان تھا اور اس سے آگے دعائے ابراہیمی کی حکایت تھی کہ انہوں نے اس کے متعلق تعلیم مناسک کی درخواست کی تھی اور مناسک میں حج و عمرہ بھی داخل ہے پس بیت اللہ کا معبد ہونا جیسے ان کے قبلہ نماز بننے سے ہے ایسے ہی اس کے مقصد حج و عمرہ ہونے سے بھی پس جب آیات متقدمہ کے آخر میں جو ابھی گذری ہیں اس کے قبلہ ہونے کی بحث مذکور ہوئی اور اسی سلسلہ میں فضائل صابرین کے بیان کر دیئے گئے اب آیت آئندہ میں اس کے مقصد حج و عمرہ بننے کے متعلق ایک مضمون کا بیان ہے وہ یہ کہ صفا و مروہ دو پہاڑیاں مکہ میں ہیں حج و عمرہ میں کعبہ کا طواف کر کے ان کے درمیان میں بھی دوڑتے چلتے ہیں جس کو سعی کہتے ہیں چونکہ زمانہ جاہلیت میں بھی یہ سعی ہوتی تھی اس لئے بعض مسلمانوں کو شبہ پڑ گیا کہ شاید یہ افعال جاہلیت سے ہو اور موجب گناہ ہو اور بعض جاہلیت میں ہی گناہ سمجھتے تھے انکو یہ شبہ ہوا کہ شاید اسلام میں بھی گناہ ہو اللہ تعالیٰ کو یہ شبہ دفع فرمانا مقصود ہے پس مضمون سابق کعبہ کے قبلہ نماز ہونے پر اعتراض کفار کا دفع کرنا تھا اور مضمون لاحق کعبہ کے مقصد حج و عمرہ ہونے کے ایک متعلق امر یعنی صفا و مروہ کی سعی پر شبہ مومنین کا ازالہ فرمانا ہے یہ وجہ دونوں مضمونوں میں ربط کی ہے **ازالہ شبہ بر سعی صفا و مروہ** إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ (الی قولہ) فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ۝ (صفا

النحو قولہ تطوع خیرا قال البیضاوی خیر انصب علی انہ صفۃ مصدر محذوف او بحذف الجار وایصال الفعل الیہ او بتعدیۃ الفعل لتضمنہ معنی اتی او فعل ۱۲

الفقہ استدل احمد علی الندب بنفی الجناح والمتبادر منہ عدم اللزوم وھم کونہ مندوبا القولہ شعائر اللہ والجواب عن فائدۃ ہذا العنوان نفی توہم الجناح فیہ وعلم وجوبہ بدلیل آخر کما اخرج الطبرانی عن ابن عباس قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال ان اللہ تعالیٰ کتب علیکم السعی فاسعوا فیرون الشافعی ومالک محمولا علی الرکنیۃ وابو حنیفۃ لظنیتہ سندہ حملہ علی الوجوب ۱۲ من روح المعانی

الروایات فی الباب منقول عن البخاری قال عاصم بن سلیمان سالت انسا عن الصفا والمروۃ قال کنا نری انہما من امر الجاہلیۃ فلما جاء الاسلام امسکنا عنہما فانزل اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ وعن البخاری فی حدیث طویل عن عائشۃ ان الانصار قبل ان یسلموا کانوا یہلون لمناۃ الطاغیۃ وکان من اہل تہلل یتحرج ان یطوف بین الصفا والمروۃ فسالوا عن ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالوا یا رسول اللہ انا کنا نتحرج الی قولہ فانزل اللہ تعالیٰ الآیۃ قلت واشرت فی تقریر الربط الی کلا الوجہین فافہم ۱۲

الملحقات الترجمۃ ۱؎ قولہ ایسے صابرین فاللام للعہد ۱۲ ۲؎ قولہ ہم تو مع مال و اولاد اشارۃ الی ان الحکم مع الغیر من کل باب ۱۲ ۳؎ قولہ مالک حقیقی فلا یرد ان مع کوننا مالکین لبعض الاشیاء لا یجوز لنا ان نتصرف فیہ کیف نشاء لکل عبد ما شاء ۱۲ ۴؎ قولہ خاص خاص الی قولہ عام فلم یقع التکرار والعطف علی حمل الاول علی خاص خاص حسب استعداد الصابرین والثانی علی العام جمع الصلوات ووحد الرحمۃ ولم یغیر معنی الصلوۃ من الرحمۃ کما علیہ اکثر اہل اللغۃ ان اصل الصلوۃ الدعاء ومن اللہ الرحمۃ ولک ان تقول کما قال صاحب الکشاف ان الصلوۃ الحنو والتعطف فوضعت موضع الرأفۃ وجمع بینہا وبین الرحمۃ کقولہ تعالیٰ رأفۃ ورحمۃ رؤف رحیم والمعنی علیہم رأفۃ بعد رأفۃ ورحمۃ ای رحمۃ

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ

جو لوگ اخفا کرتے ہیں ان مضامین کا جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ واضح ہیں اور ہادی ہیں اس حالت کے بعد کہ ہم ان کو کتاب میں عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں

أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ

ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں اور لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں مگر جو لوگ توبہ کر لیں اور اصلاح کر دیں اور ظاہر کر دیں تو ایسے لوگوں پر میں متوجہ

عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ○ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ

ہو جاتا ہوں اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کر لینا اور مہربانی فرمانا البتہ جو لوگ اسلام نہ لاویں اور اسی حالت غیر اسلام پر مر جاویں ایسے لوگوں پر لعنت اللہ تعالیٰ کی

اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ○

اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی بھی سب کی وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی میں رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ ہونے پاوے گا اور نہ ان کو مہلت دی جاوے گی

و مروہ کی سعی میں کوئی شبہ نہ کرو کیونکہ) تحقیقاً صفا اور مروہ (اور ان کے درمیان میں سعی کرنا) منجملہ یادگار (دین) خداوندی ہیں سو جو شخص حج کرے بیت اللہ کا یا (اس کا) عمرہ کرے اس پر ذرا بھی گناہ نہیں (ہوتا جیسا تم کو شبہ ہو گیا) ان دونوں کے درمیان (حسب قاعدۂ معلومہ) آمد و رفت کرنے میں (جس کا نام سعی ہے اور گناہ کیا بلکہ ثواب ہوتا ہے کیونکہ یہ سعی تو شرعاً امر خیر ہے) اور (ہمارے ہاں کا ضابطہ ہے کہ) جو شخص خوشی سے کوئی امر خیر کرے تو حق تعالیٰ (اس کی بڑی) قدر دانی کرتے ہیں (اور اس خیر کرنے والے کی نیت و خلوص) خوب جانتے ہیں (پس اس ضابطہ کی رو سے سعی کرنے والے کو علیٰ قدر الخلوص ثواب عنایت ہوگا)

ف حج اور عمرہ اور سعی کا طریقہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے اور یہ سعی امام احمدؒ کے نزدیک سنت مستحبہ ہے اور مالکؒ و شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے کہ ترک سے ایک بکری ذبح کرنا پڑتی ہے ربط اوپر بحث قبلہ کے ضمن میں صاحب قبلہ کی نبوت کے متعلق اہل کتاب کے کتمان حق کرنے کا مضمون مذکور تھا اس آیت میں اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ (الیٰ قولہ) لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ آگے اس مضمون کی تتمیم کے واسطے کتمان حق کرنے والوں کی اور اس پر اصرار کرنے والوں کی وعید اور توبہ کرنے پر معافی کا وعدہ ارشاد فرماتے ہیں

وعید کتمان حق واصرار برآں مع وعدۂ عفو تائب اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ (الیٰ قولہ) وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ ○ جو لوگ اخفا کرتے ہیں ان مضامین کا جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ (اپنی ذات میں) واضح ہیں اور (دوسروں کے لئے) ہادی ہیں (اور اخفا بھی) اس (حالت) کے بعد کہ ہم ان (مضامین) کو کتاب (الٰہی توراۃ و انجیل) میں (نازل فرما کر) عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں (کہ اپنی رحمت خاصہ سے ان کو بعید کر دیتے ہیں) اور (دوسرے) بہتیرے لعنت کرنے والے بھی (جن کو اس فعل سے نفرت ہے) ان پر لعنت بھیجتے ہیں (کہ ان پر بد دعا کرتے ہیں) مگر جو لوگ (ان اخفا کرنے والوں میں اپنی اس حرکت سے) توبہ (یعنی حق تعالیٰ کے روبرو گذشتہ سے معذرت) کر لیں اور (جو کچھ ان کے اس فعل سے خرابی ہو گئی تھی آئندہ کے لئے اس کی) اصلاح کر دیں اور (اس اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ ان اخفا کئے ہوئے مضامین کو عام طور پر) ظاہر کر دیں (تاکہ سب کو اطلاع ہو جاوے اور اس پر بار اضلال نہ رہے اور اظہار معتبر عند الشرع یہ ہے کہ اسلام لے آویں کیونکہ اسلام نہ لانے میں نبوت محمدیہ کے متعلق عوام پر بھی حق مخفی رہے گا وہ یہی سمجھیں گے کہ اگر نبوت حق ہوتی تو یہ کتاب جاننے والے لوگ کیوں نہ اعتقاد لاتے خلاصہ یہ کہ یہ لوگ مسلمان ہو جاویں)

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ ان الذین یکتمون ما انزلنا الآیۃ قال العبد الضعیف دل علی ذم من یکتم علوم المعاملۃ من غیر مریدیہ فانہا مما انزل اللہ نعم یجوز ان یکتم علوم المکاشفۃ فانہا لیست منزلۃ انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ ان الذین یکتمون ما انزلنا الخ اس میں دلالت ہے اس شخص کی مذمت پر جو اپنے مریدوں کے سوا دوسروں سے علوم معاملہ کو چھپاوے کیونکہ یہ علوم نازل اللہ میں داخل ہیں البتہ علوم مکاشفہ کے چھپانے کا امر کیا جاوے گا کیونکہ وہ منزل نہیں ہیں اور بعض اوقات اس کے اظہار میں فتنہ ہو جاتا ہے)

الروایات فی لباب النقول اخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم من طریق سعید او عکرمۃ من ابن عباس قال سأل معاذ بن جبل و سعد بن معاذ و خارجۃ بن زید نفرا من احبار یہود عن بعض ما فی التوراۃ فکتموہم ایاہ و ابوا ان یخبروہم فانزل اللہ فیہم ان الذین یکتمون الآیۃ ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ ذرا افادہ ولا التی لنفی الجنس ۱۲

۲ قولہ قدردانی کرتے ہیں حملا لاسم الفاعل علی المحال ۱۲

۳ قولہ جو کہ اپنی ذات میں الخ اشارۃ الی الفرق بین البینات و الہدیٰ بان الاول صفۃ للکتاب بالقیاس الیٰ نفسہ و الثانی باعتبار غیرہ من المکلفین ولما کان الدلائل الواضحۃ طریقا الی الہدیٰ والمقصود یکون واحدا وان تعدد الطرق ناقص وحدۃ الہدیٰ و جمع البینات و بقولہ جو اشارۃ الی کون من بیانیۃ و بقولہ اور ہادی اشارۃ الی ان المصدر بمعنی اسم الفاعل ۱۲ ۴ قولہ ان مضامین ترجمۃ ضمیر اورد فی انزلناہ بالجمع نظرا الی معنی ما ۱۲ ۵ قولہ بہتیرے اشارۃ الی کون الاستغراق عرفیا ۱۲

۶ قولہ طریقہ یہ ہے اشارۃ الیٰ کون العطف تفسیریا ۱۲

۷ قولہ اسلام لے آویں والقرینۃ علیہ مقابلتہ بقولہ کفروا ما بعدہ مع قیام الدلائل الشرعیۃ علیہ ۱۲

ع ۱۹ / ۱۱

وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ○ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ

اور جو تم سب کے معبود بننے کا مستحق ہے وہ تو ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں رحمٰن ہے رحیم ہے بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے

وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ

بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے میں اور جہازوں میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیزیں لے کر

وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ

اور پانی میں جس کو اللہ تعالےٰ نے آسمان سے برسایا پھر اس سے زمین کو تروتازہ کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے اور ہر قسم کے حیوانات اس میں پھیلا دیئے

وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ○

اور ہواؤں کے بدلنے میں اور ابر میں جو زمین و آسمان کے درمیان مقید رہتا ہے دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں

تو ایسے لوگوں (کے حال) پر میں (عنایت سے) متوجہ ہو جاتا ہوں (اور ان کی خطا معاف کر دیتا ہوں) اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کر لینا اور مہربانی فرمانا (کوئی توبہ کرنے والا ہو نا چاہیئے) البتہ جو لوگ (ان میں سے) اسلام نہ لاویں اور اسی حالت غیر اسلام پر مر جاویں ایسے لوگوں پر (وہ) لعنت (مذکورہ) اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں اور آدمیوں کی بھی سب کی (اپنے طور پر برسا کرے گی کہ) وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی (لعنت) میں رہیں گے (حاصل یہ کہ وہ جہنم میں ہمیشہ کے لئے داخل ہونگے اور ہمیشہ کا جہنم میں رہنے والا ہمیشہ ہی خدا کی خاص رحمت سے دور بھی رہیگا اور ہمیشہ ملعون رہنا بھی ہے اور ہمیشگی لعنت کے ساتھ یہ بھی ہے کہ داخل ہونے کے بعد کسی وقت) ان (پر) سے (جہنم کا) عذاب ہلکا (بھی) نہ ہونے پاویگا اور نہ (داخل ہونے کے قبل) ان کو (کسی میعاد تک) مہلت دی جاویگی (کیونکہ میعاد اس وقت دی جاتی ہے جب کہ مقدمہ میں کچھ گنجائش ہو اور گنجائش نہ ہونے میں طول ہی دینے میں حکم سزا ہو جاتا ہے) **ربط** آیت بالا میں کتمان حق پر جو وعید مذکور ہوئی ہر چند کہ ہر حق کے باب میں لفظاً عام ہے لیکن بقرینہ جملہ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم اس کی مذکور تفسیر کے اعتبار سے باقتضاء خصوصیت مقام زیادہ مقصود بالنظر مسئلہ رسالت محمدیہ علی صاحبہا الف الف سلام و تحیہ ہے پس اس لحاظ سے آیت بالا میں اثبات ہوا مسئلہ رسالت کا چونکہ اعتقاد توحید و اعتقاد رسالت دونوں اعتبار شرع میں متلازم ہیں اس لئے آیت آئندہ میں مسئلہ توحید کی تقریر فرمائی جاتی ہے **تقریر توحید** وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ○ اور (ایسا معبود) جو تم سب کے معبود بننے کا مستحق ہے وہ تو ایک ہی معبود (حقیقی) ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (وہی) رحمان ہے رحیم ہے (اور کوئی ان صفات میں کامل نہیں اور بدون کمال صفات معبودیت کا استحقاق باطل پس بجز معبود حقیقی کے کوئی اور مستحق عبادت نہ ہوا) **ربط** مشرکین عرب نے جو یہ آیت والھکم الٰہ واحد اپنے عقیدہ کے خلاف سنی تو تعجب سے کہنے لگے کہ کہیں سارے جہان کا ایک معبود بھی ہو سکتا ہے اور اگر یہ دعویٰ صحیح ہے تو کوئی دلیل پیش کرنا چاہیئے حق تعالےٰ آگے دلیل توحید فرماتے ہیں **دلیل توحید** إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (الیٰ قولہ) لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ○ بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے میں اور جہازوں (کے چلنے) میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیزیں (اور اسباب) لے کر اور (بارش کے) پانی میں جس کو اللہ تعالےٰ نے آسمان سے برسایا پھر اس (پانی) سے زمین کو تروتازہ کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے (یعنی اس میں نباتات پیدا کئے) اور (ان نباتات سے) ہر قسم کے حیوانات اس (زمین) میں

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ لآیات لقوم یعقلون قال العبد الضعیف فیہ اصل للمراقبۃ نھی القول

ترجمہ

قولہ تعالےٰ

لآیات لقوم یعقلون ان آیا اس سے مراقبہ کی (کیوں کہ یہ استدلال بالمصنوعات علی الصانع ہاں پر موقوف ہے)

الروایات فی باب منقول اخرج سعید بن منصور فی سننہ والفریابی فی تفسیرہ والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی الضحیٰ قال لما نزلت والھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم تعجب المشرکون وقالوا ان الٰہا واحدا لئن کان صادقا فلیأتنا بآیۃ فانزل اللہ ان فی خلق السموات والارض الیٰ قولہ یعقلون ثم اوردہ شیخنا عن ابن ابی حاتم وابی الشیخ وابن مردویہ ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱؎ قولہ مذکورہ حملا للاضافۃ علی العہد ۱۲ **۲؎ قولہ** سب کی یکون جمیعن مفید المجموع لا شاملا للافراد بہا وہذا المجموع ہو المراد بقولہ اللاعنون ومحصل الکلام ان اجمعین لا یراد بہ کل انسان انسان وکل ملک ملک لان کلہم لا یلعن فقال بعض الملائکۃ لا شغل لہم بہم وبعض الانسان ہم اہل المسلمین لا انکارہم علیہم بل المراد مجموع اللاعنین من الفریقین ۱۲ منہ **۳؎ قولہ** ایسے طور پر ای فیہ کونہ حالا ۱۲ **۴؎ قولہ** رہا کرے گی کما تدل الجملۃ الاسمیۃ علی الثبات والدوام ۱۲ **۵؎ قولہ** جہنم کا عذاب یکون اللام للعہد والمعہود ہو المدلول بقولہ لعنۃ اللہ فان اللعنۃ ملزومۃ للعذاب ۱۲ **۶؎ قولہ** تم سب کے معبود بننے کا مستحق قال البیضاوی خطاب عام ای المستحق منکم العبادۃ واحد الخ قال عبد الحکیم اشارۃ الی توجیہ الحکم بالوحدۃ مع تعدد الآلہۃ ۱۲ **۷؎ قولہ** اور کوئی ان صفات میں الخ اقتباس من البیضاوی قال الرحمٰن الرحیم کالحجۃ علیہا ۱۲ **۸؎ قولہ** تروتازہ کیا حمل علی المجاز ۱۲

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا

اور ایک آدمی وہ ہیں جو علاوہ خدا تعالےٰ کے اوروں کو بھی شریک قرار دیتے ہیں ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ضروری ہے اور جو مؤمن ہیں ان کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت

لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝

ہے اور کیا خوب ہوتا اگر یہ ظالم جب کسی مصیبت کو دیکھتے تو سمجھ لیا کرتے کہ سب قوت اللہ تعالےٰ ہی کو ہے اور یہ کہ اللہ تعالےٰ کا عذاب سخت ہوگا

پھیلا دیئے (کیونکہ حیوانات کی زندگی اور توالد و تناسل سب غذائے نباتی کی بدولت ہے) اور ہواؤں کی سمتیں اور کیفیتیں بدلنے میں (کہ کبھی پروا ہے کبھی پچھوا کبھی گرم ہے کبھی سرد) اور ابر (کے وجود) میں جو زمین و آسمان کے درمیان مقید (اور معلق) رہتا ہے (ان تمام چیزوں میں) دلائل (توحید کے موجود) ہیں ان لوگوں کے (استدلال کے) لئے جو عقل (سلیم) رکھتے ہیں **ف۱** اس استدلال عقلی کا مختصر طریق یہ ہے کہ یہ اشیاء مذکورہ سب ممکن الوجود ہیں بعض تو بداہۃً بسبب مشاہدہ وجود بعد العدم یا تغیر و تبدل احوال کے اور بعض بدلیل ترکیب من الاجزاء یا افتقار بعض الی البعض کے اور ممکن بوجہ تساوی الوجود و العدم ہونے کے محتاج ہوتا ہے کسی مرجح کا وہ مرجح اگر ممکن ہے تو اس میں پھر یہی کلام ہوگا تو قطع تسلسل محال کے لئے انتہاء واجب ہے کسی واجب الوجود کی طرف یہ تو دلیل ہے وجود صانع کی آگے رہا اس کا واحد ہونا سو اس کی تقریر یہ ہے کہ اگر نعوذ باللہ متعدد مثلاً دو فرض کئے جاویں تو ان میں سے کسی کا عاجز ہونا ممکن ہے یا دونوں کا قادر ہونا ضروری ہے شق اول محال ہے کیونکہ عجز منافی ہے وجوب وجود کے اور شق ثانی پر اگر ان میں سے ایک نے کسی امر کا مثلاً ایجاد زید کا ارادہ کیا تو دوسرا اس کے خلاف کا ارادہ کر سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں کر سکتا تو اس کا عجز لازم آوے گا جو منافی وجوب وجود کے ہے اور اگر کر سکتا ہے تو اس پر ترتب مراد کا ضروری ہے یا نہیں اگر ضروری نہیں تو تخلف مراد کا ارادۂ قادر مطلق سے لازم آوے گا جو کہ محال ہے اور اگر ضروری ہے تو دو مختلف مرادوں کا اجتماع لازم آوے گا کیونکہ ایک واجب کے ارادہ پر ایک مراد مرتب ہوا دوسرے واجب کے ارادہ پر دوسرا مراد اس مراد اول کی ضد مرتب ہوا تو اجتماع ضدین لازم آیا اور وہ محال اور مستلزم محال کو محال ہے تو تعدد واجب کا محال ہے پس وحدت واجب ہے اور یہی مطلوب تھا خوب سمجھ لو **ف۲** اسلام کے اصول یعنی توحید و رسالت مسائل عقلی ہیں جیسا آیت میں یعقلون اس طرف اشارہ ہے اور فروع کا عقلی ہونا ضروری نہیں البتہ کسی دلیل عقلی قطعی کے خلاف نہ ہونا ضرور ہے افسوس ہے آج کل نوخیز طبائع ان دونوں کو مخلوط کر کے عجب چکر میں پڑ جاتے ہیں جس کا اخیر انجام بد دینی ہے خوب سمجھ لو **ف۳** آسمانوں کا وجود ثابت ہے اور نفی کی دلیل کسی کے پاس نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ نظام طلوع و غروب میں آسمان کو دخل نہ ہو لیکن اس سے نفی وجود کی لازم نہیں آتی **ربط** اوپر کی آیات میں توحید کا اثبات تھا آگے مشرکین کی غلطی اور وعید کا بیان فرماتے ہیں **ذم مشرکین** وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ (الی قولہ) وَاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝ اور ایک آدمی وہ (بھی) ہیں جو علاوہ خدا تعالےٰ کے اوروں کو بھی شریک (خدائی) قرار دیتے ہیں (اور ان کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں اور) ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے (رکھنا) ضروری ہے (یہ حالت تو مشرکین کی ہے) اور جو مؤمن ہیں ان کو (صرف) اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے (کیونکہ اگر کسی مشرک کو یہ ثابت ہو جاوے کہ میرے معبود سے مجھ پر کوئی ضرر پڑے گا تو فوراً محبت منقطع ہو جاوے اور مؤمن باوجود اس کے کہ نافع و ضار حق تعالیٰ ہی کا معتقد ہے لیکن پھر بھی محبت و رضا اس کی باقی رہتی ہے نیز اکثر مشرکین مصیبت شدیدہ کے وقت اپنے شرکاء کو چھوڑ دیتے تھے اور مؤمنین من حیث الایمان مصیبت میں بھی خدا کو نہ چھوڑتے تھے اور محاورات میں ایسے قضایا باعتبار حالت غالبہ کے بھی صادق ہو سکتے ہیں) اور کیا خوب ہوتا

النحو و لو یری الذین ظلموا فی قراءۃ و تری بالفوقیۃ ای تبصر یا محمد الذین ظلموا مفعول و یرون مبالغ لفاعل و المفعول یبصرون العذاب لرأیت امرا عظیما و اذ بمعنی اذا و اَنّ ای لان القوۃ الخ من الجلالین و قرأ یعقوب ان بالکسر علی الاستئناف او اضمار القول ای قائلین ذلک ۱۲

الملحقات الترجمۃ ۱ قولہ جیسی محبت اللہ سے ضروری ہے فمعنی حب اللہ الحب الذی یجب ان یحصل بکما قالوا فی قولہ تعالیٰ الذین اتخذوا دینہم ہواہ ای الدین الذی کان یجب ان یکون فی ضبط ہذا التشبیہ باعتبار حالۃ النفع لانہم کانوا لا یذکرون اللہ فی النفع فلا یرد ان الحب الذی یجب حصولہ ہو ما

ذکر فی تفسیر ۲ قولہ من الرضا فی الشدائد الخ و لم یکونوا محبین الانداد بہذہ المشابہۃ فکیف شبہ حبہم للانداد بالحب الذی یجب حصولہ مع عدم الحدود من المشبہ بہ بل مطلق الحب الواجب اللہ الحب الواجب فی حالۃ النفع خاصۃ ذلک لبعض من المشرکین یحبون الانداد ہم فی حالۃ النفع کما یجب ان یحبوا اللہ تعالیٰ فی ہذہ الحالۃ و اما حالۃ الضر فلیس فیہم حب لہم و انما ہو للمؤمنین خاصۃ فافہم و من ۳ قولہ کیا خوب ہوتا حمل الکلمۃ علی التمنی لکثرۃ الاستعمال لکذا فسرہ استاذی رحمہ اللہ تعالےٰ فلا حاجۃ الی التقدیر فافہم ۱۲

مسائل السلوک
قولہ تعالیٰ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونہم کحب اللہ قال العبد الضعیف فیہ اصل لاطلاقاتہم الشرک علی الاشراکۃ فی الحب انتہی القول قولہ تعالیٰ والذین امنوا اشد حباً للہ قال العبد الضعیف فیہ دلیل علی عدم تنافی مطلق المحبۃ للغیر لمحبۃ اللہ تعالیٰ انتہی القول

ترجمہ
قولہ تعالیٰ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونہم کحب اللہ اس میں اصل ہے اس کی کہ شرکت فی المحبت پر اطلاق شرک کا کرتے ہیں
قولہ تعالیٰ والذین امنوا اشد حباً للہ اس میں دلالت ہے کہ مطلق محبت غیر اللہ کی محبت اکیدہ کی منافی نہیں (جیسا کہ لفظ اشد سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی درجہ میں دوسرے کی بھی محبت ہے)

تفسیر دلیل عقلی بر وجود و وحدت صانع
اصول اسلام عقلی
وجود آسمان و نفی وجود

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ○

جبکہ وہ لوگ جنکے کہنے پر دوسرے چلتے تھے اُن لوگوں سے صاف الگ ہوجاویں گے جو انکے کہنے پر چلتے تھے اور سب عذاب کا مشاہدہ کرلیں گے اور باہم انمیں جو تعلقات تھے اسوقت سب قطع ہو

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ

اور یہ تابع لوگ یوں کہنے لگیں گے کسی طرح ہم سب کو ذرا ایک دفعہ جانا مل جاوے تو ہم بھی ان سے صاف الگ ہوجاویں جیسا یہ ہم سے صاف الگ ہو بیٹھے اللہ تعالیٰ یوں ہی ان کی بداعمالیوں

ع ۲۰

اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ○

کو خالی ارمان کرکے اُن کو دکھلادیں گے اور اُن کو دوزخ سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔

اگر یہ ظالم (مشرکین) جب (دنیا میں) کسی مصیبت کو دیکھتے تو (اس کے وقوع میں غور کرکے) یہ سمجھ لیا کرتے کہ سب قوت حقتعالیٰ ہی کو ہے (اور دوسرے سب اس کے سامنے عاجز ہیں چنانچہ اس مصیبت کو نہ کوئی روک سکا نہ ٹال سکا اور نہ ایسے وقت میں اور کوئی یاد رہا) اور (اُس مصیبت کی شدت میں غور کرکے) یہ (سمجھ لیا کرتے) کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب (آخرت میں کہ دار الجزا ہے اور بھی) سخت ہوگا (تو اس طرح غور کرنے سے تراشیدہ معبودوں کا عجز اور حقتعالیٰ کی قدرت وعظمت منکشف ہوکر توحید و ایمان اختیار کرلیتے) ف غور کرنے کے واسطے جو مصیبت کا وقت ذکر میں خاص کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے ہی وقت میں غیر اللہ کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتے تھے اس لئے اس وقت کو یاد دلا کر متنبہ فرماتے ہیں کہ جیسے اسوقت کسی قدر روبراہ ہو جاتے ہو اگر قدرے نظر صحیح سے کام لو تو اُسوقت ضرور توحید کا حق ہونا منکشف ہوجاوے اور توحید پر ثبات نصیب ہو **ربط** اوپر عذاب آخرت کو سخت فرمایا ہے آگے اس سختی کی کیفیت کا بیان فرماتے ہیں **شدت عذاب آخرت** اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا الی قولہ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ○ (وہ سختی عذاب کی اسوقت معلوم ہوگی) جبکہ (ان مشرکین میں سے) وہ (ذی اثر) لوگ جنکے کہنے پر دوسرے (عوام) چلتے تھے اُن (عام) لوگوں سے صاف الگ ہو جاویں گے جو انکے کہنے پر چلتے تھے اور سب (خواص و عوام) عذاب کا مشاہدہ کرلیں گے اور باہم ان میں جو تعلقات تھے (کہ ایک تابع تھا دوسرا متبوع تھا وغیرہ وغیرہ) اسوقت سب قطع ہوجاویں گے (جیسے دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ جرم میں سب شریک و متفق ہوتے ہیں اور تنقیح مقدمہ کے وقت سب الگ الگ بچنا چاہتے ہیں حتٰے کہ باہم گر شناخت تک کے منکر ہو جاتے ہیں) اور (جب) یہ تابع لوگ (ان متبوعوں کی یہ طوطا چشمی دیکھیں گے تو بڑے جھنجلاویں گے اور تو کچھ نہ ہوسکے گا مگر جھلا کر) یوں کہنے لگیں گے کسی طرح ہم سب کو (دنیا میں) بس ذرا ایک دفعہ جانا مل جاوے تو ہم بھی اُن سے (اتنا بدلہ تو لے لیں کہ اگر یہ پھر ہم کو اپنے تابع ہونے کی ترغیب دیں تو ہم بھی اُن سے) صاف (ٹکا سا جواب دیکر) الگ ہوجاویں جیسا یہ ہم سے (اسوقت) صاف الگ ہو بیٹھے (اور کہدیں کہ جناب آپ وہی ہیں کہ عین موقع پر دیدہ شوئی کی تھی اب ہم سے کیا غرض حقتعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان تجویزوں اور سوچ بچاروں سے کیا ہاتھ آویگا فقط) اللہ تعالیٰ یوں ہی ان کی بداعمالیوں کو خالی ارمان (کے پیرایہ میں) کرکے ان کو دکھلادیں گے اور اُن (تابعین و متبوعین سب) کو دوزخ سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا (کیونکہ شرک کی سزا خلود فی النار ہے) ف اس عذاب میں کئی طرح کی شدت ثابت ہوئی اول عذاب دوزخ کا خود جسکا شدید ہے دوسرے ان متبوعین کے خشک جواب دینے سے اور اس وقت تابعین کو بجز غیظ و غضب اور تمنائے انتقام کے کچھ بن نہ پڑنے کی وجہ سے اور بالاشتراک سب پر حسرت واقع ہونے سے جو کہ روحانی عذاب ہے اس عذاب حسی میں معنوی شدت اور بڑھ گئی **ربط** اوپر اہل شرک کے عقیدہ کا ابطال تھا آگے اہل شرک کے بعض اعمال کا

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ کذٰلک یریھم اللہ اعمالھم حسرات قال العبد الضعیف فیہ اصل علی بعض التفاسیر مما یقولون من تمثل الاعمال انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ کذٰلک یریھم اللہ اعمالھم حسرات الخ اس میں بعض تفاسیر کی بناء پر اصل ہے اس کی کہ تمثل اعمال کے قائل ہوئے ہیں

ملحقات الترجمہ ۱؎ قولہ دنیا میں بہ تفسیر مولانا عبد العزیز رحمہ کما فی قولہ ولنذیقنھم من العذاب الادنٰی دون العذاب الاکبر وفی قولہ وما کان اللہ لیعذبھم الاٰیہ فیکون یرون اعم من البصریۃ ویکون یری قلبیۃ فافھم ۱۲

۲؎ قولہ کسی مصیبت حملا اللام علی الجنس ۱۲

۳؎ قولہ کسی طرح ہی کلمہ موضوعۃ فی لسانا للتمنی ۱۲

۴؎ قولہ کبھی افادہ السیاق فی خبر ما ۱۲

الکلام قولہ تعالیٰ وما ھم بخارجین دل تقدیم المسند الیہ علی الفعل متصلا بحرف النفی علی تخصیص النفی بالمسند الیہ و اثباتہ لغیرہ علی خروج العصاۃ من النار کما صرح بہ فی ما انت قلت کذا قال مولانا عبد العزیز ۱۲

الفقہ

استدل بقولہ اعمالھم کون الکفار مخاطبین بالفروع و اجیب بتخصیص الاعمال بالشرکیۃ والکفریۃ ۱۲

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُوا۟ مِمَّا فِى ٱلْأَرْضِ حَلَٰلًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ

اے لوگو جو چیزیں زمین میں موجود ہیں ان میں سے حلال پاک چیزوں کو کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو فی الواقع وہ تمہارا صریح دشمن

مُّبِينٌ ۝ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِٱلسُّوٓءِ وَٱلْفَحْشَآءِ وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

ہے وہ تو تم کو اُن ہی باتوں کی تعلیم کرے گا جو کہ بری اور گندی ہیں اور یہ کہ اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ کہ جس کی تم سند بھی نہیں رکھتے۔

بطلان ہے جیسے سانڈ کی تعظیم وغیرہ **ابطال تعظیم سوائب** يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُوا۟ مِمَّا فِى ٱلْأَرْضِ حَلَٰلًا طَيِّبًا (الی قولہ) وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ بعض مشرکین بتوں کے نام پر جانور چھوڑتے تھے اور اُن سے منتفع ہونے کو باعتقاد اُن کی تعظیم کے حرام سمجھتے تھے اور اپنے اس فعل کو حکم الٰہی اور موجب رضاء حق و وسیلہ تقرب الی اللہ بواسطہ شفاعت ان بتوں کے سمجھتے تھے حق تعالیٰ اس باب میں خطاب فرماتے ہیں کہ) اے لوگو جو چیزیں زمین میں موجود ہیں اُن میں سے (شرعی) حلال پاک چیزوں (کی نسبت اجازت ہے کہ اُن) کو کھاؤ (برتو) اور (اس نامزد کرنے سے اُن کی تحریم کا ارتکاب کرکے یا تحریم بطریق تعظیم کو حکم حق اور موجب قرب و رضائے حق الٰہی اعتقاد کرکے) شیطان کے قدم بقدم مت چلو فی الواقع وہ (شیطان) تمہارا صریح دشمن ہے (کہ ایسے ایسے خیالات و جہالات سے تم خسران ابدی میں گرفتار کر رکھا ہے اور دشمن ہونیکی وجہ سے) وہ تو تم کو اُن ہی باتوں کی تعلیم کریگا جو کہ (شرعاً) بُری اور گندی ہیں اور یہ (بھی تعلیم کریگا) کہ اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ جس کی تم سند بھی نہیں رکھتے (مثلاً یہی کہ ہم کو خدا تعالیٰ کا اسی طرح حکم ہے) **ف** سانڈ وغیرہ جو بتوں وغیرہ کے نام چھوڑ دیئے جاتے ہیں یا اور کوئی جانور بکرا مرغا وغیرہ کسی بزرگ یا اور کسی غیر اللہ کے نامزد کر دیا جاتا ہے اس کا حرام ہونا ابھی چار آیتوں کے بعد مَآ أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيْرِ ٱللَّهِ میں آتا ہے اس آیت یا ایہا الناس میں ایسے جانور کے حرام ہونیکی نفی کرنا منظور نہیں جیسا البعضوں کو شبہ ہوگیا ہے بلکہ اس آیت میں ایک خاص طور پر حرام کرنے کی نہی کرنا مقصود ہے یعنی تم جو ایسا فعل کرتے ہو جس سے حرمت ہو جائے یا اس تحریم سے غیر اللہ کی تعظیم کرتے ہو اور اس عمل کو موجب برکت و تقرب سمجھتے ہو اور اس سے منتفع ہونے کو موجب بے ادبی سمجھتے ہو پھر اس تحریم کو غیر قابل رفع یعنی مؤبد جانتے ہو یہ سب ممنوع اور منہی عنہ ہے پس نہ ایسے فعل کا جیسے خود سانڈ وغیرہ بتوں کے نام چھوڑنا یا کسی اور غیر اللہ کے نامزد کرنا ارتکاب کرو بلکہ اس کے حال پر رکھ کر کھاؤ پیو اور نہ اس کو مشروع سمجھو اور اگر ایسی حرکت جہالت سے ہو جاوے تو ایمان و توبہ و اصلاح نیت سے اس تحریم کو مرتفع سمجھو اور ظاہر ہے کہ تحریم للکرامۃ سے نہی اور تحریم للنجاسۃ کے اثبات میں کچھ تعارض نہیں احقر نے تفسیر کی جو تقریر کی ہے اُس میں بھی اس کو صاف کر دیا ہے اور ہم نے جو حلال اور گندی چیزوں میں شرعاً کی قید لگادی ہے اس سے کسی کو قیاس دوڑانے کی گنجائش نہیں رہی۔

ربط آیت گذشتہ میں بطلان طریق مشرکین کا بیان تھا آگے بطلان اس طریق کے برہان کا بیان ہے۔

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ کلوا مما فی الارض (الی قولہ) ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن قال بعض الضعیف فیہ ابطال للغلو فی المجاهدة ہتی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ کلوا مما فی الارض حلالا طیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطن من ہے ابطال ہے غلو فی المجاہدہ کا

اللغات حلالا طیبا یستطیبہ الشرع ۱۲ بیضاوی فہو توضیح للحلال ۱۲ عصام۔
خطوات ہو ما بین قدمی الخاطی ۱۲ بیضاوی ثم استعمل فی الاقتداء وان لم یکن ثمہ خطوۃ ۱۲ حاشیہ
السوء والفحشاء ما انکرہ العقل واستقبحہ الشرع والعطف لاختلاف الوصفین فانہ سوء لاغتمام العاقل بہ وفحشاء لاستقباحہ ایاہ ۱۲ بیضاوی ؛
البلاغۃ یأمرکم استعیر الامر لتزیینہ وبعثہ لہم علی الشر ۱۲ بیضاوی۔
الروایات فی روح المعانی نزلت فی المشرکین الذی حرموا علی انفسہم البحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام کما ذکرہ ابن جریر وابن عباس رض ۱۲

ملحقات الترجمۃ

سلہ قولہ اجازت ہے حملا للامر علی الاباحۃ لان المقصود النہی عن التحریم وادنی ما یرفعہ الاباحۃ
سلہ قولہ قدم بقدم راعی فیہ کون الخطوات جمعا لا علی ان المراد بالقدمین المذکورین فی قول قدم بقدم ہما قدما الشیطان بل علی ان ہذہ الکلمۃ لا تطلق الا فیما تکرر قدم المتبوع ۱۲ ؛

سلہ قولہ فی الواقع ہذہ الکلمۃ مستعملۃ فی لساننا بمعنی التحقیق ۱۲ ؛
سلہ قولہ مثلا یہی الخ لقولہ تعالیٰ واذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجدنا علیہا آباءنا واللہ امرنا بہا ۱۲۔
سلہ قولہ ف تم جو ایسا فعل کرتے ہو فالتحریم یستعمل تارۃ بمعنے مباشرۃ امر یوجب الحرمۃ کما فی قولہ لم تحرم ما احل اللہ لک تارۃ یستعمل بمعنے اعتقاد الحرمۃ کما فی قولہ تعالیٰ ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ فالمراد ہہنا ان کان المعنی الاول فلا اشکال ولا تعارض من التحریم المستفاد من قولہ تعالیٰ وما اہل بہ لغیر اللہ وان کان الثانی فیخصص باعتقاد الحرمۃ الخاصۃ التی منشاہا التعظیم فلا ینافی اعتقاد الحرمۃ التی منشاہا الاہانۃ والنجاسۃ فافہم فان المقام مزلۃ الاقدام ۱۲ ؛
سلہ قولہ گنجائش نہیں رہی لان الحلۃ والحرمۃ شرعیان ۱۲۔

عہ وانظر ما فی ملحقات الترجمۃ لقولہ تعالیٰ ما جعل اللہ من بحیرۃ الآیۃ من سورۃ المائدۃ ۱۲ منہ

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ

اور جب کوئی اُن لوگوں سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم بھیجا ہے اس پر چلو تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے کیا اگرچہ اُن کے باپ دادا

لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ○ وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ

نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں اور ان کافروں کی کیفیت اُس کیفیت کے مثل ہے کہ ایک شخص ہے وہ ایسے جانور کے پیچھے چلا رہا ہے جو بجز بلانے

إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ۚ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ○

اور پکارنے کے کوئی بات نہیں سنتا۔ یہ کفار بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو سمجھتے کچھ نہیں۔

ابطالِ دلیلِ مشرکین وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ (الیٰ قولہ) وَلَا يَهْتَدُونَ ○ اور جب کوئی ان (مشرک) لوگوں سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم (اپنے پیغمبر کے پاس) بھیجا ہے اُس پر چلو تو (جواب میں) کہتے ہیں (کہ نہیں) بلکہ ہم تو اسی (طریقہ) پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے (کیونکہ وہ لوگ اس طریقہ کے اختیار کرنے میں مامور من اللہ تھے حق تعالیٰ اُن پر رد فرماتے ہیں کہ) کیا (ہر حالت میں یہ لوگ اپنے باپ دادا ہی کے طریقہ پر چلیں گے) اگرچہ اُن کے باپ دادا (دین کی) نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ (کسی آسمانی کتاب کی) ہدایت رکھتے ہوں **ف** مطلب یہ کہ خود وہ باپ دادا ہی متمسک بامر اللہ نہ تھے اور تمسک کی دو صورتیں ہوتی ہیں صریح لفظ کتاب سے جسکو ہدایت سے تعبیر فرمایا اور علت حکم کے بواسطہ قیاس کے جسکو عقل سے تعبیر فرمایا سو وہ دونوں سے عاری تھے پس ایسے شخص کی تقلید کی کیا گنجائش ہے اور پھر تقلید بھی محل مسکوت عنہ میں نہیں بلکہ مورد دلیل میں اور خلاف دلیل کے اور اس سے یہ بھی مفہوم ہوگیا کہ اگر کسی بزرگ کی نسبت دلیل صحیح معتبر سے یہ ثابت ہو جاوے کہ اس کا قول مستند الی الدلیل الشرعی ہوتا ہے خواہ وہ دلیل شرعی نص ہو یا قیاس وہ شخص شرعاً اتباع اور تقلید کے قابل ہوتا ہے جب تک کہ اس کے قول کا کسی دلیل صحیح صریح سے معارض ہونا ثابت نہ ہو جاوے پس تقلید ائمہ مجتہدین کی مذمت میں اس آیت کو پڑھ دینا محض بے محل ہے بلکہ اس سے تو اور اس تقلید مجتہدین فی الدین کی تائید اور تقویت ہوتی ہے جیسا ابھی تقریر کر چکا ہوں **ربط** اوپر ان مشرکین کی بدفہمی کا بیان تھا جو منشا ہے حق قبول نہ کرنے کا آگے اس بدفہمی کے باب میں اُن کی ایک مثال مذکور ہوتی ہے۔

مثالِ سوءِ فہمِ مشرکین وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي (الیٰ قولہ) فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ○ اور ان کافروں کی کیفیت (نافہمی میں) اُس (جانور) کی کیفیت کے مثل ہے (جس کا ذکر اس مثال میں کیا جاتا ہے) کہ ایک شخص ہے وہ ایسے (جانور) کے پیچھے چلا رہا ہے جو بجز بلانے اور پکارنے کے کوئی (اور مضمون) بات نہیں سنتا (اسی طرح) یہ کفار (بھی ظاہری بات چیت تو سنتے ہیں لیکن کام کی بات سے بالکل) بہرے ہیں (گویا سنا ہی نہیں) گونگے ہیں

النحو: اولو کان آباءھم لو وصلیة والجملة مقدرة قبلها بعد الہمزة ای اتبعونہم ان کان آباؤہم الخ وقیل غیر ذلک ۱۲ ۞

البلاغة: واذا قیل لہم قال البیضاوی الضمیر للناس وعدل عن الخطاب عنہم للنداء علی ضلالتہم کانہ التفت الی العقلاء وقال لہم انظروا الی ہؤلاء الحمقی ماذا یجیبون اھ۔

الروایات: قال البیضاوی نزلت فی المشرکین امروا باتباع القرآن وسائر ما انزل اللہ من الحجج والآیات فجنحوا الی التقلید وقیل فی طائفة من الیہود اھ قلت الاول اوفق بالنظم والثانی اقوی روایة کما فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم من طریق سعید او عکرمة عن ابن عباس قال دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہود الی الاسلام ورغبہم فیہ وحذرہم عذاب اللہ ونقمتہ فقال رافع بن حرملة ومالک بن عوف بل نتبع یا محمد ما وجدنا علیہ آباءنا فہم کانوا اعلم وخیرا منا فانزل اللہ فی ذلک واذا قیل لہم اتبعوا ما انزل اللہ الآیة قلت ولا یبعد نزولہا فی الفریقین فان اللفظ عام والمحاجة کانت مع الفریقین واللہ اعلم ۱۲ ۞

ملحقات الترجمة ۱ قولہ کیونکہ وہ لوگ الی قولہ مامور من اللہ تھے علمہ بدلیل قولہ تعالیٰ فی الاعراف واذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا علیہا آباءنا واللہ امرنا بہا وفسرہا البیضاوی یعین بہذا التفسیر فحواہم لیس لنفی الاتباع لما انزل اللہ مطلقا بل لما انزل اللہ علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم خاصة لاسیما اذا کانت الآیة فی الیہود فانہم کانوا اہل التوراة وانما نفی اللہ تعالیٰ عن آباء الیہود العقل والاہتداء لعدم تمسکہم فی ہذہ الدعاوی الباطلة والامانی الفارغة بذلک الکتاب لکونہا علی خلاف سنتہ لکونہم لا کتاب لہم ولو کانت فی المشرکین یصح حملہا علی عدم کون الکتاب عندہم راسا ۱۲۔ ۲ قولہ جس کا ذکر اس مثال میں کیا جاتا ہے فیہ اشارة الی توجیہ الکلام بوجہ قریب حاصلہ کہذا ومثل الذین کفروا کمثل ہذا المنعوق باعتبار احد اجزائہ والمنعوق ہو ما ینعق بہ البہیمة وذلک الجزء ہو البہیمة وہذا کثیر الاستعمال فی جمیع الالسنة فلا یحتاج الی تقدیر شیء فتبصر وتشکر ۱۲۔ ۳ قولہ جانور کے پیچھے۔ راعی فیہ اصل اللغة ففی روح المعانی النعیق التصویت علی البہائم للزجر ۱۲۔ ۴ قولہ مضمون بات نہیں سنتا فالنفی یکون للمسموع کما ہو ظاہر الاستثناء لا للفہم کما تکلفوا ۱۲ ۞

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ اولو کان آباؤھم لا یعقلون شیئا ولا یہتدون قال العبد الضعیف فیہ ان من ثبت کونہ عاقلا مہتدیا اجمالا یجوز اتباعہ مطلقا وھذا اصل لاتباع المشائخ بلا تلعثم ولا تردد انتہی۔ قولہ تعالیٰ صم بکم الخ قال العبد الضعیف فیہ اثبات للمدارکات الروحانیة انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ اولو کان آباءھم لا یعقلون شیئا ولا یہتدون اس میں دلالت ہے اس پر کہ جس شخص کا صاحب عقل و ہدایت ہونا اجمالاً بھی ثابت ہو جاوے اس کا اتباع مطلقاً جائز ہے اور یہ اصل ہے بلا تردد مشائخ کے اتباع کرنے کی۔ قولہ تعالیٰ صم بکم عمی الخ اس میں مدرکات روحانیہ کا اثبات ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ اِنَّمَا

اے ایمان والو جو پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں اُن میں سے کھاؤ اور حق تعالیٰ کی شکرگذاری کرو اگر تم خاص ان کے ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو — اللہ تعالیٰ نے

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ

تو تم پر صرف حرام کیا ہے مردار کو — اور خون کو — اور خنزیر کے گوشت کو — اور ایسے جانور کو جو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو۔ پھر بھی جو شخص بیتاب ہو جاوے بشرطیکہ نہ تو

بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنیوالا ہو تو اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہوتا — واقعی اللہ تعالیٰ ہیں بڑے غفور رحیم

اگر کبھی ایسی بات زبان ہی پر نہیں آتی ۷ (اندھے ہیں (کہ نفع نقصان نظر ہی نہیں آتا) شوق (جب سارے ہی حواس مختل ہیں تو) سمجھتے (سمجھاتے) کچھ نہیں۔ ربط اوپر اکل طیبات کے امر میں مشرکین کی غلطی ظاہر فرمانے سے اُن کی اصلاح مقصود تھی آگے اہل ایمان کو اس غلطی میں اُن کفار کی موافقت کرنے سے ممانعت اور اس ضمن میں اُسی امر سے اہل ایمان پر اپنا انعام ظاہر فرمانا اور اس انعام پر اُنکو ادائے شکر کا حکم فرمانا مقصود ہے **اظہار نعمت بر مومنین مع حکم شکر**

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ اے ایمان والو (ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے کہ) جو (شرع کی رو سے) پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں ان میں سے (جو چاہو) کھاؤ (برتو) اور (اس اجازت کے ساتھ یہ حکم ہے کہ) حق تعالیٰ کی شکرگذاری ..... کرو (زبان سے بھی ہاتھ پاؤں سے خدمت وطاعت بجالاکر بھی اور دل سے ان نعمتوں کو منجانب اللہ سمجھ کر بھی) اگر تم خاص انکے ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو (اور یہ تعلق ہونا مسلم اور ظاہر ہے پس وجوب شکر بھی ثابت ہے) **ربط** اوپر تو اس کا بیان تھا کہ حلال کو حرام مت کرو آگے یہ مذکور ہوتا ہے کہ حرام کو حلال مت سمجھو جیسا کہ مشرکین اس میں بھی مبتلا تھے چنانچہ میتہ و مذبوح باسم غیر اللہ وغیرہ کھایا کرتے تھے اور ان حرام چیزوں کے بیان کرنے سے مضمون مذکور کی بھی تائید مقصود ہے کہ دیکھو حرام یہ چیزیں ہیں اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام مت کرو **ماکولات محرمہ** اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ (الیٰ قولہ) اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف (ان چیزوں کو) حرام کیا ہے (اور اُن چیزوں کو حرام نہیں کیا جنکو تم اپنی طرف سے حرام کر رہے ہو جیسا گذرا یعنی) مُردار (جانور) کو (جو باوجود واجب الذبح ہونیکے بلا ذبح شرعی مر جاوے) اور خون کو (جو بہتا ہو) اور خنزیر کے گوشت کو (اسی طرح اس کے سب اجزا کو بھی) اور ایسے جانور کو جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو (ان سب کو بیشک حرام کیا ہے) پھر بھی (اُس میں اتنی آسانی رکھی ہے کہ) جو شخص (بھوک سے بہت ہی) بیتاب ہو جاوے بشرطیکہ نہ تو (کھانے میں) طالب لذت ہو اور نہ (قدر ضرورت وحاجت سے) تجاوز کرنیوالا ہو تو (اس حالت میں ان چیزوں میں سے کھانے میں بھی) اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہوتا واقعی اللہ تعالیٰ ہیں بڑے غفور رحیم (کہ ایسے وقت میں یہ رحمت فرمائی کہ اُن چیزوں میں گناہ اُٹھا دیا) **ف** اس مقام کے متعلق چند مسائل فقہیہ ہیں **مسئلہ** جس جانور کا ذبح کرنا شرعاً ضروری ہو اور وہ بلا ذبح ہلاک ہو جاوے وہ حرام ہوتا ہے اور جس جانور کا ذبح کرنا ضروری نہیں ہے وہ دو طرح کے ہیں ایک ٹڈی اور مچھلی دوسرے وحشی جیسے ہرن وغیرہ جبکہ اس کے ذبح پر قدرت نہ ہو تو اُس کو دُور ہی سے تیر یا اور کسی تیز ہتیار سے اگر بسم اللہ کہکر زخمی کیا جاوے تو حلال ہو جاتا ہے البتہ بندوق کا شکار بدون ذبح کئے ہوئے حلال نہیں کیونکہ

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ کلوا من طیبات ما رزقنکم واشکروا للہ الخ قال العبد الضعیف فیہ ان تناول الطیبات قد یفضی الی حب اللہ تعالیٰ وشکرہ فلیستحسن انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ کلوا من طیبات ما رزقنکم واشکروا للہ یہ دال ہے اس پر کہ طیبات مستلذات کا تناول کرنا کبھی حق تعالیٰ کی محبت وشکر تک پہنچا دیتا ہے اس طرح وہ مستحسن ہوگا

البلاغۃ ان کنتم ایاہ تعبدون فی روح المعانی بمنزلۃ التعلیل لطلب الشکر کانہ قیل واشکروہ لانکم تخصونہ بالعبادۃ الخ ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱ **قولہ** سو جب الخ اشارۃ الی وجہ ترتبہ بالفاء ۱۲

۲ **قولہ** برتو لما فی روح المعانی کلوا للعموم جمیع وجوہ الانتفاع دلالۃ وعبارۃ ۱۲

۳ **قولہ** اجازت حملا للامر علی الاباحۃ ۱۲ ۴ **قولہ** حکم ہے حملا للامر علی الایجاب ۱۲

۵ **قولہ** زبان سے بھی الخ العموم مفہوم الشکر ۱۲ ۶ **قولہ** اور اُن چیزوں کو الخ اشارۃ الی کون الحصر اضافیا لا حقیقیا الرد المنع بحرمۃ اشیاء لم تذکر فالمراد ان اللہ تعالیٰ لم یحرم ما حرمتم باہوائکم وآرائکم ۱۲ ۷ **قولہ** جو باوجود واجب الذبح الخ و قولہ بہتا ہو دلیلہما الاجماع المستند الی الحدیث الذی اخرجہ ابن ماجۃ والحاکم من حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعا احلت لنا میتتان ودمان السمک والجراد والکبد والطحال وحل الصید منصوص علیہ فی القرآن وکذا تقیید الدم بالمسفوح ولتقیید ہذا المطلق خاصۃ بالاجماع ۱۲

۸ **قولہ** سب اجزاء الاجماع المستند الی قولہ تعالیٰ فانہ رجس ای خبیث وانما خص اللحم بالذکر لکونہ معظم المقصود منہ ۱۲ ۹ **قولہ** طالب لذت الخ کذا فی المدارک وہو مبنی علی مذہب الحنفیۃ وقال الیعض وقول من قال غیر باغ علی الامام ولا عاد فی سفر حرام ضعیف لان سفر الطاعۃ لا یبیح بلا ضرورۃ والحبس بالحضر یبیح بلا سفر ولان البغیۃ لا یخرج عن الایمان فلا یستحق الحرمان آہ قلت وبمثل تفسیر الحنفیۃ فسرہ الحسن وقتادۃ والربیع ومجاہد وابن زید کذا فی الکبیر وبعد ایضا ان یفسر منطبقا علی المذہب الحنفی بما فسرہ صاحب الکشاف غیر باغ علی مضطر آخر بالاستیثار علیہ ۱۲

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب کا اخفاء کرتے ہیں اور اس کے معاوضہ میں متاع قلیل وصول کرتے ہیں ایسے لوگ اور کچھ نہیں اپنے شکم میں

إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ

آگ بھر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن سے نہ تو قیامت میں کلام کریں گے اور نہ انکی صفائی کریں گے اور اُن کو سزائے دردناک ہوگی یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر ضلالت اختیار کی

بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۗ وَ

اور مغفرت چھوڑ کر عذاب سو دوزخ کیلئے کیسے باہمت ہیں یہ سزائیں اس وجہ سے ہیں کہ حقتعالیٰ نے کتاب کو ٹھیک ٹھیک بھیجا تھا اور

إِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝

جو لوگ کتاب میں بے راہی کریں وہ ظاہر ہے کہ بڑی دور کے خلاف میں ہونگے

ع ۲۱ ربع

گولی ہیں دھار نہیں ہوتی مسئلہ خون جو بہتا نہ ہو اس سے دو چیزیں مراد ہیں جگر اور طحال یہ حلال ہیں مسئلہ خنزیر کے سب اجزاء لحم و شحم و پوست و اعصاب سب حرام بھی ہیں اور نجس بھی ہیں مسئلہ جس جانور کو غیر اللہ کے نامزد اس نیت سے کردیا ہو کہ وہ ہم سے خوش ہونگے اور ہماری کارروائی کردینگے جیسا اکثر عام جاہلوں کی عادت ہے کہ اسی نیت سے بکرا مرغا وغیرہ مقرر کردیتے ہیں وہ حرام ہوجاتا ہے اگرچہ ذبح کے وقت اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو البتہ اگر اس طرح نامزد کرنے کے بعد اس سے توبہ کرلے پھر وہ حلال ہوجاتا ہے تنبیہ اس مسئلہ میں بعض خواندہ لوگوں کو غلطی ہوگئی ہے اور وجہ غلطی کی دو ہیں اول یہ کہ آیت سابقہ يَا أَيُّهَا النَّاسُ کا شان نزول لکھا ہے کہ جو لوگ سانڈھ وغیرہ کی تحریم کرتے تھے اُن کی رد میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سانڈھ وغیرہ حلال ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کی تحریم اور اس تحریم مدعی میں چند فرق ہیں۔ اول یہ کہ وہاں تحریم کے معنے ہیں ایسا فعل کرنا جس سے حرمت پیدا ہوجاوے جیسے خود سانڈھ وغیرہ چھوڑنا اور یہاں تحریم کے معنے ہیں کہ جب کوئی ایسا فعل کرے تو حرمت کا حکم ہوجاویگا دوسرے اُنکی تحریم اس جانور کے تعظیم و ادب کے اعتقاد سے تھی اور یہ تحریم اس جانور کے خبث و نجاست سے ہے تیسرے وہ تحریم انکے اعتقاد میں مؤبد تھی کہ کسی طرح قابل ارتفاع نہ تھی اور یہ تحریم غیر مؤبد ہے کہ جب توبہ کرے مرتفع ہوجاوے اور یہ مرتفع کردینا واجب بھی ہے پس اس تحریم کی نفی یا نہی یا انکار سے اس تحریم کی نفی لازم نہیں آتی۔ دوسری وجہ غلطی کی یہ ہے کہ اکثر مفسرین نے أُهِلَّ کی تفسیر ذبح علی اسم غیر اللہ کی ہے معلوم ہوا کہ وہی جانور مراد ہے جسکو بجائے بسم اللہ کے غیر اللہ کا نام لیکر ذبح کیا ہو جواب اسکا یہ ہے کہ اس تفسیر سے حصر لازم نہیں آتا بلکہ یوں کہا جاویگا کہ اسی حرام کی ایک فرد یہ بھی ہے چونکہ جاہلیت میں اسکا زیادہ رواج تھا اسلئے یہ تفسیر کردیگئی غایت مافی الباب یہ تفسیر مذکور دوسری فرد سے ساکت رہیگی سو اسمیں کچھ حرج نہیں جبکہ اور دلائل حرمت کے موجود ہیں جنمیں ایک تو یہی آیت ہے کیونکہ اہلال لغۃً عام ہے مطلق نامزد کردینے میں خواہ کسی کے نام پر ذبح ہو پھر دوسری آیت اس سے زیادہ صریح ہے سورۂ مائدہ میں کہ بعد ما اهل لغير الله به کے وما ذبح على النصب جدا فرمایا ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ جس ذبح سے تقرب و تعظیم غیر اللہ مقصود ہو وہ حرام ہوجاتا ہے۔ تیسرے صحیح مسلم میں حدیث مرفوع ہے لَعَنَ اللهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ اور ظاہر ہے کہ ایسی ذبح متنازع فیہ پر ذبح لغیر اللہ صادق آتا ہے چنانچہ کتب مذہب میں یہاں تک مصرح ہے کہ اگر کسی حاکم کے آنے پر بطور بھینٹ کے ذبح کرے گو اُس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو مگر وہ ما اہل لغیر اللہ میں داخل ہوکر حرام ہوجاتا ہے کذا فی الدر المختار وغیرہ اور نووی نے بھی حدیث مذکور کی شرح میں ایسے مذبوح لقدوم الامیر کی حرمت اسی بنا پر شیخ ابراہیم مروزی شافعی سے نقل کی ہے۔ بعض لوگوں کو تفسیر احمدی کی عبارت سے یہ شبہ ہوگیا ہے اُسکا جواب اُسکے منبیہ سے ظاہر ہے کہ انہوں نے تاویل ایصال ثواب کی بناء پر حلت کا حکم فرمایا ہے اور بلا تاویل حلال نہیں کہتے جیسا اسی قسم کی تاویل سے نووی نے ابراہیم مروزی کے قول کے بعد رافعی کا قول نقل کیا ہے تو جہاں یہ تاویل یقیناً منتفی ہو اُسکو کیسے حلال کہا جاویگا اور عوام کا یہ فعل یقیناً قابل تاویل نہیں دلیل اُسکی یہ ہے کہ اگر اُس جانور کے بدلے اُس سے دونی قیمت کی چیز انکو دیکر کہا جاوے کہ بجائے اس جانور کے اس چیز سے ایصال ثواب کردو ہرگز وہ گوارا نہ کریں اور استبدال میں اندیشہ ناراضی اُن بزرگ کا کریں جس سے فساد نیت یقینی ہے اور یہی مدار تھا حرمت کا خوب سمجھ لو ربط اوپر محرمات حسیہ کا مذکور تھا آیت آئندہ میں محرم معنوی کا بیان ہے جو عادت تھی علماء یہود کی کہ احکام غلط بیان کرکے عوام سے رشوت لیتے اور کھاتے تھے نیز اسمیں تعلیم ہے علماء امت محمدیہ کو کہ جو کچھ احکام بیان کئے ہیں کسی نفسانی غرض و منفعت سے اُنکے بیان و تبلیغ میں کوتاہی مت کرنا تحریم دین فروشی إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ (الی قولہ) وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب (کے مضامین) کا اخفا کرتے ہیں اور اس (خیانت) کے معاوضہ میں

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ ما یاکلون فی بطونهم الا النار قال العبد الضعیف فیہ ما قالوا فی حقائق الاعمال انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ ما یاکلون فی بطونهم الا النار الخ اس میں اصل ہے اس کی کہ جس کے حقائق اعمال ہیں قائل ہوئے ہیں

اللغات اختلفوا فی روح المعانی تخلفوا عن طریق سلوک الحق فیہا او اختلفت دیہ ترجمت ۱۲-

البلاغۃ الا النار ای ما یؤل کما ہو اصل الصنائع لانهم اکلوا ما یتلبس بالنار وہو الرشی لکونہا مقتضیۃ لها فیکون فی الآیۃ استعارۃ او السببیۃ والمسببیۃ واما فی المآل ای لا یاکلون فی الآخرۃ الا النار ۱۲

الروایات فی لباب النقول اخرج الثعلبی من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس قال نزلت ہذہ الآیۃ فی رؤساء الیہود وعلمائہم کانوا یصیبون من سفلتہم الہدایا والفضل وکانوا یرجون ان یکون النبی المبعوث منہم فلما بعث اللہ محمداً صلے اللہ علیہ وسلم من غیرہم خافوا ذہاب ما کلتہم وزوال ریاستہم فعمدوا الی صفۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم فغیروہا ثم اخرجوہا الیہم وقالوا ہذہ نعت النبی الذی یخرج فی آخر الزمان لا یشبہ نعت ہذا النبی فانزل اللہ ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتب الآیۃ ۱۲

ملحقات الترجمۃ

سلہ قولہ فی وجہ ربطہا غرض اور منفعت اشارۃ الی جواز الکتمان لخوف ضرر شدید کما ہو الحق فی کتب الفقہ ۱۲

سلہ قولہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہذا اللفظ یستعمل بمعنے التحقیق فی لساننا ۱۲

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

کچھ سارا کمال اسی میں نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کو کرلو یا مغرب کو لیکن کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَ

اور فرشتوں پر اور کتب پر اور پیغمبروں پر اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو

ابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ

اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں اور نماز کی پابندی رکھتا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو۔

(دنیا کی) متاع قلیل وصول کرتے ہیں ایسے لوگ اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ (کے انگارے) بھر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے نہ تو قیامت میں (لطف کیساتھ) کلام کرینگے اور نہ (گناہ معاف کرکے) انکی صفائی کرینگے اور انکو سزائے دردناک ہوگی یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے (دنیا میں تو) ہدایت چھوڑ کر ضلالت اختیار کی اور (آخرت میں) مغفرت چھوڑ کر عذاب (سر پر لیا) سو (شاباش ہے انکی ہمت کو) دوزخ (میں جانے) کیلئے کیسے باہمت ہیں (اور) یہ (ساری مذکورہ سزائیں (انکو) اسوجہ سے ہیں کہ حق تعالیٰ نے (اس) کتاب کو ٹھیک ٹھیک بھیجا تھا اور جو لوگ (ایسی ٹھیک ٹھیک بھیجی ہوئی) کتاب میں بے راہی (اختیار) کریں وہ ظاہر ہے کہ بڑی دور (دراز) کے خلاف (ورزی) میں (مبتلا) ہونگے (اور ایسی خلاف ورزی پہ ضرور ایسی سخت سزاؤں کا استحقاق ہوگا) ربط شروع سورت سے یہانتک کہ تقریبًا نصف سورت بقرہ ہے زیادہ روئے سخن منکرین کی طرف تھا کیونکہ سب سے اول قرآن کی حقانیت کا اثبات کیا اس ضمن میں اسکے ماننے نہ ماننے والے فرقوں کا ذکر کیا پھر توحید و رسالت کو ثابت کیا پھر نعم عامہ نعم خاصہ بنی اسرائیل کا اذابتلیٰ ابراھیم تک بیان فرمایا وہاں سے قبلہ کی بحث چلی اور اس کو بیان کرکے صفا و مروہ کی بحث پر ختم کیا پھر توحید کے اثبات کے بعد شرک کے اصول و فروع کا ابطال کیا اور یہانتک یہی بیان ہوا اور ان سب مضامین میں ظاہر ہے کہ منکرین کی زیادہ تنبیہ ہے اور ضمنًا کوئی خطاب مسلمانوں کو ہوجانا اور بات ہے اب آیات آئندہ میں کہ بقیہ نصف بقرہ ہے زیادہ مقصود مسلمانوں کو بعض اصول و فروع کی تعلیم کرنا ہے گو ضمنًا غیر مسلمین کو کوئی خطاب ہوجائے اور یہ مضمون ختم سورت تک چلا گیا ہے جس کو شروع کیا گیا ہے ایک مجمل عنوان بر سے جو کہ تمام طاعات ظاہری و باطنی کو عام ہے اور اول آیت میں الفاظ جامعہ سے مثل ایمان بالکتاب ایتاء مال و وفاء عہد و صبر حین الباس جو تمام احکام کتاب و انواع انفاق و عہود نکاح و معاملات و جہاد وغیرہا کو شامل ہیں ایک کلی تعلیم کی گئی ہے آگے اس بر کی تفصیل چلی ہے جسمیں سے بہت سے احکام باقتضائے وقت و مقام مثل قصاص و وصیت و صیام و جہاد و حج و انفاق و حیض و ایلاء و یمین و طلاق و نکاح و عدت و مہر و تکرار ذکر جہاد و انفاق فی سبیل اللہ و بعض معاملات بیع و شراء و شہادت بقدر ضرورت بیان فرماکر بشارت و وعدہ رحمت و مغفرت پر ختم فرمادیا سبحان اللہ کیا بلیغ ترتیب ہے پس چونکہ ان مضامین کا حاصل بر کا بیان ہے اجمالًا و تفصیلًا اس لئے اگر اس مجموعہ کا لقب ابواب البر رکھا جاوے تو نہایت زیبا ہے۔ واللہ الموفق۔

ابواب البر۔ اصول بر لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (الیٰ قولہٖ) وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ع

اللغات البر کل فعل مرضی ۱۲۔

النحو علیٰ حبہٖ فی موضع الحال ۱۲ بیضاوی۔

البلاغۃ قبل المشرق والمغرب فی روح المعانی اصلا اقوال المراد من ذکر المشرق والمغرب التعمیم لا تعیین السمتین وتعریف البر اما للجنس فیفید القصر والمقصود نفی اختصاص البر بشان القبلۃ مطلقا علی ما یقتضیہ الحال من کثرۃ الاشتغال والاہتمام بذلک الذہول عما سواہ واما للعہد ای لیس البر العظیم الذی اکثرتم الخوض فیہ الخ ولکن البر علی حذف مضاف ای بر من آمن ابن السبیل والافرادہ لیشیر الی انہم وان کانوا جمعا ینبغی ان یعتبروا کالنفس واحدۃ فلا یضجر من اعطاءہم لعدم معرفتہم ولبعد منفعتہم اٰتی الزکوٰۃ المراد حق فی المال غیر مقدرۃ سوی الزکوۃ اخرج الترمذی مرفوعا ان فی المال حق سوی الزکوۃ ثم قرأ الآیۃ قدمت علی الفریضۃ مبالغۃ فی الحث علیہا۔ قلت و اشرت الیٰ ہذا المراد فی ترجمۃ آتی الزکوٰۃ ۱۲۔

الروایات

فی لباب النقول قال عبد الرزاق انبانا معمر عن قتادۃ قال کانت الیہود تصلی قبل المغرب والنصاری قبل المشرق فنزلت لیس البر ان تولوا وجوہکم الآیۃ ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ

۱؎ قولہ لطف کیساتھ بقرینۃ المقام والا فالکلام الغضبی واقع لقولہ تعالیٰ قال اخسئوا فیہا ولا تکلمون ۱۲۔ ۲؎ قولہ شاباش ہذا یستعمل فی لسان للتعجب والتعجیب ۱۲۔ ۳؎ قولہ ظاہر ہے ہو حاصل معنی اللام المستعمل للتحقیق والتاکید ۱۲۔

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ لیس البر ان تولوا الخ قال العبد الضعیف فیہ ان الصورۃ لا تقتبر بدون المعنی انتہی القول قولہ تعالیٰ واتی المال علی حبہ الخ قال العبد الضعیف ان عاد الضمیر الی المال یدل علی عدم ضرر حب المال مطلقا وان عاد الی اللّٰہ تعالیٰ یدل علی طریق العشاق انہم یحبون اللّٰہ تعالیٰ فقط لا غیرہ ولو کان ثوابا انتہی القول ۱۲۔

ترجمہ

قولہ تعالیٰ لیس البر ان تولوا الخ اس میں دلیل ہے اس پر کہ صورت محضہ بدون معنی کے معتبر نہیں قولہ تعالیٰ واتی المال علی حبہ الخ اگر حبہٖ میں ضمیر مال کی طرف راجع ہو تو آیت دلیل ہے اس کی کہ حب مال مطلقًا مضر نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو تو آیت دلیل ہے طریق عشاق پر کہ وہ صرف حق تعالیٰ ہی سے محبت رکھتے ہیں اور خرچ بھی صرف اسی کی محبت سے کرتے ہیں غیر اللہ سے محبت بالذات نہیں کرتے گو وہ ثواب ہی ہو۔

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ

اور جو اشخاص اپنے عہدوں کو پورا کرنیوالے ہوں جب عہد کرلیں اور وہ لوگ مستقل رہنے والے ہوں تنگدستی میں اور بیماری میں اور قتال میں

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ

یہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں اے ایمان والو تم پر قصاص فرض کیا جاتا ہے

الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ

مقتولین کے بارہ میں آزاد آدمی آزاد آدمی کے عوض میں اور غلام غلام کے عوض میں اور عورت عورت کے عوض میں

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا (الی قولہ) وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ کچھ سارا کمال اسی میں نہیں (آگیا) کہ تم اپنا منہ مشرق کو کرلو یا مغرب کو کرلو) لیکن (اصلی) کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ (کی ذات و صفات) پر یقین رکھے اور (اسی طرح) قیامت کے دن (کے آنے) پر (بھی) اور فرشتوں (کے وجود) پر (بھی) اور (سب) کتب (سماویہ) پر (بھی) اور (سب) پیغمبروں پر (بھی) اور (وہ شخص) مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں (اپنے حاجتمند) رشتہ داروں کو اور (نادار) یتیموں کو (یعنی جن بچوں کو اُن کا باپ نابالغ چھوڑ کر مرگیا ہو) اور (دوسرے غریب) محتاجوں کو (بھی) اور (بے خرچ) مسافروں کو اور (لاچاری میں) سوال کرنیوالوں کو اور (قیدی اور غلاموں کی) گردن چھڑانے میں (بھی مال خرچ کرتا ہو) اور (وہ شخص) نماز کی پابندی (بھی) رکھتا ہو اور (مقررہ) زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو اور جو اشخاص (کہ ان عقائد و اعمال کے ساتھ یہ اخلاق بھی رکھتے ہوں کہ) اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب (کسی امر جائز کا) عہد کرلیں اور (اس صفت کو خصوصیت کیساتھ کہونگا کہ) وہ لوگ (ان مواقع میں) مستقل (مزاج) رہنے والے ہوں (ایک تو) تنگدستی میں اور (دوسرے) بیماری میں اور (تیسرے معرکہ) قتال (کفار) میں (یعنی پریشان اور کم ہمت نہ ہوں بس) یہ لوگ ہیں جو سچے (کمال کے ساتھ موصوف) ہیں اور یہی لوگ ہیں جو (سچے) متقی (کہے جاسکتے) ہیں (غرض اصلی مقاصد اور کمالات دین کے یہ ہیں نماز میں کسی سمت کو منہ کرنا اُن ہی کمالات مذکورہ میں سے ایک کمال خاص یعنی اقامت صلوٰۃ کے توابع اور شرائط میں سے ہے اور اسکے حسن سے اسمیں بھی حسن آگیا ورنہ اگر نماز نہ ہوتی تو کسی خاص سمت کو منہ کرنا بھی عبادت نہ ہوتا) ف۱ خاص سمتوں کا قصہ یہاں اسلئے مذکور ہوا کہ تحویل قبلہ کے وقت تمام تر بحث یہود و نصاریٰ کی اسی میں رہگئی تھی اسلئے متنبہ فرمایا کہ اس سے بڑھ کر کام اور ہیں انکا اہتمام کرو ف۲ شریعت میں کل احکام کا حاصل تین چیزیں ہیں عقائد اعمال اخلاق اور تمام جزئیات ان ہی کلیات کے تحت میں داخل ہیں اور اس آیت میں ان اقسام سہ گانہ کے بڑے بڑے شعبے ارشاد فرمائے گئے ہیں اس اعتبار سے یہ آیت منجملہ جوامع کلم کے ہے۔

ربط ان اصول بر کے بعد آگے کچھ فروع بر یعنے احکام جزئیہ کا بیان ہوتا ہے حسب ضرورت واقعات کے جو اُسوقت پیش آئے تھے فروع بر یعنی بعضے احکام جزئیہ حکم اوّل قصاص يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ

اللغات اَلْبَاْسَآء والضراء من الاذہری الباساء فی الاموال کالفقر والضراء فی الانفس کالمرض آہ بیضاوی ۱۲

البلاغة والموفون لم یقل واوفی کما قبلہ اشارة الی وجوب استقرار الوفاء والصابرین نصب علی مدح بتقدیر اخص او امدح وغیر سبکہ عما قبلہ تنبیها علی فضیلة الصبر ومزیتہ علی سائر الاعمال حتی کانہ لیس من جنس الاول قلت واشرت الی ہذا المعنی فی توضیح الترجمة وحین الباس ہذا من باب الترقی فی الصبر من الشدید الی الاشد لان الصبر علی المرض فوق الصبر علی الفقر والصبر علی القتال فوق الصبر علی المرض وعدی الصبر علی الاولین بفی لانہ لا یعد الانسان من الممدوحین اذا صبر علی شیٔ من ذلک الا اذا صار الفقر والمرض کالظرف لہ واما اذا اصابہ وقتا ما وصبر فلیس فیہ کثیر مدح اذ اکثر الناس کذلک اتی بحین فی الاخیر لان القتال حالة لا یکاد تدوم فی اغلب الاوقات آہ ۱۲

الفقہ استدل بعض الشافعیة بالآیة علی ان لا یقتل الحر بالعبد والذکر بالانثی ولقد انصف البیضاوی فیما قال ولا تدل علی ان لا یقتل الحر بالعبد والذکر بالانثی کما لا تدل علی عکسہ فان المفهوم حیث لم یظهر للتخصیص غرض سوی اختصاص الحکم وقد بینا ما کان الغرض ای المنع من التعدی واثبات المساواة بین حر وحر وعبد وعبد ولقد اجاد صاحب روح المعانی فی جوابہ بقولہ ومقتضی ہذا ان لا یقتل العبد الا بالعبد ولا تقتل الانثی الا بالانثی والمخالف لم یذہب الیہ واستدلت الحنفیة بقولہ تعالیٰ ان النفس بالنفس وقولہ علیہ السلام المسلمون تتکافأ دماءہم رواہ اصحاب الصحاح ۱۲

الروایات فی المعالم عن سعید بن جبیر کانت بین الاوس والخزرج وکان لاحد الحیین علی الآخر طول فی الکثرة والشرف فاقسموا لنقتلن بالعبد منا الحر منہم وبالمرأة منا الرجل منہم وبالرجل منا الرجلین منہم وبالرجلین منا اربعة رجال منہم الی قولہ فانزل اللہ تعالیٰ ہذہ الآیة وامر بالمساواة فرضوا آہ قلت وکان النظر الاصلی الی المساواة نفیا لقولہم بالرجل منا الرجلین الخ لا نفیا للقصاص بین الرجل والمرأة فافہم او یقال لما کان المقصود نقولہم بالعبد منا الحر منہم وبالمرأة منا الرجل منہم ان لا یقتل بالعبد منہم الحر منا وبالمرأة منہم الرجل منا صح نفی ہذا القول الخ فافہم ۱۲

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ

ہاں جسکو اس کے فریق کی طرف سے کچھ معافی ہو جاوے تو معقول طور پر مطالبہ کرنا اور خوبی کیساتھ اُس کے پاس پہنچا دینا یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تخفیف

رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ

ہے اور ترحم ہے۔ پھر جو شخص اسکے بعد تعدی کا مرتکب ہو تو اس شخص کو بڑا دردناک عذاب ہوگا۔ اور فہیم لوگو قصاص میں تمہاری

حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

جانوں کا بڑا بچاؤ ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ تم لوگ پرہیز رکھو گے۔

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ (الی قولہ) لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اے ایمان والو تم پر (قانون) قصاص فرض کیا جاتا ہے مقتولین (بقتل عمد) کے بارہ میں (یعنی ہر) آزاد آدمی (قتل کیا جاوے ہر دوسرے) آزاد آدمی کے عوض میں اور (اسی طرح ہر) غلام (دوسرے ہر) غلام کے عوض میں اور (اسی طرح ہر) عورت (دوسری ہر) عورت کے عوض میں (گو یہ قاتلین بڑے درجہ کے اور مقتولین چھوٹے درجہ کے ہوں جب بھی سب کو برابر سمجھ کر قصاص لیا جاویگا یعنی قاتل کو سزا میں قتل کیا جاویگا) ہاں جس (قاتل) کو اسکے فریق (مقدمہ) کی طرف سے کچھ معافی ہو جاوے (مگر پوری معافی نہ ہو) تو (اس سے سزائے قتل سے تو بری ہو گیا لیکن دیت یعنی خونبہا کے طور پر ایک معین مقدار سے مال بذمہ قاتل واجب ہو جاویگا تو اُسوقت فریقین کے ذمہ ان دو امر کی رعایت ضروری ہے مدعی یعنی وارث مقتول کے ذمہ تو) معقول طور پر (اس مال کا) مطالبہ کرنا (کہ اس کو زیادہ تنگ نہ کرے) اور (مدعا علیہ یعنی قاتل کے ذمہ) خوبی کیساتھ (اُس مال کا) اُس (مدعی) کے پاس پہنچا دینا (کہ مقدار میں کمی نہ کرے خواہ مخواہ ٹالے نہیں) یہ (قانون دیت وعفو) تمہارے پروردگار کی طرف سے (تمہارے لئے) تخفیف ہے اور (شاہانہ) ترحم ہے (ورنہ بجز سزائے قتل کے کوئی گنجائش ہی نہ ہوتی) پھر جو شخص اس (قانون) کے (مقرر ہونے) کے بعد تعدی کا مرتکب ہو (مثلاً کسی پر جھوٹا یا اشتباہ میں دعویٰ قتل کا کرے یا معاف کرکے پھر قتل کی پیروی کرے) تو اس شخص کو (آخرت میں) بڑا دردناک عذاب ہوگا اور فہیم لوگو (اس قانون) قصاص میں تمہاری جانوں کا بڑا بچاؤ ہے (کیونکہ اس قانون کے اجرا کے خوف سے ارتکاب قتل سے ڈرینگے تو کئی جانیں بچینگی) ہم امید کرتے ہیں کہ تم لوگ (ایسے قانون امن کی خلاف ورزی سے) پرہیز رکھو گے **ف** اس مقام کے متعلق چند مسائل ہیں **مسئلہ** قتل عمد وہ ہے کہ ارادہ کرکے کسی کو کسی آہنی سلاح سے یا ایسی چیز سے جس سے گوشت پوست کٹ کر خون بہ سکے قتل کیا جاوے قصاص یعنی سزائے قتل اسی قتل کے جرم میں خاص ہے **مسئلہ** ایسے قتل میں جیسا آزاد آدمی آزاد کے عوض میں قتل کیا جاتا ہے ایسا ہی غلام کے عوض میں بھی اور جس طرح عورت کے عوض میں عورت ماری جاتی ہے اسیطرح مرد بھی عورت کے مقابلہ میں قتل کیا جاتا ہے **مسئلہ** اگر قتل عمد میں قاتل کو پوری معافی دیدی جاوے مثلاً مقتول کے وارث صرف اُسکے دو بیٹے تھے اور دونوں نے اپنا حق معاف کردیا تو قاتل پر کوئی مطالبہ نہیں رہا اور اگر پوری معافی نہ ہو مثلاً صورت مذکورہ میں دو بیٹوں میں سے ایک نے معاف کیا دوسرے نے معاف نہیں کیا تو سزائے قصاص سے تو قاتل بری ہو گیا لیکن معاف نہ کرنیوالے کو نصف دیت یعنی خوں بہا دلایا جاویگا اور خوں بہا شرع میں یہ ہے سو اونٹ یا ہزار دینار یا دس ہزار درم ایک دینار دس درم کا ہوتا ہے اور درم کی مقدار سکہ مروجہ حال سے سوا چار آنہ اور ساڑھے چار آنہ کے درمیان میں ہے اور ان اونٹوں کی عمریں وغیرہ کتب فقہ میں مفصلاً مذکور ہیں **مسئلہ** جسطرح ناتمام معافی سے مال واجب ہو جاتا ہے اسیطرح اگر باہم کسی مقدار مال پر مصالحت ہو جائے تب بھی قصاص ساقط ہو کر مال واجب ہو جاتا ہے لیکن اسمیں شرط ہے کہ اگر اونٹ یا اشرفیوں یا روپیوں پر صلح ٹھیرے تو ان اشیاء کی جو مقدار اوپر مذکور ہوئی اس سے زیادہ پر معاملہ نہ ہو البتہ اگر اور کسی جنس پر صلح ہو جاوے مثلاً کوئی غلہ یا کپڑا یا گھوڑا تو جسقدر قیمت کی بھی ہوں صلح جائز ہے پھر چاہے یہی مقررہ چیزیں لے لے اور چاہے ان مقررہ چیزوں کے عوض میں برضامندی اشرفیاں یا روپیہ گو یہ اشرفیاں یا روپئے اس بالا والی مقدار سے زیادہ ہو لے یہ سب جائز ہے **مسئلہ** قتل عمد میں جو دیت یا صلح سے مال واجب ہو وہ صرف قاتل کے مال میں واجب ہوتا ہے **مسئلہ** مقتول کے جتنے وارث شرعی ہوں گے اُن ہی سہاموں پر قصاص اور اسی طرح مال دیت سب میں مشترک ہوگا یہ سب مسائل ہدایہ میں ہیں ۔

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ ولکم فی القصاص حیوۃ قال البعض الضعیف فسرھا بعضھم بالحیوۃ الاخرویۃ فالمعنی ان القاتل اذا اقتص منہ فی الدنیا لم یواخذ بحق المقتول فی الاخرۃ اما مطلقا عند الجمھور واما بعد تسلیم القاتل نفسہ عند الحنفیۃ فیوید علی ھذا التفسیر کون البقاء فی الفناء انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ ولکم فی القصاص حیوۃ بعض نے اس کی تفسیر حیات اخرویہ کے ساتھ کی ہے پس معنی یہ ہوں گے کہ قاتل سے جب دنیا میں قصاص لے لیا جاوے پھر اس سے حق مقتول کا آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا جمہور کے نزدیک تو مطلقاً اور حنفیہ کے نزدیک قاتل کے تسلیم نفس کے بعد پس اس تفسیر پر یہ آیت دال ہوگی فنا کے اندر بقا ہونے پر

العربیۃ فمن عفی لہ من اخیہ شیء فی الکشاف معناہ فمن عفی لہ من جہۃ اخیہ شیء من العفو لانہ کسیر بزید بعض السیر لا یصح ان یکون فی معنی المفعول بہ فان عفا لا یتعدی الی مفعول بہ الا بواسطۃ ویتعدی بعن الی الجانی والی الذنب فاذا تعدی الی الذنب والجانی معا قیل عفوت لفلان عما جنی کما تقول غفرت لہ

ذنبہ لکانہ قیل فمن عفی لہ عن جنایتہ فاستغنی عن ذکر الجنایۃ فاتباع فلیکن اتباع الخ ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ ہاں فی ترجمۃ فاء فمن فان ہذہ الکلمۃ یستعمل تارۃ فی لساننا لمعنی التعقیب الذکری ۱۲ ۲ قولہ فریق ترجمۃ اخیہ فریق ہو احد الوجہین المذکورین فی الکشاف ۱۲

مو قال ہو اخوہ ہو ولی المقتول وقیل لہ اخوہ لانہ لابسہ من قبل انہ ولی الدم ومطالبہ بہ کما تقول للرجل قل لصاحبک کذا من جہتہ وجہتہ ادنی ملابسۃ ۱۲ ۳ قولہ یہ کا ہو ذا اشارۃ الی تقدیر المضاف ای البقاء معنی الحفظ والتفخیم ولّ علیہ التنوین ۱۲

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ

تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی کو موت نزدیک معلوم ہونے لگے بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو تو والدین اور اقارب کے لئے معقول طور پر کچھ کچھ بتلا جاوے

حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝ فَمَن بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ

جنکو خدا کا خوف ہے انکے ذمہ یہ ضروری ہے پھر جو شخص اس کے سننے کے بعد اس کو تبدیل کریگا تو اسکا گناہ ان ہی لوگوں کو ہوگا جو اس کو تبدیل کرینگے اللہ تعالی تو

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ فَمَنْ خَافَ مِن مُّوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ

یقیناً سنتے جانتے ہیں۔ ہاں جس شخص کو وصیت کرنیوالے کی جانب سے کسی بے عنوانی کی یا کسی جرم کے ارتکاب کی تحقیق ہوئی ہو پھر یہ شخص انمیں باہم مصالحت کرادے تو اس پر کوئی گناہ نہیں واقعی اللہ تعالی تو

ع ۲۲ / ۶ / ۲

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

معاف فرمانیوالے ہیں اور رحم کرنیوالے ہیں۔

مسائل السلوک

قولہ تعالی ان ترک خیرا ای مالا قال العبد الضعیف فی ھذا التعبیر ان ملک المال لا ینافی التقوی الکامل مع اداء حقوق انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالی

ان ترک خیرا ای مالا الخ اس تعبیر میں دلالت ہے اس پر کہ مال کا مالک ہونا تقوی کامل کے منافی نہیں جب کہ اس کے حقوق ادا ہوتے رہیں

حکم دوم وصیت كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا (الی قولہ) إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ شروع اسلام میں جب تک میراث کے حصے شرع سے مقرر نہ ہوئے تھے یہ حکم تھا کہ ترکہ کے ایک ثلث تک مردہ اپنے والدین اور دوسرے رشتہ داروں کو جتنا جتنا مناسب سمجھے بتلا جاوے اتنا تو اُن لوگوں کا حق تھا باقی جو کچھ رہتا وہ سب اولاد کا حق ہوتا تھا اس آیت میں یہ حکم مذکور ہے یعنی تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی کو (آثار سے) موت نزدیک معلوم ہونے لگے بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو تو (اپنے) والدین اور (دیگر) اقارب کیلئے معقول طور پر (کہ مجموعہ ایک ثلث سے زیادہ نہ ہو) کچھ کچھ بتلا جاوے (اسکا نام وصیت ہے) جنکو خدا کا خوف ہے انکے ذمہ یہ ضروری (کیا جاتا) ہے پھر (جن لوگوں نے اس وصیت کو سنا ہے انمیں سے) جو شخص (بھی) اُس کے سننے کے بعد اس (کے مضمون) کو تبدیل کریگا (اور باہمی تقسیم و فیصلہ کے وقت غلط اظہار دیگا اور اسکے موافق فیصلہ ہونیسے کسی کا حق تلف ہوجاویگا) تو اسکا (حق تلفی کا) گناہ اُن ہی لوگوں کو ہوگا جو اُس (مضمون) کو تبدیل کرینگے (حاکم عدالت یا ثالث کو گناہ نہ ہوگا کیونکہ) اللہ تعالی تو یقیناً سنتے جانتے ہیں (تو تبدیل کرنیوالے کے اظہار بھی سنتے ہیں اور حاکم کا بیخبر اور معذور ہونا بھی جانتے ہیں) ہاں (ایک طرح کی تبدیل کی اجازت بھی ہے وہ یہ کہ) جس شخص کو وصیت کرنیوالے کی جانب سے (وصیت کے بارہ میں غلطی سے) کسی بے عنوانی کی یا (قصداً قانون وصیت کے کسی دفعہ کی خلاف ورزی سے) کسی جرم کے ارتکاب کی تحقیق ہوئی ہو (اور اُس بیضابطہ وصیت کی وجہ سے اس مرنے کے پس ماندوں یعنی مستحقان ترکہ و مستحقان مال وصیت میں نزاع کا احتمال یا وقوع معلوم ہو) پھر یہ شخص اُنمیں باہم مصالحت کرادے (گو وہ مصالحت اس مضمون وصیت کے خلاف ہو جو ظاہراً تبدیل وصیت ہے) تو اُس (شخص) پر کوئی (بار) گناہ نہیں ہے (اور) واقعی اللہ تعالی تو (خود گناہوں کے) معاف فرمانے والے ہیں اور (گناہگاروں پر) رحم کرنیوالے ہیں (اور یہ شخص تو اس اصلاح میں مطیع حکم ہے تو اس پر کیوں نہ رحمت ہوگی) **ف** اس حکم کے تین جزو تھے ایک جزو اولاد کے دوسرے ورثہ کے حصص و حقوق ترکہ میں معین نہ ہونا۔ دوسرے ایسے اقارب کیلئے وصیت کا واجب ہونا تیسرے ثلث مال سے زیادہ وصیت کی اجازت نہ ہونا۔ پس پہلا جزو تو آیت میراث سے منسوخ ہے دوسرا جزو حدیث سے جو کہ مؤید بالاجماع ہے منسوخ ہے اور وجوب کیساتھ جواز بھی منسوخ

اللغات الجنف مطلق المیل والمراد ہنا غیر قصد بقرینۃ مقابلۃ الاثم الخوف بمعنی توقع وعلم وتحقیقہ ان الخوف حالۃ تعتری عند انقباض من شر متوقع وہو قد یکون معلوم الوقوع فاستعمل فی کلیہما من روح المعانی ۔

النحو لما کان الوصیۃ مصدرا فالتاویل جاز تذکیر الضمائر الراجعۃ الیہ وبالاولی تذکیر الفعل المنسوب الیہ حقا قال البیضاوی مصدر مؤکد ای حق ذلک حقا قلت واشرت الی تقدیر الفعل فی الترجمۃ ولذا کتبتہ بین الہلالین ۱۲

البلاغۃ فی روح المعانی خیرا ای مالا وقلیل اختیار ایذانا بانہ ینبغی ان یکون الموصی بہ حلالا طیبا لا خبیثا لان الخبیث یجب ردہ الی اربابہ ویأثم بالوصیۃ فیہ ۱۲

الروایات فی الکمالین عن البخاری عن ابن عباس قال کان المال للولد والوصیۃ للوالدین فنسخ اللہ من ذلک ما احب وجعل عز وجل للذکر مثل حظ الانثیین۔ وفی الجلالین عن الترمذی حدیث لا وصیۃ لوارث۔ فی الکمالین قال الشافعی ان ہذا المتن متواتر ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ فی ترجمۃ فانما اثمہ تو اس حق تلفی کا گناہ۔ ولما کان التبدیل الذی ہو سبب لہذا الاثم مذکورا کان کذکر ہذا السبب انما قدرت الکلام بہ لکونہ اظہر من کون المعنی المقصود ہو التبدیل لان الحصر یکون لنفی شیء محتمل ہناک لا یحتمل توہم اثم التبدیل علی غیر المبدل نعم کان المحتمل وقوع اثم الاتلاف علی الحاکم والحکم فنفاہ بالحصر واشرت الی ہذا کلہ فی تقریر الترجمۃ فافہم ۱۲ ۲ قولہ تحقیق ہوئی ہو الی قولہ احتمال یا وقوع ہو راعیت فی خاف معناہ المجازی ای علم کما نقل فی الکبیر عن ابن عباس وقتادۃ والربیع ومعناہ الحقیقی تقریرا انہ لما کان فعل الموصی سببا للنزاع الخوف علق بالخوف ہو کونہ معلوما مقطوعا لما بین السبب والمسبب من التلابس ۱۲ ۳ قولہ فی اخر الترجمۃ اس پر کیوں نہ رحمت ہوگی۔ ذکر ہذا ادعہ من الابلغیۃ فی روح المعانی ۱۲

ع ۵ کذا فی الاصل والظاہر ان لفظۃ فی لا بد منہ فی حسبہ لعل اذ التقدم ۱۲ منہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○

اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس توقع پر کہ تم متقی بن جاؤ۔

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ

تھوڑے دنوں روزہ رکھ لیا کرو۔ پھر جو شخص تم میں بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار رکھنا ہے۔ اور جو لوگ روزے کی طاقت

يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ

رکھتے ہوں انکے ذمہ فدیہ ہے کہ وہ ایک غریب کا کھانا ہے۔ اور جو شخص خوشی سے خیر کرے تو یہ اس شخص کیلئے اور بھی بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا زیادہ بہتر ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

اگر تم خبر رکھتے ہو۔

ہو گیا یعنے وارث شرعی کیلئے وصیت مالیہ باطل ہے۔ تیسرا جز واب بھی باقی ہے ثلث سے زاید میں بدون رضا ورثہ بالغین کے وصیت باطل ہے۔

حکم سوم صوم يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (الی قولہ) وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ لے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے (امتوں کے) لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس توقع پر کہ تم (روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ) متقی بن جاؤ (کیونکہ روزہ رکھنے سے عادت پڑیگی نفس کو اسکے متعدد تقاضوں سے روکنے کی اور اسی عادت کی پختگی بنیاد ہے تقویٰ کی سو) تھوڑے دنوں روزہ رکھ لیا کرو (ان تھوڑے دنوں سے مراد رمضان ہے جیسا اگلی آیت میں آتا ہے) پھر (اسمیں بھی اتنی آسانی ہے کہ) جو شخص تم میں (ایسا) بیمار ہو (جسکو روزہ رکھنا مشکل یا مضر ہو) یا (شرعی) سفر میں ہو تو (اسکو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور بجائے ایام رمضان کے) دوسرے ایام کا (اتنا ہی) شمار (کر کے ان میں روزہ) رکھنا (اس پر واجب) ہے اور (دوسری آسانی جو بعد میں منسوخ ہو گئی یہ ہے کہ) جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں (اور پھر بھی روزہ رکھنے کو دل نہ چاہے تو) انکے ذمہ (صرف روزے کا) فدیہ (یعنی بدلہ) ہے کہ وہ ایک غریب کا کھانا (کھلا دینا یا دیدینا) ہے اور جو شخص خوشی سے (زیادہ) خیر (خیرات) کرے (کہ زیادہ فدیہ دیدے) تو یہ اس شخص کیلئے اور بھی بہتر ہے اور (گو ہم نے آسانی کیلئے ان حالتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دیدی ہے لیکن) تمہارا روزہ رکھنا (اسی حالت میں بھی) زیادہ بہتر ہے اگر تم (کچھ روزے کی فضیلت کی) خبر رکھتے ہو ف پہلی امتوں میں سے نصاریٰ پر روزہ فرض ہونیکا بیان ایک حدیث میں اسطرح آیا ہے کہ نصاریٰ پر ماہ رمضان کا روزہ فرض ہوا تھا انکا کوئی بادشاہ بیمار ہوا تو اسکی قوم نے نذر مانی کہ اگر بادشاہ کو شفا ہو جاوے تو ہم دس روزے اور اضافہ کر دینگے پھر اور کوئی بادشاہ بیمار ہوا اسکی صحت پر سات کا اور اضافہ ہوا پھر تیسرا بادشاہ ہوا اسوا اس نے تجویز کیا کہ پچاس میں تین ہی کی کسر رہ گئی ہے لاؤ تین اور بڑھالیں اور ایام ربیع میں سب رکھ لیا کریں ذکرہ فی روح المعانی بروایۃ ابن حنظلۃ والنحاس والطبرانی عن معقل بن حنظلۃ مرفوعا اور لعلکم تتقون میں روزہ کی ایک حکمت کا بیان ہے جس کی تقریر اشارۃ ترجمہ میں کردیگئی لیکن حکمت کا اسی میں انحصار نہیں ہو گیا خدا جانے اور کیا کیا ہزاروں حکمتیں ہونگی پس کسی کو یہ کہنے کی گنجایش نہیں کہ جب مقصود روزہ کا معلوم ہو گیا تو یہ مقصود اگر دوسرے طریق سے حاصل کر لیں تو روزہ کی یا قید رمضان کی کیا ضرورت ہے وجہ گنجایش نہ ہونے کی یہ ہے کہ ممکن ہے کہ روزے میں کچھ خاص

مسائل السلوک قولہ تعالیٰ کتب علیکم الصیام الی قولہ لعلکم تتقون قال العبد الضعیف فیہ بیان ثمرۃ المجاهدۃ ففیہ مسئلتان احدهما کون المجاهدۃ نافعۃ ثانیتهما کون بیان ثمراتها مشروعۃ کما یتفق للشیوخ اذا ان آنا فیہ مصلحۃ انتهی القول

ترجمہ قولہ تعالیٰ کتب علیکم الصیام (الی قولہ) لعلکم تتقون اس میں بیان ہے ثمرۂ مجاہدہ کا پس اس میں دو مسئلے ہیں ایک مجاہدہ کا نافع ہونا دوسرا اس کے ثمرات کے بیان کا مشروع ہونا۔ جیسا کہ شیوخ جب مصلحت دیکھتے ہیں اس کو بیان کرتے ہیں

اللغات الصیام کالصوم مصدر صام ۱۲ روح المعانی۔ **النحو** ایاما معدودات فی روح المعانی انتصاب ایاما لیس بالصیام کما قیل لوقوع الفصل بینهما باجنبی بل بمضمر دل هو علیہ ای صوموا فعدۃ من ایام اخر ای فعلیہ صوم عدۃ ایام المرض و السفر من ایام اخر ان افطر فحذف الشرط والمضافان للعلم بها ۱۲ روح المعانی۔ **البلاغۃ** کما کتب فیہ تاکید للحکم و ترغیب فیہ و تطییب لانفس المخاطبین فان الامر الشاق اذا عمت طابت ایاما معدودات قلیلات لان القلیل یسهل عدہ فیعد والکثیر یؤخذ جزافا علی سفر راکب سفر مستعل علیہ بان اشتغل بہ قبل الفجر ففیہ ایماء الی ان من سافر فی اثناء الیوم لم یفطر و بعد اللغۃ اوثر علی مسافرا ۱۲ روح المعانی۔ **اختلاف القراءۃ** قرء نافع و ابن عامر باضافۃ فدیۃ الی طعام وجمع المسکین ولا اضافۃ فیہ حینئذ من اضافۃ الشیء الی جنسہ کخاتم فضۃ لان طعام المسکین یکون فدیۃ وغیرہا وجمع المسکین لانہ جمع فی الذین یطیقونہ مقابل الجمع بالجمع ولم یجمع فدیۃ لانها مصدر ۱۲ روح المعانی۔

الروایات اخرج البخاری و مسلم و ابوداؤد والترمذی والنسائی والطبرانی و آخرون عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما نزلت ہذہ الآیۃ وعلی الذین یطیقونہ کان من شاء منا صام ومن شاء افطر ویفتدی فعل ذلک حتی نزلت الآیۃ التی بعدها فنسختها فمن شهد منکم الشهر فلیصمہ ۱۲ روح المعانی۔

ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ متقی بن جاؤ اخذ من روح المعانی ان یکون الفعل منزلا منزلۃ اللازم اے لکی تصلوا بذلک الی رتبۃ التقوی ۱۲۔ ۲ قولہ خیر کرے الے قولہ بہتر ہے اخذ الجزء الاول مصدر او الثانی اسم تفضیل فیفید الحمل بلا مریۃ ۱۲ کذا فی روح المعانی۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ

ماہ رمضان ہے۔ جسمیں قرآن مجید بھیجا گیا ہے جس کا وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور واضح الدلالۃ ہے منجملہ اُن کتب کے جو کہ ہدایت ہیں اور فیصلہ کرنیوالی ہیں۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ

سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہیئے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار رکھنا ہے

اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ز

اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ دشواری منظور نہیں۔

حکمتیں اور ثمرات ایسے ہوں کہ وہ بدون ان خاص قیود مقررہ شرعیہ کے حاصل نہ ہوسکیں خوب سمجھ لو اور اس مقام پر چند مسائل ہیں **مسئلہ** جس بیماری میں روزہ رکھنا نہایت شاق ہو یا مضر مرض ہو اسمیں روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ **مسئلہ** سفر شرعی حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اپنی جائے قیام سے تین منزل کے قصد سے سفر کرے تو رستہ میں تو یہ مسافر ہوگیا اب منزل مقصود پر پہنچکر اگر پندرہ روز یا زیادہ قیام کا ارادہ کرلیا تو مسافر نہ رہا اور اگر پندرہ روز سے کم کے قیام کا ارادہ کیا تو جبھی مسافر ہے غرض جو شخص شرعی مسافر ہو اُسکو جائز ہے کہ باوجود روزہ رکھ سکنے کے روزہ نہ رکھے لیکن ایسی حالت میں زیادہ افضل یہی ہے کہ رکھے۔ **مسئلہ** یہ مریض اور مسافر جنکا ذکر کیا گیا اگر اُس روز کے روزے کی نیت نہ کرچکے تھے تو روزہ نہ رکھنا درست ہے اور اگر نیت کرچکے ہوں تو بلا تکلیف شدید روزہ توڑنا جائز نہیں۔ **مسئلہ** یہ مریض اور مسافر جسے دن روزہ نہ رکھیں اُن دنوں کا شمار یاد رکھیں اور جب مرض اور سفر ختم ہوجاوے بعد رمضان گذر جانیکے اُتنے دنوں کا روزہ بنیت قضا رکھیں اور یہ قضا کے روزے خواہ ایک دم سے رکھیں اور خواہ ایک ایک دو دو کرکے ہر طرح رکھیں اور بعد ختم ہونے سفر اور مرض کے اگر کچھ رمضان بھی باقی ہے تو بقیہ رمضان کا روزہ ادا کرکے اس کے گذرنے کے بعد یہ قضا روزے رکھ سکتے ہیں۔ **مسئلہ** شروع اسلام میں جب لوگوں کو بتدریج روزہ کا خوگر کرنا منظور تھا یہ حکم ہو گیا تھا کہ باوجود استطاعت روزہ کے فدیہ کی اجازت تھی اب یہ حکم منسوخ ہے البتہ جو شخص بہت بوڑھا ہو یا ایسا بیمار ہو کہ اب صحت کی توقع نہیں ایسے لوگوں کیلئے یہ حکم اب بھی ہے کہ فی روزہ یا تو ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلادیں یا خشک جنس دینا چاہیں تو فی روزہ اسّی کے سیر سے ایک مسکین کو پونے دو سیر گیہوں دیدیا کریں اگر اتنے گیہوں دو مسکین کو دینگے درست نہیں یا ایک تاریخ میں ایک مسکین کو دو دن کا فدیہ دینگے تب بھی درست نہیں اور اگر فدیہ دینے کے بعد اس شخص میں طاقت آگئی یا وہ مرض جاتا رہا تو ان روزوں کو پھر قضا کرنا ہوگا اور اس فدیہ کا ثواب الگ ملیگا مگر یہ فدیہ بجائے روزوں کے نہ رہے گا اور اگر کسی کو فدیہ دینے کی بھی وسعت نہ ہو تو بجائے فدیہ کے وہ صرف استغفار کرے اور نیت رکھے کہ جب ہوسکے ادا کرونگا **ربط** اوپر ارشاد ہوا تھا کہ تھوڑے دنوں روزہ رکھ لیا کرو آگے اُن تھوڑے دنوں کا بیان ہے یعنی **ایامِ صیام** شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (الی قولہ) يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

النحو شهر رمضان خبر مبتدأ محذوف تقدیرہ ذلکم الوقت ۱۲ روح المعانی قلت واشرت الیہ فی الترجمۃ هدی وبینات حالان لازمان من القرآن والعامل فیہما انزل ۱۲ روح المعانی واشرت الیہ فی الترجمۃ بقولی وصف الخ

البلاغۃ شهر رمضان ہو المراد بالایام واختار ذلک ابن عباس والحسن وابو مسلم فیکون انہ سبحانہ قد اخبر اولا انہ کتب علینا الصیام ثم بینہ بقولہ عز وجل ایاما معدودات فزال بعض الابہام ثم بینہ بقولہ عز من قائل شهر رمضان توطینا للنفس علیہ ۱۲ روح المعانی قولہ هدی للناس وبما ذکرت فی ترجمتہ لم یلزم التکرار فی الہدی ای مع قولہ من الہدی وکذلک فی بینات مع قولہ الفرقان فافہم وظہر ان البینات والفرقان متحدان مقصودا وانما غیر العنوان اشارۃ الی ان کون الشئ بینا لا لقصد الا لکونہ فرقانا بخلاف کونہ ہدی فانہ مقصود بنفسہ ولذا لم یغیر فیہ العنوان واشرت الی النکتۃ فی ایراد البینات جمعا بقولی فی الترجمۃ جزء جزء وقد فسر صاحب الکشاف وروح المعانی الہدی والفرقان بالکتب المتعددۃ لقولہ تعالی وانزل التوراۃ والانجیل من قبل ہدی للناس وانزل الفرقان الذی انزل فیہ، قال البیضاوی فیہ اشعار بان الانزال فیہ سبب اختصاصہ بوجوب الصوم فیہ واوضحہ عبد الحکیم بانہ لما خص ہذا الشہر باعظم النعم کان ذلک صالحا لاختصاصہ باحمز انواع العبودیۃ شکرا علیہ ۱۲ قولہ ومن کان مریضا خصص لمن شہد وتکرارہ لذلک التخصیص او لئلا یتوہم نسخہ کما نسخ قرینہ ۱۲ روح المعانی۔

الکلام استدل المعتزلۃ بقولہ تعالی یرید اللہ الخ علی انہ قد یقع من العبد ما لا یریدہ اللہ تعالی وذلک لان المریض والمسافر اذا صاما حتی اجہدہما الصوم فقد فعلا خلاف ما اراد اللہ تعالی ورد بان التیسیر باباحۃ الفطر وقد حصل من غیر تخلف ۱۲ روح المعانی ؁

7 / 200

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ

اور تاکہ تم لوگ شمار کی تکمیل کر لیا کرو اور تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کیا کرو اس پر کہ تم کو طریقہ بتلادیا اور تاکہ تم لوگ شکر ادا کیا کرو ۔ اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق

عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ

دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں۔

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (وہ تھوڑے ایام جن میں روزے کا حکم ہوا ہے) ماہ رمضان ہے جس میں (ایسی برکت ہے کہ اسمیں یعنی اسکے ایک خاص حصہ میں کہ شب قدر ہے) قرآن مجید (لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر) بھیجا گیا ہے جس کا (ایک) وصف یہ ہے کہ لوگوں کیلئے (ذریعہ) ہدایت ہے اور (دوسرا وصف یہ ہے کہ ہدایت کے طریقے بتلانے میں اسکا جزو جزو) واضح الدلالۃ ہے (اور ان دونوں وصفوں میں منجملہ اُن کتب (سماویہ) کے (ہے) جو کہ (ان ہی دو وصفوں سے موصوف ہیں یعنی ذریعہ) ہدایت (بھی) ہیں اور (وضوح دلالۃ کی وجہ سے حق و باطل کے درمیان) فیصلہ کرنیوالی (بھی) ہیں سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اسمیں روزہ رکھنا چاہیئے (اور وہ فدیہ کی اجازت جو اوپر مذکور تھی منسوخ و موقوف ہوئی) اور (مریض اور مسافر کیلئے جو اوپر قانون تھا وہ البتہ اب بھی اسی طرح باقی ہے کہ) جو شخص (ایسا) بیمار ہو جسمیں روزہ رکھنا مشکل یا مضر ہو یا (شرعی) سفر میں ہو تو (اسکو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور بجائے ایام رمضان کے) دوسرے ایام کا (اتنا ہی) شمار (کر کے انمیں روزہ) رکھنا (اس پر واجب) ہے اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ (احکام میں) آسانی (کی رعایت) کرنا منظور ہے (اسلئے ایسے احکام مقرر کئے جن کو تم آسانی سے بجا لاسکو چنانچہ سفر اور مرض میں کیسا آسان قانون مقرر کر دیا) اور تمہارے ساتھ (احکام و قوانین مقرر کرنے میں) دشواری منظور نہیں (کہ سخت احکام تجویز کر دیتے) اور (یہ احکام مذکو ہم نے خاص خاص مصلحتوں سے مقرر کئے چنانچہ اول اًروزہ ادا رکھنے کا اور کسی شرعی عذر سے رہ جاوے تو اور ایام میں قضا کرنیکا حکم تو اس لئے کیا) تاکہ تم لوگ (ایام ادا یا قضا کی) شمار کی تکمیل کر لیا کرو (تاکہ ثواب میں کمی نہ رہے) اور (خود قضا رکھنے کا حکم اسلئے کیا) تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی (اور ثنا) بیان کیا کرو اس پر کہ تم کو (ایک ایسا) طریقہ بتلادیا (جس سے تم برکات و ثمرات صیام رمضان سے محروم نہ رہو ورنہ اگر قضا کا حکم وجوباً نہ ہوتا تو بہت کم لوگ اُس کا اہتمام کرتے) اور (عذر سے خاص رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت اسلئے دیدی) تاکہ تم لوگ (اس نعمت آسانی پر اللہ تعالیٰ کا) شکر ادا کیا کرو (ورنہ اگر یہ اجازت نہ ہوتی تو سخت مشقت ہوتی) **ف** قرآن مجید میں دوسری آیت میں آیا ہے کہ ہم نے قرآن مجید شب قدر میں نازل فرمایا اور یہاں رمضان شریف میں نازل کرنا فرمایا ہے سو وہ شب قدر رمضان کی تھی اسلئے دونوں مضمون موافق ہو گئے اور اگر یہ وسوسہ ہو کہ قرآن مجید تو کئی سال میں تھوڑا تھوڑا اکر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے پھر رمضان یا شب قدر میں نازل فرمانے کے کیا معنی اس وسوسہ کے جواب کی طرف احقر نے اثناء ترجمہ میں اشارہ کر دیا ہے یعنی لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر دفعۃً رمضان کی شب قدر میں نازل ہو چکا تھا پھر آسمان دنیا سے دنیا میں بتدریج کئی سال میں نازل ہوا پس اس میں بھی تعارض نہ رہا چنانچہ روح المعانی میں حضرت ابن عباس اور ابن جبیر اور حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی قول نقل کیا ہے انه نزل فيه جملة الى السماء الدنيا ثم نزل منجما فى ثلث وعشرين ترجمہ اسکا وہی ہے جو احقر اوپر لکھ چکا ہے اور یہی معنے ہیں اُس حدیث کے جو امام احمد اور طبرانی نے روایت و اثلۃ بن الاسقع سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی ہے کہ صحف ابراہیم رمضان کی اوّل شب میں اور توراۃ چھٹی شب میں اور انجیل تیرھویں شب میں اور قرآن مجید چوبیسویں شب میں اُسی رمضان کی نازل کئے گئے کذا فی الروح المعانی واللہ اعلم۔ **ربط** اوپر احکام صوم میں جن مصلحتوں کی رعایت فرمائی گئی ہے اسی طرح آیندہ بھی بعض احکام کے مصالح اور رعایت سہولت کا مذکور ہے ان سب سے حقتعالیٰ کا بندے کے حال پر توجہ اور عنایت فرمانا معلوم ہوتا ہے لہذا مضمون قرب و اجابت کا ذکر بمناسبت مقام فرماتے ہیں۔ **قرب و اجابت باری تعالیٰ** وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۔

مسائل السلوک

قوله تعالىٰ فانى قريب قال العبد الضعيف ظاهره يدل على الاحاطة الذاتية والقرب الذاتى انتهى القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ فانی قریب اس کا ظاہر احاطہ ذاتیہ و قرب ذاتی پر دلالت کرتا ہے

النحو ولتكملوا علل لفعل محذوف دل عليه فمن شهد الخ اى وشرع لكم جملة ما ذكر الخ ۱۲ روح المعانى قلت واشرت اليه ايضاً فى الترجمة۔

البلاغة ولتكملوا فى روح المعانى هذا النوع من اللف لطيف المسلك قلما يهتدى اليه الا من اقتفى الظاهر ترك الواو لكونها علة لما سبق ووجه اقتضائه لما فيه من مزيد الاعتناء بالاحكام السابقة ۱۲

التكلف۔ قلت وجه الاقتضاء انه فصل الافعال اولاً ثم اجمل ذلك المفصل بالفعل المقدر ای شرع ثم فصل علل تلك الافعال كما هو ظاهر ۱۲ لتكبروا الله على فى روح المعانى المراد من التكبير الحمد والثناء مجازاً لكونه فرداً منه ولذلك عدى بعلى ۱۲

الروايات فى لباب النقول اخرج ابن جرير وابن ابى حاتم وابن مردويه وابو الشيخ وغيرهم من طرق انه جاء اعرابى الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال اقريب ربنا فنناجيه ام بعيد فنناديه فانزل الله تعالىٰ واذا سالك عبادى الآية ۱۲

97 / 200

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝ أُحِلَّ لَكُمْ

منظور کرلیتا ہوں عرضی درخواست کرنیوالے کی جبکہ وہ میرے حضور میں درخواست دے سو انکو چاہیئے کہ میرے احکام کو قبول کیا کریں اور مجھ پر یقین رکھیں امید ہے کہ وہ لوگ رشد حاصل کر سکیں گے

لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ

روزہ کی شب میں اپنی بیبیوں سے مشغول ہونا حلال کر دیا گیا کیونکہ وہ تمہارے اوڑھنے بچھونے ہیں اور تم اُن کے اوڑھنے بچھونے ہو۔ خدا تعالیٰ کو اس کی خبر تھی کہ تم

تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَ

خیانت کے گناہ میں اپنے کو مبتلا کر رہے تھے خیر اللہ تعالیٰ نے تم پر عنایت فرمائی۔ اور تم سے گناہ کو دھو دیا سو اب ان سے ملو ملاؤ۔ اور جو تمہارے لئے تجویز کر دیا ہے اسکا سامان کرو اور

كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ

کھاؤ اور پیو اس وقت تک کہ تم کو سفید خط صبح کا متمیز ہو جاوے سیاہ خط سے۔

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝ اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ سے میرے بندے میرے (قرب اور بعد کے) متعلق دریافت کریں تو آپ میری طرف سے ان سے فرما دیجئے کہ میں قریب ہی ہوں (اور باستثنار نامناسب درخواست کے) منظور کرلیتا ہوں (ہر) عرضی درخواست کرنیوالے کی جبکہ وہ میرے حضور میں درخواست دے سو جس طرح میں انکی عرضی معروض کو منظور کرلیتا ہوں انکو چاہیئے کہ میرے احکام کو (بجاآوری کیساتھ) قبول کیا کریں (اور چونکہ ان احکام میں کوئی حکم نامناسب نہیں اسلئے اس میں استثنار ممکن نہیں) اور مجھ پر یقین رکھیں (میری ہستی پر بھی میرے حاکم ہونے پر بھی میرے حکیم ہونے اور رعایت مصالح پر بھی اس طرح) امید ہے کہ وہ لوگ رشد (وفلاح) حاصل کر سکیں گے

ف یہ جو فرمایا کہ جب دریافت کریں سو ایک شخص نے دریافت کیا تھا اور یہ جو فرمایا کہ میں قریب ہوں تو جیسے حقتعالیٰ کی ذات کی حقیقت بیچون وچگون ہونیکی وجہ سے ادراک نہیں کی جاسکتی اسی طرح انکی صفات کی حقیقت بھی معلوم نہیں ہوسکتی لہذا ایسے مباحث میں زیادہ تفتیش جائز نہیں اجمالاً اتنا سمجھ لیں کہ جیسی انکی ذات ہے انکی شان کے مناسب انکا قرب بھی ہے۔ اور احقر نے جو "باستثنار نامناسب درخواست" کی قید ظاہر کر دی اس سے وہ مشہور وسوسہ اجابت دعا کے متعلق دفع ہوگیا کہ بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ دعا قبول نہیں ہوتی حاصل جواب یہ ہے کہ وہ دعا اس شخص کے مناسب حال نہیں ہوتی اور یہ ضرور نہیں کہ جو چیز واقع میں نامناسب ہو اسکے نامناسب ہونے کی اطلاع خود اس شخص کو بھی ہوجایا کرے اور کسی ملحد کو اس شبہ کے نکالنے کی بھی گنجایش نہیں ہے کہ جیسے وہ ہماری صرف بعض باتیں قبول کرتے ہیں ہم بھی انکے صرف بعض احکام مان لیں گے وجہ گنجایش نہ ہونے کی یہ ہے کہ ہماری تو بعض درخواستیں نامناسب ہوتی ہیں اور انکے احکام تو سب مناسب ہیں چنانچہ احقر نے ترجمہ میں بھی اسکو ظاہر کر دیا ہے

حکم چہارم تمتع بمفطرات در شب صیام

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ (الی قولہ) حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ

مسائل السلوک قولہ تعالیٰ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الخ قال العبد الضعیف فیہ تعدیل المجاهدۃ انتہی القول

ترجمہ قولہ تعالیٰ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الخ اس میں مجاہدہ کی تعدیل ہے

(حاشیہ: مانتی درخواست مناسب / فیہ تعدیل مجاہدہ)

اللغات استجاب اجاب واحد ومعناہ قطع مثلثہ تیلیفہ مرادہ من الجوب بمعنی القطع ۱۲ روح المعانی

النحو قال عبد الحکیم ناصب لیلۃ الرفث المقدر الدال علیہ الرفث المذکور اذ المصدر لا یتقدم معمولہ علیہ قولہ وکلوا العطف علی باشروہن فالغایۃ للثلث ۱۲

البلاغۃ قال البیضاوی الرفث کنایۃ عن الجماع لانہ لا یکاد یخلو من رفث وہو الافصاح والتصریح بما یجب ان یکنی عنہ وعدی بالی لتضمنہ معنی الافضاء وایثارہ ہہنا لتقبیح ما ارتکبوہ ولذلک سماہ خیانۃ ہن لباس قال البیضاوی لما کان الرجل والمراۃ یعتنقان ویشتمل کل منہما علی صاحبہ شبہ باللباس او لان کل منہما یستر حال صاحبہ ویمنعہ من الفجور قلت او لقلۃ الصبر عنہن لشدۃ الملابسۃ قولہ الخیط الابیض شبہ اول ما یبدو من الفجر المعترض فی الافق وما یمتد معہ من الغلس بخیطین واکتفی ببیان الخیط الابیض لدلالتہ علی الآخر وبذلک عدل عن الاستعارۃ الی التمثیل ۱۲ فائدہ ما قیل ان الصبح الصادق مستطیر فکیف شبہ بالخیط وجہ الدفع ان اول ما یبدو یشبہ الخیط وکذا ما قیل ان الظلام کثیرۃ فکیف یشبہ الخیط وجہ الدفع ان ما یقارن الخیط الصبح ہو الذی یشبہ الخیط ۱۲

الروایات فی لباب النقول اخرج البخاری عن البراء قال لما نزل صوم شہر رمضان کانوا لا یقربون النساء رمضان کلہ فکان رجال یخونون انفسہم فانزل اللہ علم اللہ انکم الخ واخرج احمد وابن جریر وابن ابی حاتم من طریق عبد اللہ بن کعب بن مالک عن ابیہ قال کان الناس فی رمضان اذا صام الرجل فامسی فنام حرم علیہ الطعام والشراب والنساء حتی یفطر من الغد فرجع عمر من عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد سمر عندہ فاراد امرأتہ فقالت انی قد نمت قال ما نمت ووقع علیہا وصنع کعب مثل ذلک فغدا عمر الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فنزلت الآیۃ۔ وفی روح المعانی عن ابن جریر قال عمر یا رسول اللہ انی اعتذر الی اللہ تعالیٰ والیک من نفسی ہذہ ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ میری طرف سے توجیہ بعنوان الجواب ۱۲
۲ قولہ میرے احکام کو لما کان المقدر کالملفوظ اظہرہ فی الترجمۃ ۱۲۔
۳ قولہ رشد وفلاح عطف تفسیری اخذا من روح المعانی ان اصل الرشد اصابۃ الخیر ۱۲۔
ع بعیط الخ طبتہ ای انت کاذبۃ ۱۲

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ

پھر رات تک روزہ کو پورا کیا کرو اور ان بیبیوں سے اپنا بدن بھی مت ملنے دو جس زمانہ میں کہ تم لوگ اعتکاف والے ہو مسجدوں میں۔ یہ خداوندی ضابطے

اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

ہیں سو ان سے نکلنے کے نزدیک بھی مت ہونا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام لوگوں کے واسطے بیان فرمایا کرتے ہیں اس امید پر کہ وہ لوگ پرہیز رکھیں۔

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ج تم لوگوں کیواسطے روزہ کی شب میں اپنی بیبیوں سے مشغول ہونا حلال کر دیا گیا اور پہلے جو اس سے ممانعت تھی وہ موقوف کیگئی) کیونکہ (بوجہ قرب واتصال کے) وہ تمہارے (بجائے) اوڑھنے بچھونے (کے) ہیں اور تم اُنکے (بجائے) اوڑھنے بچھونے (کے) ہو خدا تعالیٰ کو اسکی خبر تھی کہ تم (حکم الٰہی میں) خیانت (کر) کے گناہ میں اپنے کو مبتلا کر رہے تھے (مگر) خیر (جب تم معذرت سے پیش آئے تو) اللہ تعالیٰ نے تم پر عنایت فرمائی اور تم سے گناہ کو دھو دیا سو (جب اجازت ہوگئی تو) اب اُن سے ملو ملاؤ اور جو (قانون اجازت) تمہارے لئے تجویز کر دیا ہے (بے تکلف) اُسکا سامان کرو اور (جس طرح شب صیام میں بی بی سے ہمبستری کی اجازت ہے اسی طرح یہ بھی اجازت ہے کہ) کھاؤ (بھی) اور پیو (بھی) اسوقت تک کہ تم کو سفید خط (کہ وہ نور ہے) صبح (صادق) کا (جبکہ وہ بالکل شروع ہی شروع میں طلوع ہوتی ہے) متمیز ہو جاوے سیاہ خط سے (کہ عبارت ہے تاریکی کی اس حد فاصل سے جو کہ خط نور صبح سے ملا ہوا محسوس ہوتا ہے مراد متمیز ہونے سے یہ کہ صبح صادق طلوع ہو جاوے) پھر (صبح صادق سے) رات (آنے) تک روزہ کو پورا کیا کرو **ف** شروع اسلام میں یہ حکم تھا کہ رات کو ایک دفع نیند آجانے سے آنکھ کھلنے کے بعد کھانا پینا بی بی کے پاس جانا حرام ہو جاتا تھا بعض صحابہ سے غلبہ میں اس حکم کے امتثال میں کوتاہی ہوگئی پھر نادم ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اطلاع کی انکی ندامت اور توبہ پر حق تعالیٰ نے رحمت فرمائی اور اس حکم کو منسوخ کر دیا اور احقر نے جو خط تاریکی اور خط نور کے ملنے کو محسوس ہونیسے تعبیر کیا ہے وجہ اس تعبیر کی یہ ہے کہ واقع میں وہ دو خط نہیں بلکہ ایک ہی خط ہے جو سطح نور وسطح ظلمت دونوں کا منتہا اور دونوں کے درمیان میں مشترک اور فاصل ہے جیسا اہل ریاضی جانتے ہیں۔ **حکم پنجم اعتکاف** وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ ط اور اُن بیبیوں (کے بدن) سے اپنا بدن بھی (شہوت کیساتھ) مت ملنے دو جس زمانہ میں کہ تم لوگ اعتکاف والے ہو (جو کہ مسجدوں میں ہوا کرتا ہے) **ف مسئلہ** حالت اعتکاف میں بی بی کیساتھ صحبت اور اسی طرح بوس وکنار سب حرام ہے پھر اگر بوس وکنار میں انزال بھی ہوگیا تو وہ اعتکاف جاتا رہیگا اور بجائے اُسکے دوسرا قضا کرنا ہوگا اور اگر بلا شہوت اس نے اُسکو یا اُس نے اِسکو ہاتھ لگا دیا یا بدن دبا دیا تو درست ہے **مسئلہ** اعتکاف صرف ایسی مسجد میں جائز ہے جسمیں پانچوں وقت جماعت سے نماز کا انتظام ہو **مسئلہ** جو اعتکاف رمضان میں نہ ہو اُسمیں بھی روزہ شرط ہے **مسئلہ** اعتکاف والے کو مسجد سے کسی وقت باہر نکلنا درست نہیں البتہ جو کام بہت ہی لاچاری کے ہیں جیسے پیشاب پاخانہ یا کوئی کھانا لانیوالا نہ ہو تو گھر سے کھانا لے آنا یا جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کیلئے جانا بس ایسی ضرورت کیلئے باہر جانا درست ہے لیکن گھر میں یا رستہ میں ٹھیرنا درست نہیں **مسئلہ** اگر عورت اعتکاف کرنا چاہے تو جو جگہ اُسکی نماز پڑھنے کی مقرر ہے اُسی جگہ اعتکاف بھی درست ہے **تاکید احکام مذکورہ** تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ یہ (سب احکام مذکورہ) خداوندی ضابطے ہیں سو ان (ضابطوں) سے (نکلنا تو کیسا) نکلنے کے نزدیک بھی مت ہونا اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ احکام بیان کئے ہیں) اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے (اور) احکام (بھی) لوگوں (کی اصلاح) کیواسطے بیان فرمایا کرتے ہیں اس امید پر کہ وہ لوگ (احکام پر مطلع ہو کر اُن احکام کے خلاف کرنے سے) پرہیز رکھیں۔

البلاغۃ حدود اللّٰہ الحد المنع من کان فی طاعۃ اللّٰہ والعمل بشرائعہ فہو متصرف فی حیز الحق فنہی ان یتعداہ وان یقرب الحد الذی ہو الحاجز بین حیز الحق والباطل لئلا یدانی الباطل وان یکون فی الواسطۃ متباعدا عن الطرف فضلا عن ان یتخطاہ فالمراد الاحکام ویجوز ان یرید بحدود اللّٰہ محارمہ ۱۲ من الکشاف قلت واشرت الی ہذا کلہ فی الترجمۃ

الروایات فی لباب النقول اخرج ابن جریر عن قتادۃ قال کان الرجل اذا اعتکف فخرج من المسجد جامع ان شاء فنزلت ولا تباشروہن وانتم عاکفون فی المساجد ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ معذرت سے کذا فی البیضاوی ۱۲، ۲ قولہ دھو دیا لمافی العفو من المحو للاثر وتعبیر بلسانہ ما سبہ ۱۲ ۳ قولہ ملو ملاؤ ہی اصل لغۃ المباشرۃ فانہا الزاق البشرۃ بالبشرۃ کنی بہ عن الجماع ۱۲ ۴ قولہ تمہارے لئے تجویز کیا ہے اخذا مما فی روح المعانی عن قتادۃ ان المراد ابتغوا الرخصۃ التی کتب اللّٰہ تعالیٰ لکم فان اللّٰہ تعالیٰ یحب ان توتی رخصہ کما یحب ان توتی عزائمہ اھ قلت ویؤید اللام فی صلۃ کتب وقد اشرت الی کون الامر للاباحۃ بقولی بے تکلف ۱۲ ۵ قولہ مت ملنے دو اولتہ بالمعنی الحقیقی لعموم الحکم وعلم قید الشہوۃ بالاجماع ۱۲ ۶ قولہ جس زمانہ میں فائدۃ الجواب عما اورد ان المعتکف اذا خرج من المسجد فباشر خارجا یلزم جوازہ ولا دخل الشیخ ان المباشرۃ حال کونہ فیہ والجواب ظاہر بالترجمۃ فحاصل المعنی لا تباشروہن حال ما یقال فیکم انکم عاکفون فی المساجد من خرج من المسجد لقضاء الحاجۃ فہذا القول باق ۱۲ ۷ قولہ جو کہ مسجدوں میں ہوا کرتا ہے اشارۃ الی ان القید للاشتراط وعلیہ الاجماع ۱۲ ۸ قولہ فی ترجمۃ الآیات احکام اطلاقا للدال علی المدلول ۱۲

07 / 200

7 200

وَلَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق مت کھاؤ۔ اور ان کو حکام کے یہاں اس غرض سے رجوع مت کرو کہ لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ بطریق گناہ کے کھا جاؤ

۲۳ ع ۷ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ

اور تم کو علم بھی ہو۔ آپ سے چاندوں کی حالت کی تحقیقات کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ چاند آلۂ شناخت اوقات ہیں لوگوں کے لئے اور حج کیلئے۔

حکم ششم منع مال حرام وَلَا تَاْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (الی قوله) وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق (طور پر) مت کھاؤ اور ان (کے جھوٹے مقدمہ) کو حکام کے یہاں اس غرض سے رجوع مت کرو کہ (اسکے ذریعہ سے) لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ بطریق گناہ (یعنی ظلم) کے کھا جاؤ اور تم کو (اپنے جھوٹ اور ظلم کا) علم بھی ہو۔ **حکم ہفتم اعتبار حساب قمری در حج وغیرہ** يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (بعضے آدمی) آپ سے (ان) چاندوں کی (ہر مہینہ گھٹنے بڑھنے کی) حالت (اور اُس میں جو فائدہ ہے اس فائدہ) کی تحقیقات کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ (فائدہ اس کا یہ ہے کہ) وہ چاند (اپنے اس گھٹنے بڑھنے کے اعتبار سے لزوماً یا سہولۃً) آلۂ شناخت اوقات ہیں لوگوں کے (اختیاری معاملات مثل عدت و مطالبۂ حقوق کے) لئے اور (غیر اختیاری عبادات مثل) حج (و زکوٰۃ و روزہ وغیرہ) کے لئے **ف** مطلب یہ کہ سورج تو اپنے تشکل کے اعتبار سے ہمیشہ ایک حالت پر رہتا ہے گو مطالع و مغارب کے اعتبار سے ہر روز وہ بھی مختلف ہوتا رہتا ہے لیکن وہ امر خفی ہے اور ایک مدت تک اس کا فرق ظاہر نہیں ہوتا اور کسوف دائم اور معین نہیں بخلاف چاند کے کہ جلد جلد اُسکے تشکلات مختلف ہوا کرتے ہیں پھر ہر ماہ میں ایک ہی ضابطہ پر ہوتے رہتے ہیں اور وہ اختلاف ایسا بیّن ہے کہ ہر کہ ومہ بے تکلف اُسکو محسوس کرتا ہے اس لئے عام طور پر مختلف طبقات اور درجات کے آدمیوں کو جیسا قمری حساب سے اوقات کا انضباط اور انتظام سہل ہے شمسی حساب سے ممکن نہیں لہٰذا شریعت نے بالاصالۃ[2] قمری حساب پر احکام و عبادات کا مدار رکھا ہے کہ سب کا اجتماع و اتفاق ان امور میں سہولت سے ممکن ہو پھر بعض احکام میں تو اس حساب کو لازم کر دیا ہے کہ اُنہیں دوسرے حساب پر مدار رکھنا جائز ہی نہیں جیسے حج و روزۂ رمضان و عیدین و زکوٰۃ و عدت طلاق و امثالہا اور بعض میں گو اختیار دیا ہے جیسے کوئی چیز خریدی اور وعدہ ٹھیرا کہ اسوقت سے ایک سال شمسی گذرنے پر زر ثمن بیباق کرینگے اسمیں شرع نے مجبور نہیں کیا کہ سال قمری ہی پر مطالبہ کا حق ہوجاویگا لیکن اسمیں کوئی شک نہیں کہ اگر ابتداءً قمری پر مدار رکھا جاوے تو عام طور پر پھر سہولت اسی میں ہے احقر نے جو لزوماً یا سہولۃً اثنائے ترجمہ میں لکھدیا ہے وہ اسی مضمون مفصل کا اجمال ہے اور اختیاری غیر اختیاری جو اثنائے ترجمہ میں واقع ہوا ہے اس سے مراد شرعاً ان کا موقت یا غیر موقت ہونا ہے ورنہ باعتبار فعل کے سب اختیاری ہیں ورنہ شرعاً ان کا امر ہی نہ ہوتا خوب سمجھ لو۔

مسائل السلوک
قوله تعالى يسئلونك عن الاهلة قل هي مواقيت
خل العبد الضعيف فيه
دليل عن الاعراض عن
الفضول وعلى ان للشيخ ان
ينهى عن بعض الاسئلة صريحا
او بان يجيب عن غير ما
سأله انتهى القول

ترجمہ
قوله تعالى
يسئلونك عن الاهلة قل
هي مواقيت اس میں اعراض عن
الفضول پر دلیل ہے اور اس پر
بھی کہ شیخ کو حق ہے کہ بعض سوالات
سے منع کر دے خواہ صریحی خواہ اس
طور سے کہ جو اس سے پوچھا گیا ہے
اس کا جواب نہ دے دوسرا جواب
دے دے

اللغات الادلاء فی الاصل ارسال الحبل فی البئر ثم استعیر للتوصل الی الشئ او الالقاء والمراد هنا الادلاء ای لا تتوسلوا او لا تلقوا بحکومتها والخصومة فیها الی الحکام ۱۲ روح المعانی۔
المواقیت جمع میقات من الوقت صیغة آلة ای مایعرف به الوقت اھ من البیضاوی و عبد الحکیم قلت واشرت الیه فی الترجمة ۱۲۔
النحو بینکم و بالباطل متعلقان بلا تاکلوا والباء فی بالاثم للسببیة ۱۲ من روح المعانی۔
البلاغة جمع الاهلة اما لان الهلال کل یوم بزیادته و نقصه کانه هلال آخر غیر الاول واما لانه متعدد باعتبار تعدد الشهور ما اخترت الوجه الثانی فی الترجمة لرجحانه عند ذوقی و عطف الحج یمکن ان یبنی علی تغایر بینه و بین المعطوف علیه بان یقال ان قوله للناس بیان للمواقیت التی هی باختیارهم و قوله والحج اشارة الی المواقیت التی عینها الله للعبادات الموقتة الا انه خص الحج بالذکر من بینها لکونها ادخل شئ الی الوقت لانه یحتاج الیه اداء و قضاء اھ من البیضاوی و عبد الحکیم قلت و عطفت فی الترجمة الصوم علی الحج لمناسبة تخصوص المقام الصوم المتصل به ۱۲
الروایات فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر قال ان امرأ القیس ابن عابس و عبدان بن اشوع الحضرمی اختصما فی ارض فاراد امرأ القیس ان یحلف ففیه نزلت ولا تاکلوا اموالکم بینکم الآیة۔ فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم عن ابی العالیة قال بلغنا انهم قالوا یا رسول الله لم خلقت الاهلة فانزل الله تعالی یسئلونک عن الاهلة الآیة فظهر ان السوال کان عن الحکمة وهو الظاهر من الجواب فلا یحتاج الی التکلف بکون الجواب علی اسلوب الحکیم[1] و ما روی ان معاذ بن جبل سال ما بال الهلال یبدو دقیقا ثم یزید الخ فسنده علی ما فی روح المعانی ضعیف علی انه یمکن حمله علی السوال عن الحکمة کما لا یخفی ۱۲۔

ملحقات الترجمة
[1] قوله ایک دوسرے کے مال فهو علی حد لا تلمزوا انفسکم بدلیل قوله سبحانه بینکم فان معنی الواسطة یقتضی ان یکون ما یضاف الیه منقسما الی طرفین یکون الاکل والمال محل الاکل متوسطا بینهما و ذلک ظاهر علی المعنی المذکور کذا فی روح المعانی قلت و بهذا یان لا علی المبالغة فی الآیة ۱۲۔
[2] قوله بالاصالة زدته لانهم اعتبروا فی السنین السنة الشمسیة فانه لیعارض کون الفصول مؤثرة فی المزاج والعلاج ۱۲

عـه[1] ہذا مبنی علی المشہور بان السوال کان عن العلة والجواب علی اسلوب الحکیم ۱۲

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ

اور اس میں کوئی فضیلت نہیں کہ گھروں میں اُنکی پشت کی طرف سے آیا کرو ہاں لیکن فضیلت یہ ہے کہ کوئی شخص حرام سے بچے اور گھروں میں اُن کے

أَبْوَابِهَا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا

دروازوں سے آؤ اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ تم کامیاب ہو اور تم لڑو اللہ کی راہ میں اُن لوگوں کے ساتھ جو تمہارے ساتھ لڑنے لگیں اور حد سے

تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ○ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ

مت نکلو واقعی اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے اور ان کو قتل کرو جہاں اُن کو پاؤ اور اُنکو نکال باہر کرو

مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ

جہاں سے اُنہوں نے تمکو نکلنے پر مجبور کیا ہے اور شرارت قتل سے بھی سخت تر ہے اور انکے ساتھ مسجد حرام کے قریب میں قتال مت کرو

الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ○

جب تک کہ وہ لوگ وہاں تم سے خود نہ لڑیں ہاں اگر وہ خود ہی لڑنے کا سامان کرنے لگیں تو تم اُن کو مارو ایسے کافروں کی ایسی ہی سزا ہے۔

ف اور جاننا چاہیئے کہ اپنے روزمرہ کے مکاتبات و مخاطبات میں ہر چند کہ شمسی حساب کا استعمال کرنا شرعاً ناجائز تو نہیں ہے لیکن غور کرنے سے اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ بوجہ خلاف ہونے وضع صحابہ و سلف صالحین کے خلاف اولیٰ ضرور ہے و نیز چونکہ مدار احکام شرعیہ کا حساب قمری پر ہے اسلئے اُسکا محفوظ و منضبط رکھنا یقیناً فرض علی الکفایہ ہے اور سہل طریق انضباط کا یہ ہے کہ روزمرہ اسی کا استعمال کیا جاوے اور ظاہر ہے کہ فرض کفایہ عبادت ہے اور عبادت کی حفاظت کا آلہ یقیناً ایک درجہ میں عبادت ہے پس حساب قمری کا استعمال اس درجہ میں مطلوب شرعی ٹھیرا پس مسلمان سے بہت بعید ہے کہ ایک جانب ایک امر مطلوب شرعی ہو دوسری جانب دوسرا امر کسی درجہ میں مزاحم اس شرعی کا ہو پھر مطلوب کو چھوڑ کر بلا ضرورت اُسکے مزاحم کو اختیار کرے خصوصاً اس طور پر کہ اُس مطلوب سے کوئی خاص تعلق اور دلچسپی بھی نہ رہے اور غیر مطلوب کو راجح قرار دینے لگے **حکم ہشتم اصلاح طریقہ بخانہ درآمدن در احرام** وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا (الیٰ قولہ) وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ بعض لوگ قبل اسلام کے حالت احرام حج میں اگر کسی ضرورت سے گھر جانا چاہتے تو دروازہ سے جانا ممنوع جانتے تھے اس لئے پشت کی دیوار میں نقب دیکر اُسمیں سے اندر جاتے تھے اور اس عمل کو فضیلت سمجھتے تھے حقتعالیٰ اُسکے متعلق بعد ذکر حج کے ارشاد فرماتے ہیں) اور اسمیں کوئی فضیلت نہیں کہ گھروں میں اُنکی پشت کی طرف سے آیا کرو ہاں لیکن فضیلت یہ ہے کہ کوئی شخص حرام (چیزوں) سے بچے اور (چونکہ گھروں میں دروازہ کی طرف سے آنا حرام نہیں ہے اس لئے اُس سے بچنا بھی ضرور نہیں سو اگر آنا چاہو تو) گھروں میں اُنکے دروازوں سے آؤ اور (اصل الاصول تو یہ ہے کہ) خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو (اس سے البتہ) اُمید ہے کہ تم (دارین میں) کامیاب ہو **ف** اس سے ایک بڑے کام کی بات معلوم ہوئی کہ جو شئے شرعاً مباح ہو اُس کو طاعت و عبادت اعتقاد کر لینا اسی طرح اُسکو معصیت اور محل ملامت اعتقاد کر لینا شرعاً مذموم ہے اور بدعت میں داخل ہے چنانچہ گھروں میں دروازے سے آنا مباح تھا اسکو اُن لوگوں نے معصیت سمجھا تھا اور دروازہ چھوڑ کر کسی اور طرف سے آنا بھی فی نفسہ مباح ہے اُسکو ان لوگوں نے عبادت و فضیلت سمجھا تھا اس پر حقتعالیٰ نے ان پر رد فرمایا اور اُنکے اس اعتقاد کو باطل اور مخالف تقویٰ کے ٹھیرایا اور تقویٰ کو واجب فرمایا تو ضرور جس چیز سے واجب کا ترک اور خلاف لازم آویگا وہ گناہ ہوگی پس انکے یہ دونوں اعتقاد گناہ ہوئے اس قاعدہ سے ہزاروں اعمال کا حکم معلوم ہوگیا جو کہ عوام بلکہ بعض خواص میں بھی شائع ہیں اللہ تعالیٰ رحم فرماویں **حکم نہم متعلق قتال کفار** وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا (الیٰ قولہ) فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ○

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا قال العبد الضعیف فیہ ذم التشبہ باھل الباطل ولو فی العادات والرسوم انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظهورها اس میں مذمت ہے تشبہ باہل باطل کی اگرچہ رسوم و عادات ہی میں ہو

الروایات روی البخاری عن البراء قال کانوا اذا احرموا فی الجاہلیۃ اتوا البیت من ظہرہ فانزل اللہ ولیس البر الآیۃ لباب النقول۔ فی لباب النقول من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس قال نزلت ہذہ الآیۃ فی صلح الحدیبیۃ و ذلک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما صد عن البیت ثم صالح المشرکون علی ان یرجع عامہ القابل فلما کان العام القابل تجہز ہو واصحابہ عمرۃ القضاء فخافوا ان لا تفی قریش بذلک وان یصدوہم عن المسجد الحرام ویقاتلوہم وکرہ اصحابہ قتالہم فی الشہر الحرام فانزل اللہ ذلک ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ ایک درجہ میں عبادت المراد بہ العبادۃ بالغیر ۱۲۔

فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ

پھر اگر وہ لوگ باز آجاویں تو اللہ تعالیٰ بخشدیں گے اور مہربانی فرماویں گے ۔ اور ان کے ساتھ اس حد تک لڑو کہ فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جاوے

لِلّٰهِ ۖ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظّٰلِمِينَ ۝ الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ

اور اگر وہ لوگ باز آجاویں تو سختی کسی پر نہیں ہوا کرتی بجز بے انصافی کرنے والوں کے ۔ حرمت والا مہینہ ہے بعوض حرمت والے مہینے کے اور یہ حرمتیں تو عوض معاوضہ

قِصَاصٌ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا

کی چیزیں ہیں ۔ سو جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر زیادتی کی ہے اور اللہ تعالیٰ

اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝

سے ڈرتے رہو اور یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ ان ڈرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں

فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (الیٰ قولہ) وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝ ذی قعدہ سنہ ۶ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادائے عمرہ کے قصد سے کہ معظمہ تشریف لے چلے اس وقت تک مکہ معظمہ مشرکین کے قبضہ اور حکومت میں تھا ان لوگوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہیوں کو مکہ کے اندر نہ جانے دیا اور عمرہ رہ گیا آخر بڑی گفتگو کے بعد یہ معاہدہ قرار پایا کہ سال آئندہ تشریف لاکر عمرہ ادا فرماویں چنانچہ ذی قعدہ سنہ ۷ میں پھر آپ اسی قصد سے تشریف لے چلے لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ شاید مشرکین اپنا معاہدہ پورا نہ کریں اور آمادۂ مقابلہ و مقاتلہ ہو جاویں تو ایسی حالت میں نہ تو سکوت مصلحت ہے اور اگر مقاتلہ کیا جاوے تو ذیقعدہ میں کہ اس وقت تک اس میں اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب میں قتل و قتال ممنوع تھا اور اسی لئے یہ چار مہینے اشہر حرم کہلاتے تھے قتل لازم آتا ہے غرض مسلمان اس تردد سے پریشان تھے حق تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ گو اور کفار کی طرح ان خاص معاہدہ کرنیوالوں کے ساتھ بوجہ باہمی معاہدہ کے تم کو اپنی جانب سے ابتداءً قتال کرنے کی اجازت نہیں لیکن اگر وہ لوگ خود عہد شکنی کریں اور تم سے لڑنے کو آمادہ ہو جاویں تو اس وقت تم کسی طرح کا اندیشہ دل میں مت لاؤ اور (بے تکلف تم (بھی) اللہ کی راہ میں (یعنی اس نیت سے کہ یہ لوگ دین کی مخالفت کرتے ہیں) ان لوگوں کے ساتھ جو (نقض عہد کر کے) تمہارے ساتھ لڑنے لگیں اور (از خود) حد (معاہدہ) سے مت نکلو (کہ عہد شکنی کر کے لڑنے لگو) واقعی اللہ تعالیٰ حد (قانون شرعی) سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے اور (جس حالت میں وہ خود عہد شکنی کریں تو اس وقت دل کھول کر خواہ) انکو قتل کرو جہاں ان کو پاؤ اور (خواہ) ان کو (مکہ سے) نکال باہر کرو جہاں سے انہوں نے تم کو (تنگ کر کے اور ایذائیں پہنچا کر) نکلنے (اور ہجرت کرنے) پر مجبور کیا ہے اور (تمہارے اس قتل و اخراج کے بعد بھی عقلاً الزام ان ہی پر رہے گا کیونکہ عہد شکنی جو ان سے واقع ہوگی بڑی شرارت کی بات ہے اور (ایسی) شرارت (ضرر میں) قتل (و اخراج) سے بھی سخت تر ہے (کیونکہ اس قتل و اخراج کی نوبت اس شرارت ہی کی بدولت پہنچی ہے پس یہ شرارت اصل اور قتل و اخراج اس کی فرع ہے) اور (علاوہ معاہدہ کے ان کے ساتھ ابتداءً قتال کرنے سے ایک اور امر بھی مانع ہے وہ یہ کہ حرم شریف یعنی مکہ اور اس کا گرداگرد ایک واجب الاحترام جگہ ہے اور اس میں قتال کرنا اس کے احترام کے خلاف ہے اس لئے بھی حکم دیا جاتا ہے کہ) ان کے ساتھ مسجد حرام (یعنی کعبہ) کے قرب (و نواح) میں (کہ حرم کہلاتا ہے) قتال مت کرو جب تک کہ وہ لوگ وہاں تم سے خود نہ لڑیں ہاں اگر وہ (کفار) خود ہی (لڑنے کا سامان کرنے لگیں تو (اس وقت پھر تم کو اجازت ہے کہ تم (بھی) انکو مارو (دھاڑو) ایسے کافروں کی (جو حرم میں لڑنے لگیں) ایسی ہی سزا ہے پھر اگر (بعد شروع قتال کے بھی) وہ لوگ (اپنے کفر سے) باز آجاویں (اور اسلام قبول کریں) تو (ان کا اسلام بے قدر نہ سمجھا جاوے گا بلکہ) اللہ تعالیٰ (ان کے گذشتہ کفر کو) بخشدیں گے اور (مغفرت کے علاوہ انواع نعم دے کر ان پر) مہربانی (بھی) فرماویں گے اور (اگر وہ لوگ اسلام نہ لاویں تو گو اور کفار سے جزیہ دینے کے اقرار پر قتال سے دست کش ہونے کا حکم ہے لیکن یہ خاص کفار چونکہ اہل عرب ہیں ان کے لئے قانون جزیہ نہیں ہے بلکہ انکے لئے اسلام ہے

النحو الشھر الحرام بحذف المضاف و متعلق الجار تقدیرہ حرمۃ الشھر الحرام مقابل بالشھر الحرام قولہ قصاص بحذف المضاف ای الحرمات ذات قصاص ۱۲
الملحقات الترجمۃ لے قولہ ان خاص معاہدہ کرنے والوں الخ فلا حاجۃ الی القول بکون الآیۃ منسوخ بجواز ابتداء القتال مع الکفار بعد ان حملتہ علی المعاہدین فافہم ۱۲ ۲ے قولہ فی ترجمۃ والفتنۃ ای شرارت و قولہ فی ترجمۃ جزاء الکفرین ایسے کافروں کی للعہد فیھما ۱۲ ۳ے قولہ علاوہ معاہدہ فلا یوہم ان التفسیر ید ل علی کون المانع عہداً مع قطع النظر عن کونہم فی الحرم فمعنی بالنسبۃ الحرم ۴ے قولہ فی ترجمۃ عند قرب فاتمل الحرم کلہ ۱۲ ۵ے قولہ سامان کرنے لگیں حملا علی المجاز للضرورۃ الاجماع علی عدم توقف جواز قتالہم علی عین القتال منہم ۱۲

وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ ۚۖۛ وَاَحۡسِنُوۡا ۚۛ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ○

اور تم لوگ خرچ کیا کرو اللہ کی راہ میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو اور کام اچھی طرح کیا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اچھی طرح کام کرنے والوں کو

یا قتل اس واسطے (انکے ساتھ اس حد تک لڑو کہ (ان میں) فسادِ عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے اور (ان کا) دین (خالص) اللہ ہی کا ہو جاوے (اور کسی کے دین ہونے کا خالصاً اللہ کے لئے ہو جانا موقوف ہے قبول اسلام پر تو حاصل یہ ہوا کہ شرک چھوڑ کر اسلام اختیار کر لیں) اور اگر وہ لوگ (کفر سے) باز آجاویں (جس کا ذکر ابھی ابھی ہوا ہے) تو (آخرت میں مغفرت و رحمت کے مستحق ہونے کے ساتھ دنیا میں ان کے لئے تم کو یہ قانون تبلایا جاتا ہے کہ سزا کی) سختی کسی پر نہیں ہوا کرتی بجز بے انصافی کرنے والوں کے (جو براہِ بے انصافی خدائی احسانات کو بھول کر کفر و شرک کرنے لگیں اور جب یہ لوگ اسلام لے آئے تو بے انصاف نہ رہے لہٰذا ان پر سزائے قتل کی سختی نہ رہی اور مسلمانو تم کو جو ان کے نقض عہد کی صورت میں یہ تردد ہے کہ شہر حرام یعنی ذیقعدہ میں لڑنا پڑے گا سو اس سے بھی بے فکر ہو کیونکہ حرمت والا مہینہ (تم کو قتال کفار سے مانع ہو سکتا) ہے بعوض (اس کے کہ اس) حرمت والے مہینہ کے (سبب وہ بھی تم سے قتال نہ کریں) اور (وجہ یہ ہے کہ) یہ حرمتیں تو عوض معاوضہ کی چیزیں ہیں سو جو تم سے ان کی رعایت کرے تو تم بھی رعایت رکھو اور) جو تم پر (ایسی حرمتوں کی رعایت نہ کر کے) زیادتی کرے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر زیادتی کی ہے اور (ان سب احکام مذکورہ کے برتاؤ میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (کہ کسی امر میں حد قانونی سے تجاوز نہ ہونے پاوے) اور یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ (اپنی عنایت و رحمت سے) ان ڈرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں **ف** ان آیتوں کے متعلق چند مسائل ہیں **مسئلۂ اول** کفار کے ساتھ جب کہ شرائط جواز کے پائے جاویں ابتداءً قتال شروع کرنا درست ہے اور اس مقام میں جو ابتداء بالقتال سے ممانعت فرمائی ہے تو وہ صرف بوجہ معاہدہ کے ہے تو معاہدہ میں ابتداءً ناجائز ہے البتہ اگر باقی رکھنا معاہدہ کا مصلحت نہ ہو تو صاف اطلاع کر دی جاوے کہ ہم وہ معاہدہ باقی نہیں رکھتے پھر قتال جائز ہے اسی طرح اگر وہ لوگ خود معاہدہ توڑ دیں تب بھی قتال جائز ہے چنانچہ جن لوگوں کے باب میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں انہوں نے آخر میں جب نقض عہد کر دیا تو ان سے یہاں تک قتل و قتال ہوا کہ مکہ فتح ہو کر دار الاسلام بن گیا **مسئلۂ دوم** جزیرۂ عرب کے اندر جس میں حرم بھی آگیا کفار کو وطن بنانے کی اجازت نہیں اور اگر بزور رہنا چاہیں تو غیر حرم میں تو قتال کر کے بھی دفع کر دینا جائز ہے اور حد حرم کے اندر اولاً قتال نہ کریں گے بلکہ ان کو دوسری طرح تنگ کریں گے جس میں وہ خود چھوڑ دیں اور اگر کسی طرح نہ چھوڑیں اور دفع کرنے سے آمادۂ قتال ہو جاویں تو اس وقت قتال جائز ہے اور یہی حکم ہے اس کا جو کوئی جرم قتل وغیرہ کا مرتکب ہو کر حرم کے اندر جا گھسے اس کو تنگ کر کے باہر نکال کر قصاص وغیرہ لیں گے اور اس مقام میں جو نقض عہد نہ کرنے کی صورت میں ان سے تعرض نہ کرنے کا حکم مفہوم ہوتا ہے سو اس وقت یہ ممانعت جزیرۂ عرب میں بسنے کی نہ ہوئی تھی پھر آخر میں یہ حکم مقرر ہو گیا **مسئلۂ سوم** جمہور ائمہ دین کا اجماع ہے کہ اشہر حرم میں اب قتل و قتال جائز ہے اور جن آیات سے ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ منسوخ ہیں لیکن افضل اب بھی یہی ہے کہ اشہر حرم میں ابتداء بالقتال نہ کرے **مسئلۂ چہارم** کفار عرب اگر اسلام نہ لاویں تو ان کے لئے صرف قتل کا قانون ہے اگر وہ جزیہ دینا چاہیں نہ لیا جاوے گا یہ سب مسائل در مختار و رد المحتار وغیرہ کتب فقہ حنفی سے منقول ہیں

حکمِ دہم انفاق فی الجہاد وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ ۚۖۛ وَاَحۡسِنُوۡا ۚۛ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ

عند المتقدمین ۲ع ۱

مسائل السلوک
قولہ تعالیٰ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ قال العبد الضعیف فسر بترک الغزو والانفاق فدل علی اعتبار المعانی و کذا بجھتہ علی الصورۃ حیث سمی ما ھو ضد التہلکۃ صورۃ تہلکۃ بعقبہ المعنی انتہی المنقول

ترجمہ
قولہ تعالیٰ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ کی تفسیر جو کی گئی ہے کہ غزو و انفاق فی الغزو مت چھوڑو جیسا دیں ہے اس پر کہ اعتبار معانی کو صورت پر ترجیح ہے کہ جو چیز صورۃً تہلکہ کی ضد ہے اس کو معنے کا اعتبار کر کے تہلکہ فرمایا گیا

ابتداء بالقتال

تحقیقات ابن قتال در حرم جزیرۂ عرب

قتل ما نع حرم

حکم جزیہ از کفار عرب

اللغات التہلکۃ فی الاصل انتہاء الشیء فی الفساد والالقاء طرح الشیء و عدی بالی لتضمن معنے الانتہاء ۱۲ بیضاوی

البلاغۃ الباء مزیدۃ والمراد بالایدی الانفس ای لا توقعوا انفسکم فی الہلاک و قیل معناہ لا تجعلوہا آخذۃ بایدیکم (والایدی بالمعنے الحقیقی ای لا تجعلوہا التہلکۃ آخذۃ بایدیکم) او لا تلقوا بایدیکم انفسکم الیہا فحذف المفعول ۱۲ بیضاوی۔ قلت واخترت الوجہ الآخر فی الترجمۃ ۱۲

الروایات فی لباب النقول روی البخاری عن حذیفۃ قال نزلت ہذہ الآیۃ فی النفقۃ واخرج ابو داؤد والترمذی وصححہ ابن حبان والحاکم وغیرہم عن ابی ایوب الانصاری قال نزلت ہذہ الآیۃ فینا معشر الانصار لما اعز الله الاسلام وکثر ناصروہ قال بعضنا لبعض سراً ان اموالنا قد ضاعت وان الله قد اعز الاسلام فلو اقمنا فی اموالنا فاصلحنا ما ضاع منہا فانزل الله علی نبیہ یرد علینا ما قلنا وانفقوا فی سبیل الله ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ فکانت التہلکۃ الاقامۃ علی الاموال واصلاحہا وترکنا الغزو ۱۲

تحقیقات الترجمۃ ۱؎ قولہ فی ترجمۃ لا تکون فتنۃ فساد عقیدہ یعنی شرک کذا نقل فی روح المعانی عن قتادۃ والسدی وہذا ینطبق علی مذہب الحنفیۃ وامثالہم لا یجوزون علی الاطلاق ترک القتال و قبول الجزیۃ ۲؎ قولہ نقص کی سختی الخ کذا فی روح المعانی ۱۲ ۳؎ قولہ فی ترجمۃ فان انتہوا الثانی اور حسنا عطف علی سطح القطف نظرا الی فان انتہوا الاول ویصح التعقیب نظرا الی ما تقوم ۱۲ ۴؎ قولہ وجہ یہ ہے قال البیضاوی احتج علیہ ای بالاندراج الاحتجاج فیہ لانہ مقصود بالذات والاول صحح الواو ۱۲ عن عبد الحکیم ۱۲ ۵؎ قولہ اس پر زیادتی کرو من غیر ان یقید بقولہ الیہی مثلاً حملا علی الزیادۃ کما فی المدارک وتقدیرہ عدوانا مثل عدوانہم کما ای فی نفس کونہ عدوانا لان المراد نفس القتال بقرینۃ المقام ولا یجب فیہ المماثلۃ اجماعا فلا تعرض للآیۃ لمسئلۃ الضمان او المماثلۃ فی القصاص بالکیفیۃ کما ذہب الیہ الشافعی فافہم ۱۲

5 / 200

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى

اور حج و عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لئے پورا پورا ادا کیا کرو پھر اگر روک دیئے جاؤ تو قربانی کا جانور جو کچھ میسر ہو اور اپنے سروں کو اس وقت تک مت منڈاؤ جب تک

يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ

کہ قربانی اپنے موقع پر نہ پہنچ جاوے البتہ اگر کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو فدیہ دے دے روزے سے یا خیرات دینے سے یا

اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ٚ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ

ذبح کر دینے سے پھر جب تم امن کی حالت میں ہو تو جو شخص عمرہ سے اس کو حج کے ساتھ ملا کر منتفع ہوا ہو تو جو کچھ قربانی میسر ہو پھر جس شخص کو قربانی کا

يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ

جانور میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں حج میں اور سات ہیں جب کہ حج سے تمہارے لوٹنے کا وقت آجاوے یہ پورے دس ہوئے یہ اس شخص کے لئے ہے جس

اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ

کے اہل مسجد الحرام کے قرب میں نہ رہتے ہوں

الْمُحْسِنِيْنَ ○ اور تم لوگ (جان کے ساتھ مال بھی) خرچ کیا کرو اللہ کی راہ (یعنی جہاد) میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو (کہ ایسے مواقع پر جان و مال خرچ کرنے سے جبن و بخل کرنے لگو جس کا نتیجہ تمہارا ضعیف اور مخالف کا قوی ہو جانا ہے جو کہ عین تباہی ہے) اور (جو) کام (کرو) اچھی طرح کیا کرو (مثلاً اسی موقع پر خرچ کرنا ہے دل کھول کر خوشی سے اچھی نیت کے ساتھ خرچ کرو) بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اچھی طرح کام کرنے والوں کو

ف اور یہ جو فرمایا کہ اپنے ہاتھوں الخ اس قید کا حاصل یہ ہے کہ باختیار خود کوئی امر خلاف حکم نہ کرے اور جو بلا قصد و اختیار کچھ ہو جاوے وہ معاف ہے کذا فی روح المعانی

حکم یازدہم متعلق حج و عمرہ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (الی قولہ) وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

النحو قولہ ففدیۃ وقولہ فما استیسر فی موضعین وقولہ فصیام کلہا مبتدأ محذوف الخبر ای علیہ قولہ فمن تمتع ای تمتع بالتقرب الی اللہ تعالیٰ بالعمرۃ الی وقت الحج ای قبل الانتفاع بالحج فی اشہرہ کذا فی روح المعانی ویجوز ان یکون تقدیرہ تمتع بالعمرۃ مقرونۃ مضمومۃ الی الحج وقد اشرت الیہ فی الترجمۃ **البلاغۃ** تلک عشرۃ فان قلت فما فائدۃ الفذلکۃ قلت الواو قد تجیٔ للاباحۃ فی نحو قولک جالس الحسن وابن سیرین فالفذلکۃ نفت توہم الاباحۃ وایضاً ففائدۃ الفذلکۃ فی کل حساب ان یعلم العدد جملۃ کما علم تفصیلا لیحاط بہ من جہتین کذا فی الکشاف قولہ حاضری المراد من حضور الاہل حضور المحرم وعبر بہ لان الغالب علی الرجل کما قیل ان یسکن حیث اہلہ ساکنون ۱۲

الفقہ استدل الشافعیۃ بقولہ اتموا علی وجوب العمرۃ کالحج والجواب من وجوب الاتمام لا یستلزم وجوب الابتداء ثم یمکن ان یحمل الامر فیہ متوجہا الی التقیید ای بمعنی اجعلوہما للہ خالصتین ذکرہ فی قولہ علیہ السلام بہما سواء ہما ... الخ وقد اشرت الیہ فی ترجمتی ودلیل الحنفیۃ ما اخرجہ الترمذی وصححہ کما فی روح المعانی ان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن العمرۃ اواجبۃ ہی قال لا وان تعتمروا خیر لکم واستدلوا بقولہ امنتم علی کون ہذا الحکم خاصا بالعدو لا المرض علی ما فیہ من الاشتراط رعلی کون المراد بہ حصر العدو فان الامن لغۃ فی مقابلۃ الخوف وبرد و عند ابی حنیفۃ ما یعمہما اخرج ابوداؤد والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجۃ والحاکم کما فی روح المعانی من حدیث الحجاج بن عمرو من کسر او عرج فعلیہ الحج من قابل واما قولہ امنتم فیقال علی بعض الاقوال مرضہ وبری من کسرہ وروی ذلک عن ابن مسعود وابن عباس من طریق ابراہیم کذا فی روح المعانی بل اکثر ما یستعمل الاحصار فی المرض کالحصر فی العدو واما حدیث الامر بالاشتراط فلا یدل علی کون الاشتراط شرطا و قولہ تعالی حتی یبلغ الہدی محلہ حملہ الشافعی علی الزمان لانہ صلی اللہ علیہ وسلم ذبح بالحدیبیۃ وحملہ الحنفیۃ علی المکان لقولہ ثم محلہا الی البیت العتیق لانہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الحدیبیۃ فسلم واما قولہ وہو من الحل فمنسوخ وقد قال الواقدی کما فی الکشاف ہی طرف الحرم علی تسعۃ امیال من مکۃ وقد روی فی روح المعانی عن الزہری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحر فی الحرم واما قولہ تعالی والہدی معکوفا ان یبلغ محلہ فیراد بہ محل المعہود وہو منی وصدر علم قولہ فی الحج استدل بعضہم علی صوم ایام التشریق لانہا ایام الحج والحنفیۃ حملوا علی احادیث النہی وقد مر علی روایات الاباحۃ والجواب عن الاستدلال بالایام ظاہر لان الحج معظمہ الوقوف وینتہی یوم التاسع فہو بعدہ لیست ایام الحج الا مجازا فافہم قولہ اذا رجعتم استدل الشافعی بہ علی عدم اجزاء ہذہ السبعۃ ما لم یرجع الی وطنہ ونحن نقول الا قیۃ یکن فلہ حکم الراجع قلنا معنی الرجوع کما فی الخازن الاتمام فسر الرجوع وانہ وقت الفراغ فلا یتم الاستدلال قولہ لمن لم یکن قال الحنفیۃ دل اللام التی للمنفعۃ علی ان المشار الیہ بذلک التمتع بمعنی الجمع بینہما العام للقران ۱۲

الروایات فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم عن صفوان بن امیۃ قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم متضمخا بالزعفران علیہ جبۃ فقال کیف تامرنی یا رسول اللہ فی عمرتی فانزل اللہ واتموا الحج والعمرۃ للہ فقال این السائل عن العمرۃ فقال ہا انا ذا فقال لہ القی عنک ثیابک ثم اغتسل واستنشق ما استطعت ثم ما کنت صانعا فی حجک فاصنعہ فی عمرتک وروی البخاری عن کعب بن عجرۃ انہ سئل عن قولہ ففدیۃ من صیام قال حملت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والقمل یتناثر علی وجہی فقال ما کنت اری ان الجہد بلغ بک ہذا اما تجد شاۃ قلت لا قال صم ثلثۃ ایام واطعم ستۃ مساکین لکل مسکین نصف صاع من طعام واحلق راسک فنزلت فیّ خاصۃ وہی لکم عامۃ وفی روایۃ احمد عنہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالحدیبیۃ ونحن محرمون الی آخرہ ۱۲

ملحقات الترجمۃ لہ قولہ جان کے ساتھ دلیلہ العطف علی قاتلوا کما فی روح المعانی وہو داخل فی عموم تفسیر قولہ تعالی لا تلقوا الخ لترک القتال والانفاق فہو متعلق بمجموع المعطوف والمعطوف علیہ کما فی روح المعانی ایضا ۱۲

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ ذٰلک لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام وذلک اشارۃ الی التمتع عند الحنفیۃ اذ لا متعۃ ولا قران للمکی وانما ہما للآفاقی فقط قال العبد الضعیف ولو قیل فی حکمتہ ابقاء الوقت وبخلاء البیت لطواف الواردین دل علی ان الحاضرین فی خدمۃ الشیخ علیہم ان یراعوا المسافرین الواردین علیہ انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ

ذٰلک لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام ذٰلک کا مشار الیہ حنفیہ کے نزدیک تمتع ہے (اور اسی کے حکم میں قران ہے) سو مکی کے لئے قران اور تمتع نہیں ہے وہ دونوں صرف آفاقی کے لئے ہیں بندہ کہتا ہے کہ اگر اس کی حکمت میں یوں کہا جاوے کہ مقصود آفاقیین کے لئے وقت کا باقی رکھنا اور بیت کا خالی رکھنا ہے تو اس بنا پر یہ بات اس پر دلالت کریگی کہ جو لوگ شیخ کی خدمت میں پہلے سے حاضر ہیں ان کو چاہیے کہ ان مسافرین کی رعایت کریں جو شیخ کے پاس آتے رہتے ہیں

۲۴ ع ۸ ۸

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۞ ع

اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ تعالےٰ سزائے سخت دیتے ہیں

الْعِقَابِ ۞ اور (جب حج یا عمرہ کرنا ہو تو اس) حج اور عمرہ کو اللہ تعالےٰ کے (خوش کرنے کے) واسطے پورا پورا ادا کیا کرو (کہ افعال و شرائط بھی سب بجالاؤ
اور نیت بھی خالص ثواب ہی کی ہو) پھر اگر (کسی دشمن کی جانب سے یا کسی مرض کے سبب سے حج و عمرہ کے پورا کرنے سے) روک دیئے جاؤ تو (اس حالت میں
یہ حکم ہے کہ) قربانی کا جانور جو کچھ میسر ہو (ذبح کرے اور حج و عمرہ کی جو وضع اختیار کر رکھی تھی موقوف کرے اس کو احرام کھولنا کہتے ہیں جس کا طریقہ شرع
میں سر منڈانا ہے اور بال کترا دینے کا بھی یہی اثر ہے) اور (یہ نہیں کہ فوراً روک ٹوک کے ساتھ ہی تم کو احرام کھولنا درست ہو جاوے بلکہ) اپنے سروں کو (احرام
کھولنے کی غرض سے) اس وقت تک مت منڈاؤ جب تک کہ (وہ) قربانی (کا جانور جس کے ذبح کا اس حالت میں حکم تھا) اپنے موقع پر نہ پہنچ جاوے (اور
وہ موقع حرم ہے کہ قربانی کا جانور وہاں اگر خود نہ جا سکے تو کسی کے ہاتھ بھیجا جاوے اور ذبح کیا جاوے) البتہ اگر کوئی تم میں سے (کچھ) بیمار ہو یا اس کے سر میں
کچھ زخم یا درد یا جوؤں وغیرہ کی) تکلیف ہو (اور اس بیماری یا تکلیف کی وجہ سے پہلے ہی سر منڈانے کی ضرورت پڑ جاوے) تو (اس کو اجازت ہے کہ وہ سر
منڈا کر) فدیہ (یعنی اس کا شرعی بدلہ) دے دے (خواہ تین) روزے سے یا (چھ مسکینوں کو فی مسکین بمقدار صدقہ فطر کے برابر یعنی نصف صاع گیہوں) خیرات
(کے طور پر) دے دینے سے یا (اقل درجہ ایک بکری) ذبح کر دینے سے پھر جب تم امن کی حالت میں ہو (خواہ تو پہلے ہی سے کوئی خوف و مزاحمت
پیش نہیں آیا یا ہو کر جاتا رہا) تو (اس صورت میں حج و عمرہ کے متعلق قربانی کرنا ہر ایک کے ذمہ نہیں ہے بلکہ خاص) جو شخص عمرہ سے اس کو حج کے ساتھ ملا کر
منتفع ہوا ہو (یعنے ایام حج میں عمرہ بھی کیا ہو) تو (فقط اس کو ضرور ہے کہ) جو کچھ قربانی میسر ہو (ذبح کرے اور جس نے صرف عمرہ کیا ہو یا صرف حج کیا ہو اس پر
حج یا عمرہ کے متعلق کوئی قربانی نہیں) پھر (ایام حج میں حج و عمرہ کو جمع کرنے والوں میں سے) جس شخص کو قربانی کا جانور میسر نہ ہو (مثلاً غریب ہے) تو (اس کے ذمے
بجائے قربانی کے) تین دن کے روزے ہیں (ایام) حج میں (کہ آخر ان ایام کا نویں تاریخ ذی الحجہ کی ہے) اور سات (دن کے) ہیں جب کہ حج سے تمہارے
لوٹنے کا وقت آ جاوے (یعنے حج کر چکو خواہ لوٹنا ہو یا کہ وہاں رہنا ہو) یہ پورے دس (دن کے روزے) ہوئے (اور یہ بھی یاد رکھو کہ ابھی جو حج
و عمرہ کے ملانے کا ذکر ہوا ہے) یہ (ملانا ہر ایک کو درست نہیں بلکہ خاص) اس شخص کے لئے (درست) ہے جس کے اہل (و عیال) مسجد حرام (یعنی کعبہ
کے قرب (و نواح) میں نہ رہتے ہوں (یعنی قریب ہی کا وطن دار نہ ہو) اور (ان سب احکام کی بجا آوری میں) اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو (کہ کسی امر
میں خلاف نہ ہو جاوے) اور (خوب) جان لو کہ بلاشبہ اللہ تعالےٰ (بیباکی اور مخالفت کرنے والوں کو) سزائے سخت دیتے ہیں **ف مسئلہ**
جس شخص کو استطاعت ہو اس پر تو حج ابتداءً ہی فرض ہے اور جس شخص کو استطاعت نہ ہو اور وہ شروع کر دے یعنی احرام باندھ لے اس پر پورا کرنا فرض ہو جاتا
ہے اور عمرہ کرنا فرض و واجب نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہے البتہ شروع کرنے سے اس کا بھی پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے اسی واسطے احقر نے آیت کی
تفسیر میں کہا ہے (کہ جب حج یا عمرہ کرنا ہو) تاکہ فرض و واجب نہ ہونے کی صورت بھی اس میں آ جاوے اور حج اور عمرہ اور احرام کا طریق کتب فقہ میں دیکھنے
سے معلوم ہو سکتا ہے **مسئلہ** اگر حج و عمرہ کسی عذر سے پورا نہ کر سکے خواہ راہ میں بدامنی ہو گئی یا بیماری نے مجبور کر دیا ایسے شخص کو چاہیئے کہ کسی معتبر شخص سے کہہ
دے کہ فلاں تاریخ حد حرم کے اندر میری طرف سے ایک جانور کہ اقل درجہ ایک بکری ہے اور قران و تمتع میں جن کا ذکر عنقریب آتا ہے دو بکری ذبح کر دینا
اور جب وہ تاریخ آ دے گو ایام قربانی سے پہلے کی تاریخ ہو اور گمان غالب ہو کہ اب جانور ذبح ہو گیا ہو گا تو سر منڈا دے یا بال کترا دے اس سے احرام
کھل جاوے گا اور جو جو امور احرام باندھنے سے ممنوع ہو گئے تھے سب درست ہو جاویں گے پھر اس حج یا عمرہ کو قضا کرنا پڑے گا **مسئلہ** عورت کو سر
منڈانا حرام ہے وہ صرف ایک ایک انگل بال کاٹ دے **مسئلہ** اگر حج و عمرہ پورا کرنے سے مجبوری نہیں ہوئی یا نہیں رہی لیکن اور کسی عذر سے سر منڈانے کی
ضرورت پڑی تو اس کو تین باتوں کا برابر اختیار ہے خواہ سر منڈا کر تین روزے رکھ لے خواہ چھ مسکینوں کو ہر ہر مسکین کو بقدر صدقہ فطر دے دے یعنی گیہوں
پونے دو سیر اسی کے سیر سے یا جس برتن میں اتنے گیہوں سما جاویں اس برتن کو دو بار بھر کر جو دے دے یا ایک بکری ذبح کر کے مسکینوں کو تقسیم کر
دے اور گو یہ حکم اس جگہ محصر کے بیان کے ساتھ مذکور ہے مگر عموم لفظاً سے عام ہے اور ذبح کے لئے تو حد حرم معین ہے اور روزہ اور صدقہ کے لئے
معین نہیں اور اگر ایک مسکین کو ایک ہی حصہ دینا چاہیئے کہ دو حصے دینے تو ایک ہی ہو گا **مسئلہ** حج تین طرح کا ہوتا ہے افراد کہ ایام حج میں

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۭ وَمَا

حج چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں سو جو شخص ان میں حج مقرر کرے تو پھر نہ کوئی فحش بات ہے اور نہ کوئی بے حکمی اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے اور جو نیک

تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ○

کام کروگے خدا تعالیٰ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے اور خرچ ضرور لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات خرچ میں بچا رہنا ہے اور اے ذی عقل لوگو مجھ سے ڈرتے رہو

صرف حج کیا جاوے اور تمتع اور قران جن میں ایام حج میں عمرہ اور حج دونوں کئے جاویں تمتع اور قران میں ایک جانور ذبح کرنا ایام قربانی میں حد حرم کے اندر واجب ہوتا ہے اور جس کو مقدور نہ ہو تو اس کے عوض میں دس روزے رکھنے ضرور ہیں تین روزے تو دسویں ذی الحجہ سے پہلے ختم کر دے اور جب حج کر چکے سات اس وقت رکھے خواہ وطن آکر رکھ لے یا وہاں ہی رکھ لے اور اگر دسویں سے پہلے تین روزے نہ رکھ سکا تو اب قربانی ہی کرنا پڑے گی **مسئلہ** افراد ہر شخص کو جائز ہے اور تمتع اور قران صرف ان لوگوں کو جائز ہے جو میقات کے حدود سے باہر رہتے ہوں اور جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں ان کے لئے تمتع و قران کی اجازت نہیں ہے اب میقات کی حقیقت سمجھو اپنے ملکوں سے چلکر جب مکہ کو جاتے ہیں تو راہ میں ہر طرف کے لوگوں کو کچھ معین مقامات ملتے ہیں جن کی نسبت شرعی حکم ہے کہ ان مقامات پر سے حج یا عمرہ کی نیت باندھ کر آگے مکہ کا ارادہ کیا جاوے ان مقامات کا نام میقات ہے آیت میں ان حدود سے باہر کے لوگوں کو اس عنوان سے تعبیر فرمایا گیا ہے کہ اس کے اہل و عیال مسجد حرام کے قرب و نواح میں نہ رہتے ہوں اس قرب و نواح سے مراد یہی میقات ہیں اور یہ سب مسائل فقہ حنفی کے موافق ہیں **تتمہ سابق وقت حج و تاکید زاد راہ** اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ (الیٰ قولہٖ) وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ○ (زمانہ افعال) حج (کا) چند مہینے ہیں جو (مشہور و) معلوم ہیں (ایک شوال دوسرا ذی قعدہ تیسرا دس تاریخیں ذی الحجہ کی) سو جو شخص ان (ایام) میں (اپنے ذمہ) حج مقرر کرے (کہ حج کا احرام باندھ لے) تو پھر (اس شخص کو) نہ کوئی فحش بات (جائز) ہے اور نہ کوئی بے حکمی (درست) ہے اور نہ کسی قسم کا نزاع (و تکرار) زیبا ہے (بلکہ اس کو چاہئے کہ ہر وقت نیک ہی کاموں میں لگا رہے) اور جو نیک کام کروگے خدا تعالیٰ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے (سو اس کا ثمرہ تم کو عنایت ہوگا) اور (جب حج کو جانے لگو تو خرچ ضرور (ساتھ) لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات (اور خوبی) خرچ میں (گداگری سے) بچا رہنا ہے اور اے ذی عقل لوگو (ان احکام کی تعمیل میں) مجھ سے ڈرتے رہو (اور کسی حکم کے خلاف مت کرو) **ف مسئلہ** افعال حج شروع ہوتے ہیں احرام سے سو شوال کے مہینے سے احرام باندھ لینا بلاکراہت درست ہے اور اس سے پہلے مکروہ ہے اسی لئے شوال سے حج کے مہینے شروع سمجھے گئے اور افعال حج میں جو چیزیں فرض ہیں ان میں اخیر فعل طواف زیارت ہے وہ دسویں تاریخ ذی الحجہ کی ہوتا ہے اسی لئے اس تاریخ کو ختم قرار دیا گیا اور بعضے افعال واجب پھر بھی رہ جاتے ہیں جو بعد کی تاریخوں میں ادا ہوتے ہیں **مسئلہ** فحش بات دو طرح کی ہے ایک وہ جو پہلے ہی سے حرام ہے وہ حج کی حالت میں زیادہ حرام ہوگی دوسرے وہ کہ پہلے سے حلال تھی جیسے اپنی بی بی سے بے حیائی اور بے حجابی کی باتیں کرنا حج میں یہ بھی درست نہیں اسی طرح بے حکمی دو طرح کی ہے ایک وہ جو پہلے سے بھی حرام ہے جیسے تمام گناہ یہ حج کی حالت میں زیادہ حرام ہو جاوے گی دوسرے وہ امور جو خاص حج کی وجہ سے ممنوع ہو گئے جیسے خوشبو لگانا بال کتانا وغیرہ سو حج میں یہ امور ناجائز ہوتے ہیں اسی طرح رفیقوں سے لڑنا جھگڑنا یوں بھی برا ہے مگر حج میں اور زیادہ برا ہے **مسئلہ** بے خرچ لئے ہوئے حج کو جانا ایسے شخص کو درست نہیں جس کے نفس میں قوت توکل نہ ہو اور اس کو غالب

اللغۃ الحج اسم و تفتح

البلاغۃ فی الحج ولا ظہار فی مقام الاضمار لاظہار کمال الاقتضار بشانہ والاشعار بعلۃ الحکم فان زیارۃ البیت المعظم من موجبات ترک الامور المذکورۃ وفی قولہ من خیر حث علی الخیر عقیب النہی عن الشر ولہذا خص تعلق العلم مع انہ تعالیٰ عالم بجمیع الفعلون من خیرہ وشر کذا فی روح المعانی ۱۲

الروایات روی البخاری وغیرہ عن ابن عباس قال کان اہل الیمن یحجون ولا یتزودون ویقولون نحن متوکلون فانزل اللہ وتزودوا فان خیر الزاد التقوی کذا فی لباب النقول ۱۲

لمحقات الترجمۃ

لے قولہ خوبی خرچ میں الخ فالتزود بمعناہ الحقیقی والتقوی بالمعنی اللغوی کما فی روح المعانی ھذا والخیر مصدر بمعنی ظاہر ۱۲

وقص النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ فلا رفث ولا فسوق الخ قال العبد الضعیف فیہ دلالۃ ان علی الخواص ما لیس علی العوام کما ان بعض الرفث والفسوق والجدال فی الحج فیہ من المشاقۃ ما لیس فیہ فی غیر الحج انتہی القول

قولہ تعالیٰ فان خیر الزاد التقوی قال العبد الضعیف فیہ بیان الحکمۃ الاسباب للضعفاء انتہی القول

قولہ تعالیٰ واتقون یا اولی الالباب قال العبد الضعیف ھذہ کالمقدمۃ الثانیۃ للامر بالتزود لو قرر بالمطلوب ان الزاد سبب للتقوی والتقوی واجب فینتج ان الزاد سبب للواجب فہو واجب وھذا یتوقف علی ان مقدمۃ الواجب واجب وقد ثبت لایۃ بطلان الطریق علی ان مقدمۃ الواجب واجب وھذا اصل کبیر لکثیر من مسائل التصوف عما لم یذہب الیہ اھل الظاہر لعدم دقۃ نظرھم انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ فلا رفث ولا فسوق الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ خواص کے ذمہ بعضے ایسی چیزیں لازم ہوتی ہیں جو عوام کے ذمہ نہیں ہوتیں جیسا کہ بعض قسم کی باتیں اور اسی طرح فسوق و جدال ان میں وقت حج میں ایسی شناعت کہ غیر حج میں نہیں

قولہ تعالیٰ فان خیر الزاد التقوی اس میں ضعفاء کے لئے اسباب کی حکمت کا بیان ہے

قولہ تعالیٰ واتقون یا اولی الالباب یہ امر بالزاد کیلئے مثل مقدمہ ثانیہ کے ہے جس سے تقریر مطلوب کی یہ ہے کہ زاد سبب ہے تقویٰ کا اور تقویٰ واجب ہے نتیجہ نکلا کہ زاد سبب ہے واجب کا اور واجب کا سبب بھی واجب ہوتا ہے اور یہ امر موقوف ہے کہ مقدمۂ واجب کا واجب نہیں اس طرح ہے

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ

تم کو اس میں ذرا بھی گناہ نہیں کہ معاش کی تلاش کرو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے پھر جب تم عرفات سے واپس آنے لگو تو مشعر الحرام کے پاس خدا تعالیٰ

الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ۝ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ

کی یاد کرو اور اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے اور حقیقت میں قبل اس کے تم محض ہی ناواقف تھے پھر تم سب کو ضرور ہے کہ اسی

حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

جگہ سے ہو کر واپس آؤ جہاں اور لوگ جا کر وہاں سے واپس آتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے اور مہربانی فرماویں گے

گمان ہو کر میں شکایت و بے صبری میں مبتلا ہو جاؤں گا اور سوال کر کے لوگوں کو پریشان کروں گا **تجارت در حج و وقوف عرفات و مزدلفہ** لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (الی قوله) إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (اور اگر حج میں کچھ اسباب تجارت ہمراہ لے جانا مصلحت سمجھو تو) تم کو اس میں بھی ذرا گناہ نہیں کہ (حج میں) معاش کی تلاش کرو جو (تمہاری قسمت میں) تمہارے پروردگار کی طرف سے (لکھی) ہے پھر جب تم عرفات میں (ٹھیر کر وہاں) سے واپس آنے لگو تو مشعر الحرام کے پاس (یعنی مزدلفہ میں آ کر شب کو وہاں قیام کر کے) خدا تعالیٰ کی یاد کرو اور (یاد کرنے کے طریقہ میں اپنی رائے کو دخل مت دو بلکہ) اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو (اللہ تعالیٰ نے) بتلا رکھا ہے اور حقیقت میں قبل اس (بتلانے) کے تم محض ہی ناواقف تھے پھر (اس میں اور بات بھی یاد رکھو کہ جیسا قریش نے دستور نکال رکھا تھا کہ تمام حجاج تو عرفات ہو کر پھر وہاں سے مزدلفہ کو آتے تھے اور یہ مزدلفہ ہی میں رہ جاتے تھے عرفات نہ جاتے تھے یہ جائز نہیں بلکہ) تم سب کو (خواہ قریش ہوں یا غیر قریش) ضرور ہے کہ اسی جگہ ہو کر واپس آؤ جہاں اور لوگ جا کر وہاں سے واپس آتے ہیں اور (احکام حج میں پرانی رسموں پر عمل کرنے سے) خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے اور مہربانی فرماویں گے **ف** حج کے واسطے مکہ سے عرفات کو جا کر نویں کو وہاں ٹھہرتے ہیں، راہ میں منیٰ اور مزدلفہ پڑتے ہیں پھر اسی راہ کو لوٹتے ہیں اور شب دہم کو اول مزدلفہ ملتا ہے اس میں صبح تک ٹھہرتے ہیں اور یہاں مغرب و عشاء دونوں نمازیں عشاء کے وقت اکٹھی پڑھی جاتی ہیں اور یہ جمع کرنا واجب ہے آیت میں جو حکم یاد کا فرمایا ہے اس میں یہ نمازیں بھی داخل ہیں۔ بس یہ ذکر تو واجب ہے باقی ذکر جو کچھ کرے مستحب ہے اور یہ جو کہا گیا کہ جس طرح بتلا رکھا ہے اس طرح یاد کرو اس سے یہ فائدہ ہے کہ مثلاً اس جمع کرنے ہی میں کوئی شخص قیاس کو دخل دینے لگتا اس سے روک دیا مشعر حرام اسی مزدلفہ میں ایک پہاڑ ہے اس کے پاس سے مراد سارا مزدلفہ ہے باستثناء ایک خاص میدان کے جس کو وادی محسر کہتے ہیں اور جس جگہ ٹھہر جاویں درست ہے زمانہ جاہلیت میں قریش چونکہ اپنے کو مجاور حرم سمجھتے تھے اور مزدلفہ حرم میں ہے اور عرفات حرم سے باہر ہے اس لئے یہ لوگ عرفات میں نہ جاتے تھے مزدلفہ ہی میں ٹھہر کر وہاں سے لوٹ آتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان احکام کا عام ہونا بتلا دیا اور تجارت کی اجازت کی تصریح اس لئے فرمائی کہ قبل اسلام کے ان ایام میں تجارت کیا کرتے تھے بعد اسلام کے شبہ ہوا کہ شاید گناہ ہو اس لئے گناہ نہ ہونا بتلا دیا پس مباح تو یقیناً ہے اب رہی یہ بات

مسائل السلوک

قوله تعالیٰ لیس علیکم جناح ان تبتغوا قال العبد الضعیف فیه دلالة علی ان الاستعانة بالدنیا علی الدین طاعة انتہی القول

ترجمہ

قوله تعالیٰ لیس علیکم جناح ان تبتغوا اس میں دلالت ہے اس پر کہ دنیا سے دین پر استعانت کرنا بھی طاعت ہے ۱۲

النحو ان کنتم. ای انکم کنتم فخففت ان وحذف الاسم واهملت عن العمل ولزم اللام فیما بعدها کذا فی روح المعانی

البلاغة واذکروه کما هداکم والتشبیه لبیان الحال وافادة التقیید ای اذکروه علی ذلک النحو ولا تعدلوا عنه وما مصدریة وتحتمل ان یکون کافة وذهب بعضهم الی ان الکاف للتعلیل قوله ثم افیضوا ثم فی ثم ایذانا بالتفاوت بین الافاضتین فی الرتبة بان احداهما صواب والاخری خطأ کذا فی روح المعانی قلت ویصح ان یکون للتراخی الذکری کما حملت علیه فی الترجمة ۱۲

الروایات فی لباب النقول روی البخاری عن ابن عباس قال کانت عکاظ ومجنة وذو المجاز اسواقا فی الجاهلیة فتأثموا ان یتجروا فی الموسم فسألوا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم عن ذلک فنزلت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج اه وفی روح المعانی اخرج البخاری ومسلم عن عائشة قالت کانت قریش ومن دان دینها یقفون بالمزدلفة وکانوا یسمون الحمس وکانت سائر العرب یقفون بعرفات فلما جاء الاسلام امر الله تعالیٰ نبیه صلی الله علیه وآله وسلم ان یاتی عرفات ثم یقف بها ثم یفیض منها فذلک قوله سبحانه ثم افیضوا الآیة ۱۲

فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا

پھر جب تم اپنے اعمال حج پورے کر چکا کرو تو حق تعالیٰ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباء کا ذکر کیا کرتے ہو بلکہ یہ ذکر اس سے بڑھ کر ہو سو بعضے آدمی ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار

آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

ہم کو دنیا میں دے دیجئے اور ایسے شخص کو آخرت میں کوئی حصہ نہ ملے گا اور بعضے آدمی ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے

وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ

اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے ایسے لوگوں کو بڑا حصہ ملے گا بدولت ان کے اس عمل کے اور اللہ تعالیٰ جلدی ہی

الْحِسَابِ ۝ وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن

حساب لینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کئی روز تک پھر جو شخص دو دن میں جلدی کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو شخص دو دن

تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ لِمَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝

میں تاخیر کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اس شخص کے واسطے جو ڈرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور خوب یقین رکھو کہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے

کہ اخلاص کے خلاف تو نہیں سو اس میں اس کا حکم مثل اور مباحات کے ہے کہ دارومدار نیت پر ہوتا ہے اگر اصلی مقصود حج سے تجارت ہی ہے یا حج اور تجارت دونوں مساوی درجہ میں ہیں تو بے شک اخلاص کے خلاف ہے اور حج کا ثواب کم ہو جاوے گا اور اگر اصلی مقصود حج ہے اس طور پر کہ اگر سامان تجارت کا نہ ہو تب بھی حج کو ضرور جائے اور تجارت محض تابع ہے تو اخلاص کے خلاف نہیں بلکہ اگر اس کے ساتھ یہ نیت ہو کہ تجارت کے نفع سے حج میں اعانت ہوگی تو اور اوپر سے تجارت میں ثواب ملے گا **وقوف منیٰ و اقسام حجاج** فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ (الیٰ قولہ) وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ (جاہلیت میں بعضوں کی تو عادت تھی کہ حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں جمع ہو کر اپنے آباؤ اجداد کے مفاخر و فضائل بیان کیا کرتے حق تعالیٰ بجائے اس بے ہودہ شغل کے اپنے ذکر کی تعلیم کے لئے فرماتے ہیں کہ) پھر جب تم اپنے اعمال حج پورے کر چکا کرو تو حق تعالیٰ کا (شکر و عظمت کے ساتھ) ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباء (و اجداد) کا ذکر کیا کرتے ہو بلکہ یہ ذکر اس سے (بدرجہا) بڑھ کر ہونا چاہیئے اور بعضوں کی عادت تھی کہ حج میں ذکر تو اللہ تعالیٰ ہی کا کرتے تھے لیکن چونکہ آخرت کے قائل نہ تھے لہٰذا تمام تر ذکر ان کا صرف دنیا کے لئے دعا کرنا ہوتا تھا حق تعالیٰ صرف دنیا طلبی کی مذمت بیان فرما کر بجائے اس کے خیر دارین طلب کرنے کی ترغیب دینے کے لئے فرماتے ہیں) سو بعضے آدمی (جو کہ کافر ہیں) ایسے ہیں جو (دعا میں یوں) کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو (جو کچھ دینا ہو) دنیا میں دے دیجئے (وبس سو ان کو جو کچھ ملنا ہوگا دنیا ہی میں مل رہے گا) اور ایسے شخص کو آخرت میں (بوجہ انکار آخرت کے) کوئی حصہ نہ ملے گا اور بعضے آدمی (جو کہ مؤمن ہیں) ایسے ہیں جو (دعا میں یوں) کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے،

اللغات الحشر الجمع ۱۲

النحو او اشد ذکرا فی الانتصاف حاشیة الکشاف یحتمل ان یکون من باب اذکره سیبویه قال و یقولون هو اشجع الناس رجلا وانتصب الرجل کما انتصب الوجه فی قولک هو احسن منه وجها فکانه قال او اشد الاذکار ذکرا کخشیة سواء او اشد خشیة آه قلت وهو احسن الوجوه وهو معطف علی الکاف ای اذکروا الله ذکرا اشد الاذکار فی کونه ذکرا فهم قوله واذکروا الله معطف علی فاذکروا الله فهو تخصیص بعد تعمیم کما اشرت الیه فی الترجمة بقولی منیٰ میں خاص طریقہ سے بھی الخ قوله لمن اتقی خبر حذف مبتدأه ای الذی ذکر من الاحکام لمن اتقی لانه الحاج علی الحقیقة والمنتفع به ۱۲ من البیضاوی

البلاغة آتنا فی الدنیا قال البیضاوی اجعل ایتاءنا ومنحتنا فی الدنیا قال عبد الحکیم یعنی ان المفعول الثانی متروک منزلة اللازم و ایاً ما کان العموم العقلی آه نقلت واشرت الیه فی ترجمتی۔ مما کسبوا قال البیضاوی من اجله کقوله مما خطیئاتهم اغرقوا ۱۲

الروایات فی لباب المنقول اخرج ابن جریر عن مجاهد قال کانوا اذا قضوا مناسکهم وقفوا عند الجمرة وذکروا آباءهم فی الجاهلیة افعال آبائهم فنزلت الآیة واخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی الله عنهما قال کان قوم من الاعراب یجیئون الی الموقف فیقولون اللهم اجعله عام غیث وعام خصب وعام ولاد حسن لا یذکرون من امر الآخرة شیئا فانزل الله فیهم فمن الناس من یقول ربنا آتنا فی الدنیا وما له فی الآخرة من خلاق ویجیء بعدهم آخرون من المؤمنین فیقولون ربنا آتنا فی الدنیا حسنة الخ ۱۲

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم قال العبد الضعیف فیہ اصل لتشبیہ الحق بالخلق کتشبیہ ذکرہ بذکرہم انتہی القول

نصف

قولہ تعالیٰ ومن تاخر فلا اثم علیہ قال العبد الضعیف عفی عنہ فیہ مساواة الرخصة للعزیمة اذا کان فیہا مصلحة حیث ساوی بین عنوانی التعجیل والتاخیر انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم اس میں اصل ہے تشبیہ حق بالخلق کی جیسا یہاں ذکر حق کو ذکر خلق سے تشبیہ دی گئی

قولہ تعالیٰ ومن تاخر فلا اثم علیہ اس میں رخصت کا عزیمت کے ساتھ مساوی ہونا ہے جب کہ اس میں کچھ مصلحت ہو چنانچہ یہاں تعجیل و تاخیر میں مساوات فرمائی ۱۲

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ○

اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر بتاتا ہے اپنے مافی الضمیر پر حالانکہ وہ مخالفت میں شدید ہے

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ○

اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کرے اور کھیت اور مواشی کو تلف کردے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ○

اور جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا تو خوف کر تو نخوت اس کو اس گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بری ہی آرام گاہ ہے

(سو یہ لوگ اوپر کے لوگوں کی طرح بے بہرہ نہیں بلکہ) ایسے لوگوں کو (دونوں جہان میں) بڑا حصہ ملے گا بدولت ان کے اس عمل (یعنی طلب خیر دارین) کے اور اللہ تعالیٰ جلدی ہی حساب لینے والے ہیں (کیونکہ قیامت میں حساب ہوگا اور قیامت نزدیک آتی جاتی ہے جب حساب جلدی ہونے والا ہے تو وہاں کی بہتری کو مت بھولو) اور (منیٰ میں خاص طریقہ سے بھی) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کئی روز تک (وہ خاص طریقہ کنکریوں کا خاص تین پتھروں پر مارنا ہے اور وہ کئی روز دسویں گیارھویں بارھویں تاریخیں ذی الحجہ کی ہیں یا تیرھویں بھی کہ ان میں کنکریاں ماری جاتی ہیں) پھر جو شخص (کنکریاں مار کر دسویں تاریخ کے بعد) دو دن میں (مکہ واپس آنے میں) تعجیل کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو شخص (ان) دو دن میں (واپسی مکہ میں) تاخیر کرے (یعنی بارھویں کو نہ آوے بلکہ تیرھویں کو آوے) اس پر بھی کچھ گناہ نہیں (اور یہ سب باتیں) اس شخص کے واسطے (ہیں) جو (خدا سے) ڈرے (اور نہ ڈرنے والے کو تو گناہ ثواب ہی سے غرض نہیں) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور خوب یقین رکھو کہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے **ف** اس آیت سے ہمارے زمانہ کے طالبان دنیا کو شبہ پڑ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طالبان دنیا کی مدح کی ہے جب کہ وہ طالب آخرت کے بھی ہوں اور یہ بڑی غلطی ہے کیونکہ آیت میں آتنا کا مفعول حسنہ ہے اور دنیا مفعول فیہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا ظرف طلب ہے خود مطلوب نہیں بلکہ مطلوب حسنہ ہے خلاصہ یہ کہ وہ لوگ اس کے طالب ہیں کہ ہم کو دنیا میں رہتے ہوئے حسنہ یعنی وہ حالت جو آپ کے نزدیک مستحسن اور پسندیدہ ہو عنایت کی جاوے اور اصل پسندیدہ اعمال حسنہ ہیں پس بالذات وہ مطلوب ہوئے اور دنیا کے جس قدر حصہ کو ان اعمال حسنہ میں دخل ہے خواہ مال ہو یا صحت ہو وہ البتہ ان حسنہ کے تابع ہو کر بالعرض و بالغیر مطلوب ہو جاوے گا بخلاف اس وقت کی تعلیم اور طرز عمل کے جس میں دنیا کو مطلوب بالذات اور آخرت کو محض برائے نام قرار دے رکھا ہے حاشا وکلا اس کو آیت سے مس بھی نہیں غایت مافی الباب اگر طلب دنیا میں حلال و حرام کے حدود شکستہ نہ کئے جاویں تو اباحت کا حکم کر دیا جاوے گا لیکن مباح شرعی ہونے سے مطلوب شرعی ہونا لازم نہیں آتا خوب سمجھ لو **مسئلہ** مزدلفہ سے منیٰ میں دسویں تاریخ آکر وہاں تین پتھر ہیں ان میں بڑا پتھر جو جمرۂ عقبہ کہلاتا ہے اس کو سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہنا مستحب ہے اور اس کنکری مارنے کا وقت طلوع صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے پھر گیارھویں بارھویں تاریخوں میں تینوں پتھروں کو سات سات کنکری مارے اور ان دونوں میں کنکری مارنے کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے پھر اگر چاہے مکہ چلا آوے جائز ہے اور اگر وہاں تیرھویں تاریخ کی صبح ہو گئی تو اس روز پھر تینوں پتھروں کو کنکریاں مارنا ضرور ہے البتہ مثل پہلے دن کے اس میں بھی بعد طلوع صبح صادق کے اس کا وقت آجاتا ہے آیت میں تعجیل اور تاخیر اسی کو فرمایا ہے **ربط** اوپر کی آیت میں دعا مانگنے والے آدمیوں کی دو قسمیں ٹھیرائی تھیں ایک کا ذکر منکر آخرت ہے اس لئے صرف دنیا مانگتا ہے دوسرا مومن کہ معتقد آخرت ہے اس لئے دنیا کی بھلائی کے ساتھ آخرت کی بھلائی بھی مانگتا ہے اب اگلی آیت میں اسی طرح کی تقسیم نفاق و خلاص کے اعتبار سے فرماتے ہیں کہ بعض منافق ہوتے ہیں اور بعض مخلصین **بیان منافق** وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا الی قولہ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ○

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ واذا قیل لہ اتق اللہ قال العبد الضعیف فیہ اصل لترک الوعظ للمتکبرین انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ واذا قیل لہ اتق اللہ الخ اس میں اصل ہے متکبرین کو وعظ ونصیحت نہ کرنے کی

العربیۃ الخصام المخاصمۃ کذا قال البیضاوی باخذتہ العزۃ بالاثم قال البیضاوی حملتہ الانفۃ علی الاثم الذی یومر باتقائہ لجاجا من قولک اخذتہ بکذا اذا حملتہ علیہ والزمتہ ایاہ وفی روح المعانی ولبئس المهاد فیہ تہکم

الروایات فی لباب النقول اخرج ابن جریر عن السدی قال نزلت فی الاخنس بن شریق اقبل

الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واظہر لہ الاسلام فاعجبہ ذلک منہ ثم خرج فمر بزرع لقوم من المسلمین وحمر فحرق الزرع وعقر الحمر فانزل اللہ تعالیٰ الآیۃ ۱۲

حاشیہ ۱۔ اگر شبہ ہو کہ بعض صحابہ کو دنیا کے تنعمات سے محروم دیکھا جاتا ہے جواب یہ ہے کہ حسنہ کی جو تفسیر فائدہ میں کی گئی ہے اس سے یہ شبہ دفع ہو جاتا ہے ۱۲ منہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ

اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں اے ایمان والو

اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝

اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے

(کوئی شخص تھا اخنس بن شریق بڑا فصیح و بلیغ وہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر قسمیں کھا کھا کر جھوٹا دعویٰ اسلام کا کیا کرتا اور مجلس سے اٹھ کر جاتا تو فساد و شرارت و ایذا رسانی خلق میں لگ جاتا اس منافق کے باب میں فرماتے ہیں) اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے (کہ اظہار اسلام سے مسلمانوں کی طرح قرب و خصوصیت کے ساتھ رہوں گا اس کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے) مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور وہ (اپنا اعتبار بڑھانے کو) اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر بتاتا ہے اپنے مافی الضمیر (کے راست ہونے) پر حالانکہ (بالکل جھوٹا ہے کیونکہ واقع میں) وہ (آپ کی) مخالفت میں نہایت شدید ہے اور (جس طرح آپ کا مخالف ہے اسی طرح اور مسلمانوں کو بھی ایذا پہنچاتا ہے چنانچہ) جب (آپ کی مجلس سے) پیٹھ پھیرتا ہے، تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں (کوئی) فساد کردے اور (کسی کے) کھیت اور مواشی کو تلف کردے (چنانچہ ایک مسلمان کا اس طرح نقصان کر دیا تھا) اور اللہ تعالیٰ فساد (کی باتوں) کو پسند نہیں فرماتے اور (اس مخالفت و ایذا رسانی کے ساتھ مغرور اس درجہ ہے کہ) جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا تو خوف کرو (تو اس سے نخوت کرتا ہے اور وہ) نخوت اس کو اس گناہ پر (دونا) آمادہ کردیتی ہے سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بری آرام گاہ ہے **بیان مخلص** وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں **ربط** اوپر مخلص کی مدح تھی بعض اوقات اس اخلاص میں غلطی سے غلو اور افراط ہو جاتا ہے یعنی قصد تو ہوتا ہے زیادہ اطاعت کا مگر وہ اطاعت بنظر غائر حد شریعت و سنت سے متجاوز ہوتی ہے اس کو بدعت کہتے ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ جو پہلے علماء یہود سے تھے اور اس مذہب میں ہفتہ کا روز معظم تھا اور اونٹ کا گوشت حرام تھا ان صاحبوں کو بعد اسلام کے یہ خیال ہوا کہ شریعت موسوی میں ہفتہ کی تعظیم واجب تھی اور شریعت محمدیہ میں اس کی بے تعظیمی واجب نہیں، اسی طرح شریعت موسویہ میں اونٹ کا گوشت کھانا حرام تھا اور شریعت محمدیہ میں اس کا کھانا فرض نہیں سو اگر ہم بدستور ہفتہ کی تعظیم کرتے رہیں اور اونٹ کا گوشت باوجود حلال اعتقاد رکھنے کے صرف عملاً ترک کردیں تو شریعت موسویہ کی بھی رعایت ہو جاوے اور شریعت محمدیہ کے بھی خلاف نہ ہو اور اس میں خدا تعالیٰ کی زیادہ اطاعت اور دین کی زیادہ رعایت معلوم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس خیال کی اصلاح آیت آئندہ میں کسی قدر اہتمام سے فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام کامل فرض ہے اور اس کا کامل ہونا جب ہے کہ جو امر اسلام میں قابل رعایت نہ ہو اس کی رعایت دین ہونے کی حیثیت سے نہ کی جاوے اور ایسے امر کو دین سمجھنا یہ ایک شیطانی لغزش ہے اور بہ نسبت ظاہری معاصی کے اس کے اشد ہونے کے سبب یہ عذاب کا زیادہ مظنہ ہے **اصلاح بلتدرع** یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً (الی قولہ) وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ ومن الناس من یشری الخ قال العبد الضعیف فیہ فناء النفس فان حاصلہ ترک مواجبہا انتہی القول

قولہ تعالیٰ ولا تتبعوا خطوات الشیطان قال العبد الضعیف فیہ بعد اعتبار سبب النزول اصل لتشدد الصوفیۃ علی المناہی دون الاعمال انتہی القول ۱۲

ترجمہ

قولہ تعالیٰ ومن الناس من یشری الخ اس میں فنا نفس پر دلالت ہے کیونکہ اس کا حاصل دواعی نفس کا ترک کرنا ہے

قولہ تعالیٰ ولا تتبعوا خطوات الشیطن سبب نزول کے لحاظ کرنے کے بعد اس میں اصل ہے صوفیہ کے تشدد کرنے کی اعمال سے زیادہ مناہی اعمال میں

النحو فی روح المعانی کافۃ فی الاصل صفۃ من کف بمعنی منع استعمل بمعنے الجملۃ بعلاقۃ انہا مانعۃ للاجزاء عن التفرق والتاء لتانیث او للنقل من الوصفیۃ الی الاسمیۃ کعامۃ وخاصۃ وقاطبۃ التغیر وہو ہنا حال من الضمیر فی ادخلوا ای ادخلوا فی الاسلام بکلیتکم ولا تدعوا شیئا من ظاہرکم وباطنکم الا والاسلام یستوعبہ بحیث لا یبقی مکان لغیرہ من شریعۃ موسیٰ علیہ السلام ۱۲

الروایات فی لباب النقول اخرج الحارث بن ابی اسامۃ فی مسندہ وابن ابی حاتم عن سعید ابن المسیب قال اقبل صہیب مہاجرا الی النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتبعہ نفر من قریش فنزل عن راحلتہ وانتثل ما فی کنانتہ ثم قال یا معشر قریش لقد علمتم انی من ارماکم رجلا وایم اللہ لا تصلون الی حتی ارمی کل سہم معی فی کنانتی ثم اضرب بسیفی ما بقی فی یدی منہ شیئ ثم افعلوا ما شئتم وان شئتم دللتکم علی مالی بمکۃ وخلیتم سبیلی قالوا نعم فلما قدم علی النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم المدینۃ قال ربح البیع ابا یحییٰ ربح البیع ابا یحییٰ ونزلت ومن الناس من یشری نفسہ الآیۃ فی لباب النقول اخرج ابن جریر عن عکرمۃ قال قال عبداللہ بن سلام ثعلبۃ وابن یامین واسد واسید ابنا کعب وسعید بن عمرو وقیس بن زید کلہم من الیہود یا رسول اللہ یوم السبت یوم نعظمہ فدعنا فلنسبت فیہ وان التوراۃ کتاب اللہ فدعنا فلنقم بہا باللیل فنزلت یا ایہا الذین آمنوا ادخلوا الآیۃ ذکرہ فی روح المعانی وذکرہ الملحق بالاول ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱؎ قولہ دنیوی غرض سے ماخوذہ قول البیضاوی فی معنی الدنیا فانہا مرادہ من او ما لا یکان والمحبۃ وفی روح المعانی من قبیل توہم الکلام نے کذا ای المقصود منہ ذلک ۱۲ ۲؎ قولہ نہایت شدید زاد کلمۃ نہایت لاقتضاء المحاورۃ الہندیۃ ذلک لا لکون الالد اسم تفضیل فانہ موضع لدار وجمعہ لد کما قال صاحب ۳؎ قولہ شہر میں حمل اللام الارض علی العہد ای المدینۃ ۱۲ ۴؎ قولہ جان تک ای فضلا عن المال حملت الشری علی البیع ومع ذلک طابق شان النزول لانہ لم یقل عنہ الا افتداء وان کان شراء بظاہرہ لکن کان المقصود منہ الاسلام فی محل آخر من مرضاۃ تعالیٰ فکان شبیہا بذل النفس وانما حمل علی الاشتراء لان الممدوح علیہ بذل النفس تخلیصہ فافہم ۱۲

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ

پھر اگر تم بعد اس کے کہ تم کو واضح دلیلیں پہنچ چکی ہیں لغزش کرنے لگو تو یقین کر رکھو کہ حق تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ حق تعالیٰ

يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ ع ۲۵ ۱۴ ۹

اور فرشتے بادل کے سائبانوں میں ان کے پاس آویں اور سارا قصہ ہی ختم ہو جاوے اور یہ سارے مقدمات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کئے جاویں گے

اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو (یہ نہیں کہ کچھ کچھ یہودیت کی بھی رعایت کرو) اور (ایسے خیالات میں پڑ کر) شیطان کے قدم بقدم مت چلو واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (کہ ایسی پٹی پڑھاتا ہے کہ ظاہر میں تو سراسر دین معلوم ہو اور نفس الحقیقت بالکل دین کے خلاف) پھر اگر تم بعد اس کے کہ تم کو واضح دلیلیں (احکام و شرائع اسلام کی) پہنچ چکی ہیں (پھر بھی صراط مستقیم سے) لغزش کرنے لگو تو یقین کر رکھو کہ حق تعالیٰ (بڑے) زبردست ہیں (سخت سزا دیں گے گو چندے سزا نہ دیں تو اس سے دھوکہ مت کھانا کیونکہ وہ) حکمت والے (بھی) ہیں (کسی حکمت و مصلحت سے کبھی سزا میں دیر بھی کر دیتے ہیں معلوم ہوتا ہے) یہ لوگ (جو کہ بعد وضوح دلائل حق کے کجراہی اختیار کرتے ہیں) صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ حق تعالیٰ اور فرشتے بادل کے سائبانوں میں ان کے پاس (سزا دینے کے لئے) آویں اور سارا قصہ ہی ختم ہو جاوے (یعنی کیا اس وقت امر حق قبول کریں گے جس وقت کا قبول کرنا مقبول بھی نہ ہوگا) اور یہ سارے (جزا و سزا کے) مقدمات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کئے جاویں گے (کوئی دوسرا صاحب اختیار نہ ہوگا سو ایسے زبردست کے ساتھ مخالفت کرنے کا انجام بجز خرابی کے کیا ہو سکتا ہے) **ف ۱** روح المعانی میں بسند ابن مردویہ بروایت ابن مسعودؓ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث نقل کی ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام اولین و آخرین کو جمع فرماویں گے اور سب منتظر حساب کتاب کے ہوں گے اللہ تعالیٰ ابر کے سائبانوں میں عرش سے تجلی فرماویں گے اور ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ ان سائبانوں کے گرداگرد ملائکہ ہونگے سو آیت میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے منتظر ہیں پھر اس وقت کیا ہو سکتا ہے **ف ۲** اللہ تعالیٰ کے لئے آنا وغیرہ جہاں مذکور ہے اس کی تفتیش حقیقت کے درپے ہونا جائز نہیں کیونکہ جس طرح ان کی ذات کی حقیقت کسی کو مدرک نہیں ہوئی اسی طرح ان کی صفات و افعال کی کنہہ معلوم نہیں ہو سکی البتہ وجود اور وقوع پر اجمالاً بلا تعیین کیفیت ایمان لے آنا چاہیئے کہ اس سے زیادہ کی فکر میں پڑنا مالا یطاق کا قصد کرنا ہے خوب کہا ہے ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں	کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

ف ۳ آیت کی تفسیر ملاحظہ فرمانے سے معلوم ہوا ہوگا کہ بدعت پر کس درجہ ملامت و مذمت و رد و انکار فرمایا گیا ہے اور حدیثوں میں اس سے زیادہ صاف الفاظ میں سخت سخت وعیدیں آئی ہیں اور واقع میں اگر غور سے کام لیا جاوے تو بدعت ایسی ہی مذموم چیز ہونا چاہیئے کیونکہ خلاصہ حقیقت بدعت کا غیر شریعت کو شریعت بنانا ہے اور شریعت کا من اللہ ہونا ضرور اور لازم ہے، تو یہ شخص ایسے امر کو جو من اللہ نہیں ہے اپنے اعتقاد میں من اللہ بتاتا ہے۔ اور دعوے سے من اللہ بتاتا ہے جس کا حاصل اور مرجع افتراء علی اللہ اور ایک گونہ ادعاء نبوت ہے سو اس کے عظیم و ثقیل ہونے میں کیا شبہ ہے، یہ تو شناعت ہے اس کی حقیقت کے اعتبار سے اور آثار کے اعتبار سے ایک بڑی شناعت اس میں یہ ہے کہ اس سے توبہ کمتر نصیب ہوتی ہے کیونکہ جب وہ اس کو مستحسن سمجھ رہا ہے تو توبہ کیوں کرے گا البتہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس جہل ہی سے نجات بخشدیں کہ اس کی نظر میں وہ استحسان مبدل باستہجان ہو جاوے تو اور بات ہے اور پھر توبہ سہل ہے افسوس ہے جہلائے صوفیہ اس بلائے بدعت میں بکثرت مبتلا ہیں بہت سے ان میں عابد و زاہد تارک دنیا بھی ہیں مگر برکات سنت سے محروم ہیں **ربط** اوپر فرمایا تھا کہ بعد دلائل واضحہ آجانے کے حق کی مخالفت کرنا موجب سزا ہے آگے اس کی دلیل بیان فرماتے ہیں، کہ جیسے بعض بنی اسرائیل کو ایسی ہی مخالفت پر سزا دی گئی ✦

ملحقات الترجمہ ۱ قولہ نے ترجمہ هل ینظرون صرف اس امر کے اوکوہ النفی المفہوم من الاستفہام والاستفسار ۱۲

۲ قولہ سارا قصہ ہی ختم فی لسان کنایۃ عن الاہلاک بحذوما فی الجلالین ثُمَّ امر ہلاکہم ۱۲

۳ قولہ رجوع کئے جاویں گے لما فی الخازن ای الی اللہ تصیر امور العباد فی الآخرۃ والمراد بہ المجازی علی الاعمال بالثواب والعقاب واشرت الی ہذا کلہ فی الترجمۃ واللہ اعلم ۱۲

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ هل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ فی ظلل من الغمام الآیۃ قال بعد ذکر توجیہات لاتیان اللہ تعالیٰ ولا یخفی ان من علم ان اللہ تعالیٰ ان یظہر بما شاء وکیف شاء ومتی شاء وانہ فی حال ظہورہ باق علی اطلاقہ حتی عن قید الاطلاق منزہ عن التقیید مبرّا عن التعدد کما ذہب الیہ سلف الامۃ وارباب القلوب من ساداتنا الصوفیۃ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم لم یحتج الی ہذہ التکلفات ولم یحم حول ہذہ التاویلات امثال لا ینبہ علی صحۃ مسئلۃ المظہریۃ)

ترجمہ قولہ تعالیٰ هل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ فی ظلل من الغمام اس آیت کی توجیہ میں جو توجیہات مذکور و مشہور ہیں ظاہر ہے کہ اگر کوئی اس کا قائل ہو جاتے کہ حق تعالیٰ جس طرح چاہے ظہور فرما سکتا ہے اور وہ عین حالت ظہور میں بھی اپنے اطلاق پر باقی ہے یہاں تک کہ قید اطلاق سے بھی مطلق و منزہ ہے جیسا کہ سلف امت کا مذہب ہے اور جیسا کہ حضرات صوفیہ کا مسلک ہے تو وہ شخص ان تاویلات و تکلفات کا محتاج نہ ہوگا اس آیت دلیل ہے مسئلہ مظہریت کے صحیح ہونے پر

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ اٰیَۃٍۭ بَیِّنَۃٍ ؕ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَۃَ اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْہُ

آپ بنی اسرائیل سے پوچھیے ہم نے ان کو کتنی واضح دلیلیں دی تھیں اور جو شخص اللہ تعالےٰ کی نعمت کو بدلتا ہے اس کے پاس پہنچنے کے بعد تو

فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ

یقیناً اللہ تعالےٰ سخت سزا دیتے ہیں دنیوی معاش کفار کو آراستہ پیراستہ معلوم ہوتی ہے اور ان مسلمانوں سے تمسخر

وقف لازم

اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝

کرتے ہیں حالانکہ یہ جو کفر و شرک سے بچتے ہیں ان کافروں سے اعلیٰ درجہ میں ہوں گے قیامت کے روز اور روزی تو اللہ تعالےٰ جسکو چاہتے ہیں بے اندازہ دیتے ہیں۔

عقوبت مخالفت حق سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (الی قولہ) فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ آپ (علماء) بنی اسرائیل سے (ذرا) پوچھیے (تو سہی) ہم نے ان کو (یعنی ان کے بزرگوں کو) کتنی واضح دلیلیں دی تھیں (مگر ان لوگوں نے بجائے اس کے کہ اس سے ہدایت حاصل کرتے اور الٹی گمراہی پر کمر باندھی پھر دیکھو سزائیں بھی بھگتیں، مثلاً تورات ملی چاہیئے تھا اس کو قبول کرتے مگر انکار کیا آخر طور گرانے کی ان کو دھمکی دی گئی اور مثلاً حق تعالےٰ کا کلام سنا چاہیئے تھا سر آنکھوں پر رکھتے مگر شبہات نکالے آخر بجلی سے ہلاک ہوئے اور مثلاً دریا کو شگافتہ کر کے فرعون سے نجات دی گئی احسان مانتے مگر گوسالہ پرستی شروع کی سزا ئے قتل دی گئی اور مثلاً من و سلوےٰ نازل ہوا شکر کرنا چاہیئے تھا بے حکمی کی وہ سڑنے لگا اور اس سے نفرت ظاہر کی تو وہ موقوف ہو گیا اور کھیتی کی مصیبت سر پر پڑی اور مثلاً انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ان میں جاری رہا غنیمت سمجھتے ان کو قتل کرنا شروع کیا انتزاع سلطنت کی سزا دی گئی و علیٰ ہذا بہت سے معاملات اسی سورۂ بقرہ کے شروع میں بھی مذکور ہو چکے ہیں) اور (ہمارا قانون ہی یہ ہے کہ) جو شخص اللہ تعالےٰ کی (ایسی بڑی) نعمت (یعنی دلائل واضحہ) کو بدلتا ہے اس کے پاس پہنچنے کے بعد (یعنی بجائے اس کے کہ اس سے ہدایت حاصل کرے اور الٹا گمراہ بنتا ہے) تو یقیناً حق تعالےٰ (ایسے شخص کو) سخت سزا دیتے ہیں **فـــائدہ** یہ سزا کبھی دنیا میں بھی ہو جاتی ہے کبھی آخرت میں ہو گی **ربط** اوپر مخالفت حق کا بیان تھا آگے اس کی اصلی علت اکثر یہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت ہے جس کے آثار میں سے اہل دین کو حقیر سمجھنا بھی ہے کیونکہ جب حب دنیا کا غلبہ ہوتا ہے دین کی طلب نہیں رہتی بلکہ جب دین کو مخل دنیا دیکھتا ہے تو دین کو بھی ترک کر بیٹھتا ہے اور دوسرے طالبان دین پر ہنستا ہے چنانچہ بعض رؤسائے بنی اسرائیل مثل جہلائے مشرکین کے غرباء مسلمین کے ساتھ باستہزاء پیش آیا کرتے تھے ان لوگوں کا بیان فرماتے ہیں **آثار حب دنیا** زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا (الی قولہ) وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ دنیوی معاش کفار کو آراستہ پیراستہ معلوم ہوتی ہے اور (اسی وجہ سے) ان مسلمانوں سے تمسخر کرتے ہیں حالانکہ یہ (مسلمان) جو کفر و شرک سے بچتے ہیں ان کافروں سے اعلیٰ درجہ (کی حالت) میں ہوں گے قیامت کے روز (کیونکہ کفار جہنم میں ہوں گے اور مسلمان جنت میں) اور (آدمی کو محض فراغ معاش پر مغرور نہ ہونا چاہیئے کیونکہ) روزی تو اللہ تعالےٰ جس کو چاہتے ہیں بے اندازہ (یعنی بکثرت) دے دیتے ہیں (پس اس کا مدار قسمت پر ہے نہ کہ کمال اور مقبولیت پر سو یہ ضرور نہیں کہ جو روزی میں بڑا ہو وہ اللہ کے نزدیک بھی معزز ہو اور بڑی عزت وہی ہے پھر محض اس کے اوپر اپنے کو معزز اور دوسرے کو ذلیل سمجھنا بے وقوفی ہے) **ربط** اوپر دین حق سے اختلاف کرنے کی علت حب دنیا کو بتایا ہے آگے اسی مضمون کی تائید فرماتے ہیں کہ مدت سے یہی قصہ چلا آرہا ہے کہ ہم دلائل واضحہ دین حق پر قائم کرتے ہیں اور طالبان دنیا

البلاغۃ قولہ من بعد ما جاءتہ فی روح المعانی فائدۃ ہذہ الزیادۃ وان کان تبدیل الآیات مطلقاً مذموماً التعریض بانہم بدلوہا بعد ما عقلوہا وفیہ تقبیح عظیم بہم ونعی علی شناعۃ حالہم واستدلال علی استحقاقہم العذاب الشدید حیث بدلوا بعد المعرفۃ وبہذا یندفع ما تیراءی من ان التبدیل لا یکون الا بعد المجی فما الفائدۃ فی ذکرہ ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۵۱ قولہ ذرا پوچھیے تو سہی اشارۃ الی کون السؤال للتقریع کما قال البیضاوی ۱۲ ۵۲ قولہ سزائیں بھی بھگتیں کما فی التفسیر الکبیر تنبیہ لہولاء الحاضرین علی انہم لو زلوا عن آیات اللہ لوقعوا فی العذاب کما وقع اولئک المتقدمون ۱۲ ۵۳ قولہ فی تفسیر یبدل یعنی بجائے اس کے کہ اس سے ہدایت کما فی البیضاوی بجعلہا سبب الضلالۃ وازدیاد الرجس ۱۲

۵۴ قولہ فی ترجمۃ ان اللہ شدید العقاب ایسے شخص کو کما فی روح المعانی ہو الجواب بتقدیر الضمیر ای شدید العقاب لہ ۱۲ ۵۵ قولہ فی وجہ الربط چنانچہ بعض رؤساء الخ کما فی المعالم قیل نزلت فی مشرکی العرب ابی جہل واصحابہ وقال مقاتل نزلت فی المنافقین عبداللہ بن ابی واصحابہ وقال عطاء نزلت فی رؤساء الیہود من بنی قریظۃ والنضیر وبنی قینقاع سخروا من فقراء المہاجرین فوعدہم اللہ ان یعطیہم اموال بنی قریظۃ والنضیر بغیر قتال ویسخرون من الذین آمنوا فقرہم ۵۶ قولہ ان مسلمانوں سے الخ من للموصول علی العہد کما فی المعالم عن ابن عباس اراد بالذین آمنوا عبداللہ بن مسعود وعمار بن یاسر وصہیباً وبلالاً وخباباً وامثالہم ۱۲ ۵۷ قولہ جو کفر و شرک سے الخ اشارۃ الی اتحاد المؤمن والمتقی مفہوماً وتغییر العنوان للاشارۃ الی علۃ الحکم ۱۲

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ

سب آدمی ایک ہی طریق کے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا جو کہ خوشی سناتے تھے اور ڈراتے تھے اور ان کے ساتھ کتابیں بھی ٹھیک

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ

طور پر نازل فرمائیں اس غرض سے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں میں ان کے امور اختلافیہ میں فیصلہ فرما دیویں اور اس کتاب میں اختلاف اور کسی نے نہیں کیا مگر صرف ان لوگوں نے

مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

جن کو وہ کتاب ملی تھی بعد اس کے کہ ان کے پاس دلائل واضحہ پہنچ چکے تھے باہمی ضدا ضدی کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو وہ امر حق جس میں اختلاف کیا کرتے تھے بفضلہ تعالیٰ

مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

بتلا دیا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اس کو راہ راست بتلا دیتے ہیں

اپنی دنیوی اغراض کے سبب اس کے خلاف کرتے رہے **تائید اثر حُبِّ دنیا** كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً (الی قولہ) وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (ایک زمانہ میں) سب آدمی ایک ہی طریق کے تھے (کیونکہ اول دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام مع اپنی بی بی کے تشریف لائے اور جو اولاد ہوتی گئی ان کو دین حق کی تعلیم فرماتے رہے اور وہ ان کی تعلیم پر عمل کرتے رہے ایک مدت اسی حالت میں گذر گئی پھر اختلاف طبائع سے اغراض میں اختلاف ہونا شروع ہو حتے کہ ایک عرصہ کے بعد اعمال و عقاید میں اختلاف کی نوبت آ گئی) پھر (اس اختلاف کے رفع کرنے کو) اللہ تعالیٰ نے (مختلف) پیغمبروں کو بھیجا جو کہ (حق ماننے والوں کو) خوشی (کے وعدے) سناتے تھے اور (نہ ماننے والوں کو عذاب سے) ڈراتے تھے اور ان پیغمبروں کی مجموعی جماعت) کے ساتھ (آسمانی) کتابیں بھی ٹھیک طور پر نازل فرمائیں (اور ان پیغمبروں کا بھیجنا اور کتابوں کا نازل فرمانا) اس غرض سے (تھا) کہ اللہ تعالیٰ (ان رسل و کتب کے ذریعہ سے اختلاف کرنے والے) لوگوں میں ان کے امور اختلافیہ (مذہبی) میں فیصلہ فرما دیویں (کیونکہ رسل و کتب امر واقعی کا اظہار کر دیتے ہیں اور امر واقعی کے متعین ہونے سے ظاہر ہے کہ غیر واقعی کا غلط ہو جانا معلوم ہو جاتا ہے اور یہی فیصلہ ہے اور ان پیغمبروں کے ساتھ کتاب اللہ آنے سے چاہیئے تھا کہ اس کتاب کو قبول کرتے اور اس پر مدار کار رکھ کر اپنے سب اختلافات مٹا دیتے مگر بعضوں نے خود اس کتاب ہی کو نہ مانا اور خود اسی میں اختلاف کرنا شروع کر دیا) اور اس کتاب میں (یہ) اختلاف اور کسی نے نہیں کیا مگر صرف ان لوگوں نے جن کو (اولاً) وہ کتاب ملی تھی (یعنی اہل علم و اہل فہم نے کہ اول مخاطب وہی لوگ ہوتے ہیں دوسرے عوام ان کے ساتھ لگ لیا کرتے ہیں اور اختلاف بھی کیسے وقت کیا) بعد اس کے کہ ان کے پاس دلائل واضحہ پہنچ چکے تھے (یعنی ان کے ذہن نشین ہو چکے تھے اور اختلاف کیا کس وجہ سے صرف) باہمی ضدا ضدی کی وجہ سے (اور اصلی وجہ ضدا ضدی کی حب دنیا ہوتی ہے حب مال ہو یا حب جاہ پس مدار علت مخالفت حق کا وہی حب دنیا ٹھہری اور یہی مضمون تھا سابق میں) پھر (یہ اختلاف کفار کا کبھی اہل ایمان کو مضر نہیں ہوا بلکہ) اللہ تعالیٰ نے (ہمیشہ) ایمان والوں کو وہ امر حق جس میں (مختلفین) اختلاف کیا کرتے تھے بفضلہ تعالیٰ (رسولوں اور کتابوں پر

النحو فی الجلالین من بعد ما جاءتهم متعلقة باختلف وہی وما بعدها مقدم علی الاستثناء فی المعنے اہ فی الکمالین لا یا وتوہ ولما کان یرد علیہ ان ما قبل الا لا یعمل فیما بعدها دفعه بقوله وہی اہ قلت فتقدیر الکلام کما فی الکمالین وما اختلف فیه من بعد مجیء البینات لاجل البغی احد من الکافرین الا الذین اوتوہ فکتاب فلا یقال ان الا یستثنی بها شیئان اہ والاقرب ما قال الشاہ ولی اللہ رح فی الفوز الکبیر ادخل وما اختلف فیه الا الذین اوتوہ فی تضاعیف الکلام لینتظم بعضه ببعض بیانا لتغییر اختلفوا وایذانا بان المراد من الاختلاف ههنا ہو الاختلاف الواقع فی امة الدعوة بعد نزول الکتاب بان آمن بعض وکفر بعض اہ ۱۲ ہ

الملحقات المترجمة ۱ے قولہ مجموعی فلا یرد ان بعضہم لم ینزل علیہ الکتاب ۱۲ ۲ے قولہ کتابیں اشارة الی کون اللام للجنس ۱۲ ۳ے قولہ ٹھیک ترجمة بالحق ٹھیک طور پر اشارة الی تعلقه بانزل ۱۲ ۴ے قولہ ان پیغمبروں کا بھیجنا الخ اشارة الی دفع ایراد وہو انه لما کان الغرض من بعث الرسل رفع الاختلاف فکیف ارسل بعضہم قبل الاختلاف وجه الجواب ان کون رفع الاختلاف غرضا لبعث النبیین المعہودین لا ینافی بعث بعضہم لمصالح اخر کآدم علیہ السلام بعث مثلا لیختلفوا ثم لما وقع الاختلاف بعث بعضہم لیرفعوا الاختلاف فافہم ۱۲ ۵ے قولہ اس غرض سے تھا ایراد به فی لسان المعنی ان العائدة لا الحقیقی الراجع الی الفاعل ۱۲ ۶ے قولہ اس کتاب میں یہ اختلاف لو اشارة الی دفع ایراد وہو ان المفہوم من اول الآیة ان الاختلاف مقدم علی البعث ومن آخر الآیة ان الاختلاف وقع بعد البعث وجه الجواب ان الاختلاف المقدم کان فی بعض الامور والاختلاف الآخر کان فی الکتاب فالاختلاف نوعان کما کان البعث فی الجواب عن الایراد الاول نوعین فافہم واشکر وتبصر ۱۲ ۷ے قولہ یعنی اہل علم وفہم ماخذہ روح المعانی والتخصیص باعتبار کونہم بانین والا فالاختلاف علم الکلم ۱۲ ۸ے قولہ بفضلہ تعالیٰ لما فی روح المعانی باذنه بتوفیقه ۱۲

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۖ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ

دوسری بات سنو کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جنت میں جا داخل ہوگے حالانکہ تم کو ہنوز ان لوگوں کا سا کوئی عجیب واقعہ پیش نہیں آیا جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں ان پر ایسی ایسی تنگی اور سختی واقع ہوئی

وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ

اور ان کو یہاں تک جنبشیں ہوئیں کہ پیغمبر تک اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے بول اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہوگی یاد رکھو بیشک اللہ تعالیٰ کی امداد

قَرِيبٌ ۝ يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۖ قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ

نزدیک ہے لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کیا کریں آپ فرما دیجئے کہ جو کچھ مال تم کو صرف کرنا ہو سو ماں باپ کا حق ہے اور قرابت داروں کا اور بے باپ کے بچوں کا

وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝

اور محتاجوں کا اور مسافر کا اور جو نسا نیک کام کروگے سو اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب خبر ہے

ایمان لانے کی بدولت) ابتلا دیا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اس کو راہ راست بتلا دیتے ہیں **ربط** اوپر کی آیت میں کفار کا ہمیشہ سے انبیاء و مؤمنین کے ساتھ اختلاف اور خلاف کرتے رہنے کا مذکور تھا جس میں ایک گونہ مسلمانوں کو اس طور پر تسلی دینا بھی مقصود تھا جن کو استہزاء کفار سے ایذا ہوتی تھی کہ یہ خلاف تمہارے ساتھ کچھ نیا نہیں ہے ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے آگے ان کفار مخالفین سے انبیاء و مؤمنین کو انواع انواع ایذائیں اور شدائد پہنچنے کی حکایت بیان فرماتے ہیں اور اس سے بھی مسلمانوں کو تسلی دلاتے ہیں کہ تم کو بھی کفار سے جو ایذائیں پہنچتی ہیں ان پر صبر کرنا چاہئے کیونکہ کامل راحت آخرت کی محنت ہی اٹھانے سے ہے **ترغیب مسلماناں بر تحمل شدائد** أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ (الی قولہ) أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ۝ دوسری بات سنو کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جنت میں (بے مشقت) جا داخل ہوگے حالانکہ (ابھی کچھ مشقت تو اٹھائی ہی نہیں کیونکہ) تم کو ہنوز ان (مسلمان) لوگوں کا سا کوئی عجیب واقعہ پیش نہیں آیا جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں ان پر (مخالفین کے سبب) ایسی ایسی تنگی اور سختی واقع ہوئی اور (مصائب سے) ان کو یہاں تک جنبشیں ہوئیں کہ (اس زمانہ کے) پیغمبر تک اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے (بے قرار ہو کر) بول اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد (موعود) کب ہوگی (جس پر ان کو جواب سے تسلی کی گئی کہ) یاد رکھو بیشک اللہ تعالیٰ کی امداد (بہت) نزدیک (ہونے والی) ہے **ف** انبیاء اور مؤمنین کا اس طرح کہنا نعوذ باللہ شک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ وجہ یہ تھی کہ وقت امداد و غلبہ کا مقابلہ مخالفین میں ان حضرات کو نہ بتلایا گیا ابہام وقت سے ان کو جلدی ہونے کا انتظار رہتا تھا جب انتظار سے تھک جاتے تب اس طرح عرض معروض کرنے لگتے جس کا حاصل دعا ہے الحاح کے ساتھ اور الحاح خلاف رضا و تسلیم کے نہیں ہے بلکہ جب الحاح کا پسندیدہ ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہے تو الحاح عین رضا حق سے رضا ہے البتہ خلاف رضا وہ دعا ہے جس کے قبول نہ ہونے سے دعا کرنے والا ناراض ہو سو معاذ اللہ اس کا انبیاء و مؤمنین کاملین میں نہ ثبوت ہے نہ احتمال اور یہ جو فرمایا ہے کہ کیا جنت میں بے مشقت چلے جاؤگے سو مشقت کے درجات مختلف ہیں جس کا ادنیٰ درجہ نفس اور شیطان سے مزاحمت کرکے یا مخالفین دین کے ساتھ خلاف کرکے عقاید کا درست کرنا ہے جو ہر مؤمن کو حاصل ہے آگے اوسط اور اعلیٰ درجات ہیں اسی طرح دخول جنت کے مختلف مراتب ہیں پس جس درجہ کی مشقت اسی درجہ کا دخول جنت پس آیت میں یہ اشکال نہیں لازم آتا کہ بعضے عاصی محض فضل سے داخل جنت ہو جاویں گے ان پر کوئی مشقت بھی نہ ہوگی تقریر جواب یہ ہے کہ ان کو بھی ادنیٰ درجہ کی مشقت ہوئی ہے البتہ صحابہ چونکہ درجات عالیہ کے طالب تھے اور ہر مسلمان کو ہونا چاہئے اس لئے ان درجات کے لئے بڑی مشقتیں جھیلنے کو شرط فرمایا گیا فقط آگے پھر سلسلہ احکام کا شروع ہوتا ہے **حکم دوازدہم مصارف انفاق** يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ (الی قولہ) فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝ لوگ آپ سے پوچھتے

النحو مثل حال من على حذف المضاف ای مثل الذین بکسر المیم و سکون الثلثة فی الاول و الفتحتین فی الثانی ای البلاغة یسئلونک ... ذما ینفقون قال عبد الحکیم ... انما لم یذکر السؤال عن المصرف فی الآیة للایجاز فی بالکلام ... نفق علی البیان الاجمالی الذی انفقتم قولہ خیر و مو کونہ حلالا قال ما تنفق ... لطلق ... میل بکنہ فی بیان المصرف الاشارة الی کونہ اہم فعلی ہذا الطلالا یخرج عن سلک ... بکلام عن المذکور ... ۱۲ ... معمر عن قتادة قال نزلت ہذہ الآیة ام حسبتم ان تدخلوا ... فی یوم

الاحزاب اصاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یومئذ بلاء و حصر کذا فی لباب النقول و فیہ اخرج ابن جریر عن ابن جریج قال سال المؤمنون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این یضعون اموالہم فنزلت یسئلونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر الآیة و اخرج ابن المنذر عن ابن حیان ان عمرو بن الجموح سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماذا تنفق من اموالنا واین نضعہا فنزلت ۱۲

ملحقات الترجمہ ۱ قولہ دوسری بات اشارة الی کون ام منقطعة بمعنی بل و الہمزة و بل للاعراض مفسر بقول المذکور ۲ قولہ بھی اشارة الی ما فی الکشاف من فی لما معنی التوقع وہی فی النفی نظیرة قد فی ...

۱ قولہ اور التزامی فالواو فی وصدہ ... بالوصف فان الوصف لیس بوصف ... دلیل علی صدق المسلمین و عدم الحاجة ...

مسائل السلوک
قولہ تعالیٰ ام حسبتم ان تدخلوا الجنة وفی الآیة رمز الی ان الوصول الی الجناب الاقدس لا یتیسر الا برفض اللذات ومکابدة المشاق کما ینبئی عنہ خبر حفت الجنة بالمکارہ وحفت النار بالشہوات و اخرج الحاکم و صححہ عن ابی مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ لیجرب احدکم بالبلاء وہو اعلم بہ کما یجرب احدکم ذہبہ بالنار فمنہم من یخرج کالذہب الابریز فذلک الذی نجاہ اللہ تعالیٰ من السیئات ومنہم من یخرج کالذہب الاسود فذلک الذی قد افتتن قولہ تعالیٰ حتی یقول الرسول قال العبد الضعیف فیہ اثبات الالحاح للکاملین
نا تمامی و الحاح در دعا خلاف رضا و تسلیم نیست
القول
ترجمہ
قولہ تعالیٰ ام حسبتم ان تدخلوا الجنة اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی بدون ترک لذات تحمل مجاہدات میسر نہیں اور حدیث حفت الجنة بالمکارہ سے اس کی تائید ہوتی ہے قولہ تعالیٰ حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ اس آیت میں ... ہے کہ ... کاملین میں بھی ...

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا

جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم پر گراں ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خیر ہو اور یہ ممکن ہے کہ تم کسی امر کو مرغوب سمجھو

شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ

ع ۲۶ ۱۰

اور وہ تمہارے حق میں خرابی ہو اور اللہ تعالے جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں

فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ

آپ فرما دیجئے کہ اس میں خاص طور پر قتال کرنا جرم عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک ٹوک کرنا اور اللہ تعالیٰ کیساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام کیساتھ اور جو لوگ مسجد حرام کے اہل تھے انکو اس سے خارج

مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ

کر دینا جرم اعظم ہیں اللہ تعالے کے نزدیک اور فتنہ پردازی کرنا قتل سے بدرجہا بڑھ کر ہے

ہیں کہ (ثواب کے واسطے) کیا چیز خرچ کیا کریں (اور کس کس موقعہ پر صرف کیا کریں) آپ فرما دیجئے کہ جو کچھ مال تم کو صرف کرنا ہو سو (اس کی تعیین تو تمہاری ہمت پر ہے مگر ہاں موقع ہم تبلائے دیتے ہیں کہ) ماں باپ کا حق ہے اور قرابت داروں کا اور بے باپ کے بچوں کا اور محتاجوں کا اور مسافر کا اور جو نسا نیک کام کرو گے (خواہ راہ خدا میں خرچ کرنا ہو یا اور کچھ ہو) سو اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب خبر ہے (وہ اس پر ثواب دیں گے) **ف مسئلہ** ماں باپ کو زکوۃ اور دوسرے صدقات واجبہ دینا درست نہیں اس آیت میں نفل خیرات کا بیان ہے **حکم سیزدہم فرضیت جہاد** كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ (الی قولہ) وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو (طبعاً) گراں (معلوم ہوتا) ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور (واقع میں) وہ تمہارے حق میں خیر (اور مصلحت) ہو اور یہ (بھی) ممکن ہے کہ تم کسی امر کو مرغوب سمجھو اور (واقع میں) وہ تمہارے حق میں (باعث) خرابی (کا) ہو اور (ہر شے کی حقیقت حال کو) اللہ تعالے جانتے ہیں اور تم (پورا پورا) نہیں جانتے (اس لئے اپنی رغبت و کراہت پر کبھی عمل نہ کرو جو کچھ حکم ہو جائے اسی کو اجمالاً مصلحت سمجھ کر اس پر کاربند رہا کرو) **ف** جہاد فرض ہے جب کہ اس کے شرائط پائے جاویں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اور فرض دو طرح کا ہوتا ہے فرض عین اور فرض کفایہ سو اعداء دین جب مسلمانوں پر چڑھ آویں تب تو فرض عین ہے ورنہ فرض کفایہ اور طبعاً کی قید اس لئے ظاہر کر دی گئی کہ مسلمان کو احکام شرعیہ میں عقلاً کراہت کبھی نہیں ہوتی اس آیت سے ہمارے نوخیز مسلمان فلسفیوں کو سبق لینا چاہیئے کہ ہر حکم کی مصلحت باوجود واقعیت کے ہمارے احاطۂ علمی سے خارج ہے **حکم چہاردہم تحقیق قتال در شہر حرام** يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ (الی قولہ) وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۝ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند صحابہ کا ایک سفر میں اتفاق سے کفار کے ساتھ مقابلہ ہو گیا ایک کافر ان کے ہاتھ سے مارا گیا اور جس روز یہ قصہ ہوا رجب کی پہلی تاریخ تھی مگر صحابہ اس کو جمادی الاخری کی تیس سمجھے تھے اور رجب اشہر حرم سے ہے کفار نے اس واقعہ پر طعن کیا کہ مسلمانوں نے شہر حرام کی حرمت کا بھی خیال نہیں کیا مسلمانوں کو اس کی فکر ہوئی اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا اور بعض روایات میں ہے کہ خود بعض کفار قریش نے بھی حاضر ہو کر اعتراض

مسائل السلوک قولہ تعالیٰ عسیٰ ان تکرھوا شیئا قال العبد الضعیف عام للقبض انتہی القول

ترجمہ قولہ تعالے عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم ۽ لفظ شئ قبض کو بھی عام ہے (یعنی اس میں بھی منافع ہوتے ہیں)

اللغات کرہ مصدر نعت بہ للمبالغۃ او فعل بمعنی مفعول کالخبز ۱۲ بیضاوی

البلاغۃ قال البیضاوی وانما قال عسیٰ لان النفس اذا ارتاضت ینعکس الامر علیہا اکبر عند اللہ والمفضل علیہ محذوف لما عملتہ السریۃ خطأ فی الاجتہاد و وجہ اہل بعض فی ذلک فصل مبنی علی الاعجم کذا فی روح المعانی ۱۲

الفقہ قال عبد الحکیم حرمۃ القتال مع المشرکین منسوخ بقولہ تعالیٰ فی سورۃ براءۃ فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم فان المراد الاشہر الحرم المعینۃ التی ابیح للمشرکین السیاحۃ فیہا بقولہ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشہر والتقیید بہا لیفید ان قتلہم بعد انسلاخہا مامور بہ فی جمیع الامکنۃ والازمنۃ ۱۲

الروایات فی لباب النقول اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی سننہ عن جندب بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعث رھطا و بعث علیہم عبد اللہ بن جحش فلقوا ابن الحضرمی فقتلوہ ولم یدروا ان ذلک الیوم من رجب او من جمادی فقال المشرکون للمسلمین قتلتم فی الشہر الحرام فانزل اللہ تعالیٰ یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ الآیۃ و فی البیضاوی عن ابن جریر کما قال عبد الحکیم کان ذلک غرۃ رجب وھم یظنونہ من جمادی الآخرۃ اھ وفی روح المعانی بروایۃ الزہری عن عروۃ انہ لما بلغ کفار قریش تلک الفعلۃ رکب وفد منہم حتی قدموا علی النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالوا اتحل القتال فی الشہر الحرام فانزل اللہ تعالیٰ الآیۃ قلت واشرت الی الروایات کلہا فی تقریر ترجمۃ الآیۃ ۱۲

لمحات الترجمۃ ۱؎ قولہ ثواب کے واسطے اشارۃ الی کون الآیۃ فی [illegible] ۲؎ قولہ کس موقع کہ دل علیہ سبب النزول ۱۲ ۳؎ قولہ حق ہے حملا للام علی الاستحقاق ۱۲ ۴؎ قولہ بچوں لان الیتیم قبل الاحتلام ۱۲

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ

اور یہ کفار تمہارے ساتھ ہمیشہ جنگ رکھیں گے اس غرض سے کہ اگر قابو پاویں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے

دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مر جاوے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں سب غارت ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں یہ لوگ دوزخ

خٰلِدُوْنَ ۝

میں ہمیشہ رہیں گے

سوال کیا اس کا جواب ارشاد ہوتا ہے) لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس میں خاص طور پر (یعنی عمداً) قتال کرنا جرم عظیم ہے (مگر اس طور پر قتال کرنا مسلمانوں سے صادر نہیں ہوا بلکہ تاریخ تحقیق نہ ہونے کے سبب غلطی سے ایسا ہو گیا یہ تو تحقیقی جواب ہے) اور (الزامی جواب یہ ہے کہ کفار و مشرکین کا کسی طرح منہ ہی نہیں مسلمانوں پر اعتراض کرنے کا کیونکہ اگرچہ شہر حرام میں لڑنا جرم عظیم ہے لیکن ان کفار کی جو حرکتیں ہیں یعنی) اللہ تعالیٰ کی راہ (دین) سے (لوگوں کو) روک ٹوک کرنا (یعنی اسلام پر تکلیفیں پہنچانا کہ ڈر کے مارے لوگ مسلمان نہ ہوں) اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام (یعنی کعبہ) کے ساتھ (جو کہ اللہ تعالیٰ کا معبد ہے کفر کرنا کہ وہاں بہت سے بت رکھ چھوڑے تھے اور بجائے خدا کی عبادت کے ان کی عبادت اور طواف کرتے تھے) اور جو لوگ مسجد حرام کے اہل تھے (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مؤمنین) ان کو (تنگ اور پریشان کر کے) اس (مسجد حرام) سے خارج (ہونے پر مجبور) کر دینا (جس سے نوبت ہجرت یعنی ترک وطن کی پہنچی سو یہ حرکتیں شہر حرام میں قتال کرنے سے بھی زیادہ) جرم اعظم ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک (کیونکہ یہ حرکتیں دین حق کے اندر فتنہ پردازی کرنا ہے) اور (ایسی) فتنہ پردازی کرنا (اس) قتل (خاص) سے (جو مسلمانوں سے صادر ہوا) بدرجہا (قباحت میں) بڑھ کر ہے (کیونکہ اس قتل سے دین حق کو تو کوئی مضرت نہیں پہنچی بہت سے بہت اگر کوئی جانکر کرے خود ہی گنہگار ہوگا اور ان حرکتوں سے تو دین حق کو ضرر پہنچتا ہے کہ اس کی ترقی رکتی ہے) **ف ۱** خلاصہ جواب یہ ہوا کہ اول تو مسلمانوں نے کوئی گناہ نہیں کیا اور علی سبیل الفرض اگر کیا ہے تو معترضین اس سے بڑے بڑے گناہ یعنی کفر و مزاحمت دین حق میں مبتلا ہیں پھر ان کو مسلمانوں پر اعتراض کرنے کا کب منصب ہے **ف ۲** روح المعانی اور کبیر میں اس آیت کے ذیل میں اور بیضاوی میں سورت برأت کے پہلے رکوع کی تفسیر میں اشہر حرم میں حرمت قتال کے منسوخ ہونے پر اجماع امت کا نقل کیا ہے **ربط** اوپر دین حق میں ان کی مزاحمت کرنے کا بیان تھا اسی مضمون کی آگے تاکید فرماتے ہیں **تاکید مضمون مزاحمت دین** وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا اور یہ کفار تمہارے ساتھ ہمیشہ جنگ (وجدل کا سلسلہ جاری ہی) رکھیں گے اس غرض سے کہ اگر (خدا نکرے) قابو پاویں تو تم کو تمہارے دین (اسلام) سے پھیر دیں (ان کی اس فعل سے دین کی مزاحمت ظاہر ہے) **ربط** آگے مسلمانوں کو احتیاطاً متنبہ فرماتے ہیں کہ یہ کفار جو دین حق کی مزاحمت میں سعی کر رہے ہیں اگر اس سعی کا کوئی اتباع کر بیٹھے یعنی دین حق سے پھر جاوے تو اس کا کیا انجام ہے **انجام ارتداد** وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ (الیٰ قولہ) هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اور جو شخص تم میں سے اپنے دین (اسلام) سے پھر جاوے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مر جاوے تو ایسے لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں سب غارت ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں (اور) یہ لوگ

الفقہ (متعلق سو آیت) مسئلۃ اولی احتج الحنفیۃ باطلاق قولہ تعالیٰ فی المائدۃ ومن یکفر الخ فان قیل لما کان مطلق الارتداد سببا لحبط الاعمال فما الفائدۃ فی التقیید بالموت قلت فائدتہ ان مجموع الاحباط والخلود مرتب علی الموت مرتدا لا علی مطلق الارتداد فافہم ۱۲

مسئلۃ ثانیۃ دلیلہ حدیث اسلمت علی ما اسلفت من خیر رواہ مسلم ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ خاص طور پر الخ افادہ النکرۃ فی موضع الاثبات ولا توہم عموم الوصف لان الوصف لیس بعام وتاید تقریری ہذا بالکبیر وروح المعانی فافہم فانہ عزیز ۱۲ .

۲ قولہ اور الزامی قالوا وفی وصد لعطف جواب علی جواب فافہم ۱۲ ۳ قولہ دین سے روک ٹوک کرنا ولم یحمل علی صد المسلمین عام الحدیبیۃ لان الحدیبیۃ بعد بدر وہذہ الآیۃ قبل بدر ۱۲

۴ قولہ اور مسجد حرام کے ساتھ کفر کرنا اخترت عطف المسجد علی الضمیر المجرور فی بہ العائد الی سبیل اللہ خلاف الشہیر عن جمہور المفسرین لما قال ابو حیان والعطف علی الضمیر المجرور وان لم یجز عند البصریین الا باعادۃ الجار فقد اجاز ذلک الکوفیون ویونس والاخفش وابو علی ولسنا متقیدین لاہل البصرۃ بل نتبع الدلیل وقد ثبت ذلک فی لسان العرب نظما ونثرا بخلاف حروف العطف کذا فی الکمالین علی قولہ تعالیٰ تساءلون بہ والارحام وایدہ فی الکبیر ۱۲ ۵ قولہ اہل تھے کقولہ تعالیٰ ان اولیاؤہ الا المتقون ۱۲ ۶ قولہ ایسی فتنہ پردازی حملا اللام علی العہد فلا دلالۃ علی کون کل فتنۃ اشد من کل قتل ۱۲ ۷ قولہ فی ترجمۃ حتی اس غرض سے کما فی البیضاوی حتی للتعلیل کقولک اعبد ربک حتی تدخل الجنۃ لقولہ ان استطاعوا وہو استبعاد لاستطاعتہم کقول الواثق بقوتہ علی قرنہ ان ظفرت بی فلا تبق علی وایذان بانہم لا یردونہم ۱۲ قلت وقد اشرت الی معنی

[illegible]

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ

حقیقۃً جو لوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے راہ خدا میں ترک وطن کیا ہو اور جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمت خداوندی کے امیدوار ہوا کرتے ہیں

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

اور اللہ تعالےٰ معاف کردینگے اور رحمت کریں گے لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کو فائدے بھی ہیں

وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا

اور گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں

دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے **ف** دنیا میں اعمال کا ضائع ہونا یہ ہے کہ اس کی بی بی نکاح سے نکلجاتی ہے اگر اس کا کوئی مورث مسلمان مرے اس شخص کو میراث کا حصہ نہیں ملتا حالت اسلام میں نماز و روزہ جو کچھ کیا تھا سب کالعدم ہوجاتا ہے مرنے کے بعد جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جاتی مسلمانوں کے مقابر میں دفن نہیں ہوتا اور آخرت میں ضائع ہونا یہ ہے کہ عبادات کا ثواب نہیں ملتا ابدالآباد کے لئے دوزخ میں داخل ہوتا ہے **مسئلہ** اگر یہ شخص پھر مسلمان ہوجاوے تو آخرت میں دوزخ سے بچ جانا اور دنیا میں آیندہ کے لئے احکام اسلام کے جاری ہونا تو یقینی ہے لیکن دنیا میں اگر حج کرچکا تھا تو بشرط وسعت پھر دوبارہ اس کا فرض ہونا نہ ہونا اور آخرت میں پچھلے نماز و روزہ کے ثواب کا عود کرنا نہ کرنا اس میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ دوبارہ حج کو فرض کہتے ہیں اور گذشتہ نماز و روزہ پر ثواب ملنے کے قائل نہیں اور امام شافعیؒ دونوں امر میں خلاف کرتے ہیں **مسئلہ** لیکن جو کافر اصلی ہو اور اس حالت میں کوئی نیک کام کرلے اس کا ثواب معلق رہتا ہے اگر کبھی اسلام لے آیا سب پر ثواب ملتا ہے اور اگر کفر پر مرگیا سب بیکار جاتا ہے حدیث میں اسلمت علی ما اسلفت من خیر اسی معنی میں وارد ہوا ہے **مسئلہ** غرض مرتد کی حالت کافر اصلی سے شنیع تر ہے اسی واسطے کافر اصلی سے جزیہ قبول ہوسکتا ہے اور مرتد اگر اسلام نہ لاوے اگر مرد ہے قتل کردیا جاتا ہے اگر عورت ہے تو دوام حبس کی سزا دی جاتی ہے کیونکہ اس سے اسلام کی اہانت ہوئی ہے سرکاری اہانت اسی سزا کے لائق ہے **ربط** شہر حرام میں قتال کرلینے کے بارہ میں مسلمانوں کو جواب مذکور سنکر گناہ نہ ہونے کا تو اطمینان ہوگیا تھا مگر اس خیال سے دل شکستہ تھے کہ ثواب تو ہوا ہی نہ ہوگا آگے اس میں تسلی کی گئی ۔

وعدۂ ثواب بر اخلاص نیت إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا (الی قولہ) وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ حقیقۃً جو لوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے راہ خدا میں ترک وطن کیا ہو اور جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمت خداوندی کے امیدوار ہوا کرتے ہیں (اور تم لوگوں میں یہ صفات علی سبیل منع الخلو موجود ہیں چنانچہ ایمان اور ہجرت تو ظاہر ہے رہا اس جہاد خاص میں شبہ ہوسکتا ہے تو چونکہ تمہاری نیت تو جہاد ہی کی تھی لہٰذا ہمارے نزدیک وہ بھی جہاد ہی میں شمار ہے پھر ان صفات کے ہوتے ہوئے تم کیوں ناامید ہوتے ہو) اور اللہ تعالےٰ (اس غلطی کو) معاف کردیں گے اور (ایمان و ہجرت و جہاد سے تم پر) رحمت کریں گے

حکم پانزدہم متعلق شراب و قمار يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ (الی قولہ) وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں (چیزوں کے استعمال) میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی (پیدا ہوجاتی) ہیں اور لوگوں کو (بعضے) فائدے بھی ہیں اور (وہ) گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں (اس لئے دونوں قابل ترک ہیں) **ف** پہلے یہ دونوں چیزیں حلال تھیں سب سے پہلی آیت شراب و قمار کے متعلق یہ نازل کی گئی اور اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ان دونوں چیزوں کا استعمال خود گناہ ہے بلکہ مطلب یہ تھا کہ ان کے استعمال سے اکثر اوقات دوسری باتیں گناہ کی پیدا ہوجاتی ہیں کیونکہ شراب سے عقل جاتی رہتی ہے اور وہی مانع تھی ارتکاب معاصی سے اور قمار سے مال کی حرص بڑھتی ہے اور حرص سے چوری وغیرہ کی عادت پیدا ہوجاتی ہے اور منافع ان میں تحصیل لذت و تحصیل مال ہیں پس اس آیت سے ان دونوں کی حرمت فی نفسہ کا بیان کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ محض بعض عوارض غیر لازمہ کے سبب ان دونوں کے ترک کا مشورہ دینا مطلوب تھا کہ جتنا نقصان ہوجاتا ہے اتنا نفع نہیں

الروایات فی لباب المنقول تمتہ ما سبق فقال بعضہم ان لم یکونوا اصابوا وزرا فلیس لہم اجر فانزل ھؤلاء للذین آمنوا الی رحیم فی لباب المنقول بعدی احمد عن ابی ہریرۃ قال قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المدینۃ وہم یشربون الخمر ویاکلون المیسر فسألوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عنہما فانزل اللہ تعالیٰ یسئلونک عن الخمر والمیسر الآیۃ فقال الناس ما حرم علینا انما قال فیہما اثم کبیر وکانوا یشربون الخمر حتی کان یوم من الایام صلی رجل من المہاجرین ام اصحابہ فی المغرب خلط فی قرأتہ فانزل اللہ آیۃ اغلظ منہا یایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون ثم نزلت آیۃ اغلظ من ذلک یایہا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر الی قولہ فہل انتم منتہون قالوا انتہینا ربنا الحدیث ۱۲

المتعلقات الترجمۃ لہ قولہ راہ خدا میں اشارۃ الی ان فی سبیل اللہ متعلق بکلا فعلیہ ہاجروا وجاہدوا ۵۲ قولہ علی سبیل منع الخلو کاد ان فی السریۃ من ہو غیر مہاجر مسیحی ۵۳ قولہ گناہ کی بڑی بڑی باتیں الخ اطلاق السبب علی المسبب ولذا لم یقل بہ اثم کبیر کما قال قتال فیہ کبیر قل فیہما اثم کبیر ۵۴ قولہ اور وہ گناہ کی الخ

ہذا للاضافۃ علی العہد ۱۲ ۵۵ قولہ عوارض غیر لازمہ قید بہذا الوصف لان ہذہ العوارض اذا کانت لازمۃ عقلا او عادۃ اثرت فی تحریم المعروض وسمی ہذا النوع حرام لغیرہ لسببہ الحرمۃ کالحرام لعینہ سواء فافہم ۱۲

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۥ قُلِ الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

اور لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کیا کریں آپ فرما دیجئے کہ جتنا آسان ہو اللہ تعالیٰ اسی طرح احکام کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں تاکہ تم دنیا و آخرت کے معاملات میں

فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ

سوچ لیا کرو اور لوگ آپ سے یتیم بچوں کا حکم پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان کی مصلحت کی رعایت رکھنا زیادہ بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ خرچ شامل رکھو تو وہ تمہارے

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

بھائی ہیں اور اللہ مصلحت کے ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو جانتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تم کو مصیبت میں ڈال دیتے اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

ہوتا کیونکہ نفع تو حالی اور غیر باقی اور لازمی ہے اور ضرر مآلی اور ممتد اور متعدی ہے یہی وجہ تھی کہ اس آیت کو سن کر بعض نے تو فوراً دونوں کو ترک کر دیا کہ گو حرام نہیں کہا مگر شرور و مفاسد کا ذریعہ ہونا تو ثابت ہوا اور بعض نے کہا کہ جب حرام نہیں ہے تو ان مفاسد کا ہم کچھ انتظام کر کے تحصیل منافع کے لئے استعمال کیا کریں گے گر یہ عنوان مفید حرمت کا ہوتا تو اہل لسان بکثرت اتنی بڑی غلطی میں نہ پڑتے پھر اس آیت کے بعد بعض نے شراب پی کر نماز پڑھی اور غلط پڑھی تو نماز کے اوقات میں پینا بالکل ممنوع ہو گیا پھر بعد چندے مطلقاً حرام کر دی گئی اور یہی آخری حکم ہے جس نے پہلے احکام کو منسوخ کر دیا **حکم شانزدہم مقدار انفاق** وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۥ (الیٰ قولہ) فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اور لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ (خیر خیرات میں) کتنا خرچ کیا کریں، آپ فرما دیجئے کہ جتنا آسان ہو (کہ اس کے خرچ کرنے سے خود پریشان ہو کر دنیوی تکلیف میں یا کسی کا حق ضائع کر کے اخروی تکلیف میں نہ پڑ جاوے) اللہ تعالیٰ اسی طرح احکام کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں تاکہ تم (کو ان احکام کا علم حاصل ہو جاوے، اور اس علم کی وجہ سے ہر عمل کے کرنے سے پہلے) دنیا و آخرت کے معاملات میں (ان احکام کو) سوچ لیا کرو (اور سوچ کر ہر معاملہ میں ان احکام کے موافق عمل کیا کرو) **ف ۱** مثلاً خرچ کرنے ہی کے باب میں جس کو دنیا و آخرت دونوں کے ساتھ تعلق ہے دنیا کے ساتھ بوجہ اس کے حوائج ہونے کے اور آخرت کے ساتھ بوجہ آلہ ثواب ہونے کے" پہلے سوچ لیا کہ یہ خرچ کرنا موافق حکم الٰہی کے ہے یا نہیں اگر ہوا خرچ کیا ورنہ نہ کیا اور اس حکم کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی معصیت میں خرچ کرتا ہے تو مطلقاً ناجائز اور اگر طاعت میں خرچ کرتا ہے تو اگر وہ طاعت حد وجوب و فرضیت تک پہنچی ہے مثلاً زکوٰۃ وغیرہ تو خرچ کرنا فرض و واجب ہے اور اگر حد نفل تک ہے جیسے معمولی خیر خیرات تو اگر کسی عیال وغیرہ کا اس میں حق ضائع ہوتا ہو تو خرچ کرنا ناجائز اور اگر کسی کا حق ضائع نہیں ہوتا لیکن خود پریشان ہو کر صبر نہ کر سکے گا تو بھی ناجائز ورنہ جائز اور اگر وہ محض نہ طاعت ہے نہ معصیت بلکہ مباح ہے جیسے فواکہ و لذائذ میں تو اگر نیت تقویت علی الطاعت کی ہے تو ثواب ہے اور اگر نیت تقویت علی المعصیت کی ہے تو گناہ ہے اور اگر محض دل ہی خوش کرنا ہے تو مباح ہے اس آیت میں نفل صدقات کا حکم مذکور ہے اس کی جو شرطیں ہیں احقر نے اثنائے ترجمہ میں بھی انکی طرف اجمالاً اشارہ کر دیا ہے اور اس تقریر میں تفصیلاً لکھ دیا ہے واللہ اعلم **ف ۲** اور پہلے جو حکم دوازدہم میں اس قسم کا سوال آ چکا ہے اور جواب میں بیان مصارف کے ساتھ ضمناً اس کا حکم بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جو کچھ ہمت ہو صرف کرو ایسی یہ بات پوچھنے کے ذیل میں تھی کہ اگر جوش میں آ کر سب دے ڈالنے کی ہمت ہو تو اس ہمت کا اعتبار ہے یا نہیں یہاں اس کے متعلق تحقیق مقصود ہے **حکم ہفدہم مخالطت یتیم** وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى (الیٰ قولہ) اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (چونکہ ابتدا میں مثل ہندوستان کے عرب میں بھی یتیموں کا حق دینے میں پوری احتیاط نہ تھی اس لئے یہ وعید سنائی گئی تھی کہ یتیموں کا مال کھانا ایسا ہے جیسا دوزخ کے انگارے پیٹ

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ قل العفو قال العبد الضعیف فیہ اصل لعدم الادخار انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ

قل العفو اس میں اصل ہے ذخیرہ رکھنے کی رہبانیت سے بزرگوں کا مذاق ہوتا ہے)

اللغات العفو قال بالبیضاوی العفو نقیض الجہد ومنہ یقال للارض السہلۃ وہو ان ینفق ما تیسر لہ بذلہ ولا یبلغ منہ الجہد قال ع غذی العفو منی تستدیمی مودتی ۔۔ وہ قلت وشمل التفسیر بالفضل ایضاً

الروایات فی بیاب منقول باخرج ابن ابی حاتم من طریق سعید او عکرمۃ عن ابن عباس ان نفراً من الصحابۃ حین امروا بالنفقۃ فی سبیل اللہ اتوا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال لا ندری ما ہذہ النفقۃ التی امرنا فی اموالنا فما ننفق منہا فانزل اللہ ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو واخرج ایضاً عن یحیی انہ بلغہ ان معاذ بن جبل و ثعلبۃ اتیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالا یا رسول اللہ ان لنا ارقاء واہلین فما ننفق من اموالنا فانزل اللہ ہذہ الآیۃ (ای ویسئلونک ماذا ینفقون الخ) فی لباب

المنقول باخرج ابو داؤد والنسائی والحاکم وغیرہم عن ابن عباس قال لما نزلت ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ہی احسن وان الذین یاکلون اموال الیتامی الآیۃ انطلق من کان عندہ یتیم فعزل طعامہ من طعامہ وشرابہ من شرابہ فجعل یفضل لہ الشیء من طعامہ فیحبس لہ حتی یاکلہ او یفسد فاشتد ذلک علیہم فذکروا ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانزل اللہ تعالیٰ ویسئلونک عن الیتمی الآیۃ ۱۲

ملحقات الترجمہ ۱ قولہ ان احکام کو سوچ لیا کرو الخ حاصلہ تتفکرون فی الآیات فی امور الدنیا والآخرۃ فالجار بعد تقدیر المضاف متعلق بتتفکرون بعد تقییدہ بالاول کذا فی روح المعانی فافہم ۱۲

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا

اور نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ جبتک کہ وہ مسلمان نہ ہوجاویں اور مسلمان عورت لونڈی بہتر ہے کافر عورت سے گو وہ تم کو اچھی ہی معلوم ہو اور عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں

الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى

مت دو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہوجاویں اور مسلمان مرد غلام بہتر ہے کافر مرد سے گو وہ تم کو اچھا ہی معلوم ہو یہ لوگ دوزخ کی تحریک دیتے ہیں

النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ؏ ع ۲۷ ۵ ۱۱

اور اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت کی تحریک دیتے ہیں اپنے حکم سے اور اللہ تعالیٰ اس واسطے آدمیوں کو اپنے احکام بتلا دیتے ہیں تاکہ وہ لوگ نصیحت پر عمل کریں

میں بھرنا تو سننے والے ڈر کے مارے اتنی احتیاط کرنے لگے کہ انکا کھانا بھی الگ پکواتے الگ رکھواتے اور اتفاق سے اگر بچہ کم کھاتا تو کھانا بچتا اور سڑتا اور پھینکنا پڑتا اس طرح بالکل علیحدہ اٹھانے رکھنے میں تکلیف بھی ہوتی اور یتیم کے مال کا بھی نقصان ہوتا تو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے) اور لوگ آپ سے یتیم بچوں (کے خرچ علیحدہ یا شامل رکھنے) کا حکم پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ (اصل مقصود ہمارا ان کے اموال کھانے کی ممانعت سے یہ ہے کہ انکی مصلحت کو ضائع نہ کیا جاوے اور جب خرچ شامل رکھنے میں ان کی مصلحت ہے تو) ان کی مصلحت کی رعایت رکھنا (علیحدہ خرچ رکھنے سے جو کہ خلاف مصلحت ہے) زیادہ بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ خرچ شامل رکھو تو (کچھ ڈر کی بات نہیں کیونکہ) وہ (بچے) تمہارے (دینی) بھائی ہیں (اور بھائی بھائی شامل رہا ہی کرتے ہیں) اور اللہ مصلحت کے ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو (الگ الگ) جانتے ہیں (پس مخالطت اس قسم کی نہ ہونا چاہیئے جس میں ان کی مصلحت ضایع ہو جاوے مثلاً برائے نام اپنا تھوڑا سا ملا دیا باقی سب ان ہی کا کھایا جو ایسا کریگا اللہ تعالیٰ سے اس کی بدنیتی مخفی نہیں رہ سکتی اور جو مخالطت میں انکی مصلحت کی رعایت رکھے بالفرض اگر بلا علم و بلا قصد کچھ کمی بیشی بھی ہوجاوے تو چونکہ اللہ تعالیٰ کو اس کی خوش نیتی معلوم ہے اس لئے اس پر مواخذہ نہ ہوگا) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو (اسی باب میں سخت قانون مقرر کر کے) تم کو مصیبت میں ڈال دیتے (کیونکہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں (جو حکم چاہیں دے سکتے ہیں مگر سہل قانون مقرر فرمایا کیونکہ) حکمت والے (بھی) ہیں (ایسا حکم نہیں دیتے جو ہو نہ سکے) ف ۱ جو چیز بنے بنوانی ہو اس مد میں اپنے ساتھ یتیم کا خرچ اندازے سے شامل رکھنا درست ہے اور دوسری چیزوں کا حساب الگ رکھنا واجب ہے ف ۲ چونکہ اس وقت اکثر مسلمانوں کے پاس مسلمان ہی یتیم تھے اس لئے اخوانکم فرمایا ورنہ اگر دوسرے مذہب کا بچہ بھی اپنی تربیت میں ہو اس کا بھی بعینہ یہی حکم ہے اور اس کی دلیل دوسری آیات و احادیث ہیں جو الفاظ عامہ سے وارد ہیں مثلاً لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اور احسن ہونا مخالطت کا بشرط رعایت مصلحت ظاہر ہے بلکہ اس کے ساتھ مذہبی رعایت اتنی اور زیادہ ہے کہ اس بچہ پر بعد بلوغ کے قبول اسلام کے لئے جبر نہیں کیا جاتا مذہبی آزادی دی جاتی ہے **حکم ہشتدہم مناکحت کفار**

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۔ (الی قولہ) لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○ اور نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ جبتک کہ وہ مسلمان نہ ہوجاویں

النحو ولو اعجبتکم قال البیضاوی الواو للحال ولو بمعنی ان وہو کثیر قال عبد الحکیم ہذا ما اختارہ صاحب الکشاف فی ہو ولو الداخلۃ علی ان ولو الوصلیتین وکلمۃ ان ولو لمجرد الفرض مجردۃ من معنی الشرطیۃ ولذا لا تحتاج علی الجزاء فالتقدیر مفروضا اعجابہا لکم بالحسن والشمائل وعند البعض للعطف علی مقدر ہو ضد المذکور ای ولو لم تعجبکم ولو اعجبتکم وجواب الشرط محذوف دل علیہ الجملۃ السابقۃ وعند البعض اعتراض یقع فی وسط الکلام واٰخرہ وعلی التقادیر اثبات الحکم فی نقیض الشرط بطریق الاولی لیثبت فی جمیع التقادیر اہ ملخصا ۱۲

الروایات فی لباب النقول قولہ تعالیٰ ولا تنکحوا الاٰیۃ اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم والواحدی عن مقاتل قال نزلت ہذہ الاٰیۃ فی ابن ابی مرثد الغنوی استاذن النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فی عناق ان یتزوجہا وہی مشرکۃ وکانت ذا حظ من جمال فنزلت قولہ تعالیٰ ولامۃ مؤمنۃ الاٰیۃ اخرج الواحدی من طریق السدی عن ابی مالک عن ابن عباس قال نزلت ہذہ الاٰیۃ فی عبد اللہ بن رواحۃ کانت لہ امۃ سوداء وانہ غضب علیہا فلطمہا ثم انہ فزع فاتی النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فاخبرہ وقال لاعتقنہا واتزوجنہا ففعل فطعن علیہ ناس وقالوا نکح امۃ فانزل اللہ ہذہ الاٰیۃ واخرجہ ابن جریر عن السدی منقطعا اہ قلت واورد علی الروایۃ الاولی بان ہذہ القصۃ سبب لنزول آیۃ النور الزانی لا ینکح وعلی الروایۃ الثانیۃ بانہا اذا اعتقت لم تبق امۃ ولذا فسر البعض الامۃ بالمرأۃ مطلقا ذہابا من ان الناس عبید اللہ اقول مجیبا عن الاول بانہ لا تعارض فی الروایتین فانہ یصح ان یکون القصۃ الواحدۃ سبب النزول الاٰیتین جمیعا وعن الثانی بانہا سمیت امۃ باعتبار ما کانت او حسب قول الناس المعترضین انہا امۃ فافہم ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱؎ قولہ الگ الگ لان مثل ہذا الترکیب یفید التمییز کما قال البیضاوی فی قولہ تعالیٰ لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علیٰ عقبیہ انہ وضع العلم موضع التمییز المسبب عنہ ۲؎ قولہ فی ترجمۃ المشرکات والمشرکین کافر اعم من الکتابی وغیر الکتابی لیبقی الحکم عاما ثم نسخ جزء منہ بسورۃ المائدۃ ولا یصح ان یدعی مستقل لبطلان نکاح المؤمنۃ مع الکتابی فان قلت کیف یصح ہذا التفسیر مع ان الکتابی لیس بمشرک قلت سماہ مشرکا مجازا بقرینۃ مقابلۃ المؤمن ومقابل المؤمن ہو الکافر مطلقا او ہو مشرک لقولہ تعالیٰ وقالت الیہود عزیر ابن اللہ وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ فالمشرک اذا قسمان بقی الحکم فی القسم الاول ونسخ فی جزء من القسم الآخر فافہم ۱۲ ۳؎ قولہ جبتک کہ وہ مسلمان نہ ہوجاویں افاد کلمۃ النفی الذی افادہ فی ترجمۃ حتی

اور مسلمان عورت (چاہے) لونڈی (کیوں نہ ہو وہ ہزار درجہ) بہتر ہے کافر عورت سے (چاہے وہ آزاد بی بی ہی کیوں نہ ہو) گو وہ (کافر عورت بوجہ مال یا جمال کے) تم کو اچھی ہی معلوم ہو (مگر پھر بھی واقع میں مسلمان ہی عورت اس سے اچھی ہے) اور (اسی طرح اپنے اختیار کی) عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جاویں اور مسلمان مرد (چاہے) غلام (ہی کیوں نہ ہو وہ ہزار درجہ) بہتر ہے کافر مرد سے (چاہے وہ آزاد ہی کیوں نہ ہو) گو وہ (کافر مرد بوجہ مال یا جاہ کے) تم کو اچھا ہی معلوم ہو (مگر پھر بھی واقع میں مسلمان ہی مرد اس سے اچھا ہے اور وجہ ان کافروں کے برا ہونے کی اور وہی اصلی سبب ہے ان سے نکاح کرنے کی ممانعت کا یہ ہے کہ) یہ (کافر) لوگ دوزخ (میں جانے) کی تحریک دیتے ہیں (کیونکہ کفر کی تحریک دیتے ہیں اور اس کا انجام دوزخ ہے) اور اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت (کے حاصل کرنے) کی تحریک دیتے ہیں اپنے حکم سے (اور اسی حکم کا اس طرح ظہور ہوا کہ کفار کے باب میں یہ حکم صادر فرمادیا کہ ان سے نکاح نہ کیا جاوے تاکہ ان کی تحریک کے اثر سے پوری حفاظت رہ سکے اور اس سے محفوظ رہ کر جنت اور مغفرت حاصل ہو جاوے) اور اللہ تعالیٰ اس واسطے آدمیوں کو اپنے احکام بتلا دیتے ہیں تاکہ وہ لوگ نصیحت پر عمل کریں (اور مستحق جنت و مغفرت کے ہو جاویں) **ف** اس آیت میں دو حکم ہیں ایک یہ کہ کافر مردوں سے مسلمان عورت کا نکاح نہ کیا جاوے سو یہ حکم تو اب بھی باقی ہے حتیٰ کہ مرد کے کافر اور عورت کے مسلمان ہونے کی صورت میں پہلا نکاح جائز بھی قائم نہیں رہ سکتا مثلاً کوئی مسلمان مرد نعوذ باللہ کافر ہو جاوے اور اس کے نکاح میں پہلے سے کوئی مسلمان عورت تھی نکاح فوراً ٹوٹ جاویگا اور یہ عورت عدت پوری کر کے دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور مثلاً کوئی کافر عورت بہدایت الٰہی مسلمان ہو جاوے اور وہ پہلے سے کسی کافر مرد کے نکاح میں تھی اور وہ مرد اسلام قبول نہ کرے اسی وقت وہ نکاح ٹوٹ جاویگا اس میں اتنی تفصیل ہے کہ اگر وہ جگہ دارالاسلام ہے تو مرد سے تصریحاً پوچھیں گے کہ تو اسلام قبول کرتا ہے یا نہیں اگر وہ قبول کرلے تو نکاح نہ ٹوٹے گا اور اگر انکار کر دے تو اب ٹوٹ جاوے گا اور اگر وہ جگہ دارالحرب ہے تو خاوند سے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ عورت کے اسلام لانے کے بعد جب تین حیض گذر جاویں یا اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو جب تین مہینے گذر جاویں اور اگر حاملہ ہو تو جب بچہ پیدا ہو جاوے اس شوہر کے نکاح سے باہر ہو جاویگی اور ہر صورت میں نکاح ٹوٹنے کے بعد پھر عدت واجب ہوگی کذا فے درالمختار ورد المحتار بہرحال جس وقت سے نکاح ٹوٹا ہے اس وقت سے عدت طلاق کی پوری کر کے دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور یہ جو اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ ایسی عورت کے مسلمان ہوتے ہی فوراً کسی سے نکاح کر دیتے ہیں اور عدت واجبہ کو پورا نہیں کرتے یہ محض ناجائز ہے اور یہ دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوتا غرض یہ کہ ایک حکم تو آیت کا اس طرح باقی ہے، دوسرا حکم یہ کہ مسلمان مرد کا کافر عورت سے نکاح نہ کیا جاوے اس حکم میں دو جزو ہیں ایک جزو یہ کہ وہ کافر عورت کتابی یعنی یہودی یا نصرانی نہ ہو اور کوئی مذہب کفر کا رکھتی ہو سو اس جزو میں بھی اس آیت کا حکم باقی ہے، چنانچہ ہندو عورت یا آتش پرست عورت سے نکاح مسلمان کا نہیں ہو سکتا، دوسرا جزو یہ کہ وہ کافر عورت کتابیہ ہو یعنی یہودیہ یا نصرانیہ ہو اس خاص جزو میں اس آیت کا حکم باقی نہیں بلکہ ایک آیت سورہ مائدہ میں اس مضمون کی ہے کہ کتابی عورتوں سے نکاح درست ہے سو اس آیت سے اس آیت کا یہ خاص جزو منسوخ ہو گیا چنانچہ یہودیہ یا نصرانیہ سے نکاح درست ہو جاتا ہے بشرطیکہ اسلام سے مرتد ہو کر یہودی یا نصرانی نہ ہوئی ہو **مسئلہ** گو کتابی عورت سے نکاح درست ہے لیکن اچھا نہیں حدیث میں دیندار عورت کے حاصل کرنے کا حکم ہے تو بددین عورت کا حاصل کرنا اس درجہ میں ناپسند ہوگا **مسئلہ** جو قوم اپنی وضع وطرز سے اہل کتاب سمجھے جاتے ہوں لیکن عقاید تحقیق کرنے سے کتابی ثابت نہ ہوں اس قوم کی عورتوں سے نکاح درست نہیں، جیسے آج کل عموماً انگریزوں کو عام لوگ عیسائی سمجھتے ہیں حالانکہ تحقیق سے بعض کے عقاید بالکل ملحدانہ ثابت ہوئے ہیں کہ نہ خدا کے قائل نہ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے معتقد نہ انجیل کی نسبت کتاب آسمانی ہونے کا اعتقاد رکھیں سو ایسے لوگ عیسائی نہیں ہیں اور ایسی جماعت میں کی جو عورت ہو اس سے نکاح درست نہیں لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں کہ بے تحقیق ولایت سے میمیں بیاہ لاتے ہیں **مسئلہ** اسی طرح جو مرد ظاہری حالت سے مسلمان سمجھا جاوے لیکن عقاید اس کے کفر تک پہنچے ہوں اس سے مسلمان عورت کا نکاح درست نہیں اور اگر نکاح ہونے کے بعد ایسے عقاید ہو جاویں تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے جیسے آجکل بہت سے آدمی اپنے مذہب سے ناواقف سائنس کے اثر سے اپنے عقاید تباہ کر لیتے ہیں لڑکی والوں پر واجب ہے کہ پیغام آنے کے وقت اول عقاید کی تحقیق کر لیا کریں جب اس سے اطمینان ہو جاوے تب زبان

ملحقات الترجمۃ ۱؎ قولہ ہزار درجہ بہتر ہے متعلقہ فی التفضیل بلسانہ و تعداد خیر التفضیل ۱۲
۲؎ قولہ اپنے اختیار کی۔ اے عرفا فلا صح الاحتجاج بالآیۃ علی اشتراط الولی فی نکاح النساء مطلقا ۱۲
۳؎ قولہ مال یا جاہ وقال فے النساء مال و جمال لان العرف بکذا فے النساء ولرجال ۱۲
۴؎ قولہ اور اس حکم کا الخ ہذا ہو التوفیق والتیسیر الذی فسروا بہ قولہ باذنہ ۱۲
۵؎ قولہ فی ترجمۃ لعل تاکہ ماخذہ البیضاوی لکے یتذکروا فی حاشیتہ ع معنی من لعل مستعار بمعنے المطلب آہ ۱۲، ۶؎ قال علیہ السلام فاظفر بذات الدین ۱۲

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ ھُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ

اور لوگ آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ گندی چیز ہے تو حیض میں تم عورتوں سے علیحدہ رہا کرو اور ان سے قربت مت کیا کرو جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جاویں

فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّـوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○

پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہو جاویں تو انکے پاس آؤ جاؤ جس جگہ سے تمکو خدا تعالے نے اجازت دی ہے یقیناً اللہ تعالے محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں پاک صاف رہنے والوں سے

دیں اور عورتوں کو چاہئے کہ اگر بعد نکاح کے ایسے عقاید شوہر کے ثابت ہوں تو ان سے کنارہ کریں اور جس طرح بن پڑے انکو ہمبستر نہ ہونے دیں اور سرپرستوں کو بھی اس میں عورتوں کی امداد واجب ہے **سوال** جیسا کافروں کا مسلمانوں کو کفر کی طرف بلانا علت ہو سکتا ہے کفار سے مناکحت کی ممانعت کی جس کا اعتبار فرمانا اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے اسی طرح مسلمانوں کا کافروں کو اسلام کی طرف بلانا علت ہو سکتی ہے کفار سے مناکحت کی اجازت کی تو اس کا اعتبار کیوں نہیں فرمایا گیا تھا **جواب** شارع چونکہ علیم و حکیم و قادر و مختار ہے ایک علت کو دوسری پر اعتبار میں ترجیح دینا اسی طرح تمام علل و مصالح کا احاطہ کرنا اور مجموعہ کا جو مقتضا ہو اس پر حکم کو بنا فرمانا یہ سب ان کے کمالات خاصہ سے ہے کسی کو حق سوال و مقال نہیں پہنچتا اور ثانیاً عقلاً جلب منفعت سے دفع مضرت اہم اور اقدم ہے جہاں دونوں احتمال ہوں وہاں بہ نسبت دوسرے کی اصلاح کے اپنی حفاظت زیادہ ضروری ہے ثالثاً ایمان مقتضا ہے عقل کا اور کفر مقتضا ہے نفس کا اور عقل جب ضعیف ہوتی ہے نفس اس پر غالب آجاتا ہے اور ابتدائے اسلام میں اکثر قوت عقلیہ ضعیف تھی اسی لئے بہ نسبت اصلاح کفار کے افساد مؤمنین کا احتمال زیادہ تھا اسلئے اکثر کی حالت کے اعتبار سے ممانعت کی گئی اجازت نہیں دی گئی **دوسرا سوال** اس آیت کا جو جزو منسوخ ہو چکا ہے علت ممانعت تو اب بھی بظاہر باقی ہے یعنی تحریک کفر کی کرنا پھر بقاء علت کے ساتھ ارتفاع حکم کی کیا صورت ہے **جواب** علت کا باقی رہنا مسلم نہیں کیونکہ علت صرف تحریک نہیں بلکہ اس تحریک سے متاثر ہونے کا احتمال اور اس تاثر کی علت ہے ضعف جب اسلام کے قواعد اصول و فروع خوب گوش زد و ذہن نشین ہو گئے تو قوت عقلیہ اکثر کی قوی ہو گئی اور اب احتمال نہ رہا کہ نفس اس پر غالب آکر کفر کی طرف مائل کر سکے لہٰذا وہ جزو منسوخ ہو گیا **تیسرا سوال** پھر چاہئے تھا کہ عورت مشرکہ سے نکاح جائز ہوتا اسی طرح مسلمان عورت کا کافر مرد سے نکاح جائز ہوتا **جواب** ایک علت یہ بھی ہے کہ محل نکاح میں شر ہے اور شر میں دو مرتبے ہیں کتابی کے شر کو شرع نے خفیف سمجھا ہے غیر کتابی کے خبث و شر سے اس لئے غیر کتابیہ کو شرف نکاح مسلم کا محل ہی قرار نہیں دیا یہ تو وجہ ہے غیر کتابیہ سے نکاح درست نہ ہونے کی اور ضعف جیسا داخلی ہوتا ہے جس کو عقلی کہا گیا ہے اسی طرح خارجی بھی ہوتا ہے اور زوجہ طبعاً و فطرۃً مرد کے زیر حکومت ہے پس یہ ضعف بھی علت تاثر کی ہو سکتا ہے اس لئے مسلمہ کا نکاح کافر سے جائز نہیں کیا گیا اور مسلم کے نکاح میں کافرہ کے ساتھ یہ ضعف مفقود ہے لہٰذا وہ جائز قرار پایا اور چونکہ اکثر کی حالت کا یہ مقتضا تھا اور قانون میں ہمیشہ ایسی ہی حالت کا اعتبار ہوتا ہے لہٰذا قانون اصلی تو یہ مقرر ہوا لیکن اگر کہیں مسلم کو کتابیہ سے نکاح کرنے میں غالب ظن بگڑ جانے کا ہو وہاں تفسیرہ کے درجہ میں اس کو بھی شدت کے ساتھ ممنوع کہیں گے **حکم نوزدہم حرمت جماع در حیض و شرائط اجازت در پاکی** وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ (الی قولہ) وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ اور لوگ آپ سے حیض (کی حالت میں صحبت وغیرہ کرنے) کا حکم پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ (حیض) گندی چیز ہے تو (حالت)

اللغات قال البیضاوی المحیض مصدر کالمجیء والمبیت وفی روح المعانی اصلہ السیلان آہ قلت فالمسئول عنہ حقیقۃ اتیان النساء فی المحیض ولا یحتاج الی حذف المضاف لا فی السوال ولا فی الجواب ۱۲

البلاغۃ فاعتزلوا ولا تقربوا کنایۃ عن ترک مجامعتہن وانما اسند الفعل الی الذات لتعبا [illegible] وانہ لم یعتبر وبہا مسہ الا اعتزال وعدم القرب مطلقاً لان التعلیل بالاذی کالاذن فی عدم کون ہذا الاعتزال مرادا فان کل بدنہا لیس محلا للاذی فافہم فانہ عزیز ۱۲

الفقہ حتی یطہرن ہی عند الشافعیۃ الاغتسال بعد الانقطاع وعندنا ہو بدل علیہ صریحاً قراءۃ حمزۃ والکسائی یطّہّرن بالتشدید ای تطہرن وصیغۃ المبالغۃ لیستفاد منہ الطہارۃ الکاملۃ ویدل علیہ فاذا تطہرن مبالغۃ وصیغۃ المبالغۃ وقالت الحنفیۃ ان القراءتین بمنزلۃ الآیتین فحملوا احدہما علی ما دون العشرۃ والاخری علی تمام العشرۃ والغسل لمجرد الارتباط من غیر وجود معنی التطہر فیہ وایضا لا نسلم ان التطہر لیس الا بالاغتسال فانہ یمکن حملہ علی تیقن الانقطاع وعدم بقاء الریب فیہ کما اشرت الیہ فی الترجمۃ وکذا الطہارۃ لا یدل علی الاغتسال کما زعم البعض ففی روح المعانی عن تاج البیہقی طہرت خلاف طمثت وعن شمس العلوم امرأۃ طاہرۃ بغیرہا انقطع وعنہا وعن الاساس امرأۃ طاہر ونساء طواہر طہرن من الحیض ۱۲

الروایات فی لباب النقول روی مسلم والترمذی عن انس ان الیہود کانوا اذا حاضت المرأۃ منہم لم یواکلوہا ولم یجامعوہا فی البیوت فسأل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فانزل اللہ ویسئلونک عن المحیض الآیۃ فقال اصنعوا کل شیء الا النکاح ۱۲

نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ

تمہاری بیبیاں تمہارے لئے کھیت ہیں سو اپنے کھیت میں جس طرف سے ہو کر چاہو آؤ اور آئندہ کے واسطے اپنے لئے کچھ کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ بیشک تم اللہ تعالیٰ کے سامنے

مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا

پیش ہونے والے ہو اور ایسے ایمانداروں کو خوشی کی خبر سنا دیجئے اور اللہ کو اپنی قسموں کے ذریعہ سے ان امور کا حجاب مت بناؤ کہ تم نیکی کے اور تقویٰ کے اور اصلاح فیما بین خلق

بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

کے کام کرو اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتے جانتے ہیں

حیض میں تم عورتوں (کے ساتھ صحبت کرنے) سے علیحدہ رہا کرو اور (اس حالت میں) ان سے قربت مت کیا کرو جب تک کہ وہ (حیض سے) پاک نہ ہو جاویں پھر جب وہ (عورتیں) اچھی طرح پاک ہو جاویں (کہ ناپاکی کا شک و شبہ نہ رہے) تو ان کے پاس آؤ جاؤ (یعنی ان سے صحبت کرو) جس جگہ سے تم کو خدا تعالیٰ نے اجازت دی ہے (یعنی آگے سے) یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے (مثلاً اتفاقاً یا بے احتیاطی سے حالت حیض میں صحبت کر بیٹھا پھر متنبہ ہو کر توبہ کر لی) اور محبت رکھتے ہیں پاک صاف رہنے والوں سے (جو حالت حیض میں صحبت کرنے سے اور دوسرے منہیات سے بچتے ہیں اور حالت پاکی میں اجازت صحبت کی دینا پھر اس قید سے اجازت دینا کہ آگے کے موقع میں صحبت ہو اس لئے ہے کہ) تمہاری بیبیاں تمہارے لئے (بمنزلہ) کھیت (کے) ہیں (جس میں نطفہ بجائے تخم کے اور بچہ بجائے پیداوار کے ہے) سو اپنے کھیت میں جس طرف سے ہو کر چاہو آؤ (اور جس طرح کھیتوں میں اجازت ہے اسی طرح بیبیوں کے پاس پاکی کی حالت میں ہر طرف سے آنے کی اجازت ہے خواہ کروٹ سے ہو یا پیچھے یا آگے بیٹھ کر ہو یا اوپر یا نیچے لیٹ کر ہو یا جس ہیئت سے ہو مگر آنا ہو ہر حال میں کھیت کے اندر کہ وہ خاص آگے کا موقع ہے کیونکہ پیچھے کا موقع کھیت کے مشابہ نہیں اس میں صحبت نہ ہو) اور (ان لذات میں ایسے مشغول مت ہو جاؤ کہ آخرت ہی کو بھول جاؤ بلکہ) آئندہ کے واسطے (بھی) اپنے لئے کچھ (اعمال صالحہ) کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے (ہر حال میں) ڈرتے رہو اور یہ یقین رکھو کہ بے شک تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے والے ہو اور (اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایسے ایمان داروں کو (جو نیک کام کریں خدا سے ڈریں خدا تعالیٰ کے سامنے جانے کا یقین رکھیں) خوشی کی خبر سنا دیجئے (کہ انکو آخرت میں ہر طرح کی نعمتیں ملیں گی) ف حالت حیض میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا بھی درست نہیں مسئلہ اگر حیض پورے دس دن گزرنے پر موقوف ہو تو فوراً ہی صحبت درست ہے اور اگر دس دن سے پہلے حیض موقوف ہو جاوے مگر عادت کے موافق موقوف ہو تو صحبت جب درست ہوتی ہے کہ عورت یا تو غسل کرے یا ایک نماز کا وقت ختم ہو جاوے اور اگر دس دن سے پہلے موقوف ہوا اور ابھی عادت کے دن بھی نہیں گذرے مثلاً سات دن حیض آیا کرتا تھا اور چھ ہی دن میں موقوف ہو گیا تو بدون ایام عادت کے گذرے ہوئے صحبت درست نہیں مسئلہ اگر غلبہ شہوت سے حالت حیض میں صحبت ہو گئی تو خوب توبہ کرنا واجب ہے اور کچھ خیر خیرات بھی دیدے تو زیادہ بہتر ہے مسئلہ پیچھے کے موقع میں اپنی بی بی سے بھی صحبت کرنا حرام ہے حکم ۔ ستم

منع سوگند بر ترک خیر وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اللغات قال فی روح المعانی الحرث الفاء البذر فی الارض وھو غیر الزرع لانہ انباتہ وھو خبر عما قبلہ ما بحذف المضاف ای مواضع الحرث او التجوز او تشبیہ البلیغ ۔

العربیۃ العرضۃ فعلۃ بمعنی المفعول کالقبضۃ والغرفۃ وھی ھھنا من عرض الشئ من باب انصر وضرب بمعنی معترضا والایمان علی حقیقتہا واللام للتعلیل وان تبروا فی تقدیر لان ویکون صلۃ للفعل او فخذ والمعنی لا تجعلوا اللہ حاجزا لاجل حلفکم بہ عن البر والتقوی والاصلاح اھ کذا فی روح المعانی واشرت الی ہذا کلہ فی الترجمۃ وفی الآیۃ توجیہات اخر لم اذکرہا للاختصار ۔

البلاغۃ نساؤکم حرث لکم فی روح المعانی ہذہ الجملۃ مبینۃ لقولہ تعالی فاتوھن من حیث امرکم اللہ اھ وقد اشرت الی نحو ہذا فی الترجمۃ ۔

الفقہ قولہ تعالی فاتوا حرثکم دل علی تحریم الاتیان فی الادبار ولا یرد الامناء فی الساق او الفخذ فانہ لیس بحرث فان التشبیہ بالحرث لیس لمطلق الاستمتاع بل للاتیان فقط والامناء فی الساق او الفخذ لیس بمعنی الوطی ولما استدل الخصم بقولہ تعالی انی شئتم فلا تتعلق مع ہذہ القرینۃ المانعۃ من حملہ علی تعمیم المواضع فحملوا انی علی تعمیم الجہات من القدام والخلف والفوق والتحت والیمین والشمال ومع احتمال کون انی بمعنی کیف ومتی کما روی عن مجاہد والضحاک علیہما وقد تقدم قبیل وجوب الاعتزال فی المحیض وعلل بانہ اذی مستقذر والعلۃ مشترکۃ ولا یقاس علیہ المحاش من الفضلۃ بدم الاستحاضۃ لان التفاوت بین وایضا فی وجوب الاعتزال عن الاستحاضۃ من الحرج ما لیس فی المحیض والمحاش کما لا یخفی وما روی عن بعض السلف خبر مسموع فی مقابلۃ النص والاجماع ہذا کلہ من روح المعانی وسانح خاطری ۔

الروایات روی الشیخان وابو داؤد والترمذی عن جابر قال کانت الیہود تقول اذا جامعہا من ورائہا جاء الولد احول فنزلت نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم آہ فی لباب المنقول اخرج ابن جریر من طریق ابن جریج قال حدثت ان قولہ تعالی ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم الآیۃ نزلت فی ابی بکر فی شان مسطح وفی روح المعانی قال الکلبی نزلت فی عبد اللہ بن رواحۃ حین حلف علی ختنہ بشیر بن النعمان ان لا یدخل علیہ ابدا ولا یکلمہ ولا یصلح بینہ وبین امرأتہ بعد ان کان طلقہا واراد الرجوع الیہا والصلح معہا آہ ۔

التحقیقات الترجمۃ لہ قولہ اپنے کھیت میں الخ قولہ انی الخ ترجمہ ہو کہ اپنے پاس اتو فی محل الحرث علی

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

اللہ تعالیٰ تم پر دار وگیر نہ فرماویں گے تمہاری قسموں میں بیہودہ قسم پر لیکن دار وگیر فرماویں گے اس پر جس پر تمہارے دلوں نے ارادہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ غفور ہیں حلیم ہیں

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَاۗءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

جو لوگ قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی بیبیوں سے ان کے لئے چار مہینے تک کی مہلت ہے سو اگر یہ رجوع کر لیں تب تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے رحمت فرماویں گے

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اور اگر بالکل چھوڑ ہی دینے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں

مسائل سلوک

قولہ تعالیٰ فان فاؤ قال العبد الضعیف ای الی النکاح فغیہ دلالۃ الی ان النکاح لاینافی الفقر انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ فان فاؤ الخ مراد رجوع الی النکاح ہے، پس یہ دال ہوا اس پر کہ نکاح منافی نہیں درویشی کے

اور اللہ (کے نام) کو اپنی قسموں کے ذریعے سے ان امور کا حجاب مت بناؤ کہ تم نیکی کے اور تقویٰ کے اور اصلاح فیما بین خلق کے کام کرو (یعنی اللہ کے نام کی یہ قسم نہ کھاؤ کہ ہم یہ نیک کام نہ کریں گے) اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتے جانتے ہیں (تو زبان کو سنبھال کر بات کرو اور دل میں برے خیالات مت لاؤ) **ف** جس بات سے آدمی قسم کھا لیتا ہے اس سے رک جاتا ہے تو جب اس نے ایسے امور میں اللہ کی قسم کھائی تو گویا قسم کھا کر ان کاموں کا حجاب اللہ کے نام کو بنا دیا حالانکہ اللہ کے نام سے تو نیک کام زیادہ کرنے چاہئیں اس نے الٹا برتاؤ کیا اس لئے ایسی بات پر قسم کھانا اور زیادہ برا ہوا اور یوں نیک کام کا ترک کرنا ویسے بلا قسم بھی برا ہے

حکم بست و نہم گناہ سوگند دروغ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ (الی قولہ) وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ اللہ تعالیٰ تم پر (آخرت میں) دار وگیر نہ فرماویں گے تمہاری قسموں میں (ایسی) بے ہودہ قسم پر (جس میں بلا قصد جھوٹ بول گیا) لیکن دار وگیر فرماویں گے اس (جھوٹی قسم) پر جس میں تمہارے دلوں نے (جھوٹ بولنے کا) ارادہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ غفور ہیں (کہ ایسی بے ہودہ قسم پر دار وگیر نہ فرمائی) حلیم ہیں (کہ قصداً جھوٹی قسم کھانے کی سزا میں آخرت تک کی مہلت دی) **ف** لغو قسم کے دو معنے ہیں ایک تو یہ کہ کسی گذری ہوئی بات پر جھوٹی قسم بلا ارادہ نکل گئی یا نکلی تو ارادے سے مگر اس کو اپنے گمان میں راست سمجھتا ہے جیسے زید واقع میں آیا تھا مگر اس کو خبر نہ تھی اور قسم کھا بیٹھا کہ وہ نہ آیا تھا یا آئندہ بات پر اس طرح قسم نکل گئی کہ کہنا چاہتا تھا کچھ اور بے ارادہ منہ سے قسم نکل گئی اس میں گناہ نہیں ہوتا اور اس کو اسی واسطے لغو کہتے ہیں کہ مواخذہ اخروی یعنی گناہ کے بارہ میں یہ ساقط الاعتبار ہے اور اس کے مقابلہ میں جس پر مواخذہ ہونے کا ذکر فرمایا ہے یہ وہ قسم ہے جو قصداً جھوٹی سمجھ کر کھائی ہو اس کو غموس کہتے ہیں اس میں گناہ ہوتا ہے مگر امام ابو حنیفہ کے نزدیک کفارہ نہیں آتا اور لغو بالمعنی المذکور میں بدرجہ اولیٰ کفارہ نہیں اس آیت میں ان ہی دونوں کا بیان ہے دوسرے معنی لغو کے یہ ہیں جس پر کفارہ نہ ہو اور اس کو لغو اس واسطے کہیں گے کہ مواخذہ دنیوی یعنی کفارہ کے بارہ میں یہ ساقط الاعتبار ہے اور لغو بایں معنی غموس کو بھی شامل ہے کیونکہ اس میں کفارہ نہیں گو گناہ ہو اور اس کے مقابلہ میں وہ قسم ہے جس میں کفارہ آتا ہے اسکو منعقدہ کہتے ہیں اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ قصداً یوں قسم کھائے کہ میں فلانا فعل کروں گا یا فلاں کام نہ کروں گا اس میں خلاف کرنے سے کفارہ آتا ہے ان دونوں کا یعنی لغو بالمعنی الثانی اور منعقدہ کا بیان سورۂ مائدہ میں مع تفصیل کفارہ مذکور ہے پس غموس ہمیشہ امر ماضی پر ہوتا ہے اور لغو بالمعنی الاول کبھی ماضی پر ہوتا ہے کبھی آئندہ پر اور منعقدہ ہمیشہ امر آئندہ پر ہوتی ہے اور لغو بالمعنی الثانی کوئی جدا قسم نہیں اس کی ایک قسم لغو بالمعنی الاول ہے اور دوسری قسم غموس ہے اور ان دونوں کا مفہوم اور حکم معلوم ہو چکا

حکم بست و دوم ایلاء لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ (الی قولہ) فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اللغات فی القاموس فاء من امرأتہ کفر عن یمینہ ورجع الی امرأتہ وقلت تیعدی بمن ولی کتولہ تعالیٰ یتفیؤ ظلالہ عن الیمین وقولہ تفیٔ الی امر اللہ وا خذت فی ترجمتہ معنی کلیہما ۱۲

الفقہ اختلف الشافعیؒ فی معنی اللغو ودلیلہ ما روی عن عائشۃؓ مرفوعاً انہ قول الرجل کلا واللہ وبلیٰ واللہ ودلیل الحنفیۃ ما رواہ مالکؒ فی الموطا احسن ما سمعت فی ہذا ان اللغو الحلف علی الشیٔ یستیقن انہ کذالک ثم یوجد علی غیر ذلک وبہ قال احمد ونسبہ فی الکمالین الی عائشۃؓ وابن عباسؓ ومجاہد والزہری والحسن والنخعی ومعنی الحدیث المرفوع محمول علی الخاطی الذی سبق علی لسانہ من غیر قصد کما فی الفتح۔ تدبر او تقییدہ بالمعنی جمعاً بین الادلۃ فافہم ۱۲ تعبیر عدم الفیٔ علی ما تقتضیہ حقیقۃ بعزم الطلاق بمعنی القطع والجزم ۱۲ والقصد دلیل علی ان عدم الفیٔ تطلیق وبہ قالت الحنفیۃ ونقل فی فتح القدیر بسند عبد الرزاق وابن ابی شیبۃ والدارقطنی عن عثمان وزید بن ثابت وعلی وابن مسعود وابن عباس وابن عمر وکثیر من التابعین ۱۲

الملحقات الترجمۃ لہ قولہ فی ف بلا ارادہ نکل گئی ذکرہ فی روح المعانی ولا بد منہ ومن لم یتعرض لہ فی کتب الحنفیۃ وغیرہ وتقتضیہ القواعد وکذا قولہ یا آئندہ بات پر الی قولہ بے ارادہ ذکرہ فی فتح القدیر ایضاً ولا بد منہ ۱۲

لہ قولہ فی وجہ تسمیۃ اللغو ساقط الاعتبار ذکرہ فی الکشاف ۱۲

لہ قولہ اس آیت میں ان ہی دونوں کا الخ ولم ادخل المعقودۃ فی بما کسبت لانہ لا حنث فیہا اذ رتب المواخذۃ ثم بقرینۃ عدم تقییدہ بالکفارۃ کالمائدۃ والمطلق ینصرف الی الکامل وہو الاخروی وہو فی الغموس دون اللغو بالمعنی الاول وعلی ہذا التقدیر لا یصح ادخال المعقودۃ فی کسبت لانہا بنفسہا غیر موجبۃ للاثم فیہا یحتاج الی الحنث بخلاف الغموس فانہا بنفسہا موثمۃ ۱۲

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِىْٓ اَرْحَامِهِنَّ

اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین حیض تک اور ان عورتوں کو یہ بات حلال نہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ ان کے رحم میں پیدا کیا ہو اس کو پوشیدہ کریں

اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِىْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ

اگر وہ عورتیں اللہ تعالیٰ پر اور یوم قیامت پر یقین رکھتی ہیں اور ان عورتوں کے شوہر ان کے پھر لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں اس عدت کے اندر بشرطیکہ اصلاح کا قصد رکھتے ہوں

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں جو کہ مثل ان ہی حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں قاعدہ کے موافق اور مردوں کا ان کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکیم ہیں

۲۸ ع ۱۲

جو لوگ (بلا قید مدت یا چار ماہ یا زائد مدت کے لئے) قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی بیبیوں (کے پاس جانے) سے ان کے لئے چار مہینے تک کی مہلت ہے سو اگر (ان چار ماہ کے اندر) یہ لوگ (اپنی قسم کو توڑ کر عورت کی طرف) رجوع کر لیں تب تو (نکاح باقی رہے گا اور) اللہ تعالیٰ (ایسی قسم کے توڑنے کا گناہ کفارہ سے) معاف کر دیں گے (اور چونکہ اب بی بی کے حقوق کو ادا کرنے لگا اس پر) رحمت فرماویں گے اور اگر بالکل چھوڑ ہی دینے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے (اور اس لئے چار ماہ کے اندر قسم توڑ کر رجوع نہیں کیا) تو (چار ماہ گذرتے ہی قطعی طلاق پڑ جاوے گی اور) اللہ تعالیٰ (ان کی اس قسم کو بھی) سنتے ہیں (اور ان کے اس پختہ ارادہ کو) جانتے ہیں (اسی لئے اس کے متعلق حکم مناسب ارشاد فرمایا) **ف** اگر کوئی قسم کھالے کہ اپنی بی بی سے صحبت نہ کرونگا اس کی چار صورتیں ہیں ایک یہ کہ کوئی مدت معین نہ کرے دوم یہ کہ چار مہینہ کی مدت کی قید لگا دے سوم یہ کہ چار ماہ سے زیادہ کی مدت کی قید لگا دے چہارم یہ کہ چار ماہ سے کم کی مدت کا نام لے پس صورت اول و دوم و سوم کو شرع میں ایلاء کہتے ہیں اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چار ماہ کے اندر اپنی قسم توڑ ڈالے اور بی بی کے پاس چلا آوے تو قسم کا کفارہ دے اور نکاح باقی ہے اور اگر چار ماہ گذر گئے اور قسم نہ توڑی تو اس عورت پر قطعی طلاق پڑ گئی یعنی بلا نکاح رجوع کرنا درست نہیں رہا البتہ اگر دونوں رضامندی سے پھر نکاح کر لیں درست ہے اور حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی اور چوتھی صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم توڑے تو کفارہ لازم ہوگا اور اگر قسم پوری کر لی جب بھی نکاح باقی ہے **حکم بست و سوم و چہارم عدت مطلقہ و مدت رجعت** وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (الی قولہ) وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ اور طلاق دی ہوئی عورتیں (جن میں اتنی صفتیں ہوں خاوند نے ان سے صحبت یا خلوت صحیحہ کی ہو ان کو حیض آتا ہو آزاد ہوں یعنی شرعی قاعدہ سے لونڈی نہ ہوں) اپنے آپ کو (نکاح سے) روکے رکھیں تین حیض (ختم ہونے) تک (اور اس کو عدت کہتے ہیں) اور ان عورتوں کو یہ بات حلال نہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ ان کے رحم (بچہ دان) میں پیدا کیا ہو (خواہ حمل یا حیض) اس کو پوشیدہ کریں (کیونکہ اس کے پوشیدہ کرنے سے عدت کا حساب غلط ہو جاویگا) اگر وہ عورتیں اللہ تعالیٰ پر اور یوم قیامت پر یقین رکھتی ہیں (بوجہ اس کے کہ اس یقین کا مقتضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں کہ قیامت میں نافرمانی پر سزا نہ ہو جاوے) اور ان عورتوں کے شوہر (جب کہ ان کو طلاق رجعی ملی ہو جس کا بیان آگے آویگا) ان کے (بلا تجدید نکاح) پھر لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں اس عدت کے اندر (اور اس لوٹا لینے کو رجعت کہتے ہیں) بشرطیکہ (رجعت کرنے سے) اصلاح کا قصد رکھتے ہوں (عورت کو تنگ کرنے کے لئے رجعت کرنا مقصود نہ ہو گو رجعت تو ہو ہی جاوے گی) اور (یہ حکم اصلاح کا اس لئے کیا گیا کہ) عورتوں کے بھی حقوق ہیں (مردوں پر) جو کہ (نفس وجوب میں) مثل ان ہی حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں (مردوں کے کہ ان کو) قاعدہ (شرعی) کے موافق (ادا کیا جاوے) اور (اتنی بات ضرور ہے کہ) مردوں کا ان کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے (اس لئے ان کے حقوق کی نوعیت عورتوں کے حقوق کی نوعیت سے بڑھی ہوئی ہے) اور اللہ تعالیٰ زبردست (حاکم) ہیں (جو احکام چاہیں مقرر کرنے کا حق رکھتے ہیں اور) حکیم (بھی) ہیں (کہ نہایت مصلحت کے ساتھ احکام مقرر فرماتے ہیں) **ف** ان مطلقات مذکورہ میں جو چند

اللغات البعولۃ جمع بعل والتاء زائدۃ والاشتقاق سماعیۃ کذا فی روح المعانی

البلاغۃ وصل باب الرجال القوۃ والغلبۃ واتی بالظہر بدل المضمر للتنویہ بذکر الرجولیۃ التی بہا ظہرت المزیۃ للرجال علی النساء کذا فی روح المعانی احق بمعنی حقیق عبر عنہ بصیغۃ التفضیل طلبا للفصل ذلک ہو کہ فی الکلمۃ یعنی ما قیل التفت زاد فی انہم احق بالرجعۃ منہن بالاباء وبعولتہن الضمیر بعد عقبہا فہو الرجعی بنص من المرجوع الیہ ولا امتناع فیہ کما ذکرہ الظاہر ۱۲

الروایات فی سبب النزول اخرج ابو داؤد وابن ابی حاتم عن اسماء بنت یزید بن السکن الانصاریۃ قالت طلقت علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولم یکن للمطلقۃ عدۃ فانزل اللہ العدۃ

للطلاق والمطلقات یتربصن بانفسہن الآیۃ ۱۲

تحقیقات الترجمۃ لہ قولہ چار مہینے تک کی اشارۃ الی وجہ تقدیر العبارۃ ای تربص اربعۃ اشہر بان یکون الغایۃ خارجۃ والحکم تقدیرہ بالتربص فحذف ... وذلک لانہ یدل علی الاستیعاب یدل علی عدم الاستیعاب قرأۃ ابن مسعود فان فاؤا فیہن ... علی ما سکت عنہ **۲ قولہ** کو یشار بہ الی کون ... المذکور ... **۳ قولہ** اس لئے اس کے متعلق اشارۃ الی تقدیر الجزاء ای فان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم ... **۴ قولہ** فی ترجمۃ ولا یحل لہن ان عورتوں لعود الضمیر الی المطلقات **۵ قولہ** بوجہ اس کے کہ

اس یقین کا مقتضا الخ اشارۃ الی فائدۃ التقیید بالشرط من التنبیہ علی انہ ینافی الایمان لا التقیید بنفی الحل بالایمان کذا فی البیضاوی **۶ قولہ** عورت کو تنگ کرنے کے لئے الخ ... اشارۃ الی فائدۃ التقیید

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۖ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ

وہ طلاق دو مرتبہ ہے پھر خواہ رکھ لینا قاعدہ کے موافق خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ

صفتوں کی قید لگائی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ جن میں یہ صفتیں نہ ہوں گی ان کا اور حکم ہے چنانچہ ان مسائل سے واضح ہے **مسئلہ** جس عورت سے شوہر نے صحبت یا خلوت صحیحہ نہ کی ہو اور اس کو طلاق دے دے اس پر بالکل عدت لازم نہیں اور خلوت صحیحہ کی توضیح کتب فقہ میں مذکور ہے **مسئلہ** جس مطلقہ کو حیض نہ آتا ہو اس کی تین صورتیں ہیں یا تو نابالغہ ہے اس لئے حیض نہیں آیا یا بہت بوڑھی ہے اس لئے حیض آنا موقوف ہو گیا سو ان دونوں کی عدت تین مہینے ہیں اور یا اس کو حمل ہے اس کی عدت یہ ہے کہ بچہ پیدا ہو جاوے اور جو جوان غیر حاملہ ہو مگر مرض احتباس وغیرہ سے اس کو حیض نہ آتا ہو اس کے حکم کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے **مسئلہ** جو مطلقہ شرعی قاعدہ سے لونڈی ہو اس کو اگر حیض آتا ہو تو اس کی عدت دو حیض ہے اور اگر عدم بلوغ یا پیرانہ سالی سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہے **مسئلہ** عدت کے اندر نکاح دوسرے شوہر سے درست نہیں **مسئلہ** مطلقہ پر واجب ہے کہ اپنے حائضہ یا حاملہ وغیرہ ہونے کی حالت ظاہر کر دے تاکہ اس کے موافق عدت کا حساب ہو **مسئلہ** طلاق کی کئی قسمیں ہیں ایک ان میں رجعی ہے یعنی خاوند ایک بار یا دو بار صریح لفظ سے طلاق دے اس کا بیان اگلی آیت میں آوے گا اس کا حکم یہ ہے کہ اگر شوہر اس عورت سے صحبت یا خلوت صحیحہ کر چکا تھا تو عدت گزرنے سے پہلے اس عورت سے رجعت کر لے یعنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھ سے رجعت کی یا اس سے ہمبستری یا بوس و کنار کر لے اس رجعت سے پہلا ہی نکاح قائم رہتا ہے **مسئلہ** مرد پر خاص حقوق عورت کے یہ ہیں اپنی وسعت کے موافق اس کو کھانا کپڑا رہنے کا گھر دے مہر دے اس کو تنگ نہ کرے اور عورت پر مرد کے خاص حق یہ ہیں اس کی اطاعت کرے اس کی خدمت کرے اس قاعدہ شرعی سے یہی تفصیل مراد ہے پس صرف اتنے امر میں تو مرد و عورت دونوں برابر ہیں کہ اس کا حق اس پر واجب اور اس کا حق اس پر واجب احقر نے جو نفس وجوب کہا ہے اس کا یہی مطلب ہے لیکن حقوق کے نوع میں اور اس کے چھوٹے بڑے ہونے میں فرق ہے چنانچہ تفصیل مذکور سے دونوں امر ظاہر ہیں احقر نے تفاضل نوعیت اسی کو کہا ہے **حکم بست و پنجم عدد طلاق رجعی** اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ۔ وہ[1] طلاق (جس میں رجوع کرنا درست ہے) دو مرتبہ (کی) ہے پھر (دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد دو اختیار ہیں) خواہ (رجعت کر کے عورت کا) رکھ لینا قاعدہ کے موافق خواہ (تیسری طلاق آئندہ طہر میں دے کر یا عدت کے اندر رجعت[3] نہ کر کے اس کا) چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ **ف** اس طلاق کو رجعی کہتے ہیں کہ دو مرتبہ سے زیادہ نہ ہو اور اس میں یہ بھی قید ہے کہ صاف[4] لفظوں سے ہو اور قاعدہ سے مراد یہ ہے کہ طریقہ بھی اس کا شرع کے موافق ہو جیسا اس سے پہلے کی آیت میں بضمن مسائل مذکور ہوا ہے اور نیت بھی اس میں شرع کے موافق ہو یعنی رجعت سے یہ قصد ہو کہ اس کے حقوق ادا کریں گے یہ مقصود نہ ہو کہ بی بی کو رکھ کر تنگ کریں گے اور خوش عنوانی سے بھی مراد یہ ہے کہ طریقہ اس کا شرع کے موافق ہو جیسا کہ اثنائے ترجمہ میں بیان ہوا یعنی یا تو اور طلاق نہ دے حتی کہ عدت گذر جاوے وہ خود نکاح سے نکل جاویگی یا تیسری طلاق اس طرح دے کہ دو طلاقوں کے بعد جب حیض آکر پاک ہو جاوے اور اسکو طہر کہتے ہیں اسوقت تیسری طلاق دیدے بلکہ یہ دونوں طلاق بھی اسی طرح ہونا مسنون ہے کہ اول طہر میں ایک طلاق دے پھر اگر دوسری طلاق دینا چاہے تو دوسرے طہر کا انتظار کرے اور اگر ایک ہی طلاق دے کر پھر دوسری تیسری نہ دے تو سب سے احسن ہے اور نیز خوش عنوانی سے چھوڑنے کے لئے ضرور ہے کہ نیت بھی شرع کے موافق ہو یعنی دفع نزاع مقصود ہو یہ قصد نہ ہو کہ اس کی دل شکنی کریں اسکو ذلیل کریں،

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ الطلاق مرتٰن قال العبد الضعیف فیہ دلالۃ علی ان التعجیل فی ترک التعلقات خلاف المصلحۃ فانہ قد یعرض الندامۃ انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ الطلاق مرتٰن ای مرۃ بعد مرۃ اس میں اس پر دلالت ہے کہ ترک تعلقات میں تعجیل کرنا خلاف مصلحت ہے، کیونکہ اس میں کبھی ندامت ہوتی ہے،

الروایات فی باب النقول اخرج الترمذی والحاکم وغیرہما عن عائشۃ قالت کان الرجل یطلق امرأتہ ما شاء ان یطلقہا وہی امرأتہ اذا ارتجعہا وہی فی العدۃ وان طلقہا مائۃ مرۃ واکثر حتی قال رجل لامرأتہ واللہ لا اطلقک فتبینی منی ولا آویک ابدا قالت وکیف ذلک قال اطلقک فکلما ہمت عدتک ان تنقضی راجعتک فذہبت المرأۃ فاخبرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسکت حتی نزل القرآن الطلاق مرتان الآیۃ ۱۲

ملحقات الترجمۃ لہ[1] قولہ فی المسئلۃ الاخیرۃ فی حق خاص حقوق زادہ لان الحقوق مشترکۃ من قصد النفع والاعانۃ علی الدین ونحوہما وانما یجری فیہ التفاضل ۱۲

[2] قولہ وہ طلاق حملا للام علی العہد والمعہود الرجعی ۱۲

[3] قولہ رجعت نہ کر کے لانہ فی ما رواہ ابو داؤد ان رجلا قال یا رسول اللہ این الثالثۃ فقال التسریح باحسان ہو الثالثۃ اہ فانہ لا دلیل علی الحصر بل التسریح عام احد نوعیہ الطلقۃ الثالثۃ والآخر عدم الرجعۃ ۱۲

[4] قولہ صاف لفظوں میں ہو لکن ان یستدل علی ہذا القید بقولہ الطلاق المتبادر منہ التصریح ۱۲

وَلَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْـًٔا اِلَّآ اَنْ یَّخَافَآ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ

اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں کہ کچھ بھی لو اس میں سے جو تم نے ان کو دیا تھا مگر یہ کہ میاں بی بی دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ضابطوں کو قائم نہ کر سکیں گے سو اگر تم

خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا

لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہ کر سکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے یہ خدائی ضابطے ہیں سو تم ان سے

تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

باہر مت نکلنا اور جو شخص خدائی ضابطوں سے باہر نکل جاوے سو ایسے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں

اس لئے نرمی و دلجوئی کی رعایت ضروری ہے **حکم بست و ششم خلع** وَلَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْـًٔا (الی قولہ) فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں کہ (بیبیوں کو چھوڑنے کے وقت ان سے) کچھ بھی لو (گو وہ لیا ہوا) اس (مال) میں سے (کیوں نہ ہو) جو تم (ہی) نے انکو (مہر میں) دیا تھا مگر (ایک صورت میں البتہ حلال ہے وہ) یہ کہ (کوئی) میاں بی بی (ایسے ہوں کہ) دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ضابطوں کو (جو درباره ادائے حقوق زوجیت ہیں) قائم نہ کر سکیں گے سو اگر تم لوگوں کو (یعنی میاں بی بی کو) یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہ کر سکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس (مال کے لینے دینے) میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے (بشرطیکہ مہر سے زیادہ نہ ہو) یہ (سب احکام) خدائی ضابطے ہیں سو تم ان سے باہر مت نکلنا اور جو شخص خدائی ضابطوں سے باہر نکل جاوے سو ایسے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں **ف** عورت سے مال ٹھہرا کر چھوڑنا اس کی دو صورتیں ہیں ایک خلع دوسرا طلاق علی مال خلع یہ کہ عورت کہے کہ تو اتنے مال پر مجھ سے خلع کرلے اور مرد کہے مجھ کو منظور ہے اسکے کہتے ہی گو لفظ طلاق نہ کہے طلاق بائن واقع ہو جاوے گا جس کو مسائل ایلاء میں قطعی طلاق کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے اور اسی قدر مال عورت کے ذمہ واجب ہو جاوے گا اور طلاق علی مال یہ کہ مرد عورت سے کہے کہ تجھ کو اس قدر مال کے عوض طلاق ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت منظور نہ کرے تو طلاق واقع نہیں ہوتا اور اگر منظور کرلے تو منظور کرتے ہی طلاق بائن واقع ہو جاویگا اور اسقدر مال عورت کے ذمہ واجب ہو جاویگا **مسئلہ** اگر ناموافقت زوجین میں قصور عورت کا ہے اور خود ہی درخواست خلع کی کرتی ہے گنہگار ہوگی اور مرد مال لینے میں گنہگار نہ ہوگا البتہ مہر سے زیادہ لینا مکروہ ہوگا **مسئلہ** اور اگر ناموافقت میں قصور مرد کا ہے تو خلع کا مال مطلقاً لینے سے مرد گنہگار ہوگا جیسا کہ احقر نے معنا اٰتیتموھن میں اشارہ بھی کر دیا ہے کہ مہر لینا بھی مکروہ ہے چہ جائیکہ اتنا مال لینے لگے کہ اس نے دیا بھی نہیں اور عورت مال دینے سے گنہگار نہ ہوگی **مسئلہ** اگر مرد تو عورت کا قصور سمجھتا ہے اور عورت مرد کا قصور سمجھتی ہے اور ہر شخص اپنی رائے میں اپنے کو مظلوم اور دوسرے کو ظالم سمجھتا ہے تو نہ مرد کو لینے میں گناہ ہوگا لیکن مہر سے زیادہ لینا مکروہ ہے جیسا احقر نے اثنائے ترجمہ میں ظاہر بھی کر دیا ہے اور نہ عورت کو خلع کی درخواست میں گناہ ہوگا اور اس آیت میں دونوں کے احتمال کے معنی احقر کے نزدیک یہی ہیں کیونکہ یہ احتمال مظلوم ہی کو ہوا کرتا ہے اس سبب سے کہ دوسرے

الفقہ الخلع فسخ عند الشافعیؒ واحتج بقولہ تعالیٰ فان طلقہا فان تعقیبہ الخلع بعد ذکر الطلقتین یقتضی ان یکون طلقة رابعة لو کان الخلع طلاقا والاظہر انہ طلاق والیہ ذہب اصحابنا وہو قول للشافعیة فحینئذ یکون فان طلقہا متعلقا بقولہ سبحانہ الطلاق مرتان تفسیرا لقولہ تعالیٰ او تسریح باحسان لا متعلق بآیة الخلع لیلزم المحذور ویکون ذکر الخلع اعتراضا لبیان ان الطلاق یقع مجانا تارة وبعوض اخرے والمعنے فان طلقہا بعد اثنتین او بعد الطلاق الموصوف بالتقدیم آہ روح المعانی قلت ای مع قید کونہ ثنتین ایضا وقلت قد روی عبد الرزاق عن سعید بن المسیب ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعل الخلع تطلیقة قالہ صاحب فتح القدیر فی حاشیة البدایة قولہ فیما افتدت قلت ماوة الفداء ہو الموضوع للمساوات یدل علی کون بدل الخلع مساویا للنفس وقیمة النفس ہو المہر شرعا فدل علی کراہیة الزیادة علی المہر فافہم وہو من سوانح خاطری واللہ اعلم ۱۲

اختلاف القرأة فی قرأة یخافا بالبناء للمفعول فان لا یقیما بدل اشتمال من الضمیر آہ جلالین ۱۲

الروایات فی لباب النقول اخرج ابن جریر عن ابن جریج قال نزلت ہذہ الآیة فی ثابت ابن قیس وفی حبیبة وکانت اشتکتہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال اتردین علیہ حدیقتہ قالت نعم فدعاہ فذکر ذلک لہ قال وتطیب لی بذلک قال نعم قال قد فعلت فنزلت ولا یحل لکم الآیة ۱۲

الملحقات الترجمیة لہ قولہ بیبیوں کو چھوڑنے کے وقت عبر بالعنوان العام لیشمل الخلع والطلاق علی مال ۱۲

ک قولہ تم لوگوں کو یعنی میاں بی بی کو اشارة الی ان الخطاب للازواج واتی بصیغة الجمع المذکر تغلیبا کما سبق ما قبلہ ایضا الخطاب للازواج لا للحکام کذا فی الجلالین فلا یحتاج الی توجیہات بعیدة ۱۲

لک قولہ فی ترجمة لا جناح گناہ نہ ہوگا ترجم بالمستقبل لکونہ جزاء ۱۲

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ

پھر اگر کوئی طلاق دیدے عورت کو تو پھر وہ اس کے لئے حلال نہ رہے گی اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اسکے سوا ایک اور خاوند کیساتھ نکاح کرے پھر اگر یہ اسکو طلاق دیدے تو ان دونوں پر اس میں کچھ گناہ

يَّتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُّقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُونَ ○

نہیں کہ بدستور پھر مل جاویں بشرطیکہ دونوں غالب گمان رکھتے ہوں کہ خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے اور یہ خداوندی ضابطے ہیں حق تعالےٰ انکو بیان فرماتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے جو دانشمند ہیں

کا ظلم دفع کرنا اختیار سے خارج ہوتا ہے اور اس میں احتمال ہوتا ہے کہ شاید یہ ظلم سے باز نہ آوے اور انتقام لینے میں مجھ سے کوئی زیادتی نہ ہو جاوے بخلاف ظالم کے کہ اس کو اس احتمال کی نوبت نہیں آتی اس سبب سے کہ ظلم کا ترک کر دینا ہر وقت اختیاری ہے پھر حقوق زوجیت کے ضائع ہونے کے اندیشہ کے کچھ معنی نہیں اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے اس صورت میں فرمایا کہ دونوں پر گناہ نہ ہوگا بخلاف پہلے دو مسئلوں کے کہ ان میں ایک ایک کو گناہ ہوتا ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ البتہ ایک صورت میں حلال ہے وہ یہ کہ دونوں کو ایسا احتمال ہو اس سے مقصود نفی حلت کی مرد کے ظالم ہونے کی صورت میں ہے نہ کہ عورت کے ظالم ہونے کی صورت میں کہ اس میں تو بدرجۂ اولیٰ حلال ہے پس حصر اضافی ہے حقیقی نہیں خوب سمجھ لو **مسئلہ** اور مال کے لینے میں گناہ ہونا یا نہ ہونا اس میں طلاق علی مال کا حکم بھی مثل خلع کے ہے **مسئلہ** جس صورت میں مرد گنہگار ہو یا عورت گنہگار ہو خلع جب بھی صحیح و نافذ ہو جاویگا گو گناہ کے ساتھ ہی **حکم بست و مفتم حلالہ در طلاق ثالث** فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (الی قولہ) وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُونَ ○ پھر اگر (دو طلاقوں کے بعد) کوئی (تیسری) طلاق (بھی) دیدے عورت کو تو پھر وہ (عورت) اس (تیسرے طلاق دینے والے) کے لئے حلال نہ رہے گی اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس (خاوند) کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ (عدت کے بعد) نکاح کرے (اور اس سے ہم بستری بھی ہو) پھر اگر یہ (دوسرا خاوند) اس (عورت) کو طلاق دیدے (اور عدت بھی گذر جائے) تو ان دونوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ (دوبارہ نکاح کرکے) بدستور پھر مل جاویں بشرطیکہ دونوں غالب گمان رکھتے ہوں کہ (آئندہ) خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے (ورنہ پھر دوبارہ منازعت و اتلاف حقوق[1] کے گناہ میں مبتلا ہونا کیا فائدہ) اور یہ خداوندی ضابطے ہیں حق تعالےٰ انکو بیان فرماتے ہیں ایسے لوگوں کے (کارآمد کے) لئے جو دانشمند ہیں (کیونکہ دانشمند ہی عمل کرتے ہیں اور جو بے دانشی سے عمل نہیں کرتے ان کے لئے یہ ضوابط الٹے ثبوت جرم[2] کے دلائل ہو جاتے ہیں) **ف** اس کو حلالہ کہتے ہیں جب کوئی شخص اپنی بی بی کو تین طلاق دے گا پھر دوبارہ اس کے ساتھ نکاح کرنے کے لئے یہی حلالہ کا طریق شرط ہے اور جن دو طلاق کے ساتھ یہ تیسری طلاق ہوگی خواہ وہ دونوں طلاق رجعی ہوں یا بائن یا ایک رجعی ایک بائن پھر یہ تیسری بھی خواہ صریح لفظ سے ہو یا غیر صریح لفظ سے جس کو کنایہ کہتے ہیں اور اس میں عند اللہ نیت کی ضرورت ہے پھر یہ تینوں طلاق خواہ بدفعات ہوں یا دفعۃً ہوں اور ایک ہی کلمہ سے ہوں یا متعدد کلمات سے سب کا حکم یہی ہے **ربط** اوپر آیہ الطلاق مرتان میں امساک بالمعروف اور تسریح باحسان کا ذکر فرمایا ہے آیت آئندہ میں اس کو مکرر اس لئے ذکر فرماتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں اس میں بہت کوتاہی کرتے تھے پس تکرار سے اہتمام اور تاکید اور مبالغہ حاصل ہوگیا اور نیز ایک مقصود مستقل بھی ہے وہ یہ کہ آیت بالا میں گو امساک اور تسریح مذکور ہے مگر وہ ذکر تبعاً ہے اور مقصود اصلی بیان کرنا عدد طلاق رجعی کا ہے اور آیت آئندہ میں مقصود اصلی امساک اور تسریح کا مقید کرنا ہے معروف کے ساتھ پس مقصود متغائر ہوگیا پس ارشاد ہے

الروایات

فی لباب النقول اخرج ابن المنذر عن مقاتل بن حبان نزلت ہذہ الآیۃ فی عائشۃ بنت عبد الرحمن کانت عند رفاعۃ فطلقہا ثم تزوجت عبد الرحمن ابن الزبیر فطلقہا فاتت النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالت انہ طلقنی قبل ان یمسنی افارجع الی الاول قال لا حتے یمس ونزل فیہا فان طلقہا الآیۃ ۱۲

ملحقات الترجمۃ

[1] قولہ اتلاف حقوق کے گناہ میں الخ اشارۃ الی ان الاشتراط لنفی الاثم فان لم یوجد الشرط یلزم الاثم لا نفی صحۃ النکاح ۱۲

[2] قولہ ثبوت جرم الخ اشارۃ الی ان اللام فی لقوم للفائدۃ لا للصلۃ فان التبیین عام لکل احد لکن فائدتہ تختص باولی العلم ۱۲

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا

اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دی ہو پھر وہ اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جاویں تو تم ان کو قاعدہ کے موافق نکاح میں رہنے دو یا قاعدہ کے موافق ان کو رہائی دو اور ان کو

تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ

تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت رکھو اس ارادہ سے کہ ان پر ظلم کیا کرو گے اور جو شخص ایسا کرے گا سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور حق تعالیٰ کے احکام کو لہو و لعب مت

هُزُوًا ۡ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۚ

سمجھو اور حق تعالیٰ کی جو تم پر نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو اور اس کتاب اور حکمت کو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر اس حیثیت سے نازل فرمائی ہیں کہ تم کو ان کے ذریعہ سے نصیحت فرماتے ہیں

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

٢٩ ع ٢ ١٣

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

حکم بست و ہشتم تتمہ مضمون حکم بست و ہفتم مع نہی از لعب بالاحکام وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (الی قولہ) وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اور جب تم نے عورتوں کو (رجعی) طلاق دی ہو پھر وہ اپنی عدت گذرنے کے قریب پہنچ جائیں (اور عدت ختم نہ ہوئی ہو) تو تم (پر واجب ہے کہ یا تو) انکو قاعدہ کے موافق (رجعت کر کے) نکاح میں رہنے دو یا قاعدہ کے موافق ان کو رہائی دو اور انکو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت رکھو اس ارادہ سے کہ ان پر ظلم کیا کرو گے اور جو شخص ایسا (برتاؤ) کرے گا سو وہ (آخرت میں) اپنا ہی نقصان کریگا (کیونکہ ظلم کی سزا بھگتے گا) اور حق تعالیٰ کے احکام کو لہو و لعب (کی طرح بے وقعت اور بے قدر) مت سمجھو (کہ جس طرح چاہا کر لیا اور جو چاہا نہ کیا) اور حق تعالیٰ کی جو تم پر نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو اور (خصوصاً) اس کتاب اور حکمت (کی باتوں) کو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر اس حیثیت سے نازل فرمائی ہیں کہ تم کو ان کے ذریعہ سے نصیحت فرماتے ہیں (اور یہ سب سے بڑی نعمت ہے پس ان نعمتوں کے یاد کرنے سے احکام منعم کی وقعت قلب میں ہوگی) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (جب یہ خوف اور یقین ہوگا تو احکام پر عمل ہوگا) **ف** قاعدہ کے موافق رکھنا اور قاعدہ کے موافق چھوڑنا اس کا بیان آیہ الطلاق مرتان کی تفسیر میں آچکا ہے ملاحظہ فرما لیا جاوے اور احکام پر عمل نہ کرنے کو جو لہو و لعب بنانا فرمایا ہے یہ مجاز ہے جو کہ صرف معصیت ہے، گو شدید ہے اور اگر حقیقۃً کوئی شخص احکام الٰہیہ کے ساتھ استہزا کرے وہ کافر ہو جاتا ہے خواہ عقیدہ بھی فاسد ہو یا عقیدہ صحیح رہے کیونکہ دین کی تحقیر تو دونوں حالتوں میں کی اور یہی علت ہے اس کے کفر ہونے کی اور بعض مفسرین نے لاتتخذوا آیات اللہ ھزوا کی اور طور پر تفسیر کی ہے وہ یہ کہ بعض لوگ ایسا کرتے تھے کہ طلاق دے دی پھر کہہ دیا کہ ہم نے یوں ہی دل لگی میں کہہ دیا تھا اسی طرح غلام آزاد کر دیا پھر کہہ دیا کہ ویسے ہی براہ ہزل کہہ دیا تھا اس کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے فرمائی یعنی یہ احکام محل ہزل نہیں ہیں حدیث میں اسکو زیادہ مفصل فرما دیا گیا کہ طلاق اور اور بھی بعضے امور فرمائے یہ ایسے ہیں کہ اگر ان کو کوئی براہ ہزل بھی زبان سے کہہ دے گا تو سچ مچ واقع ہو جاویں گے پھر غیر واقع سمجھنا اور بدستور سابق اس عورت سے برتاؤ رکھنا گناہ ہوگا اسی واسطے آگے اتقوا اللہ وغیرہ فرمایا پس اس تفسیر پر مناسب ہے کہ حکم بست و ہشتم اس کو کہا جاوے اور تفسیر سابق پر حکم بست و ہشتم بیان امساک و تسریح استقلالاً ہو جاویگا اسی واسطے احقر نے عنوان اس مضمون کا ذو وجہین لکھا ہے **مسئلہ** ہزل اس کو کہتے ہیں کہ لفظ تو کہے ارادہ سے لیکن اس کے ساتھ یہ مقصود ہو کہ اس لفظ کا اثر واقع نہ ہو سو بعض تصرفات ایسے ہیں کہ ان میں اس مقصود کا ارادہ بے کار ہے اور وہ تصرفات محض تکلم سے واقع ہو جاویں گے انہیں سے طلاق بھی ہے اور ایک صورت خطا کی ہے وہ یہ کہ منہ سے کہنا چاہتا تھا کچھ اور نکل گیا طلاق فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس میں عند اللہ طلاق واقع نہ ہوگی،

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا قال العبد الضعیف فیہ ان ما افضی الی المذموم مذموم وھذا اصل کبیر لکثیر من فروع التصوف انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا اس میں اس پر دلالت ہے کہ جو امر مفضی الی المذموم ہو وہ مذموم ہے چنانچہ امساک بغرض اعتدا سے نہی فرمائی اور یہ تصوف کی فروع کثیرہ کی اصل ہے

البلاغۃ قولہ بلغن قال البیضاوی البلوغ ہو الوصول الی الشئ وقد یقال للدنو منہ علی الاتساع وہو المراد ہنا لانہ لا یصح ان یترتب علیہ فامسکوھن لتعتدوا واللام متعلقۃ بالضرار او المراد تقییدہ ۱۲ بیضاوی ہو الامساک و للضرر لا للاصلاح لیس بمنہی عنہ بل امر بانہ یترک ۱۲ عف

الروایات فی باب النقول اخرج ابن جریر عن السدی قال نزلت فی رجل من الانصار یدعی ثابت بن یسار طلق امرأتہ حتی اذا انقضت عدتہا الا یومین او ثلثۃ راجعہا ثم طلقہا مضارۃ فنزل ولا تمسکوھن ضرارا الآیۃ واخرج ابن ابی عمر فی مسندہ وابن مردویہ عن ابی الدرداء قال کان الرجل یطلق ثم یقول لعبت ویعتق ثم یقول لعبت فنزل ولا تتخذوا آیات اللہ ھزوا ۱۲

الملحقات الترجمۃ ۱ قولہ آخرت میں الخ الا ان فی الدنیا یکون ظالما لغیرہ لا لنفسہ ۱۲ ۲ قولہ خصوصاً اشار الی ان عطف ما انزل علی النعمۃ من عطف الخاص علی العام ۱۲ ۳ قولہ فی ف التفسیر الثانی تنبیہ علی ان احکام محل ہزل نہیں اشار الی ان اللام للعہد والمراد منہا الطلاق والعتاق والنکاح والرجعۃ وغیرہا مما یؤثر فیہ الہزل ۱۲

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ

اور جب تم میں ایسے لوگ پائے جاویں کہ وہ اپنی بیبیوں کو طلاق دیدیں پھر وہ عورتیں اپنی میعاد بھی پوری کر چکیں تو تم ان کو اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں جبکہ باہم سب رضامند ہو جاویں

بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ

قاعدہ کے موافق اس مضمون سے نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو اس نصیحت کا قبول کرنا تمہارے لئے زیادہ صفائی

وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

اور زیادہ پاکی کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے

حکم بست و نہم نہی منع زن از نکاح ثانی

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ (الی قولہ) وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ اور جب تم میں ایسے لوگ پائے جاویں کہ وہ اپنی بیبیوں کو طلاق دیدیں پھر وہ عورتیں اپنی میعاد (عدت) بھی پوری کر چکیں (اور عدت پوری کر کے کسی سے نکاح کرنا چاہیں خواہ پہلے ہی شوہر سے یا کسی دوسری جگہ) تو تم انکو اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے (تجویز کئے ہوئے) شوہروں سے (خواہ وہ اول ہو یا ثانی ہو) نکاح کر لیں جب کہ باہم سب رضامند ہو جاویں قاعدہ کے موافق اس مضمون سے نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو تم میں سے اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو (یعنی ماننے کی ان ہی سے امید ہے اور یوں تو نصیحت سب ہی کو ہے) اس نصیحت کا قبول کرنا تمہارے لئے زیادہ صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ (مصلحتوں کو) جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے (اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے اپنی رائے پر عمل مت کیا کرو) **ف** بعضی جگہ تو خود شوہر ہی طلاق دینے کے بعد جب وہ کہیں دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی تو اپنی ذلت سمجھ کر نکاح نہ کرنے دیتا اور بعضی جگہ عورت کے اور عزیز قریب اپنی کسی دنیوی غرض سے اس کو نکاح نہ کرنے دیتے اور ایک جگہ ایسا ہوا کہ وہ عورت اور اس کا پہلا شوہر پھر نکاح کرنے پر رضامند ہو گئے تھے مگر اس عورت کے بھائی نے غصہ میں آکر روکا تھا اس آیت میں سب صورتیں داخل ہیں اور ہر صورت میں روکنے کو منع فرمایا ہے اور یہ جو فرمایا کہ رضامندی قاعدہ کے موافق ہو اس قاعدہ کی تفصیل ان مسائل سے معلوم ہوگی **مسئلہ** جس شخص سے عورت نے نکاح تجویز کیا ہے وہ غیر کفو نہ ہو مہر مثل سے کم مہر مقرر نہ ہو ورنہ عورت کے ولی کو روکنے کا حق حاصل ہے اور اگر عورت نے اس طرح نکاح کر لیا تو ولی کو یہ حق حاصل ہے کہ قاضی یعنی مسلمان حاکم سے رجوع کرے اور وہ حاکم اس نکاح کو توڑ دے اور یہی ظاہر روایت ہے لیکن متاخرین نے یہ فتوی دیا ہے کہ نکاح ہی صحیح نہ ہوگا **مسئلہ** اگر بدون شرعی گواہوں کے کوئی نکاح کرنے لگے یا نابالغہ بدون ولی کے نکاح کرے یا کسی ایسے شخص سے نکاح کرے جس سے نکاح جائز نہیں یہ سب نکاح باطل ہیں ہر مسلمان کو خواہ وہ شوہر اول ہو یا عورت کے عزیز قریب ہوں یا محض اجنبی ہوں شرعاً اس نکاح سے روکنے کا حق حاصل ہے **مسئلہ** پہلے شوہر سے

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ فلا تعضلوھن الی قولہ ذلکم ازکی لکم قال العبد الضعیف فیہ ان المباح لا ینبغی التشدد فی المنع عنہ اذا لم یفض الی مفسدۃ لا سیما اذا افضی الامتناع عنہ الی مفسدۃ تم القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ فلا تعضلوھن (الی قولہ) ذلکم ازکی لکم اس میں اس پر دلالت ہے کہ امر مباح سے منع کرنے میں تشدد نہ کیا جاوے جب اس مباح میں کوئی مفسدہ نہ ہو خصوص جب کہ اس کے ترک میں کوئی مفسدہ ہو۔

البلاغۃ قولہ من کان خصصہ لانہ المتعظ ہو المنتفع واشرت الیہ فی الترجمۃ ولکن ان مبنی علی عدم کون الکفار مخاطبین بالفروع فافہم قولہ ذلک یوعظ قال البیضاوی الخطاب للجمیع علی تاویل القبیل او لکل واحد او ان الکاف لمجرد الخطاب والفرق بین الحاضر والمنقضی دون تعیین المخاطبین او لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للدلالۃ علی ان حقیقۃ المشار الیہ امر لا یکاد یتصورہ کل احد آہ ای بالاستقلال وانما یفہم من الشارع ۱۲

النقہ استدل الشافعیۃ باسناد العضل الی الاولیاء علی توقف النکاح علیہم واجابت الحنفیۃ بانہ دلیل علی کون ہذا العضل شرعا باطل لانہ یکون حسیا بالشکوی والخروج موضع السنۃ والنکاح لیس فی تکمیل فانہ بحقیقۃ تقتضی کون امر النکاح الیہن لا الی الاولیاء فافہم ۱۲

الروایات فی باب النقول روی البخاری وابو داود والترمذی وغیرہم عن معقل بن یسار انہ زوج اختہ رجلا من المسلمین فکانت عندہ ثم طلقہا تطلیقۃ ولم یراجعہا حتی انقضت العدۃ فہویہا وہویتہ فخطبہا مع الخطاب فقال لہ یا لکع اکرمتک بہا وزوجتکہا فطلقتہا واللہ لا ترجع الیک ابدا فعلم اللہ حاجتہ الیہا وحاجتہا الیہ فانزل اللہ واذا طلقتم النساء الآیۃ فلما سمعہا معقل قال سمعا لربی وطاعۃ ثم دعاہ وقال ازوجک واکرمک آہ قلت ہذا العضل من اولیاءہا عن الزوج الاول وما العضل من الزوج الاول فذکرہ فی روح المعانی عن الامام حیث کانوا یعضلون مطلقاتہم حمیۃ الجاہلیۃ واما العضل من غیر الازواج الاولین من الازواج الآخرین فیشہد لہ قولہ تعالیٰ ولا تعضلوہن لتذہبوا ببعض ما آتیتموہن الآیۃ ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱؎ قولہ تم میں ...... ایسے لوگ الخ اشارۃ الی اتحاد المخاطبین فی طلقتم ولا تعضلوہن لئلا یلزم انتشار الضمائر والوجہ انہ خطاب لجمیع الناس ای اذا وجد فیکم التطلیق فلا یوجد فیکم العضل کذا فہم من کلام الزمخشری ۱۲ ۲؎ قولہ عدت بھی پوری کر چکیں فالبلوغ ہہنا محمول علی الحقیقۃ کما فی ما قبلہ علی المجاز کما نقل الزمخشری عن الشافعی رح دل سیاق الکلامین علی افتراق البلوغین ۱۲ ۳؎ قولہ اس نصیحت کا قبول کرنا فالمشار الیہ بذلکم ہو المشار الیہ بذلک علی حذف المضاف ای العمل بما ذکر ۱۲ ۴؎ قولہ صفائی اور زیادہ پاکی کذا فسرہ الزمخشری ہو یکون خاتمۃ التوکید واخذہ بعضہم من الزکاء بمعنی النمو لا بمعنی التزکیۃ اے النفع ۱۲

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ

اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں یہ مدت اس کے لئے ہے جو کوئی شیرخوارگی کی تکمیل کرنا چاہے اور جس کا بچہ ہے اسکے ذمہ ہے

لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا

ان کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے موافق کسی شخص کو حکم نہیں دیا جاتا مگر اس کی برداشت کے موافق کسی ماں کو تکلیف نہ پہنچانا چاہیئے اسکے بچہ کی وجہ سے

وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ

اور نہ کسی باپ کو تکلیف دینی چاہیئے اس کے بچہ کی وجہ سے اور مثل طریق مذکور کے اس کے ذمہ ہے جو وارث ہو پھر اگر دونوں دودھ چھڑانا چاہیں اپنی رضامندی اور مشورہ سے تو دونوں پر

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ

کسی قسم کا گناہ نہیں اور اگر تم لوگ اپنے بچوں کو کسی اور انا کا دودھ پلوانا چاہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ ان کے حوالہ کردو جو کچھ

اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○

ان کو دینا کیا ہے قاعدہ کے موافق اور حق تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں

نکاح جب درست ہے جب کہ اس نے تین طلاق نہ دی ہوں ورنہ بدون حلالہ درست نہیں اور اس میں بھی سب کو روکنے کا حق حاصل ہے **مسئلہ** دوسرے نکاح کے لئے عدت کا گذرنا اس وقت شرط ہے جب کہ کسی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے اور اگر پہلے ہی شوہر سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو عدت کے اندر بھی درست ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو عدت گذرنے کی قید لگائی ہے یا تو دوسرے خاوند کے ساتھ نکاح کرنے کے اعتبار سے ہے اور اگر پہلے ہی خاوند کے اعتبار سے کہا جاوے تو وجہ یہ ہے کہ اس قصہ میں اتفاق سے عدت گذر چکی تھی اس لئے واقعہ کے طور پر بیان فرما دیا اور یہ جو فرمایا کہ اس میں پاکی اور صفائی زیادہ ہے اس کی وجہ عموماً تو یہ ہے کہ احکام الٰہیہ کا ماننا سبب ہے گناہوں سے پاک ہونے اور پاک رہنے کا اور خصوصاً وجہ یہ ہے کہ ایسے موقع پر کہ مرد و عورت باہم ایک دوسرے کی طرف راغب ہوں وہاں صفائی اور پاکی اسی میں ہے کہ نکاح سے نہ روکا جاوے ورنہ خرابی اور فتنہ اور آلودگی کا اندیشہ ہے البتہ اگر بے قاعدہ نکاح ہوتا ہو وہ نکاح ہی نہیں اس سے روکنا نکاح سے روکنا نہیں ہے **حکم سی ام رضاع** وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ (الی قولہ) وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں (خواہ نکاح باقی ہو یا طلاق ہو چکا ہو) یہ مدت اس کے لئے ہے جو کوئی شیرخوارگی کی تکمیل کرنا چاہے (اور جو تکمیل نہ کرنا چاہے دو سال سے کم میں بھی چھڑا دینا درست ہے جیسا عنقریب آتا ہے) اور جس کا (شرعاً نسب کے اعتبار سے) بچہ ہے (یعنی باپ) اس کے ذمہ ہے ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے موافق (جب کہ وہ نکاح یا عدت میں ہوں اور زوجہ کے نان و نفقہ کا قاعدہ اور مسئلے مشہور ہیں) کسی شخص کو (خدا کی طرف سے کوئی) حکم نہیں دیا جاتا مگر اس کی برداشت کے موافق (سو عورتوں کو دودھ پلانا سہل تھا انکو اس کا حکم دیا گیا اور مردوں کو خرچ کرنا آسان ہے اس لئے ان کو اس کا حکم دیا گیا) کسی ماں کو تکلیف نہ پہنچانا چاہیئے اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ کسی باپ کو تکلیف دینی چاہیئے اس کے بچہ کی وجہ سے (یعنی بچہ کے ماں باپ آپس میں کسی بات پر ضد اضدی نہ کریں مثلاً ماں دودھ پلانے سے معذور ہو اور باپ اس پر یہ سمجھ کر زبردستی کرے کہ آخر اس کا بھی تو بچہ ہے جھک مارے گی اور پلاوے گی یا کہ باپ مفلس ہے اور ماں کو کوئی معذوری بھی نہیں پھر دودھ پلانے سے یہ سمجھ کر انکار کرے کہ اس کا بھی تو بچہ ہے جھک مار کر کسی سے پلوائے گا) اور (اگر باپ زندہ نہ ہو تو) مثل طریق مذکور کے (بچہ کی پرورش کا انتظام) اس (محرم قرابت دار) کے ذمہ ہے جو (شرعاً بچہ کے) وارث (ہونے کا حق رکھتا) ہو (عن قریب

النحو ان تسترضعوا اولادکم بحذف المفعول الاول ای المرضع اولادکم کذا فی روح المعانی قلت ولما کان المحذوف کالملفوظ اظہرتہ فی الترجمۃ ۱۲

البلاغۃ اتیتم ای ضمنتم والتزمتم ففیہ مجاز ۱۲

الفقہ قولہ فان ارادا الخ استدل ابو حنیفۃ علی کون مدۃ الرضاع حولین ونصف بقولہ تعالیٰ وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا الا علی المقرر المشہور بل علی تفسیر الحمل بالحمل بالاکف الذی یکون فی زمان الرضاع الی الفصال ومع عندہ کون الفاء للتعقیب ای عن الرضاع حولین کما ہو الظاہر واما قولہ تمام الرضاعۃ تکون الحولین فبالابنافی کون الحولین والنصف اتم وقال بعضہم ان الحولین للارضاع بلا اجرۃ وعند الجمہور الفاء لتفصیل الحکم المذکور اجمالا فی قولہ تمام الرضاعۃ وقولہ وعلی الوارث استدل الحنفیۃ بہ علی وجوب الانفاق علی فقیر ذی رحم بقدر الارث بشرط کونہ محرما القرأۃ ابن مسعود وعلی الوارث ذی الرحم المحرم مثل ذلک کذا فی التفسیر المظہری والہدایۃ ۱۲

اس کی تفصیل ف میں آتی ہے) پھر (یہ سمجھو کہ) اگر دونوں (ماں باپ دو سال سے کم میں) دودھ چھڑانا چاہیں اپنی رضامندی اور مشورہ سے تو (بھی) دونوں پر کسی
قسم کا گناہ نہیں (مشورہ کی یہ ضرورت ہے کہ بچہ کی مصلحت میں نظر کرلیں) اور اگر تم لوگ (ماں کے ہوتے ہوئے بھی کسی مصلحت ضروریہ سے مثلاً یہ کہ ماں کا دودھ اچھا
نہیں بچہ کو ضرر ہوگا) اپنے بچوں کو کسی اور انا کا دودھ پلوانا چاہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ ان کے حوالہ کردو (خواہ پیشگی یا بعد میں جس طرح معاہدہ ٹھہر
جائے) جو کچھ ان کو دینا کیا ہے قاعدہ کے موافق (اور اگر اجرت نہ آگے دے نہ پیچھے تو یہ بات نہ رہے گی کہ تم پر کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ اجرت نہ دینے کا
گناہ لازم رہے گا) اور حق تعالیٰ سے (ان سب احکام کے بارہ میں) ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب دیکھ رہے
ہیں ف مسئلہ ماں اگر کسی وجہ سے معذور نہ ہو تو اس کے ذمہ دیانۃً یعنی عند اللہ واجب ہے کہ بچہ کو دودھ پلاوے جب کہ وہ منکوحہ ہو یا عدت میں ہو اور اجرت
لینا درست نہیں والوالدات یرضعن میں یہی مسئلہ مذکور ہے اور اگر طلاق کے بعد عدت گذر چکی تو اس پر بلا اجرت دودھ پلانا واجب نہیں چنانچہ
دونوں صورتوں میں اجرت مانگنے کا حکم آگے آتا ہے اور والوالدات اگرچہ لفظاً اس دوسری صورت کو بھی عام ہے مگر اگلے جملہ وعلی المولود لہ رزقهن
وکسوتهن کے سبب سے یہ وجوب ارضاع مقید ہوگیا وجوب رزق وکسوت کے ساتھ اور وجوب رزق وکسوت دو حالت میں ہے نکاح میں اور
عدت میں لہذا یہ وجوب ارضاع بھی نکاح اور عدت کی حالت میں ہوگا کذا فی فتح القدیر مسئلہ اگر ماں دودھ پلانے سے انکار کرے تو ہم یوں سمجھیں گے کہ
یہ غالباً معذور ہوگی اس لئے اس پر جبر نہ کیا جاوے گا لا تضار والدۃ میں یہ مسئلہ بھی ہے البتہ اگر بچہ کسی کا دودھ ہی نہیں لیتا نہ اوپر کا دودھ پیتا ہے
تو ماں کو مجبور کیا جاوے گا لا مولود لہ میں یہ مسئلہ بھی داخل ہے مسئلہ ماں دودھ پلانا چاہتی ہے اور اس کے دودھ میں کوئی خرابی بھی نہیں تو باپ کو جائز نہیں
کہ اس کو نہ پلانے دے اور دوسری انا کا دودھ پلوادے اور یہ مسئلہ بھی لا تضار والدۃ میں داخل ہے مسئلہ ماں دودھ پلانے پر رضامند ہے لیکن اس
کا دودھ بچہ کو مضر ہوگا باپ کو جائز ہے کہ اس کو دودھ نہ پلانے دے اور کسی انا کا پلوادے وان اردتم ان تسترضعوا میں یہی مسئلہ ہے مسئلہ
ماں دودھ پلانے کی اجرت مانگتی ہے سو اگر ابھی شوہر کے نکاح میں ہے یا یہ کہ طلاق ہوگئی لیکن عدت نہیں گزری ان دونوں حالت میں اجرت لینا جائز نہیں
بلکہ قضاءً بھی مجبور کی جاوے گی کہ دودھ پلاوے ولا مولود لہ بولدہ میں یہ مسئلہ داخل ہے مسئلہ اور اگر طلاق کے بعد عدت گذر گئی پھر
اجرت مانگتی ہے تو باپ کو اجرت دینا پڑے گی مسئلہ اسی صورت میں یعنی جب کہ طلاق کے بعد عدت گذر جاوے اور وہ اجرت مانگتی ہے اگر باپ دوسری
انا سے اتنی ہی اجرت پر پلوانا چاہے تب تو ماں مقدم ہے دوسری انا سے پلوانے کا حق نہیں ہے لا تضار والدۃ میں یہ مسئلہ بھی داخل ہے اور اگر دوسری
انا اس ماں سے کم اجرت پر راضی ہے تو ماں کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خود پلاوے اور زیادہ اجرت لے لا مولود لہ میں یہ مسئلہ بھی داخل ہے
البتہ اگر ماں درخواست کرے تو اتنا حق رکھتی ہے کہ اس انا کو اس کے پاس رکھا جاوے گا تاکہ بچہ سے جدائی نہ ہو مسئلہ باپ کے ہوتے ہوئے
بچہ کی پرورش کا خرچ صرف باپ کے ذمہ ہے اور جب باپ مر جاوے اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بچہ مالک مال کا ہے تب تو اسی مال میں اس کا خرچ
ہوگا اور اگر مالک مال کا نہیں تو اس کے مالدار عزیزوں میں جو اس کے محرم ہیں یعنی پاس بچہ سے ان کا ایسا رشتہ ہے کہ اگر اس رشتہ دار اور بچہ
میں سے ایک کو مرد اور ایک کو عورت فرض کریں تو باہم نکاح درست نہ ہو اور محرم ہونے کے علاوہ شرعاً اس کے مستحق میراث بھی ہیں یعنی اگر یہ بچہ
مر جاوے تو محرم رشتہ داروں میں دیکھا جاوے کہ اس کا مال میراث میں کس کس کو کتنا کتنا پہنچتا ہے پس ایسے محرم وارث رشتہ داروں کے
ذمہ اس کا خرچ واجب ہوگا اور ان رشتہ داروں میں ماں بھی داخل ہے مثلاً ایک ایسے بچہ کی ایک ماں ہے ایک دادا ہے تو اس کے خرچ کا
ایک ثلث ماں کے ذمہ ہے اور دو ثلث دادا کے ذمہ کیونکہ دونوں محرم بھی ہیں اور بچہ کی میراث اسی نسبت سے پا سکتے ہیں مسئلہ کھانے
کپڑے پر کسی کو نوکر رکھنا درست نہیں لیکن دودھ پلائی کو اس طرح نوکر رکھنا درست ہے لیکن پھر بھی کھانے کپڑے کی حیثیت اچھی طرح کھول
کر ٹھہرا لے اور حیثیت کی تصریح نہ کرنے میں اوسط درجہ کا واجب ہوگا اور اگر نقد ٹھہرا ہے تو اس کی مقدار اور آگے پیچھے دینے کی شرط خوب صاف
صاف بیان کر دے بالمعروف کا یہی مطلب ہے یہ سب مسئلے ہدایہ و در مختار میں ہیں بجز مسئلہ مستنبطہ آیت وان اردتم کے کہ کبیر سے ہے مگر
ہمارے قواعد بھی اس سے آبی نہیں مسئلہ اکثر کا فتوے اسی پر ہے کہ مدت رضاع دو سال ہے

ملحقات الترجمۃ لہ قولہ خوب دیکھ رہے ہیں لان بصیغۃ للمبالغۃ ۱۲

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا

اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں اپنے آپ کو روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن پھر جب

بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اپنی میعاد ختم کر لیں تو تم کو کچھ گناہ نہ ہوگا ایسی بات میں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کارروائی کریں قاعدہ کے موافق اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال

خَبِيْرٌ ۝ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاۗءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ عَلِمَ

کی خبر رکھتے ہیں اور تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا جو ان مذکورہ عورتوں کو پیغام دینے کے بارہ میں کوئی بات اشارۃً کہو یا اپنے دل میں پوشیدہ رکھو اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ڛ وَلَا

کو یہ بات معلوم ہے کہ تم ان عورتوں کا ذکر مذکور کرو گے لیکن ان سے نکاح کا وعدہ مت کرو مگر یہ کہ کوئی بات قاعدہ کے موافق کہو اور تم تعلق

تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ

نکاح کا ارادہ بھی مت کرو یہاں تک کہ عدت مقررہ اپنی ختم کو پہنچ جائے اور یقین رکھو اس کا کہ اللہ تعالیٰ کو اطلاع ہے تمہارے دلوں کی بات کی

فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ معاف بھی کرنے والے ہیں حلیم بھی ہیں

ع ۳۰ / ۱۴

حکم سی و نہم عدت وفات زوج وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ (الی قولہ) وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں (اپنے آپکو نکاح وغیرہ سے) روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن پھر جب اپنی (عدت کی) میعاد ختم کر لیں تو تم کو (بھی) کچھ گناہ نہ ہوگا ایسی بات (کے جائز رکھنے) میں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کارروائی (نکاح کی) کریں قاعدہ کے موافق (البتہ اگر کوئی بات خلاف قاعدہ شرع کے کریں اور تم باوجود روک سکنے کے نہ روکو تو تم بھی شریک گناہ ہو گے) اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال کی خبر رکھتے ہیں **ف** یہ عدت اس بیوہ کی ہے جس کو حمل نہ ہو اور اگر حمل ہو تو بچہ پیدا ہونے تک اس کی عدت ہے خواہ جنازہ لے جانے سے پہلے ہی پیدا ہو جاوے یا چار مہینے دس دن سے بھی زیادہ میں ہو یہ مسئلہ سورۂ طلاق میں آویگا **مسئلہ** جس کا خاوند مر جاوے اس کو عدت کے اندر خوشبو لگانا سنگار کرنا سرمہ اور تیل بلا ضرورت دوا لگانا مہندی لگانا رنگین کپڑے پہننا درست نہیں اور صریح گفتگوئے نکاح ثانی بھی درست نہیں جیسا اگلی آیت میں آتا ہے اور رات کو دوسرے گھر میں رہنا بھی درست نہیں ترجمہ میں نکاح کے ساتھ جو وغیرہ کہا گیا ہے اس سے یہی امور مراد ہیں اور یہی حکم ہے اس عورت کا جس پر طلاق بائن واقع ہو گئی جس میں رجعت درست نہیں مگر اس کو اپنے گھر سے دن کو بھی بدون سخت مجبوری کے نکلنا درست نہیں **مسئلہ** اگر چاند رات کو خاوند کی وفات ہوئی تب تو یہ مہینے .... خواہ انتیس کے ہوں خواہ تیس کے چاند کے حساب سے پورے کئے جاویں گے اور اگر چاند رات کے بعد وفات ہوئی ہے تو یہ سب مہینے تیس تیس دن کے حساب سے پورے کئے جاویں گے پس کل ایک سو تیس دن پورے کریں گے اس مسئلہ سے بہت لوگ غافل ہیں اور جس وقت وفات ہوئی ہو جب یہ مدت گذر کر وہی وقت آوے گا عدت ختم ہو جاوے گی اور یہ جو فرمایا کہ اگر عورتیں قاعدہ کے موافق کچھ کریں تو تم کو بھی گناہ نہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کوئی کام خلاف شرع کرے تو اوروں پر بھی واجب ہوتا ہے کہ بشرط قدرت اس کو روکیں ورنہ یہ لوگ بھی گنہ گار ہوتے ہیں اور قاعدہ کے موافق سے یہ مراد ہے کہ جو نکاح تجویز ہو وہ شرعاً صحیح اور جائز ہو تمام شرائط حلت کے وہاں جمع ہوں **حکم سی و دوم پیغام نکاح در عدت** وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاۗءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ (الی قولہ) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ اور تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا،

مسائل السلوک
قولہ تعالیٰ ولا جناح علیکم فیما عرضتم الآیۃ قال العبد الضعیف فیہ ان یراعی ضعف الطالب فی الامر بالمجاہدۃ انتہی القول
ترجمہ
قولہ تعالیٰ ولا جناح علیکم فیما عرضتم اس میں اس پر دلالت ہے کہ امر بالمجاہدہ میں طالب کے ضعف کی رعایت ضروری ہے

اللغات سرا نکاحا فانہ عبر بہ او لا عن الوطی لانہ لیسر ثم عن العقد لانہ سبب فیہ ۱۲ بیضاوی الکتب ما کتب من العدۃ ۱۲ بیضاوی العقدۃ موضع العقد وہو ما یعقد علیہ ۱۲ روح المعانی قلت فالاضافۃ بیانیۃ ۱۲
النحو الذین یتوفون مبتدأ و یتربصن خبرہ والرابط محذوف ای بہم ربۃ بہم

وعشر ذکر ابو حیان ان قاعدۃ تذکیر العدد و تانیثہ انما اذا ذکر المعدود اما عند حذفہ فیجوز الامران مطلقا کذا فی روح المعانی ۱۲ تقدیر الکلام ستذکرونہن فاذکروہن ولکن لا تواعدوہن سرا مواعدۃ الا مواعدۃ معروفۃ مذکورۃ بقولہ ان تقولوا قولا معروفا ۱۲

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى

تم پر کچھ مواخذہ نہیں اگر بیبیوں کو ایسی حالت میں طلاق دیدو کہ نہ ان کو تم نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ ان کے لئے کچھ مہر مقرر کیا ہے اور ان کو فائدہ پہنچاؤ صاحب

الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۝

وسعت کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے اور تنگ دست کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے ایک خاص قسم کا فائدہ پہنچانا جو قاعدہ کے موافق واجب ہے خوش معاملہ لوگوں پر

جوان مذکورہ عورتوں کو (جو کہ عدت وفات میں ہیں) پیغام (نکاح) دینے کے بارے میں کوئی بات اشارۃً کہو (مثلاً یہ کہ مجھ کو ایک نیک عورت سے نکاح کی ضرورت ہے اور مثل اس کے) یا اپنے دل میں (آئندہ نکاح کر لینے کے ارادہ کو) پوشیدہ رکھو (جب بھی گناہ نہیں اور وجہ اس اجازت کی یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہے کہ تم ان عورتوں کا (ضرور) ذکر مذکور کرو گے (سو خیر ذکر مذکور کرو) لیکن ان سے (صاف لفظوں میں) نکاح کا وعدہ (اور گفتگو) مت کرو مگر یہ کہ کوئی بات قاعدہ کے موافق کہو (تو مضائقہ نہیں اور وہ بات قاعدہ کے موافق یہی ہے کہ اشارۃً کہو) اور تم تعلق نکاح (فی الحال کا) ارادہ بھی مت کرو یہاں تک کہ عدت مقررہ اپنے ختم کو پہنچ جاوے اور یقین رکھو اس کا کہ اللہ تعالیٰ کو اطلاع ہے تمہارے دلوں کی بات کی سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو (اور ناجائز امر کا دل میں ارادہ بھی مت کیا کرو) اور (یہ بھی) یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ معاف بھی کرنے والے ہیں (سو اگر کسی ناجائز امر کا ارادہ کیا تھا پھر توبہ کر لی، تو معاف کر دیتے ہیں) اور حلیم بھی ہیں (سو اگر توبہ نہ کرنے والے کو سر دست سزا نہ دیں تو اس کی وجہ حلم سمجھو دھوکا مت کھاؤ) **ف** یہاں عدت کے اندر چار فعل مذکور ہیں دو زبان کے اور دو دل کے اور ہر ایک کا جدا حکم ہے اوّل زبان سے تصریحاً پیغام دینا یہ حرام ہے لا تواعدوھن سرا میں اس کا ذکر ہے دوم زبان سے اشارۃً کہنا یہ جائز ہے لا جناح علیکم اور قولا معروفا میں اس کا ذکر ہے سوم دل سے یہ ارادہ کرنا کہ ابھی یعنی عدت کے اندر ہی نکاح کر لیں گے یہ بھی حرام ہے کیونکہ عدت کے اندر نکاح کرنا حرام ہے اور ارادہ حرام کا حرام ہے لا تعزموا میں اس کا ذکر ہے چہارم دل سے یہ ارادہ کرنا کہ عدت کے بعد نکاح کریں گے یہ جائز ہے اکننتم فی انفسکم میں اس کا ذکر ہے **مسئلہ** جو عورت طلاق بائن کی عدت میں ہو اس کا بھی یہی حکم ہے **حکم سی و سوم وجوب یا عدم وجوب مہر در طلاق قبل الدخول** **ف** طلاق قبل الدخول کی دو صورتیں ہیں یا تو اس نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں ہوا یا ہوا ہے صورت اولیٰ کا حکم اولاً مذکور ہے لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ (الی قولہ) حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۝ تم پر (مہر کا) کچھ مواخذہ نہیں اگر بیبیوں کو ایسی حالت میں طلاق دیدو کہ نہ انکو تم نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ انکے لئے کچھ مہر مقرر کیا ہے (سو اس صورت میں مہر اپنے ذمہ مت سمجھو) اور (صرف) انکو (ایک) فائدہ پہنچاؤ صاحب وسعت کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے اور تنگدست کے ذمہ اسکی حیثیت کے موافق ہے ایک خاص قسم کا فائدہ پہنچانا جو قاعدہ کے موافق واجب ہے خوش معاملہ لوگوں پر (یعنی سب مسلمانوں پر کیونکہ خوش معاملگی کا بھی سب ہی کو حکم ہے مراد اس سے ایک جوڑا دینا ہے) **ف** **مسئلہ** اگر نکاح کے وقت مہر مقرر نہ کیا جاوے نکاح ہو جاتا ہے **مسئلہ** اگر ایسی عورت کو قبل صحبت اور خلوت صحیحہ کے طلاق دیدے تو مہر کچھ دینا نہیں پڑتا بلکہ ایک جوڑا تین کپڑوں کا جس میں ایک کرتہ ہو ایک سربند اور ایک اتنا بڑا چادر جس میں سر سے پاؤں تک لپٹ سکے واجب ہوتا ہے قال الزیلعی فی نصب الرایۃ اخرجہ البیہقی عن ابن عباس **مسئلہ** ہدایہ میں صحیح اسی قول کو کہا ہے کہ اس جوڑہ میں حیثیت مرد کی معتبر ہے عورت کی حیثیت کا لحاظ نہیں اور کرخی نے عورت کے حال کا اعتبار کیا ہے تو وہ آیت کو وصول بالفعل پر محمول کرتے ہیں اور باقی کو دَین رکھتے ہیں **مسئلہ** ایسی عورت کو ایسا جوڑا دینا

اللغات فریضۃ بمعنی مفعول والتاء لنقل اللفظ من الوصفیۃ الی الاسمیۃ ویحتمل المصدر ۱۲ بیضاوی

النحو او تفرضوا ای او لم تفرضوا آہ جلالین عطف علی الفعل المجزوم ولم یتہ لنفی احد الامرین لا بعینہ وہو نکرۃ فی سیاق النفی فیفید العموم ای ما لم یکن منکم مسیس ولا فرض علی حدو لا تطع منہم آثما او کفورا ولا حاجۃ الی القول بان او بمعنی الواو کما مر فی روح المعانی قلت قد اخترت ہذا الحل فی الترجمۃ۔ قولہ متاعا ای تمتیعا مفعول مطلق وشار الیہ المترجم الی حن تنوینہ للتنویع کما صرح بو فوح فی المطول ۱۲

الفقہ استدل بہ مالک علی استحباب ہذہ المتعۃ بقولہ المحسنین سماہ احسانا ونحن نقول ان الامر وکلمۃ علی وحقا مصدر موکدا وحقا تدل علی الوجوب فیؤول المحسنین بما اولت بہ فی الترجمۃ ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ مذکورہ عورتوں کو معلا اللام فی النساء علی العہد ۱۲ **ک** قولہ فی ملا جناح علیکم الخ قولا معروفا ماذکر من تفسیر التکییر لان المحل ما یتعلق حق التزوج السابق کان ضیقا فناسب ذکر الاباحۃ بالتکریر دفعا فی التقیید بالتعریض مرۃ وبالمعروف مرۃ تنبیہا علی وجوب الاحتیاط البالغ فی ہذا لان التعریض نفی

الاذن فی التصریح والمعروف دال علی کون التصریح غیر معروف ہذا ما اخرج لی والعلم والعلم عند اللہ وفی روح المعانی ما نصوصہ فی الکلام ہی الاذن تقولوا قولا معروفا فالتصریح یفہم من ولا تباح علی وجہ کذا ذکر الرجع وہو نوع من الطرد والعکس حسن و کلمتی لم اتم بہذا الکلام حتی یفہم فمن فہم فلیجمد عدو لیتفع بہ ثم رجع الی تقریر محل المقدم فاذکرہ تمیما للفائدۃ وہو شیئا العکس من تقدم فی الکلام جزآ ثم العکس فتقدم با اخرت وتوخر ما قدمت کما ہو المذکور فی علم البدیع وقد ثبتہ المذکیرۃ ہذہ المستقیم ثم تذکر ما النقل الکن ذکر معنی وتقریرہ من نفی الجناح فی التعریض بہ بہ الکلام وختم فی الکشاف ففی الالفاظ موخر اول الکلام وذکر من فی الاغلق الذی ہو معین ما کان الذکور مقدما آخر الکلام فحصل الطرد والعکس معنی بہذا التنبیہ ۱۲ **ک** قولہ عدت کے بعد نکاح کریں گے وانما صرح بنفی الجناح فیہ مع انہ لا حرج ظاہرا التوہم الجناح فیہ لان المحل لما کان ضیقا کان قریبا ان یحسب ان الکلام منفی منی من یکون بالحکم الکلام لفظی ہو ہذا لا یجوز الصیغۃ الصریحۃ فعل ذلک لا یجوز الفعل ثم **ک** قولہ مہر کا کچھ مواخذہ فالجناح ہو مہر کما صرح بہ المفسرون والقرینۃ مقابلتہ بقولہ فنصف ما فرضتم **ک** قولہ مہر اپنے ذمہ مت سمجھو اشارۃ الی تقدیر المطلوب

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ

اور اگر تم ان بیبیوں کو طلاق دو قبل اس کے کہ ان کو ہاتھ لگاؤ اور ان کے لئے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جتنا مہر تم نے مقرر کیا ہو اس کا نصف ہے

اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ط وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ط وَلَا

مگر یہ کہ وہ عورتیں معاف کردیں یا یہ کہ وہ شخص رعایت کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کا تعلق ہے اور تمہارا معاف کردینا تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور آپس

تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○

میں احسان کرنے سے غفلت مت کرو بلاشبہ اللہ تعالےٰ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتے ہیں

واجب اور قائم مقام مہر کے ہے **مسئلہ** یہ جوڑہ قیمت میں پانچ درہم سے کم نہ ہو اور ایسی عورت کے مہر مثل کے نصف سے زیادہ نہ ہو **تتمہ حکم مذکور صورت** ثانیہ کا حکم یہ مذکور ہے وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ (الی قوله) اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ اور اگر تم ان بیبیوں کو طلاق دو قبل اس کے کہ ان کو ہاتھ لگاؤ اور ان کے لئے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو (اس صورت میں) جتنا مہر تم نے مقرر کیا ہو اس کا نصف (واجب) ہے اور نصف معاف ہے) مگر (دو صورتیں اس مجموعی حکم سے مستثنیٰ ہیں ایک صورت تو) یہ کہ وہ عورتیں (اپنا نصف) معاف کردیں (تو اس صورت میں نصف بھی واجب نہ رہا) یا (دوسری صورت یہ ہے) کہ وہ شخص رعایت کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کا تعلق (رکھنا اور توڑنا) ہے (یعنی خاوند پورا مہر اس کو دے دے تو اس صورت میں نصف کو معاف نہیں کرایا) اور (اہل حقوق) تمہارا (اپنے حقوق کو) معاف کردینا (بہ نسبت وصول کرنے کے) تقویٰ سے زیادہ قریب ہے (کیونکہ معاف کرنے سے ثواب ملتا ہے اور ثواب کا کام کرنا ظاہر ہے کہ تقویٰ کی بات ہے) اور آپس میں احسان (اور رعایت) کرنے سے غفلت مت کرو (بلکہ ہر شخص دوسرے کے ساتھ رعایت کرنے کا خیال رکھا کرے) بلاشبہ اللہ تعالےٰ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتے ہیں (تو تم اگر کسی کے ساتھ رعایت واحسان کروگے اللہ تعالےٰ اس کی جزائے خیر تم کو دیں گے) **ف مسئلہ** جس عورت کا مہر نکاح کے وقت مقرر ہوا ہو اور اس کو قبل صحبت وخلوت صحیحہ کے طلاق دیدی ہو تو مقرر کئے ہوئے مہر کا نصف مرد کے ذمے واجب ہوگا البتہ اگر عورت معاف کردے یا مرد پورا دیدے تو اختیاری بات ہے **مسئلہ** کسی کے ساتھ سلوک واحسان کرنا یا کسی کو اپنا حق معاف کردینا اس کا فی نفسہ موجب اجر ہونا ظاہر اور معلوم ہے البتہ کسی خاص عارض کی وجہ سے رعایت نہ کرنے کو ترجیح ہوجائے وہ اور بات ہے مثلاً یہ کہ رعایت کرنے والا خود مفلس ہے اور رعایت کرکے پھر تنگ دستی پر صبر نہ کرسکے گا اور خود کسی معصیت میں مبتلا ہوجاوے گا سو کسی شے کا فی نفسہ مستحسن ہونا اور کسی عارض سے غیر مستحسن ہونا ان میں باہم تعارض ومنافات نہیں **حکم سی وچہارم محافظت صلوٰۃ** اس سے آگے پیچھے طلاق وغیرہ کے احکام ہیں درمیان میں نماز کے احکام بیان فرمانا اشارہ اس طرف ہے کہ مقصود اصلی توجہ الی الحق ہے اور معاشرات ومعاملات کے احکام سے علاوہ اور مصلحتوں کے اس توجہ کی حفاظت اور ترقی بھی مقصود ہے چنانچہ جب ان کو خدائی احکام سمجھ کر عمل کیا جاوے گا توجہ لازم ہوگی پھر یہ کہ ان احکام میں ادائے حقوق عباد بھی ہے اور حقوق عباد کے اتلاف سے درگاہ الٰہی سے دوری ہوتی ہے جس کے لوازم میں سے حق وعبد دونوں کی طرف سے بے توجہی ہے چونکہ نماز میں یہ توجہ زیادہ ظاہر ہے اس لئے اس کے درمیان میں لانے سے اس توجہ کے مقصود ہونے پر زیادہ دلالت ہوگئی، تاکہ عبد اس توجہ کو ہر وقت پیش نظر رکھے

مسائل السلوک

قوله تعالیٰ وان تعفوا اقرب للتقوٰی قال العبد الضعیف فیه تعلیم لعلو الهمة وترک الاشراف انتهی القول

ترجمہ

قوله تعالےٰ وان تعفوا اقرب للتقوٰی اس میں تعلیم ہے علو ہمت اور ترک اشراف کی (کہ مردوں کو ترغیب دی تکمیل مہر کی اور یہ کہ عورتوں کے معاف کرنے کا انتظار نہ کریں)

اللغات الفضل التفضیل والاحسان ۱۲

النحو فنصف ما فرضتم ای فلهن او فالواجب ۱۲ بیضاوی قوله الا ان یعفون الخ مرجع مستثنیٰ الی منع النقصان فی احدهما ومنع الزیادة فی الآخر ای فلهن هذا المقدار بلا زیادة ولا نقصان فی جمیع الاحوال الا الخ فنصف غیر ملاحظ فیه الوجوب واما علی تقدیر الوجوب فالاستثناء منقطع لان فی صورة عفو الزوج لا یتصور الوجوب آه من روح المعانی ۱۲

البلاغة او یعفو الذی تسمیة عفوا اما علی المشاکلة واما لانهم یسوقون المهر الی النساء عند التزوج فمن طلق قبل المسیس استحق استرداد النصف فاذا لم یسترده فقد عفا عنه آه بیضاوی وان تعفوا هذا خطاب للرجال والنساء جمیعا وغلب الذکر لشرفه وکذا فیما بعده آه روح المعانی ۱۲

الروایات الذی بیده عقدة النکاح هو الزوج المالک لعقد النکاح وحله وعند ابی حنیفة وکثیر من العلماء وهو المنقول المأثور عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم کما اخرجه ابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی فی الاوسط والبیهقی بسند حسن عن ابن عمر مرفوعا وبه قال جمع من الصحابة ۱۲

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ق وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ

محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے پھر اگر تم کو اندیشہ ہو تو تم کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے

رُكْبَانًا ج فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ

چڑھے پڑھ لیا کرو پھر جب تم کو اطمینان ہو جاوے تو تم خدا کی یاد اس طریق سے کرو جو تم کو سکھلایا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے اور جو لوگ وفات پا جاتے ہیں تم میں سے

وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا صلے وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ج فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ

اور چھوڑ جاتے ہیں بیبیوں کو وہ وصیت کر جایا کریں اپنی بیبیوں کے واسطے ایک سال منتفع ہونے کی اس طور پر کہ وہ گھر سے نکالی نہ جاویں ہاں اگر خود نکل جاویں تو تم کو کوئی گناہ

عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○

نہیں اس قاعدہ کی بات میں جس کو اپنے بارہ میں کریں اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ فرجالاً الخ اور کبانا قال العبد الضعیف فیہ التخفیف فی الاعمال عدداً وھیئۃ انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ فرجالاً او رکباناً اس میں اصل ہے تخفیف عمال کی عدداً بھی اور ہیئۃً بھی (کہ سفر میں قصر ہوا اور ہیئت میں توسع ہو گیا)

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ (الیٰ قولہ) مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○ محافظت کرو سب نمازوں کی (عموماً) اور درمیان والی نماز (یعنی عصر) کی (خصوصاً) اور (نماز میں) کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے پھر اگر تم کو (با قاعدہ نماز پڑھنے میں کسی دشمن وغیرہ کا) اندیشہ ہو تو تم کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے چڑھے (جس طرح بن سکے خواہ قبلہ کی طرف بھی منہ نہ ہو اور رکوع و سجود صرف اشارہ ہی سے ممکن ہو) پڑھ لیا کرو (اس حالت میں بھی اس پر محافظت رکھو اس کو ترک مت کرو) پھر جب تم کو (بالکل) اطمینان ہو جاوے (اور اندیشہ جاتا رہے) تو تم خدا تعالیٰ کی یاد (یعنی ادائے نماز) اس طریق سے کرو جو تم کو (اطمینان کی حالت میں) سکھلایا ہے جس کو تم (پہلے سے) نہ جانتے تھے **ف** کثرت سے علماء کا قول بعض احادیث کی دلیل سے یہ ہے کہ بیچ والی نماز عصر ہے کیونکہ اس کے ایک طرف دو نمازیں دن کی ہیں فجر اور ظہر اور ایک طرف دو نمازیں رات کی ہیں مغرب و عشاء اس کی تاکید خصوصیت کے ساتھ اس لئے کی کہ اکثر لوگوں کو یہ وقت کام کی بھیڑ بھاڑ کا ہوتا ہے اور عاجزی کی تفسیر حدیث میں خاموشی کے ساتھ آئی ہے اسی آیت سے نماز میں باتیں کرنے کی ممانعت ہوئی، پہلے درست تھا اور یہ نماز کھڑے کھڑے اشارہ سے جب صحیح ہوگی جب ایک جگہ کھڑا ہو سکے اور اس میں سجدہ کا اشارہ ذرا زیادہ پست کرے اور چلنے سے نماز نہیں ہوگی، البتہ جب ایسا ممکن نہ ہو مثلاً عین لڑائی کا وقت ہے تو نماز کو قضا کر دیا جاوے گا دوسرے وقت پڑھ لیں گے **حکم ششم و نہم وصیت سکونت برائے بیوہ** وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ (الیٰ قولہ) وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ اور جو لوگ وفات پا جاتے ہیں تم میں سے

النحو کما علمکم ما لم تکونوا الشہید ذوقی بان فیہ لم تکونوا وضع المظہر موضع المضمر ای اذکروا اللہ کالذی علمکوہ فی الامن من الرکوع والسجود والاستقبال الخ ۱۲ وصیۃ تقدیرہ یوصون وصیۃ والجملۃ خبر الذین یتوفون وفی قراءۃ وصیۃ بالرفع ای وصیۃ الذین الخ قولہ متاعاً انصب بیوصون ان اضمرت والا بالوصیۃ قولہ غیر اخراج حال من ازواج ای غیر مخرجات ۱۲ بیضاوی

الفقہ استدل الشافعیۃ بہا علی صحۃ صلوٰۃ الخائف ماشیاً فلا یجوز تاخیرہا عن وقتہا وقت المسایفۃ ایضاً واجاب علمائنا بانہ جمع ما جمل بمعنی الکائن علی رجلیہ ولو واقفا فانہ مشترک معنوی بین الماشی والواقف ولما کان المشی عملاً کثیراً ولم یدل نص علی تجویزہ کان مفسد الصلوٰۃ للاطلاق ولم یصح اشیاً ونوخر وقت العجز والمسایفۃ کما اخر علیہ السلام یوم الاحزاب وقد نزلت صلوٰۃ الخوف قبل ذلک فے ذات الرقاع کما نقلہ فی روح المعانی عن ابن اسحق وغیرہ من اہل السیر ۱۲

الروایات فی لباب النقول اخرج احمد والبخاری فی تاریخہ وابوداؤد والبیہقی وابن جریر عن زید بن ثابت ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یصلی الظہر بالہاجرۃ وکانت اثقل الصلوٰت علی الصحابۃ فنزلت حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ واخرج الائمۃ الستۃ وغیرہم عن زید بن ارقم قال کنا نتکلم علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الصلوٰۃ یکلم الرجل منا صاحبہ وہو الیٰ جنبہ فی الصلوٰۃ حتی نزلت وقوموا للہ قانتین فامرنا بالسکوت ونہینا عن الکلام ۱۲ قلت ولاجل الروایۃ الاولی ذہب الشافعی الی انہا الظہر واجابت الحنفیۃ بانہ ظن من الراوی انہا سبب النزول فلا ینتہض حجۃ مع قولہ علیہ السلام کما اخرجہ مسلم من حدیث علی رض یوم الاحزاب شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر الحدیث ویمکن ان یجاب عنہ بانہ لعلہ یکون مرجان الراوی ولم یشتغل یوم الاحزاب عن صلوٰۃ العصر فقط بل عن الظہر ایضاً واللہ اعلم فی لباب النقول اخرج اسحق بن راہویہ فی تفسیرہ عن مقاتل بن حیان ان رجلاً من اہل الطائف قدم المدینۃ ولہ اولاد رجال ونساء ومعہ ابواہ وامرأتہ فمات بالمدینۃ فرفع ذلک الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعطی الوالدین واعطی اولادہ بالمعروف ولم یعط امرأتہ شیئاً غیر انہم امروا ان ینفقوا علیہا من ترکۃ زوجہا الی الحول وفیہ نزلت والذین الآیۃ وروی البخاری عن مجاہد والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً یتربصن الآیۃ قال کانت ہذہ العدۃ تعتد عند اہل زوجہا واجباً فانزل اللہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً وصیۃ الآیۃ قال جعل اللہ لہا تمام السنۃ سبعۃ اشہر وعشرین لیلۃ وصیۃ ان شاءت سکنت فی وصیتہا وان شاءت خرجت والعدۃ کما ہی واجب علیہا آہ فی الحواشی ہذا یدل علی ان مجاہداً لا یری نسخ الآیۃ آہ قلت ای نسخ الآیۃ اللاحقۃ تلاوۃ بالسابقۃ فی العدۃ وانکانت منسوخۃ بالمیراث فی الوصیۃ ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ پڑھ لیا کرو اشارۃ الی تقدیر عامل رجالاً المقدر کالملفوظ فصرح بہ فی الترجمۃ

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِیْنَ ۝ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ

اور سب طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے کچھ کچھ فائدہ پہنچانا قاعدہ کے موافق مقرر ہوا ہے ان پر جو پرہیز کرتے ہیں اسی طرح حق تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام بیان فرماتے

۳۱ ع ۷ ۱۵ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

ہیں اس توقع پر کہ تم سمجھو!

اور چھوڑ جاتے ہیں بیبیوں کو (ان کے ذمہ لازم ہے کہ) وہ وصیت کر جایا کریں اپنی ان بیبیوں کے واسطے ایک سال تک (نان و نفقہ اور گھر میں سکونت رکھنے سے) متنفع ہونے کی اس طور پر کہ وہ گھر سے نکالی نہ جاویں ہاں اگر (چار مہینہ دس دن کے بعد یا وضع حمل کے بعد عدت گذار کر) خود نکل جاویں تو تم کو کوئی گناہ نہیں اس قاعدہ کی بات میں جس کو اپنے بارہ میں (تجویز) کریں (جیسے نکاح وغیرہ) اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں (ان کے خلاف حکم مت کرو) اور حکمت والے ہیں (کہ تمام احکام میں تمہاری مصلحتیں ملحوظ رکھی ہیں گو تمہاری فہم میں نہ آسکیں) **ف ۱** جاہلیت میں وفات زوج کی عدت ایک سال تھی اسلام میں بجائے ایک سال کے چار مہینہ دس دن مقرر ہوئے جیسا حکم سی و یکم میں مذکور ہو چکا مگر اس میں عورت کی اتنی رعایت رکھی گئی تھی کہ چونکہ اس وقت تک میراث کا حکم نازل نہ ہوا تھا اور بی بی کا کوئی حصہ میراث میں مقرر نہ ہوا تھا بلکہ اوروں کے حق کا مدار محض مردہ کی وصیت پر تھا جیسا آیت کتب علیکم اذا حضر کی تفسیر میں معلوم ہو چکا ہے اس لئے یہ حکم ہو گیا تھا کہ اگر عورت اپنی مصلحت سے خاوند کے ترکہ کے گھر میں رہنا چاہے تو سال بھر تک اس کو رہنے کا حق حاصل ہے اور اسی کے ترکہ سے اس مدت میں اس کو نان و نفقہ بھی دیا جاوے اس آیت میں اسی کا بیان ہے اور خاوندوں کو حکم ہے کہ اس طرح کی وصیت کر جایا کریں اور چونکہ یہ حق عورت کا تھا اس کو اس کے وصول کرنے نہ کرنے کا اختیار حاصل تھا اس لئے وارثوں کو تو گھر سے نکالنا جائز نہ تھا لیکن خود اس کو جائز تھا کہ اس گھر میں نہ رہے اور اپنا حق ورثہ کو چھوڑ دے بشرطیکہ عدت پوری ہو چکے اور نکاح وغیرہ سب درست تھا اور یہی مراد ہے قاعدہ کی بات سے البتہ عدت کے اندر نکلنا اور نکاح کرنا وغیرہ سب گناہ تھا عورت کے لئے بھی اور جو منع کر سکے اور نہ روکے اس کیلئے بھی پھر جب آیت میراث کی نازل ہو گئی گھر بار سب ترکہ میں سے عورت کا حق مل گیا سوا اپنے حصہ میں رہے اور اپنے حصہ سے خرچ کرے یہ آیت منسوخ ہو گئی **تتمہ حکم متاع مذکور در شمار سی و سوم و سی و پنجم** ایک متاع کا بیان سی و سوم میں ہوا ہے اور ایک متاع کا سی و پنجم میں اب بعض اقسام متاع کے اور باقی ہیں ان کا بیان فرماتے ہیں وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ (الی قولہ) لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ اور سب طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے کچھ کچھ فائدہ پہنچانا (کسی درجہ میں مقرر ہے) قاعدہ کے موافق (اور یہ) مقرر ہوا ہے ان پر جو (شرک و کفر سے) پرہیز کرتے ہیں (یعنی مسلمانوں پر خواہ یہ مقرر ہونا وجوب کے درجہ میں ہو یا استحباب کے مرتبہ میں) اسی طرح حق تعالیٰ تمہارے (عمل کرنے کے) لئے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں اس توقع پر کہ تم (ان کو) سمجھو (اور عمل کرو) **ف ۱** سی و سوم میں دو قسم کے مطلقات کا بیان تھا جن کو قبل دخول طلاق ہوئی تھی ایک کو فائدہ پہنچانا یہ تھا کہ جوڑا دیا دوسری کو فائدہ پہنچانا یہ تھا کہ آدھا مہر دیا اب وہ طلاق والیاں رہ گئیں جن کو دخول کے بعد طلاق دی جاوے سو ان میں جس کا مہر مقرر کیا گیا ہو اس کو فائدہ پہنچانا یہ ہے کہ پورا مہر دینا چاہئیے اور جس کا مہر مقرر نہ کیا جاوے اس کے لئے بعد دخول کے مہر مثل واجب ہے یہ متاع بمعنی مطلق فائدہ پہنچانا اس تفصیل سے تو واجب ہے اور اگر متاع سے مراد فائدہ خاص یعنی جوڑہ ہی دینا مراد ہو تو ایک مطلقہ کو تو دینا واجب ہے جس کا ذکر سی و سوم کے شروع میں ہے اور باقی سب اقسام میں مستحب اور اگر متاع سے مراد نفقہ لیا جاوے تو جس طلاق میں عدت ہے اس میں عدت گزرنے تک واجب ہے خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن غرض آیت اپنے الفاظ عامہ سے سب صورتوں کو شامل ہے اور قاعدہ سے مراد یہی تفصیل ہو جاوے گی اور ہر صورت کے وجوب و استحباب کا فرق دوسرے دلائل سے ثابت کیا جاوے گا اور حقا کو واجب کے معنی میں نہ لیں گے بلکہ ثابت کے معنی میں لیں گے اور علی الزام کے لئے نہ ہوگا بلکہ محض تاکد کے لئے ہوگا گو درجہ استحباب ہی میں سہی **ف ۲** احکام نکاح و طلاق وغیرہ میں جابجا اتقوا اللہ اور حدود اللہ

الروایات فی لباب النقول اخرج ابن جریر عن ابن زید قال لما نزلت ومتعوھن الی المحسنین قال رجل ان احسنت فعلت وان لم ارد لم افعل فانزل اللہ وللمطلقات الی المتقین آہ قلت والتقوی واجب فلم یبق ما توہم وقلت ایضا لاینافی خصوص السبب عموم الحکم کما تقرر ۱۲

87 / 200

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا

کیا تجھ کو ان لوگوں کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جو کہ اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اور وہ لوگ ہزاروں ہی تھے موت سے بچنے کے لئے سو اللہ تعالیٰ نے انکے لئے فرما دیا کہ مر جاؤ

ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝

پھر ان کو جلا دیا بے شک اللہ تعالےٰ بڑا فضل کرنے والے ہیں لوگوں پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے

اور سمیع علیم اور عزیز حکیم اور بصیر اور خبیر اور ہم الظالمون اور فقد ظلم نفسہ وغیرہا کا آنا جو کہ شعر ہیں مخالفت کی حالت میں وعید پر دلیل قطعی ہے کہ یہ سب احکام شریعت میں مقصود اور واجب ہیں بطور مشورہ کے نہیں جن میں ترمیم و تبدیل کرنے کا یا عمل نہ کرنے کا ہم کو نعوذ باللہ اختیار حاصل ہو **ربط** منجملہ ابواب البر کے یہاں تک پنتیس ۳۵ حکم مختلف انواع کے مذکور ہوئے بعض ان میں متعلق بعبادات ہیں گو بضمن سیاست ہوں جیسے قصاص اور روزہ اور جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ اور حج و حرمت خمر و قمار و نماز اور مثل ان کے اور بعض متعلق بمعاشرت ہیں جیسے احکام یتامیٰ و نکاح و رضاع و طلاق و مہر وغیرہ کے اور بعض احکام متعلق بمعاملات مثل ربوا و دین و شہادت و رہن کے ختم سورت کے قریب آدیں گے اور ان سب سے جیسا کہ بذیل حکم سی و چہارم بیان ہوا مقصود اصلی توجہ الی الحق ہے اور یہ معنی عبادات میں زیادہ صراحت کے ساتھ موجود ہیں لہٰذا زیادہ مطمح نظر احکام متعلق بعبادات ٹھہرے اور پھر عبادات بھی دو طرح کے ہیں ایک وہ جن کا نفع لازمی ہو دوسرے وہ جن کا نفع متعدی ہو اور ثانی اول سے زیادہ انفع ہے اور ان عبادات مذکورہ میں سے دو عبادتیں اس معنی میں زیادہ اکمل و اقوی ہیں جیسا کہ ظاہر ہے ایک جہاد کہ بذل نفس ہے سبیل اللہ میں دوسرے انفاق الخیر کہ بذل مال ہے سبیل اللہ میں اس لئے ان دو مضمونوں کے بیان کا اہتمام اس سورت میں اسی طرح اور مواقع میں بھی بہ نسبت اور مضامین کے بہت زیادہ کیا گیا ہے چنانچہ گذشتہ آیات میں بھی متعدد مواقع پر مختلف عنوانات سے سب احکام کے درمیان درمیان میں کہ سب جگہ پھیلے ہوئے معلوم ہوں بیان ہوا ہے جیسا والصابرین الی قولہ وحین البأس میں اور ۲۶ وقاتلوا فی سبیل اللہ میں اور کتب علیکم القتال الی قولہ یرجون رحمت اللہ میں صراحۃً اور فان خفتم فرجالا میں ضمناً جہاد کا بیان ہوا ہے اور وآتی المال میں اور وانفقوا فی سبیل اللہ میں اور دو موقع پر یسئلونک ماذا ینفقون میں انفاق کا بیان ہوا ہے اسی اہتمام کی وجہ سے آئندہ آیات میں بھی ان دونوں کا بیان پھر تفصیل کے ساتھ ہوتا ہے چنانچہ آیت وقاتلوا فی سبیل اللہ میں جو ذرا آگے آتی ہے جہاد کا حکم مصرحاً مذکور ہے اور اسی کی تمہید کے لئے سباق کی آیت الم تر الی الذین خرجوا ابھی آتی ہے اور اس کی تکمیل کے لئے سیاق کی آیتیں الم تر الی الملا الخ جن میں طالوت و جالوت کا قصہ مذکور ہے نیز لائی گئی ہیں اور آیت من ذا الذی یقرض اللہ میں جو قاتلوا کے بعد آتی ہے اور چار رکوعوں کی ابتدا میں جو کہ قصہ مذکورہ کے ختم کے بعد ہیں انفاق کی تاکید اور فضیلت اور اس کے آداب ظاہری و باطنی وغیرہ وغیرہ مضامین مذکور ہیں یہ توجیہ ہے ارتباط مضامین آیات کی واللہ اعلم۔

قصہ گریزندگان از موت بغرض تمہید تشجیع بر قتال

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ (الی قولہ) وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝ (اے مخاطب) کیا تجھ کو ان لوگوں کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جو کہ اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اور وہ لوگ ہزاروں ہی تھے موت سے بچنے کے لئے سو اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے (حکم) فرما دیا کہ مر جاؤ (سب مر گئے) پھر ان کو جلا دیا بے شک اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے والے ہیں لوگوں (کے حال) پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے **ف ۱** یہ پہلی امتوں میں سے کسی کا قصہ ہے کسی ایسے حادثے سے بھاگے تھے جس میں موت کا اندیشہ تھا مشہور یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت تھی اور طاعون یا جہاد سے بھاگے تھے خدا تعالےٰ نے ان کو یہ بات دکھلا دی کہ موت و حیات سب خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے چنانچہ ان کو ایکدم سے موت آگئی پھر خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اور مشہور یہ ہے کہ حضرت حزقیل علیہ السلام پیغمبر کی دعا کے بعد انکو زندہ کر دیا تاکہ بلا سبب موت اور بلا سبب حیات دونوں کا ان کو مشاہدہ ہو جاوے اور فضل سے یا تو یہی مراد ہے خواہ زندہ کرنا یا اعتقاد درست کر دینا اور یا امت محمدیہ کو اس قصہ کا سنانا مراد ہے کیونکہ ایسی بات تبلا دینا جس سے اصلاح عقیدہ اور عمل کی ہو بلاشبہ بڑا فضل ہے چنانچہ یہ قصہ اسی لئے سنایا گیا ہے کہ جہاد وغیرہ سے بسبب خوف موت کے پسپا نہ ہوں اور موت و حیات سب قبضۂ الٰہی میں سمجھیں **مسئلہ** جس طرح جہاد سے بھاگنا حرام ہے اسی طرح طاعون

فرار من الطاعون

البلاغۃ قال البیضاوی تعجیب و تقریر لمن سمع بقصتهم من اہل الکتاب وارباب التواریخ وقد یخاطب بہ من لم یسمع فانہ صار مثلاً فی التعجیب ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱؎ قولہ بڑا فضل حمل التنوین علی التفخیم ای لذو فضل کبیر ۱۲

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا

اور اللہ کی راہ میں قتال کرو اور یقین کر رکھو اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں کون شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض

حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ؕ وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ ص وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ○

دینا پھر اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر بہت سے حصے کر دیوے اور اللہ تعالیٰ کمی کرتے ہیں اور فراخی کرتے ہیں اور تم اسی کی طرف لے جائے جاؤ گے

سے بھاگنا حرام ہے **ف** مر کر زندہ ہو جانے سے تناسخ کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ وہ رد فی الشرع اس دعوے کا باطل کرنا ہے کہ حیات سابقہ کی جزا و سزا کی غرض سے موت کے بعد دوسرا بدن دیا جاوے اور یہاں دوسری حیات بغرض جزا و سزا نہ تھی اور مسخ کی صورت میں موت کا تخلل درمیان میں نہیں ہوتا اس لئے اس پر بھی شبہ نہیں ہو سکتا اور یہ حیات ثانیہ ان آیات کے بھی منافی نہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مر کر قیامت سے پہلے دنیا میں آنا نہیں ہوتا کیوں کہ ان آیات میں نفی عادت کی مقصود ہے اور یہ حیات بطور خرق عادت کے احیانا ہوتی ہے لہذا کوئی تعارض نہیں **ربط** آگے اس تمہید سے جو مقصود تھا اس کی تصریح فرماتے ہیں اور گو یہ مقصود پہلے بھی چند جا آچکا ہے لیکن غرض ہر موقع کی جدا ہے چنانچہ قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم میں خاص حرم اور احرام میں قتال جائز ہونے کا شبہ رفع کرنا تھا اور کتب علیکم القتال میں قتال کی فرضیت بیان کرنا تھا اور یہاں تشجیع اور ہمت دلانا بقرینہ سباق و سیاق مقصود ہے پس اس میں اور بقیہ مقامات میں فرق ظاہر ہے **تشجیع بر قتال** وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ (اس قصہ مذکورہ میں غور کرو) اور اللہ کی راہ میں قتال کرو اور یقین کر رکھو اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں (جہاد کرنے اور نہ کرنے والوں کی باتیں سنتے ہیں اور ہر ایک کی نیت جانتے ہیں اور سب کو جزائے مناسب دیں گے) **ربط** جہاد میں جان خرچ کرنے کے ساتھ آگے مال خرچ کرنے کا بیان فرماتے ہیں اور گو انفاق کا بیان اوپر بھی آچکا ہے اور آگے بھی آوے گا لیکن ہر مقام کا مقصود بالبیان جداگانہ امر ہے چنانچہ ذرا غور سے معلوم ہو سکتا ہے **ترغیب انفاق در خیر جہاد وغیرہ** مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا (الی قولہ) وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ○ کون شخص ہے (ایسا) جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا (یعنی اخلاص کے ساتھ) پھر اللہ تعالیٰ اس (قرض کے ثواب) کو بڑھا کر بہت سے حصے کر دیوے اور (اس کا اندیشہ مت کرو کہ خرچ کرنے سے مال کم ہو جاوے گا کیونکہ یہ تو اللہ ہی کے قبضہ میں ہے وہی) کمی کرتے ہیں اور وہی فراخی کرتے ہیں (کچھ خرچ کرنے نہ کرنے پر اس کا اصلی مدار نہیں) اور تم اسی کی طرف (بعد مرنے کے) لے جائے جاؤ گے (سو اس وقت نیک کام میں خرچ کرنے کی جزا اور واجب موقعہ پر خرچ نہ کرنے کی سزا تم کو ملے گی) **ف** قرض مجازاً کہہ دیا ورنہ سب خدا ہی کی ملک ہے مطلب یہ کہ جیسے قرض کا عوض ضروری دیا جاتا ہے اسی طرح تمہارے انفاق کا عوض ضرور ملے گا اور بڑھانے کا بیان ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک خرما اللہ کی راہ میں خرچ کیا جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ وہ احد پہاڑ سے بڑا ہو جاتا ہے اھ اور ہر شخص جانتا ہے کہ اگر احد پہاڑ کے ٹکڑے خرما کے برابر کئے جاویں بے شمار ہوں گے تو اس حساب سے افزونی کی حد سات سو تک نہیں رہی اور شان نزول سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب وہ سات سو والی آیت نازل ہوئی تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی کہ اے رب میری امت کو اور زیادہ دیجئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی لباب النقول میں بسند ابن حبان وابن ابی حاتم وابن مردویہ بروایت حضرت ابن عمرؓ اس کو نقل کیا ہے **ربط** مقصود مقام میں زیادہ ترغیب قتال کی ہے اوپر کا قصہ اسی کی تمہید ہے انفاق کا مضمون اسی کی تائید ہے آگے طالوت وجالوت کا قصہ اسی کی تاکید ہے

اللغات الضعف المثل کذا فی روح المعانی ۱۲

النحو قرضا حسنا ای اقراضا مفعول مطلق فیضاعفہ لہ ای جزاءہ علی حذف المضاف اضعافا حال من الضمیر المنصوب او المفعول الثانی لتضمن المضاعفۃ معنی التصییر من البیضاوی ۱۲

البلاغۃ نیضاعفہ اخرجہ علی صورۃ المبالغۃ للمبالغۃ ۱۲ بیضاوی

اختلاف القراءۃ فیضاعفہ قراءۃ عاصم بالنصب علی جواب الاستفہام حملا علی المعنے فان من ذا الذی یقرض اللہ فی معنی ایقرض اللہ احد وغیرہ قراءۃ بالرفع عطفا علی یقرض وفی قراءۃ یضعفہ بالتشدید من التفعیل ۱۲ من البیضاوی بالاقتصار المطلوب

ملحقات الترجمۃ

۱؎ قولہ غور کرو اشارۃ الی تقدیر المعطوف علیہ ۱۲

۲؎ قولہ اخلاص کے ساتھ کذا فی البیضاوی ۱۲

فائدہ: تبیین و دفع تعارض بعض آیات

مسائل السلوک

الحاشیۃ

قولہ تعالیٰ واللہ یقبض ویبصط والیہ ترجعون قال العبد الضعیف دل بعمومہ لا لفظا علی ان المرجع فی القبض والبسط ھو اللہ تعالیٰ فکلاھما محمود لکونہ موصلا الی اللہ تعالیٰ ومراۃ لظہور تجلیاتہ تعالیٰ انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ واللہ یقبض ویبسط والیہ ترجعون اس میں اس طرف بھی رمز ہے کہ مرجع قبض اور بسط دونوں میں حق تعالیٰ ہے کیونکہ دونوں موصل الی اللہ اور اس کے ظہور تجلیات کے آئینے ہیں پس دونوں محمود ہیں

وقف لازم

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ

کیا تجھ کو بنی اسرائیل کی جماعت کا قصہ جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا ہے تحقیق نہیں ہوا جب کہ ان لوگوں نے اپنے ایک پیغمبر سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے کہ

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا

ہم اللہ کی راہ میں قتال کریں ان پیغمبر نے فرمایا کہ کیا یہ احتمال ہے کہ اگر تم کو جہاد کا حکم دیا جاوے کہ تم جہاد نہ کرو وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے واسطے ایسا کون

نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا

سبب ہوگا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں حالانکہ ہم اپنی بستیوں اور اپنے فرزندوں سے بھی جدا کر دیئے گئے ہیں پھر جب ان لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا تو باستثناء ایک

إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ

قلیل مقدار کے سب پھر گئے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتے ہیں اور ان لوگوں سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر

طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً

فرمایا کہنے لگے ان کو ہم پر حکمرانی کا کیسے حق حاصل ہو سکتا ہے حالانکہ بہ نسبت ان کے ہم حکمرانی کے زیادہ مستحق ہیں اور ان کو تو کچھ مالی وسعت بھی

مِنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي

نہیں دی گئی ان پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلے میں ان کو منتخب فرمایا ہے اور علم اور جسامت میں اس کو زیادتی دی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنا

مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝

ملک جس کو چاہیں دیں اور اللہ تعالیٰ وسعت دینے والے ہیں جاننے والے ہیں

قصہ طالوت و جالوت أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ (الیٰ قولہ) وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝ (اے مخاطب) کیا تجھ کو بنی اسرائیل کی جماعت کا قصہ جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا ہے تحقیق نہیں ہوا (جس سے پہلے ان پر جالوت کافر غالب آچکا تھا اور ان کے کئی صوبے اس نے دبا لئے تھے) جبکہ ان لوگوں نے اپنے ایک پیغمبر سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے کہ ہم (اس کے ساتھ ہو کر اللہ کی راہ (جالوت سے) قتال کریں ان پیغمبر نے فرمایا کہ کیا یہ احتمال ہے کہ اگر تم کو جہاد کا حکم دیا جاوے کہ تم (اس وقت) جہاد نہ کرو وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے واسطے ایسا کون سبب ہوگا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں حالانکہ (جہاد کے لئے ایک اور محرک بھی ہے وہ یہ کہ) ہم (ان کافروں کے ہاتھوں) اپنی بستیوں اور اپنے فرزندوں سے بھی جدا کر دیئے گئے ہیں (کیونکہ انکی بعض بستیاں بھی ان کافروں نے دبا لی تھیں اور انکی اولاد کو بھی قید کر لے گئے تھے) پھر جب ان لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا تو باستثناء ایک قلیل مقدار کے (باقی) سب پھر گئے (جیسا کہ آگے جہاد کی غرض سے بادشاہ کے مقرر ہونے کا اور ان لوگوں کے پھر جانے کا تفصیلاً بیان آتا ہے) اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو (یعنی خلاف حکم کرنے والوں کو) خوب جانتے ہیں (سب کو مناسب سزا دیں گے) **ف** ان بنی اسرائیل نے حق تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ دیا تھا کفار عمالقہ ان پر مسلط کر دیئے گئے اس وقت ان لوگوں کو فکر اصلاح ہوئی اور ان پیغمبر کا نام شمویل مشہور ہے **بقیہ قصہ** وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا (الیٰ قولہ) وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ اور ان لوگوں سے انکے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا کہنے لگے انکو ہم پر حکمرانی کا کیسے حق حاصل ہو سکتا ہے حالانکہ بہ نسبت ان کے ہم حکمرانی کے زیادہ مستحق ہیں اور انکو کچھ مالی وسعت بھی نہیں دی گئی،

اللغات: الملا جماعة يجتمعون للتشاور لا واحد له كالقوم ١٢ بيضاوي. في القاموس وسع ككرم وساعة وسعة واللهم سع علينا اي وسع آه فسعة مصدر واسع بمعنى موسع بالتشديد ١٢. النحو: هل عسيتم فصل بين عسى وخبره بالشرط والمعنى اتوقع جبنكم عن القتال ان كتب عليكم فدخل هل على فعل التوقع مستفهما عما هو المتوقع عنده تقريرا وتثبيتا آه بيضاوي ١٢ واعترض بان من لم ادخل على التوقع كان الا ستفهام عنه لا عن المتوقع و هو خلاف المقصود واجيب كما في روح المعاني ان الاستفهام دخل جملة مشتملة على توقع ومتوقع لا سبيل الى الاول فان الرجل يستفهم عن توقعه بل يكون عن المتوقع آه قوله وما لنا في روح المعاني اي ما الداعي لنا الى ان لا نقاتل و هو خبر عن ما والشائع في مثل هذا التركيب ما لك تفعل او لا تفعل على ان الجملة حال وقال الاخفش ان زائدة ١٢ البلاغة: وانما ذكر في معرض الشرط كتابة القتال دون ما التموه مع انه اظهر تعلقا بكلامهم بيانا لما في بيان تخلفهم عنه فانهم اذا لم يقاتلوا عند فرضية القتال عليهم بايجاب الله تعالى فلان لا يقاتلوا عند عدم فرضيته اولى آه روح المعاني ١٢

7 200

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ

اور ان سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ ان کے بادشاہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجاویگا جس میں تسکین کی چیز ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جنکو

ع ٣٢ ٦ ١٦ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٤٨﴾ فَلَمَّا

حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام چھوڑ گئے ہیں اس صندوق کو فرشتے لے آویں گے اس میں لوگوں کے واسطے پوری نشانی ہے اگر تم یقین لانے والے ہو پھر جب

فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَ

طالوت فوجوں کو لے کر چلے تو انہوں نے کہا کہ حق تعالیٰ تمہارا امتحان کریں گے ایک نہر سے سو جو شخص اس سے پانی پیویگا وہ تو میرے ساتھیوں میں نہیں اور جو

مَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۚ فَلَمَّا

اس کو زبان پر بھی نہ رکھے وہ میرے ساتھیوں میں ہے لیکن جو شخص اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے سو سب نے اس سے پینا شروع کر دیا مگر تھوڑے سے آدمیوں نے نہیں سو جب طالوت

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ یأتیکم التابوت قال العبد الضعیف فیہ التبرک بآثار الصالحین انتہی القول

جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۚ

اور جو مومنین ان کے ہمراہ تھے نہر سے پار اتر گئے کہنے لگے کہ آج تو ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں معلوم ہوتی

ترجمہ

قولہ تعالیٰ یأتیکم التابوت فیہ سکینۃ اس میں اصل ہے آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے کی۔

(کیونکہ طالوت غریب آدمی تھے) ان پیغمبر نے (جواب میں) فرمایا کہ (اول تو) اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلہ میں ان کو منتخب فرمایا ہے (اور انتخاب کی مصلحتوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں) اور (دوسرے) علم (سیاست) اور جسامت میں اس کو زیادتی دی ہے (اور بادشاہ ہونے کے لئے اس علم کی زیادہ ضرورت ہے تاکہ ملکی انتظام پر قادر ہو اور جسامت بھی بایں معنی مناسب ہے کہ موافق و مخالف کے قلب میں وقعت و ہیبت ہو) اور (تیسرے) اللہ تعالیٰ (مالک الملک ہیں) اپنا ملک جس کو چاہیں دیں (ان سے کوئی سوال کا منصب نہیں رکھتا) اور (چوتھے) اللہ تعالیٰ وسعت دینے والے ہیں (ان کو مال دیدینا کیا مشکل ہے جس کے اعتبار سے تم کو شبہ ہے اور) جاننے والے ہیں (کہ کون لیاقت سلطنت کی رکھتا ہے **لقیہ** وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ (الی قولہ) إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝ اور (جب ان لوگوں نے پیغمبر سے یہ درخواست کی کہ اگر کوئی ظاہری حجت بھی انکی منجانب اللہ بادشاہ ہونے کی ہم مشاہدہ کرلیں تو اور زیادہ اطمینان ہو جاوے اس وقت) ان سے انکے پیغمبر نے فرمایا کہ انکے (منجانب اللہ) بادشاہ ہونیکی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق (بدون تمہارے لائے ہوئے) آجاویگا جس میں تسکین (اور برکت) کی چیز ہے تمہارے رب کی طرف سے (یعنی تورات اور تورات کا منجانب اللہ ہونا ظاہر ہے) اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جن کو حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام چھوڑ گئے ہیں (یعنی ان حضرات کے کچھ ملبوسات وغیرہ غرض) اس صندوق کو فرشتے لے آویں گے اس (طرح سے صندوق کے آجانے) میں تم لوگوں کے واسطے پوری نشانی ہے اگر تم یقین لانے والے ہو **ف** اس صندوق میں تبرکات تھے جالوت جب بنی اسرائیل پر غالب آیا تھا یہ صندوق بھی لے گیا تھا جب اللہ کو اس صندوق کا پہنچانا منظور ہوا تو یہ سامان کیا کہ جہاں اس صندوق کو رکھتے وہاں ہی سخت سخت بلائیں نازل ہوتیں آخر ان لوگوں نے ایک گاڑی پر اس کو لاد کر بیلوں کو ہانک دیا فرشتے اس کو ہانک کر یہاں پہنچا گئے جس سے بنی اسرائیل کو بڑی خوشی ہوئی اور طالوت بادشاہ مسلم ہو گئے **لقیہ** فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ (الی قولہ) وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ پھر جب

اللغات التابوت الصندوق فعلوت من التوب فانہ لا یزال یرجع الیہ ما یخرج منہ ۱۲ بیضاوی الطعم ما یؤدیہ الذوق ولیس ہو نفس الذوق لمن فسرہ بہ علی ہذا فقد توسع وعلی التقدیرین استعمال طعم الماء بمعنی ذاق طعمہ مستفیض لا یعاب وما استعمالہ بمعنی شربہ واتخذہ طعاما فقبیح الا ان یقتضیہ المقام کذا فی روح المعانی الغرفۃ قال البیضاوی الغرفۃ من الماء ما یغترف بالید الخ ۱۲ من فاوت راسہ اذا شققتہ لو من فار اذا رجع فوزنہا فعۃ او فلۃ آہ ۱۲

النحو ما عندی من علیہا ان فالبقیۃ ہی ما ترک آل موسیٰ وآل ہارون سوا البقیۃ لبقائہا عنہما ۱۲ البلاغۃ الال مقحم لتفخیم شانہما ۱۲ بیضاوی تحملہ الملائکۃ حقیقۃ او مجازا علی حد حمل زید متاعی الیہ

لکنہ ۱۲ روح المعانی قلت واخترت المجاز لمساعدتہ القصۃ المنقولۃ قولہ فلیس منی فی روح المعانی ای من اشیاعی اولیس بمتحد بی و متحد معی من قولہم فلان منی کانہ بعضہ لشدۃ اتصالہ و ہی غیر تبعیضیۃ عند البعض وکانہا بیانیۃ عندہ و عینہا عند آخرین قولہ الا من اغترف استثناء من الموصول الاول وضمیرہ فی الخبر وفائدۃ تقدیم الجملۃ الثانیۃ الایذان بانہا من تتمۃ الاولیٰ وان الغرض منہا تاکید و تعمیم ما تنبیء عن الشرب من کل وجہ وافادۃ ان المغترف لیس بذائق حکما فیہ کدر ترخیص الاغتراف ولو اخرت لم تفد ہذہ الفوائد ولا ختل نظم لدلالۃ الاستثناء اذ ذاک علی ان المغترف متحد معہ ودلالۃ الجملۃ الثانیۃ بمفہومہا علی انہ غیر متحد معہ کذا فی روح المعانی ۱۲

قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ

ایسے لوگ جن کو یہ خیال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونے والے ہیں کہنے لگے کہ کثرت سے بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے غالب آگئی ہیں اور اللہ تعالیٰ

مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا

استقلال والوں کا ساتھ دیتے ہیں اور جب جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے میدان میں آئے تو کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر استقلال نازل فرمائیے اور ہمارے قدم جمائے رکھئے

وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ

اور ہم کو اس کافر قوم پر غالب کیجئے پھر طالوت والوں نے جالوت والوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے شکست دے دی اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر ڈالا اور ان کو

الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ

اللہ تعالیٰ نے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور بھی جو جو منظور ہوا ان کو تعلیم فرمایا

(بنی اسرائیل نے طالوت کو بادشاہ تسلیم کر لیا اور جالوت کے مقابلہ کے لئے لوگ جمع ہو گئے اور) طالوت فوجوں کو لے کر (اپنے مقام یعنی بیت المقدس سے عمالقہ کی طرف) چلے تو انہوں نے (بہ اطلاع پیغمبر کی وحی سے دریافت کر کے ساتھیوں سے) کہا کہ حق تعالیٰ (استقلال والے اور بے استقلالی میں) تمہارا امتحان کریں گے ایک نہر سے (جو راہ میں آوے گی اور شدت تشنگی کے وقت اس پر گذر ہوگی) سو جو شخص اس سے (افراط کے ساتھ) پانی پیوے گا وہ تو میرے ساتھیوں میں نہیں اور جو اس کو زبان پر بھی نہ رکھے (اور اصل حکم یہی ہے) وہ میرے ساتھیوں میں ہے لیکن جو شخص اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے (تو اتنی رخصت ہے غرض وہ نہر رستہ میں آئی پیاس کی تھی شدت) سو سب نے اس سے (بے تحاشا) پینا شروع کر دیا مگر تھوڑے سے آدمیوں نے ان میں سے (احتیاط کی کسی نے بالکل نہ پیا ہوگا کسی نے چلو سے زیادہ نہ پیا ہوگا) سو جب طالوت اور جو مؤمنین ان کے ہمراہ تھے نہر سے پار اتر گئے (اور اپنے مجمع کو دیکھا کہ تھوڑے سے آدمی رہ گئے اس وقت بعضے آدمی آپس میں) کہنے لگے کہ آج تو (ہمارا مجمع اتنا کم ہے کہ اس حالت سے) ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں معلوم ہوتی (یہ سن کر) ایسے لوگ جن کو یہ خیال (پیش نظر) تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونے والے ہیں کہنے لگے کہ کثرت سے (ایسے واقعات ہو چکے ہیں کہ) بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے غالب آگئی ہیں (اصل چیز استقلال ہے) اور اللہ تعالیٰ استقلال والوں کا ساتھ دیتے ہیں **ف** اس امتحان کی حکمت اور توجیہ احقر کے ذوق میں یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایسے مواقع پر جوش و خروش میں بھیڑ بھڑ کا بہت ہو جایا کرتا ہے لیکن وقت پر جمنے والے کم ہوتے ہیں اور اس وقت ایسوں کا اکھڑ جانا باقی لوگوں کے پاؤں بھی اکھاڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کا علیحدہ کرنا منظور تھا اس کا یہ امتحان مقرر کیا گیا جو کہ نہایت ہی مناسب ہے کیوں کہ قتال میں ضرورت استقلال و جفاکشی کی ہوتی ہے سو شدت پیاس کے وقت بے منت پانی ملنے پر ضبط کرنا دلیل استقلال کی اور اندھے باؤلوں کی طرح جا گرنا دلیل بے استقلالی کی ہے آگے خرق عادت ہے کہ زیادہ پانی پینے والے غیبی طور پر بھی زیادہ بے کار اور از کار رفتہ ہو گئے جیسا روح المعانی میں بسند ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور اس قصہ میں جو احوال و اقوال مذکور ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تین قسم کے لوگ تھے ناقص الایمان جو امتحان میں پورے نہ اترے اور کامل جو امتحان میں پورے اترے مگر اپنی قلت کی فکر ہوئی اور اکمل جن کو یہ فکر بھی نہیں ہوئی **بقیہ** وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ (الی قولہ) وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ اور جب (دیار عمالقہ میں پہنچے اور) جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے میدان میں آئے تو (دعا میں حق تعالیٰ سے) کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر (یعنی ہمارے قلوب پر) استقلال (غیب سے) نازل فرمائیے اور (مقابلہ کے وقت) ہمارے قدم جمائے رکھئے اور ہم کو اس کافر قوم پر غالب کیجئے **ف** اس دعا کی ترتیب بڑی پاکیزہ ہے کہ غلبہ کے لئے چوں کہ ثبات قدمی کی ضرورت ہے اس لئے پہلے اس کی دعا کی اور ثابت قدم کا مدار ثبات قلب پر ہے اس لئے اس سے پہلے ثبات قلب کی دعا کی **بقیہ** فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّهِ تفـ (الی قولہ) وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ پھر طالوت والوں نے جالوت والوں کو

اللغات برزوا واتل الجلی الارض الفضاء التی لا حجب فیہا یقال لمن صار فلان البروز الخروج الی البراز ای الارض البرازة الافراغ الصب کذا فی القاموس ۱۲

البلاغۃ قولہ مما یشاء ظاہر المقام مما شاء و لعل اختیار المضارع للافادۃ التجدد وقت شیئا فشیئا

او لانی عن لو ثم شار فیقال فی عطا ثم وثم ۱۲

لمحقات الترجمۃ لے قولہ اور اصل حکم الی قولہ رخصت تنبیہ علی ان عدم الطعم عزیمۃ والاغتراف رخصۃ فلا تعارض فیہما فافہم ۱۲ ۲ے قولہ پیش نظر تھا فالظن ہہنا بمعنی العرفان الکامل الذی ہو بمشاہدۃ

والظن مشترک معنوی مناوادہ الزعم بلا دلیل او خلاف دلیل ۱۲

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بعضے آدمیوں کو بعضوں کے ذریعہ سے دفع کرتے رہا کرتے ہیں تو سرزمین فساد سے پر ہو جاتی ہو لیکن اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں جہان والوں پر

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ

یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں　اور آپ بلاشبہ پیغمبروں　میں سے ہیں　یہ حضرات مرسلین ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے

وقف لازم

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى

بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے　بعضے ان میں وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوئے ہیں اور بعضوں کو ان میں بہت سے درجوں میں سرفراز کیا　اور ہم نے حضرت عیسیٰ بن مریم

ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ

علیہما السلام کو کھلے کھلے دلائل عطا فرمائے اور ہم نے انکی تائید روح القدس سے فرمائی　اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں باہم قتل و قتال نہ کرتے

مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ

بعد اس کے کہ ان کے پاس دلائل پہنچ چکے تھے　ولیکن وہ لوگ باہم مختلف ہوئے سو ان میں کوئی تو　ایمان لایا　اور کوئی کافر رہا　اور اگر اللہ تعالیٰ کو

۳۳ ع ۵ ۱

اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝

منظور ہوتا تو وہ لوگ باہم قتل و قتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہی کرتے ہیں

خدا تعالیٰ کے حکم سے شکست دیدی اور داود علیہ السلام نے (جو کہ اس وقت طالوت کے لشکر میں تھے اور اس وقت تک نبوت وغیرہ نہ ملی تھی) جالوت کو قتل کر ڈالا (اور مظفر و منصور واپس آئے) اور (اس کے بعد) انکو (یعنی داود علیہ السلام کو) اللہ تعالیٰ نے سلطنت اور حکمت (کہ یہاں عبارت نبوت سے ہے) عطا فرمائی اور بھی جو جو منظور ہوا انکو تعلیم فرمایا (جیسے بلا آلات زرہ بنانا اور جانوروں کی بولی سمجھنا آگے اس واقعہ کی مصلحت عامہ فرماتے ہیں) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بعضے آدمیوں کو (جو کہ مفسد ہوں) بعضوں کے ذریعہ سے (جو کہ مصلح ہوں وقتاً فوقتاً) دفع کرتے رہا کرتے ہیں (یعنی اگر مصلحین کو مفسدین پر غالب نہ کرتے رہتے) تو سرزمین (تمام تر) فساد سے پر ہو جاتی ولیکن اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں جہان والوں پر (اس لئے وقتاً فوقتاً اصلاح فرماتے رہتے ہیں)۔ **ف ۱** اور کبھی اس کا عکس جو ہو جاتا ہے اس میں کچھ اور مصلحتیں ہوتی ہیں لیکن اصل مقصود غلبہ اہل حق کا ہوتا ہے، چنانچہ آخر انجام اسی پر قرار پاتا ہے، جیسا کہ حدیث اور مشاہدہ دونوں شاہد ہیں **ف ۲** اس قصہ میں عیسائیوں نے کچھ شبہات کئے ہیں ان کا جواب مع تقریر شبہات تفسیر حقانی میں مذکور ہے **ربط** چونکہ قرآن کے اعظم مقاصد سے اثبات نبوت محمدیہ بھی ہے اس لئے اکثر جس جگہ کسی مضمون کے ساتھ مناسبت ہونے سے موقع ہوتا ہے وہاں اس کا اعادہ کیا جاتا ہے، چنانچہ اس مقام پر اس قصہ کی صحیح خبر دینا ایسے طور پر کہ نہ آپ نے کہیں پڑھا نہ کسی سے سنا نہ آپ نے دیکھا بوجہ معجزہ ہونے کے صریح دلیل ہے صدق دعویٰ نبوت کی اس لئے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر استدلال فرماتے ہیں **استدلال بر نبوت محمدیہ** تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ یہ (آیتیں جن میں یہ قصہ مذکور ہوا) اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور (اس سے ثابت ہوتا ہے کہ) آپ بلاشبہ پیغمبروں میں سے ہیں **ربط** چونکہ اوپر کی آیت میں ضمناً پیغمبروں کا مجملاً ذکر آگیا تھا اس لئے اگلی آیت میں کسی قدر تفصیل ان میں سے بعض حضرات کے احوال و کمالات کی اور پھر ان کے ذکر کی مناسبت سے ان کے امم کی ایک حالت خاصہ اور اس حالت کے واقع فی الوجود ہونے کے متضمن حکمت و مصلحت الٰہیہ ہونے کی طرف اشارہ یہ سب مضامین مذکور ہوتے ہیں **تفصیل احوال بعض انبیاء و امم** تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (الی قولہ) وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ تلک الرسل الخ قال العبد الضعیف فیہ ان لا یفضل بعض الاولیاء ولا یرجحہ علی بعض بالرای المحض ویجوز ذکر الفضائل لقولہ تعالیٰ منھم من کلم اللّٰہ الخ انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ تلک الرسل الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ بعض اولیاء کو بعض پر رائے محض سے ترجیح نہ دینا چاہیے البتہ ان کے واقعات ذکر کر دینا جائز ہے جیسا کہ یہاں مذکور ہے منھم من کلم اللّٰہ الخ

النحو درجات قیل منتصب علی المصدر لان الدرجۃ بمعنی الرفعۃ وقیل التقدیر علی اوالی او فی درجات فلما حذف حرف الجر وصل الفعل بنفسہ کذا فی روح المعانی قلت وقد اخترت تقدیر فی ۱۲

البلاغۃ فی الکشاف فان قلت فلم خص موسیٰ وعیسیٰ من بین الانبیاء بالذکر قلت لما اوتیا من الآیات العظیمۃ والمعجزات الباہرۃ قولہ ولو شاء اللّٰہ ما اقتتلوا فی الانتصاف قال محمود کرر لیت کید قال احمد و ورسوا التاکید مما خص منہ وبما ان العرب متی بنت اول کلامہا علی مقصد ثم اعترضہا مقصد

آخر وارادت الرجوع الی الاول قصدت ذکرہ اما بتلک العبارۃ او بقریب منہا وفی کتاب اللہ مواضع فی ہذا المعنی منہا قولہ تعالیٰ من کفر باللہ من بعد ایمانہ الی صدرا ومنہا قولہ ولولا رجال مومنون الی قولہ کفروا منہم وغیرہ ۱۲ آیۃ من ہذا النمط عند العود الکلام بان افتتحہ بما کان علی وفق المشیۃ ثم طال الکلام اراد بیان من ہیۃ ہذا حسبک کما نقلت فی ہذا العرض خاص دو اتصال ان اظہر فی نافذۃ فی کل شئ واتبع ذکر المشیۃ بالاقتتال منبوہ ثم صحیح المشیۃ بما الکلام موقوف بحکم تاسع بالنسبۃ الی العبد برتابع لسر ۱۲

47 / 200

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ

اے ایمان والو　خرچ کرلو ان چیزوں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں قبل اس کے کہ وہ دن آجاوے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہوگی　اور نہ دوستی ہوگی

وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

اور نہ کوئی سفارش ہوگی　اور کافر ہی لوگ ظلم کرتے ہیں

بُرِیْدُ ○ یہ حضرات مرسلین (جن کا ذکر ابھی اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ میں آیا ہے) ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے (مثلاً) بعضے ان میں وہ ہیں جنسے اللہ تعالیٰ (بلاواسطہ فرشتہ کے) ہم کلام ہوئے ہیں (مراد موسیٰ علیہ السلام) اور بعضوں کو ان میں بہت سے درجوں میں (اعلیٰ مقام سے) سرفراز کیا اور ہمنے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو کھلے کھلے دلائل (یعنی معجزات) عطا فرمائے اور ہم نے انکی تائید روح القدس (یعنی جبریل علیہ السلام) سے فرمائی (کہ ہر وقت ہمدوش ہو کر انکی حفاظت کرنے کے لئے ساتھ رہتے تھے) اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو (امتکے) جو لوگ ان (پیغمبروں) کے بعد ہوئے ہیں کبھی دین میں اختلاف کرکے) باہم قتل و قتال نہ کرتے بعد اس کے کہ ان کے پاس (امر حق کے) دلائل (پیغمبروں کی معرفت) پہنچ چکے تھے (جنکا مقتضا دین حق کے قبول پر متفق رہنا) لیکن (چونکہ اللہ تعالیٰ کو بعض حکمتیں منظور تھیں اس لئے انمیں اتفاق دینی پیدا نہیں کیا بلکہ) وہ لوگ باہم (دین میں) مختلف ہوئے سو انمیں کوئی تو ایمان لایا اور کوئی کافر رہا (پھر اس اختلاف میں نوبت بہ قتل و قتال بھی پہنچ گئی) اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ باہم قتل و قتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ (اپنی حکمت سے) جو چاہتے ہیں (اپنی قدرت سے) وہی کرتے ہیں **ف** احقر کے ذوق میں اس مضمون میں ایک گونہ تسلی دینا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یعنی جب آپ کی رسالت دلیل سے ثابت تھی جس کو اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ میں بھی بیان فرمایا ہے اور پھر بھی منکرین نہ مانتے تھے تو یہ محل تھا آپ کے رنج و افسوس کا اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ بات سنادی کہ اور بھی پیغمبر مختلف درجوں کے گذرے ہیں لیکن ایمان عام کسی کی امت میں نہیں ہوا، کسی نے موافقت کی کسی نے مخالفت اور اس میں بھی حق تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں گو ہر شخص پر منکشف نہ ہوں مگر اجمالاً اتنا عقیدہ ضروری الثبوت والتسلیم ہے کہ کوئی حکمت ضرور ہے اور زیادہ تفصیل اس مسئلہ تقدیر کی شروع سورۃ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ و آیت خَتَمَ اللّٰہُ الخ میں مذکور ہو چکی ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہمکلامی گو بلاواسطہ فرشتہ کے ہو مگر بے حجاب نہ تھی پس سورۂ شوریٰ میں جو آیت ہے مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ الخ اس سے کچھ تعارض نہیں البتہ بعد موت کے بے حجاب ہونا بھی شرعاً ممکن ہے پس وہ آیت دنیا کے اعتبار سے ہے **ربط** اوپر آیۃ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا کے ذیل میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ابواب البر میں سے دو امر کا بیان زیادہ اہتمام سے ہوا ہے انمیں سے ایک انفاق فی سبیل اللہ ہے چنانچہ آئندہ رکوع اور اس سے تیسرا رکوع اور اس سے آگے کا اور پھر اس سے آگے کا سب اسی مضمون سے شروع ہوئے ہیں اور مقصود سب جگہ جداگانہ ہے چنانچہ یہاں طرز کلام میں غور کرنے سے زیادہ مقصود ترغیب دینا معلوم ہوتا ہے تعجیل فی الانفاق کی اور گنجائش مال اور وقت کو غنیمت سمجھنے کی **تعجیل انفاق فی سبیل اللہ** یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا (الی قولہ) وَالْکٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ اے ایمان والو خرچ کرلو ان چیزوں سے جو ہمنے تم کو دی ہیں قبل اس کے کہ وہ دن آجاوے (یعنی قیامت کا دن) جسمیں (کوئی چیز اعمال خیر کا بدل نہ ہو سکے گی کیونکہ اس میں) نہ تو خرید و فروخت ہوگی (کہ کوئی چیز دیکر اعمال خیر خرید کرلو) اور نہ (ایسی) دوستی ہوگی، (کہ کوئی تمکو اپنے اعمال خیر دیدے) اور نہ (بلا اذن الٰہی کسی کی) کوئی سفارش ہوگی (جس سے اعمال خیر کی تمکو حاجت نہ رہے) اور کافر ہی لوگ ظلم کرتے ہیں (کہ اعمال اور مال کو بے موقع استعمال کرتے ہیں اس طرح کہ طاعات بدنیہ و مالیہ کو ترک اور معصیت مالیہ و بدنیہ کو اختیار کرتے ہیں تو تم ایسے مت ہو) **ف** مطلب یہ ہے کہ جو عمل خیر دنیا میں فوت ہو جاوے گا پھر وہاں اس کا کچھ تدارک قدرت کے خارج ہو جاوے گا چنانچہ تدارک کے طریقوں میں سے بعض طریقے تو خود نہ ہونگے جیسے بیع اور بعضے عام نہ ہونگے جیسے دوستی بعضے اختیاری نہ ہونگے جیسے شفاعت کیونکہ داخل تحت القدرۃ ہونے کے لئے تو یہ سب امور ضروری ہیں خود اس طریقہ کا وجود پھر عموم یعنی اکثری ہونا پھر اختیاری ہونا پس اس سے نہ تو مطلق دوستی کی نفی لازم آئی چنانچہ قرآن مجید میں اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ

ملحقات الترجمہ لـ قولہ خرچ کرلو اشار بہذا العنوان الی کون محط الفائدۃ تعجیلہ لا ایجابہ فید خل فیہ القرض والنفل کما عزاہ فی روح المعانی الی ابن جریج والمنجی وقال وجعل ہذا لمطلق الطلب ولیس فیما بعد سوی الاخبار باھوال یوم القیامۃ وشدائدھا ترغیبا فی الانفاق ولیس فیہ وعید علی ترکہ تعیین بالوجوب ۱۲ ۲ قولہ اعمال خیر دے ای عموما وعادۃ فلا یعارض ما ورد ان بعضھم یجی فی میزان حسنۃ تنقص حسنۃ فیعثر علیہ بعض اہل الموقف ولا یکون عندہ الا حسنۃ واحدۃ فیھبہا لہ فیغفران ۲ع لان النادر کالمعدوم ہذا لو ثبت روایۃ کما ہو فی ذکری اجمالاً والا فلا اشکال راسًا واللہ اعلم ۱۲

5 / 200

اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السموت وما فی الارض

اللہ تعالیٰ اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں زندہ ہے سنبھالنے والا ہے نہ اس کو اونگھ دبا سکتی ہے اور نہ نیند اسی کے مملوک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں

من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیہم وما خلفہم ولا یحیطون بشیء

ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے وہ جانتا ہے ان کے تمام حاضر و غائب حالات کو اور وہ موجودات اسکے معلومات میں سے کسی چیز

من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السموت والارض ولا یؤدہ حفظہما وہو

کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لا سکتے مگر جس قدر چاہے اس کی کرسی نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان دونوں کی حفاظت کچھ گراں نہیں گزرتی اور

العلی العظیم ○

وہ عالی شان عظیم الشان ہے

لبعض عدوالا المتقین سے وجو خُلت کا اوا گلی ہی آیت من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ سے وجو شفاعت کا خود مفہوم منصوص ہے لیکن اس خلت و شفاعت پر بھی اعمال خیر کی کسی درجہ میں تو حاجت ہوگی اقل درجہ ایمان ہی ہی اور مقصود اس سے قیامت کے دن ثمرات اعمال خیر کے اکتساب پر قادر نہ ہونے کا یاد دلانا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مقصود وعید سنانا ہے ترک انفاق پر اس لئے انہوں نے اس انفاق سے زکوٰۃ مراد لی ہے اور فرض کا ترک موجب وعید ہوتا ہے اور کافر کی تفسیر تارک زکوٰۃ سے بناءً علی الزجر کی ہے واللہ اعلم **ربط** اوپر کی آیت میں شفاعت بلا اذن کی نفی سے جس طرح قیامت کے دن اعمال خیر پر قدرت نہ ہونا ثابت ہوتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ کی عظمت شان بھی مفہوم ہوتی ہے کہ ان کے روبرو کسی کو مجال دم زدن نہیں ہے اس مناسبت سے اگلی آیت میں کہ ملقب بآیۃ الکرسی ہے توحید ذات و کمال صفات کا ذکر فرماتے ہیں کہ عظمت شان کی خوب توضیح و تاکید ہو جاوے **توحید ذات و صفات** اللہ لا الہ الا ہو (الی قولہ) وہو العلی العظیم ○ اللہ تعالیٰ (ایسا ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں زندہ ہے (جسکو کبھی موت نہیں آسکتی) سنبھالنے والا ہے (تمام عالم کا) نہ اسکو اونگھ دبا سکتی ہے اور نہ نیند (دبا سکتی ہے) اسی کے مملوک ہیں سب جو کچھ (بھی) آسمانوں میں ہیں (موجودات) ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس (کسی کی) سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے وہ جانتا ہے ان (موجودات) کے تمام حاضر اور غائب حالات کو اور وہ موجودات اس کے معلومات میں سے کسی چیز کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لا سکتے مگر جس قدر (علم دینا وہی) چاہے اس کی کرسی (اتنی بڑی ہے کہ اس) نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان دونوں (آسمان اور زمین) کی حفاظت کچھ گراں نہیں گزرتی اور وہ عالیشان عظیم الشان ہے **ف** قیامت میں انبیاء و اولیاء گنہگاروں کی شفاعت کریں گے وہ اول حق تعالیٰ کی مرضی پالیں گے جب شفاعت کریں گے اور کرسی ایک جسم ہے عرش سے چھوٹا اور آسمانوں سے بڑا جیسا روح المعانی میں بسند ابن جریر اور ابو الشیخ اور ابن مردویہ بروایت حضرت ابوذر مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرسی کی نسبت پوچھا آپ نے فرمایا اے ابوذر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے ایک حلقہ یعنی چھلا ایک بڑے میدان میں پڑا ہو اور عرش اس کرسی سے اتنا بڑا ہے جیسے وہ میدان اس چھلے سے بڑا ہے اور بسند دارقطنی و خطیب بروایت حضرت ابن عباسؓ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی تفسیر پوچھی گئی آپ نے کرسی کو بتلا کر فرمایا کہ عرش کی کوئی حد ہی نہیں بتلا سکتا اور علو کا حاصل نفی ہے صفات نقص کی اور عظمت کا حاصل اثبات ہے صفات کمال کا **ربط** اوپر آیت وانک لمن المرسلین میں رسالت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور آیۃ الکرسی میں توحید

اللغات القیوم قال البیضاوی من قام بالامر اذا حفظ قلت فہو لازم و ترجمت بالمتعدی اخذا بالحاصل بالاحاطۃ بالشیء علما علی کما ہو کذا فی روح المعانی الکرسی منسوب الی الکرس وہو الملبد ای المجتمع بعضہا علی بعض ۱۲ من البیضاوی ولا یؤدہ کذا فی روح المعانی لا یثقلہ ماخوذ من الاود بمعنی الاعوجاج لان الثقیل یمیل لہ المحتمہ ۱۲

البلاغۃ لا تاخذہ کذا فی روح المعانی وتقدیم السنۃ علیہ وقیاس المبالغۃ یقتضی التاخیر مراعاۃ للترتیب الوجودی فتقدمہا علی النوم فی الخارج قدمت علیہ فی اللفظ وقال بعض المحققین بنا

کلہ انما یحتاج الیہ اذا اخذ الاخذ بمعنی العروض والاعتراء واما لو اخذ بمعنی القہر والغلبۃ کما ذکرہ الراغب من ائمۃ اللغۃ ومنہ قولہ تعالیٰ اخذ عزیز مقتدر فالترتیب علی مقتضی الظاہر اذ یکون المعنی لا تغلبہ السنۃ ولا النوم الذی ہو اکثر غلبۃ منہا قلت وقد اخذتہ فی الترجمۃ بمعنی الغلبۃ یعلم ما بین ایدیہم فی روح المعانی ضمیر الجمع یعود الی ما فی السموت الخ الا انہ غلب من یعقل علی غیرہ قلت وبالتغلیب ترجمت ۱۲

ملحقات الترجمۃ لہ قولہ حاضر کذا فی جامع البیان ۱۲ **۲ہ قولہ** فی ف فارق بین العلو

العظمۃ اخذہ قول البیضاوی والروح العلی المتعالی عن الانداد والاشباہ و عن امارات النقص ۱۲

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ

دین میں زبردستی نہیں　ہدایت یقیناً گمراہی سے　ممتاز ہوچکی ہے　سو جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو　اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

تو اس نے　بڑا مضبوط　حلقہ تھام لیا　جس کو کسی طرح شکستگی　نہیں　اور اللہ تعالےٰ خوب سننے والے ہیں　اور خوب جاننے والے ہیں

حق سبحانہ و تعالیٰ کی مذکور ہوئی ہے اور یہی دو امر اصل الاصول ہیں دین اسلام کے تو ان کے اثبات سے دین اسلام کی حقانیت بھی لازمی طور پر ثابت ہوگئی آیت آئندہ میں اسی پر تفریع کر کے اسلام کا محل اکراہ نہ ہونا ارشاد فرماتے ہیں **نفی اکراہ فے الدین** لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (الی قولہ) وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ دین (اسلام کے قبول کرنے) میں زبردستی (کا فی نفسہ کوئی موقع) نہیں (کیونکہ) ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہوچکی ہے (یعنی اسلام کی خوبی دلائل قطعیہ سے فی نفسہ واضح ہے اور اکراہ اس امر میں ہوتا ہے جس کی خوبی واضح نہ ہو اور اسی سے تو ضرورت اکراہ کی ہوتی ہے، اس لئے اسلام فی نفسہ محل اکراہ نہیں ہوسکتا جب اسلام ایسی چیز ہے جس کی خوبی یقیناً ثابت ہے) سو جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو (یعنی اسلام قبول کرے) تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں (ہوسکتی) اور اللہ تعالےٰ خوب سننے والے ہیں (اقوال ظاہری کے) اور خوب جاننے والے ہیں (احوال باطنی کے سو اگر کوئی صرف زبان سے اسلام لے آوے گا اور دل میں کفر رکھے گا تو ہم سے نہیں چھپ سکتا ہم آپ ہی اس سے سمجھیں گے اس لئے جو اسلام قبول کرے صدق دل سے کرے) **ف** اسلام کو مضبوط پکڑنے والا چونکہ ہلاکت و خسران سے محفوظ رہتا ہے اس لئے اس کو ایسے شخص سے تشبیہ دی جو کسی مضبوط رسی کا حلقہ ہاتھ میں مضبوط تھام کر گرنے سے مامون رہتا ہے اور جس طرح ایسی رسی کے ٹوٹ کر گرنے کا خطرہ نہیں اور یوں کوئی رسی ہی چھوڑ دے تو اور بات ہے اسی طرح اسلام میں بطلان کا احتمال نہیں جو مفضی الی الہلاک ہو اور خود کوئی اسلام ہی کو چھوڑ دے وہ اور بات ہے اور مقصود آیت کا اسلام کی خوبی کا واضح و ثابت بالدلیل ہونا ہے جس کو اس عنوان خاص سے بیان فرمایا گیا، اسی لئے نفی اکراہ میں فی نفسہ کی قید ظاہر کر دی ہے[۱] سو اگر مرتد یا کافر حربی پر بوجہ خفاء دلیل کے اکراہ کیا جاوے جیسا شریعت میں حکم ہے تو یہ نفی اکراہ فی نفسہ کے معارض نہیں اور یہ اکراہ بھی صورت دین پر ہوگا نہ کہ حقیقت دین پر کیونکہ قلب پر اطلاع کا کوئی یقینی طریق نہیں اور جہاد میں صورت دین پر بھی اکراہ کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ مشروعیت جزیہ دلیل صریح ہے کہ مقصود جہاد سے اسلام کا غالب رہنا ہے خواہ مخالف کے اسلام سے یا صرف رعیت بننے سے ہو اور اس نفی اکراہ سے نہی عن الاکراہ بھی لازم آگئی، اس لئے بعض نے نہی کے ساتھ اس کی تفسیر کی ہے یعنی دین میں اکراہ مت کرو خوب سمجھ لو **ربط** اوپر اسلام کے حق ہونے کا اور کفر کے باطل ہونے کا بیان کرنا مقصود تھا گو استطراداً یعنے تبعاً مؤمن کی خوبی بھی ذکر کر دی گئی تھی اب آیت آئندہ میں خود صاحب ایمان کی خوبی اور کافر کی مذمت و شناعت کا بیان مقصوداً فرماتے ہیں

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ لا انفصام لہا قال العبد الضعیف دلیل علی عدم قطع النسبۃ بعد حصولہا انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ لا انفصام لہا اس میں دلیل ہے اس پر کہ نسبت مع اللہ (جو کہ عروہ وثقیٰ ہے) حصول کے بعد منقطع نہیں ہوتی

اللغات الطاغوت الشیطان فعلوت من الطغیان قلبت (قلباً مکانیاً) عینہ لامہ بیضاوی تلخیصاً اصلہ طغیوت ثم طیغوت ثم طاغوت وہو مصدر او اسم جنس یستعمل مفرداً وجمعاً ومذکراً ومؤنثاً العروۃ من الدلو والکوز المقبض ۱۲ ق من حاشیۃ البیضاوی ۱۲

البلاغۃ فقد استمسک بالعروۃ یجوز ان یجعل الکلام تمثیلاً مبنیاً علی تشبیہ الہیئۃ العقلیۃ المنتزعۃ من ملازمۃ الحق الذی لا یحتمل النقیض بوجہ اصلاً لثبوتہ بالبراہین النیرۃ القطعیۃ بالہیئۃ الحسیۃ المنتزعۃ من التمسک بالحبل المحکم المامون انقطاعہ من غیر تعرض لمفردات واختار ذلک بعض المحققین ولا یخلو عن حسن ۱۲ روح المعانی ۱۲

الروایات فی لباب النقول روی ابو داؤد والنسائی وابن حبان عن ابن عباس قال کانت المرأۃ تکون مقلاۃ فتجعل علی نفسہا ان عاش لہا ولد ان تہوده فلما اجلیت بنو النضیر کان فیہم من ابناء الانصار فقالوا لا ندع ابناءنا فانزل اللہ لا اکراہ فی الدین واخرج ابن جریر من طریق سعید او عکرمۃ عن ابن عباس قال نزلت لا اکراہ فی الدین فی رجل من الانصار من بنی سالم بن عوف یقال لہ الحصین کان لہ ابنان نصرانیان وکان ہو مسلماً فقال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم الا استکرہہما فانہما قد ابیا الا النصرانیۃ فانزل اللہ الآیۃ ۱۲

حاشیہ [۱] قولہ سو اگر الخ یعنی خفاء عارضی منافی نہیں ہے ثبوت و وضوح فی نفسہ کے باقی رہا کہ اکراہ میں ان دونوں کی کیا تخصیص ہے سو دوسری مستقل دلیلیں اس پر قائم ہیں ۱۲ منہ

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ

اللہ تعالیٰ ساتھی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے انکو تاریکیوں سے نکال کر یا بچا کر نور کی طرف لاتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے ساتھی شیاطین ہیں وہ

يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى

ان کو نور سے نکال کر یا بچا کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں یہ لوگ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے کیا تجھ کو اس شخص

ع ۳۴ ۲

وقف لازم

الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ

کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مباحثہ کیا تھا اپنے پروردگار کے بارہ میں اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نے اسکو سلطنت دی تھی جب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میرا پروردگار

يُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ

ایسا ہے کہ وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے، کہنے لگا میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے

فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

تو مغرب سے نکال دے اس پر متحیر رہ گیا وہ کافر اور اللہ تعالیٰ ایسے بے جا راہ پر چلنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتے

مدح مومن و ذم کافر اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الیٰ قولہ) هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اللہ تعالیٰ ساتھی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے ان کو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر یا بچا کر نور (اسلام) کی طرف لاتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں انکے ساتھی شیاطین ہیں (انسی یا جنی) وہ ان کو نور (اسلام) سے نکال کر یا بچا کر (کفر کی) تاریکیوں کی طرف لیجاتے ہیں ایسے لوگ (جو اسلام کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کریں) دوزخ میں رہنے والے ہیں (اور) یہ لوگ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے **ف** بعضے تو پہلے ہی سے مسلمان یا کافر ہوتے ہیں اور بعضے ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کر لیتے ہیں اس لئے احقر نے دونوں جگہ دو لفظ لکھ دیئے ہیں نکال کر یا بچا کر **ربط** اوپر ذکر تھا اہل ایمان کے نور اور اہل کفر کے ظلمات کا آگے اس کی تائید اور تنظیر میں تین قصے بیان فرماتے ہیں جن میں حضرت ابراہیم یا ایک اور بندۂ خدا کو نور ہدایت و قوت ایمان عطا ہونا اور نمرود کا ظلمت ضلالت و کفر میں گرفتار رہنا مذکور ہے **قصہ اول** اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ (الیٰ قولہ) وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (اے مخاطب) کیا تجھ کو اس شخص کا قصہ تحقیق نہیں ہوا (یعنی نمرود کا) جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مباحثہ کیا تھا اپنے پروردگار کے (وجود کے) بارہ میں (یعنی توبہ توبہ وہ خدا کے وجود کا منکر تھا) اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو سلطنت دی تھی (یعنی چاہیئے تو یہ تھا کہ نعمت سلطنت پر احسان مانتا اور ایمان لاتا اس نے برعکس انکار اور کفر شروع کر دیا اور یہ مباحثہ اس وقت ہوا تھا) جب ابراہیم علیہ السلام نے (اسکے پوچھنے پر کہ خدا کیسا ہے جواب میں) فرمایا کہ میرا پروردگار ایسا ہے کہ وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے (یعنی یہ اس کے خواص صفات سے ہیں وہ کوڑھ مغز جلانے اور مارنے کی حقیقت تو سمجھا نہیں) کہنے لگا کہ (یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں کہ) میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں (چنانچہ جسکو چاہوں قتل کر دوں یہ تو مارنا ہے اور جسکو چاہوں قتل سے معاف کر دوں یہ جلانا ہے) ابراہیم علیہ السلام نے (جب دیکھا کہ بالکل ہی بھدی عقل کا ہے کہ اس کو جلانا اور مارنا سمجھتا ہے حالانکہ جلانے کی حقیقت یہ ہے کہ بیجان چیز میں جان ڈال دے نہ یہ کہ اس کو چھوڑ دے اسی طرح مارنا یہ ہے کہ اس کی جان اپنے اختیار سے نکالے نہ یہ کہ مثلاً کسی کی گردن الگ کر دے اور جان بدون اسکے اختیار کے نکلجاوے ورنہ یہ اختیار بھی ہونا چاہیئے تھا کہ گردن الگ کرے اور جان نہ نکلنے دے اور قرائن سے معلوم ہوا کہ یہ جلانے اور مارنے کی حقیقت تو سمجھے گا نہیں اس ضرورت سے دوسرے جواب کیطرف متوجہ ہوئے اور) فرمایا کہ (اچھا) اللہ تعالیٰ آفتاب کو (روز کے روز) مشرق سے نکالتا ہے تو (ایک ہی دن) مغرب سے نکال کر دکھلا دے اس پر متحیر رہ گیا وہ کافر (اور کچھ جواب بن نہ آیا اب اس کا مقتضا یہ تھا کہ طریق ہدایت کو قبول کر لیتا مگر وہ اپنی اسی بے جا راہ پر جما رہا اس لئے ہدایت نہ ہوئی) اور اللہ تعالیٰ (کی عادت ہے کہ) ایسے بے جا راہ

اللغات البہت الغلبۃ کقولہ فتبہتہم ای تغلبہم والمبہوت المغلوب المتحیر ۱۲ **البلاغۃ** افرد النور وجمع الظلمات لان الباطل متعدد والحق واحد ہو نفی جمیع انواع الباطل ۱۲ ان اتٰہ ای حاج لاجلہ شکرا علی طریقۃ العکس بقولک عادیتنی لانی احسنت الیک ۱۲ **الملحقات الترجمۃ** **لہ** قولہ فی الموضعین ساتھی اخذہ من الولی بمعنی القرب مع قطع النظر عن المحبۃ لیبقی الاتحاد فی التفسیرین لعدم لزوم التکلف فی ولایۃ الطاغوت لانہم لیسوا اولیاء ۱۲

تحقیق جب اعاد کہ بدل علیہ الآیات صریحا ۱۲ **۲ قولہ** نکال کر یا بچا کر یاخذہ مافی روح المعانی قیل ان الاخراج قد یکون بمعنی المنع وہو لا یقتضی سابقیۃ الدخول ام قلت فلا حاجۃ الی التکلف ۱۲ **۳ قولہ** اس کے خواص الخ اشارۃ الی حاصل الاستدلال وہو الاستدلال بخواص الشیٔ علی وجودہ لان ہذا التابع لا یوجد بدون المتبوع ولا المتبوع الا ذاک الشیٔ فلا ثبت التابع ثبت ذاک الشیٔ ہذا ظاہر جواد حاصل ما ینتقض اثبات تلک الخواص لنفسہ انکار مبطلا فیہ ۱۲ **۴ قولہ** جب دیکھا اشارۃ الی جواز الانتقال من دلیل الی آخر لضرورۃ غیرہ ای المخاطب من کونہ ضعیف الفہم وما اشتہر من عدم جوازہ انما ہو لضرورۃ نفسہ من العجز عن اثبات الاول نافہم ۱۲ **۵ قولہ** اچھا یہ لفظ نفسی موضع الانتقال ۱۲

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ اللّٰہ ولی الذین آمنوا قال العبد الضعیف فیہ اثبات الولایۃ العامۃ انتہی القول

قولہ تعالیٰ اذ قال ابراہیم ربی الذی یحیی الخ قال العبد الضعیف فیہ ان المحاجۃ اذا الجیٔ الیہا لضرورۃ الدین لا ینافی التجرید والتفرید خصوصا للکامل وفیہ ایضا ابطال المذہب انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ اللّٰہ ولی الذین امنوا اس میں اثبات ہے ولایت عامہ کا

قولہ تعالیٰ اذ قال ابراہیم ربی الذی یحیی الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ مباحثہ کرنا جب ضرورت دینیہ واقع ہو تجرید و تفرید کے منافی نہیں خصوص کامل کیلئے نیز اس میں ابطال ہے مداہنت کا

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا

یا تم کو اس طرح کا قصہ بھی معلوم ہے جیسے ایک شخص تھا کہ ایک بستی پر ایسی حالت میں اس کا گذر ہوا کہ اس کے مکانات اپنی چھتوں پر گر گئے تھے کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کو اسکے مرے پیچھے کس کیفیت سے

فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل

سو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو برس تک مردہ رکھا پھر اس کو زندہ کر اٹھایا پوچھا کہ تو کتنی مدت اس حالت میں رہا اس شخص نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہونگا یا ایک دن سے بھی کم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو

لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ

سو برس رہا ہے تو اپنے کھانے پینے کی چیز کو دیکھ لے کہ نہیں سڑی گلی اور اپنے گدھے کی طرف نظر کر اور تا کہ ہم تجھ کو ایک نظیر لوگوں کے

آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ

لئے بناویں اور ہڈیوں کی طرف نظر کر کہ ہم ان کو کس طرح ترکیب دیئے دیتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھائے دیتے ہیں پھر جب یہ سب کیفیت اس شخص کو واضح ہوگئی تو کہہ اٹھا کہ

أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○

میں یقین رکھتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں

پر چلنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتے (بلکہ عادت یہ ہے کہ اول کوئی ارادہ قبول حق کا کرے پھر ہدایت کو پیدا کر دیتے ہیں اور افعال اختیاریہ میں جو ارادہ نہ کرے اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا نہیں کرتے) **ف۱** اگر کہا جاوے کہ ارادہ بھی تو ان ہی کے پیدا کرنے پر موقوف ہے جواب یہ ہے کہ یہ راز قدر ہے اسکی تحقیق آیہ ان الذین کفروا شروع سورت میں دیکھ لی جاوے **ف۲** بعضوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ اس کو اس کہنے کی گنجائش تھی کہ اگر خدا موجود ہے تو وہی مغرب سے نکالے دفع اس شبہ کا یہ ہے کہ اس کے قلب میں بلا اختیار یہ بات پڑ گئی کہ خدا ضرور ہے اور یہ مشرق سے نکالنا اسی کا فعل ہے اور وہ مغرب سے بھی نکال سکتا ہے اور یہ شخص پیغمبر ہے اس کے کہنے سے ضرور ایسا ہو جاوے گا اور ایسا ہونے سے انقلاب عظیم عالم میں پیدا ہوگا کہیں اور لینے کے دینے نہ پڑ جاویں مثلاً لوگ اس خارق عادت کو دیکھ کر مجھ سے منحرف ہو کر انکی راہ پر ہو لیں ذرا سی حجت میں سلطنت جاتی رہے یہ جواب تو اس لئے نہ دیا اور کوئی دوسرا جواب تھا ہی نہیں اس لئے حیران منہ دیکھ کر رہ گیا خوب سمجھ لو **قصۂ دوم** اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا (الی قولہ) قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

یا تم کو اس طرح کا قصہ بھی معلوم ہے جیسے ایک شخص تھا کہ (چلتے چلتے) ایک بستی پر ایسی حالت میں اس کا گذر ہوا کہ اس کے مکانات اپنی چھتوں پر گر گئے تھے (یعنی پہلے چھتیں گریں پھر ان پر دیواریں گر گئیں مراد یہ کہ کسی حادثہ سے وہ بستی بالکل ویران ہو گئی تھی اور سب آدمی مر مرا گئے تھے وہ شخص یہ حالت دیکھ کر براہ حیرت) کہنے لگا کہ (معلوم نہیں) اللہ تعالیٰ اس بستی کو (یعنے اس کے مردوں کو) اس کے مرے پیچھے کس کیفیت سے (قیامت میں) زندہ کریں گے (یہ تو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں مردوں کو جلاویں گے مگر اس وقت کے جلانے کا جو خیال غالب ہوا تو بوجہ امر عجیب ہونے کے ایک حیرت سی دل پر غالب ہو گئی اور چونکہ خدا تعالیٰ ہر ایک کام کو کئی طرح کر سکتے ہیں اس لئے طبیعت اس کی جویاں ہوئی کہ خدا جانے جلانا کس صورت سے ہوگا اللہ تعالیٰ کو

اللغات لم يتسنه في روح المعاني لم يتغير اشتقاقه من السنة وفي لامها اختلاف نقيل ها بدليل سانهت فلانا فهو مجزوم بسكون الهاء وقيل واو بدليل الجمع على سنوات فهو مجزوم بحذف الآخر والهاء للسكت وقيل اصله لم يتسنن من الحمأ المسنون وابدلت الاخيرة ياء ثم الفاً ثم حذفت للجازم قوله كيف ننشزها مع بعضها الى بعض ونركبه عليه وقرأ ابن كثير ونافع وابو عمرو ويعقوب ننشرها بالراء المهملة من انشر الله الموتى وفي القاموس والنشر احياء الموتى كالنشور والانشار كذا قال البيضاوي و العصام **النحو والبلاغة** او كالذي عطف على سابقه والكاف اسمية بمعنى مثل معمولة لارأيت اي او رأيت مثل الذي مر والى ذلك ذهب الكسائي والفراء وابو علي واكثر النحويين وحذف ارأيت لدلالة الم تر اليه عليه وقد قيل ان مثل هذا النظم كثيراً ما يحذف منه فعل الروية كقوله قال لهم كلا بهما سرحى وكاليوم مطلوباً ولا طلبا وجئ بهذه الكاف تنبيهاً على تعدد الشواهد وعدم انحصارها في ما ذكر كما في قولك الفعل الماضي مثل نصر وتخصيص هذا بذلك على ما قيل لان منكر الاحياء كثير والجاهل بكيفيته اكثر من ان يحصى بخلاف مدعي الربوبية وانما لم يجعل الكاف صلة في العطف على الذي نفسه في الآية السابقة لاستلزامه دخول الى على الكاف ولا يدخل عليها من الحروف الا ما ثبت في كلامهم وهو عن آه روح المعاني قوله يوما او بعض يوم في روح المعاني قاله بناء على التقريب والتخمين او استقصار المدة لبثه واعترض على الوجه المشهور وهو ما في الجلالين انه نام اول النهار فقبض واحيى عند الغروب فظن انه يوم النوم الخ بانه لا وجه للجزم بتمام اليوم ولو بنا على حيان الغروب تحقق النقصان نصاً او قوله فانظر المفرع عليه لبث المائة من غير تغير فيه حتى كأنه زمانا قليلا ففرع عليه ما هو اظهر منه وعدم تغير الطعام والشراب آه روح المعاني قوله اعلم في روح المعاني ايثار صيغة المضارع للدلالة على ان علمه بذلك مستمر نظراً الى ان اصله لم يتغير بل انما تبدل باليقين وصفه وفيه اشعار بانه انما قال ما قال بناء على الاستبعاد العادي واستعظاماً للامر قلت وترجمتی باوہ رکھتا ہوں اشرت الی دوامہ ۱۲

اختلاف القرأة قال البيضاوي قرأ حمزة والكسائي قال اعلم على الامر والآمر مخاطبه او هو نفسه خاطبها به على طريق التبكيت ۱۲ ف

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ آپ مردوں کو کس کیفیت سے زندہ کریں گے ارشاد فرمایا کہ کیا تم یقین نہیں لاتے انہوں نے عرض کیا کہ یقین کیوں نہ لاتا ولیکن اس

لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ ؕ

غرض سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے قلب کو سکون ہو جاوے

منظور ہوا کہ اس کا تماشا اس کو دنیا ہی میں دکھلا دیں تاکہ ایک نظیر کے واقع ہو جانے سے لوگوں کو زیادہ ہدایت ہو سو اس لئے) اللہ تعالیٰ نے اس شخص (کی جان قبض کر کے اس) کو سو برس تک مردہ رکھا پھر (سو برس کے بعد) اس کو زندہ کر اٹھایا (اور پھر) پوچھا کہ تو کتنی مدت اس حالت میں رہا اس شخص نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہونگا یا ایک دن سے بھی کم (کیونکہ یہ بہت مدت قلیل ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو (اس حالت میں) سو برس رہا ہے (اور اگر اپنے بدن کے اندر تغیر نہ ہونے سے تعجب ہو) تو اپنے کھانے پینے (کی چیز) کو دیکھ لے کہ (ذرا) نہیں سڑی گلی (ایک قدرت تو ہماری یہ ہے) اور (دوسری قدرت دیکھنے کے واسطے) اپنے (سواری کے) گدھے کی طرف نظر کر (کہ گل سڑ کر کیا تو حال ہو گیا ہے اور ہم عنقریب اس کو تیرے سامنے زندہ کئے دیتے ہیں) اور (اے ہم نے تجھ کو اس لئے مار کر زندہ کیا ہے) تاکہ ہم تجھ کو (اپنی قدرت کی) ایک نظیر لوگوں کے لئے بنا دیں (کہ اس نظیر سے بھی قیامت کے زندہ ہونے پر استدلال کر سکیں) اور اب اس گدھے کی ہڈیوں کی طرف نظر کر کہ ہم ان کو کس طرح ترکیب دیئے دیتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھائے دیتے ہیں (پھر ان میں جان ڈالے دیتے ہیں غرض یہ سب مُردہ ہی کر دیئے گئے) پھر جب یہ سب کیفیت اس شخص کو (مشاہدہ سے) واضح ہو گئی تو (بے اختیار جوش میں آ کر) کہہ اٹھا کہ میں (دل سے) یقین رکھتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں **ف** روح المعانی میں بروایت حاکم حضرت علیؓ سے اور بروایت اسحٰق بن بشیر حضرت ابن عباسؓ و عبداللہؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ شخص حضرت عزیر علیہ السلام ہیں اسی واسطے احقر نے اثنائے ترجمہ میں تصریح کر دی کہ ان کو بعث کا یقین تھا اور پھر اس حیرت کا محل بھی ظاہر کر دیا کہ منجملہ کیفیات ممکنہ مختلفہ کسی خاص کیفیت کی تعیین تھی اور اس سے ہی یہ بھی سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ آخر میں جو کہا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یقین رکھتا ہوں یہ ایک طبعی اور اضطراری حالت ہے کہ نئی بات کو دیکھ کر اقرار قدرت کو تازہ کیا جاتا ہے اور اعتقاد قدرت پہلے سے بھی ہوتا ہے جیسے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ یا اللہ اکبر ایسے موقع پر ہمارے محاورات میں بھی عادت ہے۔ حالانکہ ان کے مضامین کا پہلے سے بھی عقیدہ ہوتا ہے اور ان کی اس حیرت کا جواب اس مجموعی کیفیت سے دینا اس کی وجہ احقر کے ذوق میں یہ ہے کہ محل حیرت یعنی احیاء یوم البعث مشتمل ہے چند اجزاء پر اول خود زندہ کرنا دوسرے مدت طویل کے بعد زندہ کرنا تیسرے خاص کیفیت سے زندہ کرنا چوتھے اس مدت تک روح کا باقی رکھنا پانچویں بعد بعث کے برزخ میں رہنے کی مدت معلوم نہ ہونا جزو اول پر خود ان کے زندہ کرنے اور ان کے گدھے میں جان ڈالنے سے دلالت کی گئی اور دوسرے جزو کے اثبات کے لئے ان کو سو برس تک مردہ رکھا تیسرا جزو خود گدھا ان کے سامنے زندہ کر کے دکھلا دیا چوتھے جزو کا نمونہ طعام و شراب کا باقی رکھنا اور خود ان کے بدن کا باقی رکھنا دکھلایا جو بالاولیٰ امکان ابقاء روح پر دال ہے کیونکہ بدن و طعام و شراب بوجہ اشتمال عناصر کے بہ نسبت روح کے تغیر و فساد کے زیادہ قابل ہیں اور پانچویں امر کی نظیر ان کا جواب میں یوماً او بعض یوم کہنا ہے جیسا بعینہ یہی جواب بعض اہل محشر دیں گے رہی یہ بات کہ جب جو مردوں نے دیکھا انہیں تو لوگوں کے لئے نمونہ قدرت کس طرح ہو گا وجہ اس کی یہ ہے کہ قرائن خارجیہ قطعیہ سے ان کا صدق بیان لوگوں کو بطور علم ضروری کے معلوم ہو جاویگا جیسا خود ان کو ایسے ہی قرائن سے نیز اپنا مردہ رہنا مدت طویل تک معلوم ہو گیا واللہ اعلم **قصۂ سوم** وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ

النحو قوله اذ منصوب بمضمر صرح بمثله فی قوله تعالیٰ واذکروا اذ جعلکم خلفاء وایجاب ذکر الوقت ایجاب لذکر ما فیه بطریق برهانی قوله تعالیٰ قوله اولم تؤمن عطفت علی مقدر ای الم تعلم ولم تؤمن قوله لیطمئن ای ساکنة کذا فی روح المعانی ۱۲

البلاغة قوله اولم تؤمن فی الاستصعاب السوال خلیل علیه السلام بقوله کیف تحیی الموتی فلیس عن شک ولکنه سوال عن کیفیة الاحیاء ولا یشترط فی الایمان الاحاطة بصورتها وبدل علی ذلک کیف و موضوعها السوال عن الحال ونظیر ان یقول القائل کیف یحکم زید فی الناس فهو لا یشک انه یحکم فیهم ولکنه سال عن کیفیة حکمه فان قلت اذا کان السوال مصروفا الی الکیفیة التی لا یضر عدم تصورها الایمان فما موقع قوله تعالیٰ اولم تؤمن قلت ان هذه الصیغة تستعمل ظاهرا فی السوال عن الکیفیة کما مر وقد تستعمل

فی الاستعجاز نشاهد بیعنی مدعی انه یحمل ثقلا وانت جازم بعجزه فتقول له ارنی کیف تحمل هذا فلما علم تعالیٰ من ابراهیم مبرأ من الاستعجاز وانه مؤمن اراد ان ینطق ابراهیم بقوله بلی لیدفع عنه ذلک فان قلت فما موقع قول ابراهیم ولکن لیطمئن قلبی وذلک شعر خاطر بانه کان عند السوال فاقدا للطمأنینة قلت معناه ولکن لیزول عن قلبی الفکر فی کیفیة الحیوة بانی اذا شاهدتها سکن قلبی عن الجولان فی کیفیاتها المتخیلة وتعینت عندی بالتصویر المشاهد قلت ولعل هذا المحقق من احسن تحقیق وما ابدع تدقیقه ۱۲

ملحقات الترجمة لے قوله اس نظیر سے بھی زاد مرادف ایضا معلوم توقف الاستدلال علیه بعد قیام البراهین القطعیة ۱۲

مسائل السلوک

قوله تعالیٰ بلی ولکن لیطمئن قلبی قال العبد الضعیف عدم السکون لا ینافی الایمان و العرفان وهذه الطمانینة کانت مناسبة لمقام النبوة وهی فوق الطمانینة التی هی مناسبة لمقام الصدیقیة التی لم تکن مفقودة له ولا الاولی متحققة له اصل یقین لها فلا یلزم مزیة القائل لو کشف لی الغطاء ما ازددت یقینا ای طمانینة علی الخلیل علیه السلام فان هذه الطمانینة هی التی هی مناسبة لمقام الصدیقیة ولم یکن الخلیل علیه السلام فاقدا لها قط ولا طالبا لها انتهی القول

ترجمہ

قوله تعالیٰ قال بلی ولکن لیطمئن قلبی اس میں یہ مسئلہ کہ ہے کہ عدم سکون کو ایمان و عرفان سے منافات نہیں اور یہ طمانیت مقام نبوت کے مناسب تھی اور یہ اس طمانیت سے فوق ہے جو کہ مقام صدیقیت و ولایت کے مناسب ہے جو ان سے مفقود نہ تھی اور نہ پہلی طمانیت صدیقین کو کبھی میسر ہے پس جس بزرگ کا قول ہے لو کشف لی الغطاء ما ازددت یقینا اس قائل کا حضرت خلیل علیہ السلام سے افضل ہونا لازم نہیں آیا کیونکہ یہ طمانیت ہے جو مقام صدیقیت

قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ

ارشاد ہوا کہ اچھا تو تم چار پرندے لو　پھر ان کو اپنے لئے ہلا لو　پھر ہر پہاڑ پر ان میں کا ایک ایک حصہ رکھ دو　پھر ان سب کو بلاؤ تمہارے پاس سب

ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ع　ع ۳۵ ۲

دوڑے دوڑے چلے آویں گے　اور خوب یقین رکھو اس بات کا کہ حق تعالٰے زبردست ہیں حکمت والے ہیں

كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى (الی قولہ) وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ع اور اس وقت کے واقعہ) کو یاد کرو جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے (حق تعالٰے سے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھکو (یہ) دکھلا دیجئے کہ آپ مردوں کو (قیامت میں مثلاً) کس کیفیت سے زندہ کریں گے (یعنی زندہ کرنے کا تو یقین ہے مگر عقلاً اس کی مختلف کیفیتیں ممکن ہیں انمیں سے معلوم نہیں کون کیفیت ہوگی چونکہ اس درخواست کا قصہ سنکر احتمال تھا کہ کسی کم سمجھ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نعوذ باللہ یقین نہ رکھنے کا گمان ہو جاتا اس لئے حق تعالٰے نے ان سے اس کا سوال کر کے اور انکا جواب نقل فرما کر اس کو صاف کر دیا چنانچہ ان سے) ارشاد فرمایا کہ کیا تم (اس پر) یقین نہیں لائے انہوں نے (جواب میں) عرض کیا کہ یقین کیوں نہ لاتا ولیکن اس غرض سے یہ درخواست کرتا ہوں تاکہ میرے قلب کو (تعیین کیفیت کے بارہ میں مشاہدہ کرنے سے) سکون ہو جاوے (اور بہت سے احتمالات میں ذہن کو حرکت نہ ہو) ارشاد ہوا کہ اچھا تو تم چار پرندے لو پھر ان کو (پال کر) اپنے لئے ہلا لو (تاکہ انکی خوب شناخت ہو جاوے) پھر (سب کو ذبح کر کے اور مع استخوان و پر وغیرہ کے انکا خوب قیمہ سا کر کے اس کے کئی حصے کر کے اور کئی پہاڑ اپنی تجویز سے اختیار کر کے) ہر پہاڑ پر ان میں کا ایک ایک حصہ رکھ دو (اور پھر) ان سب کو بلاؤ (دیکھو) تمہارے پاس سب (زندہ ہو کر) دوڑے دوڑے چلے آویں گے اور خوب یقین رکھو اس بات کا کہ حق تعالٰے زبردست (قدرت والے) ہیں (سب کچھ کر سکتے ہیں مگر پھر جو بعضی باتیں نہیں کرتے اسکی وجہ یہ ہے کہ) حکمت والے (بھی) ہیں **ف** روح المعانی میں بسند ابن المنذر حضرت حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح حصے پارچے کر کے انکو پکارا فوراً ہی ہڈی سے ہڈی پر سے پر خون سے خون سب مل ملا کر سب اپنی اصلی ہیئت پر ہو کر ان کے پاس زندہ ہو کر آ گئے حق تعالی نے خلیل کیلئے ابراہیم سی طرح قیامت کے روز سب اجزاء و اجساد کو جمع کر کے ایک دم سے جان ڈالدونگا فقط اس واقعہ کو دکھلا کر اللہ تعالٰے نے کیفیت احیاء یوم قیامت کی تبلادی کہ اسی طرح اول اجزا بدنیہ مختلف مقامات سے جمع ہو کر اجساد تیار ہو جاوینگے پھر انمیں روح پڑ جاویگی اور کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ حضرت علیؓ کا قول مشہور ہے کہ اگر حجاب اٹھ جاوے جب بھی میرے یقین میں بیشی نہ ہو یعنی جتنی بیشی ممکن ہے وہ بدون رفع حجاب ہی حاصل ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس قصہ میں یقین بڑھنا معلوم ہوتا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ پہلے سے یہ مرتبہ حاصل نہ تھا تو اس سے حضرت علیؓ کی افضلیت کا وسوسہ ہوتا ہے جواب بر تقدیر ثبوت اس قول کے یہ ہے کہ اولاً یہی مسلم نہیں کہ حضرت ابراہیم کے یقین میں بیشی ہو گئی تھی بلکہ صرف کیفیت کے مشاہدہ سے ایک کیفیت متعین ہو گئی جس کو یقین کی بیشی میں کوئی دخل نہیں اور اگر اس بیشی کو تسلیم بھی کر لیا جاوے تو جواب یہ ہے کہ کمال یقین نبوت کے مرتبہ کا جدا ہے اور ولایت کا جدا اور ولایت کا مرتبہ کمال یقین نبوت کے مرتبہ کمال یقین بلکہ اصل یقین سے بھی کمتر اور ضعیف ہوتا ہے پس اگر حضرت علیؓ کو کمال مرتبہ یقین مناسبہ مقام ولایت حاصل ہو جس سے ابراہیم علیہ السلام کا مرتبہ نفس یقین بھی بڑھا ہوا ہے تو اس سے افضلیت حضرت علیؓ کی لازم نہیں آئی خوب سمجھ لو **ربط** آگے پھر عود ہے مضمون انفاق فی سبیل اللہ کی طرف جس کے تکرار ذکر کی وجہ تقریر آیہ الم تر الی الذین خرجوا میں بیان ہو چکی ہے اس مقام سے پھر دوسرے اغراض کے لئے اس کا ذکر چلا ہے، چنانچہ عنوانوں کو ترجمہ پر منطبق کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے

البلاغۃ قولہ سعیا انما لم یقل طیرانا لانہ اذا کانت ساعیۃ کان اثبت لنظرہ علیہا من ان یکون طائرۃ واللہ اعلم ۱۲ انتصاف

الکلام قولہ ادعہن استشکل بان دعاء الجماد غیر معقول واجیب بانہ من قبیل دعاء التکوین ۱۲ روح المعانی

ملحقات الترجمۃ

لے قولہ کئی پہاڑ اپنے اختیار سے ماخذہ ما فی روح المعانی کل جبل یمکنک الوضع علیہ ولم یعین لہ ذلک ۱۲

لے قولہ فی ف جواب الشبہۃ ماخذہ روح المعانی ۱۲

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کئے ہوئے مالوں کی حالت ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے سات بالیں جمیں ہر بال کے اندر

مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ○ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ

سو دانے ہوں اور یہ افزونی خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں جاننے والے ہیں جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں

سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ

پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو احسان جتلاتے ہیں اور نہ آزار پہنچاتے ہیں، ان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا انکے پروردگار کے پاس اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہوگا

وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَاۤ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ○

اور نہ یہ مغموم ہوں گے　مناسب بات کہدینا اور درگذر کرنا بہتر ہے　ایسی خیرات سے جس کے بعد آزار پہنچایا جاوے　اور اللہ تعالیٰ غنی ہیں حلیم ہیں

فضیلت انفاق فی سبیل اللہ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (الی قولہ) وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ○ جو لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی امور خیر میں) اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں انکے خرچ کئے ہوئے مالوں کی حالت (عند اللہ) ایسی ہے جیسے ایک[1] دانہ کی حالت جس سے (فرض کرو) سات بالیں جمیں (اور) ہر بال کے اندر سو دانے ہوں (اسی طرح خدا تعالیٰ انکا ثواب سات سو حصہ تک بڑھاتا ہے) اور یہ افزونی خدا تعالیٰ جسکو چاہتا ہے (بقدر اس کے اخلاص اور مشقت کے) عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں (انکے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں وہ سب کو یہ افزونی دے سکتے ہیں مگر ساتھ ہی) جاننے والے (بھی) ہیں (اس لئے اخلاص نیت وغیرہ کو دیکھ کر عطا فرماتے ہیں) **ف** نیک کام میں خرچ کرنا باعتبار نیت کے تین قسم کا ہے ایک[1] نمائش کے ساتھ اس کا کچھ ثواب نہیں جیسا عنقریب آتا ہے، دوسرا[2] ادنیٰ درجے کے اخلاص کے ساتھ اس کا ثواب دس حصہ ملتا ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها میں اس ادنیٰ ہی کا بیان ہے تیسرے[3] زیادہ اخلاص یعنی اس کا اوسط یا اعلیٰ درجہ کے ساتھ اس کے لئے اس آیت میں جو وعدہ ہے دس سے زیادہ سات سو تک علی حسب تفاوت المراتب اور اوپر ایک آیت مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا میں بیان ہو چکا ہے کہ اس سات سو کے وعدہ کے بعد اور زیادہ کا بھی وعدہ ہو گیا ہے اسی طرح تفاوت ہو جاتا ہے مشقت کی قلت وکثرت سے مثلاً دس روپیہ والے کو ایک روپیہ دینا کم مشقت ہے اور دس پیسہ والے کو ایک پیسہ دینا زیادہ مشقت

ربط آگے انفاق فی الخیر کے مقبول ہونے کی اور بعض شرائط بیان فرماتے ہیں **بعض شرائط قبول انفاق فی الخیر** اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (الی قولہ) وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو (جس کو دیا ہے اس پر زبان سے) احسان جتلاتے ہیں اور نہ (برتاؤ سے اس کو) آزار پہنچاتے ہیں ان لوگوں کو ان (کے عمل) کا ثواب ملے گا ان کے پروردگار کے پاس (جاکر) اور نہ (قیامت کے دن) ان پر کوئی خطرہ ہوگا اور نہ یہ مغموم ہوں گے **ف** برتاؤ سے آزار پہنچانا یہ کہ مثلاً اپنے احسان کی بنا پر اس کے ساتھ تحقیر سے پیش آوے اس سے دوسرا آزار پاتا ہے **ربط** آگے مذمت احسان اور ایذا رسانی کی فرماتے ہیں قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ (الی قولہ) وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ○ (نادار کے وقت جواب میں معقول و) مناسب بات کہدینا اور (اگر سائل بدتمیزی سے غصہ دلاوے یا اصرار سے تنگ کرے تو اس سے) درگذر کرنا (ہزار درجہ) بہتر ہے ایسی خیرات (دینے) سے جس کے بعد آزار پہنچایا جاوے اور اللہ تعالیٰ (خود) غنی ہیں (کسی کے مال کی ان کو حاجت نہیں جو کوئی خرچ کرتا ہے اپنے

اللغات قال البیضاوی المن ان یعتد باحسانه والاذی ان یتطاول علیه ای یتفاخر به
النحو مثل الذین علی حذف المضاف ای نفقات الذین ولما کان المحذوف کالملفوظ
اظهرته فی الترجمة ما انفقوا مصدریة ۱۲ د
البلاغة قال البیضاوی و هو تمثیل لا یقتضی وقوعه وقد یکون فی الذرة والدخن وفی الاراضی المغلة
او هو فی الانصاف ای صلرا ان ثم فی الاصل وضعها التراخی المعطوف عن المعطوف علیه فی الزمان
یکون حدوثا او بقاء ومنا لها باعتبار البقاء ودوام وجود الفعل وتراخی زمن بقائه وعلیه حمل قوله تعالی
ثم استقاموا وکذلک قوله تعالی ثم لا یتبعون وقریب من هذا وشمله ان الذین یصحب النفس
تراخی زمان وقوعه اتباعه او بقائه وعلیه ورد قوله تعالی انی ذاهب الی ربی سیهدین ۱۲ قوله ذکر
وانما لم یذکر المن لان الاذی یشمله وغیره　　وذکره فیه للتقدم اهتماما بکثرة وقوعه من المتصدقین
وعسر تحفظهم عنه ۱۲ روح المعانی

ملحقات الترجمہ　[1] قولہ یہ افزونی ماخذہ تفسیر البیضاوی و قال یضاعف تلک المضاعفة ۱۲

27 / 200

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاۗءَ النَّاسِ وَ

اے ایمان والو تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے اور

لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ

ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑ جاوے سو اس کو

صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○

بالکل صاف کر دے ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو رستہ نہ بتلاویں گے

واسطے پھر آزار کس بنا پر پہنچایا جاوے اور آزار دینے پر جو فوراً سزا نہیں دے دیتے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حلیم (بھی) ہیں **ف** ناداری کی قید اسلئے لگائی کہ استطاعت کے وقت حاجت مند کی اعانت نہ کرنا خود برا ہے اس کو بہتر کیوں کہا جاتا البتہ ناداری کے وقت نرمی سے جواب دے دینا اور سائل کی سختی کو ٹال دینا چونکہ موجب ثواب ہے اس لئے اسکو خیر فرمایا گیا اور آزار پہنچانا حرام اور موجب عذاب ہے گو ظاہر اس میں بوجہ اس کے کہ کچھ دینا تو پایا گیا گو نہ خیریت معلوم ہوتی تھی لیکن اس سے خیریت کی نفی فرمائی گئی اور اس آیت میں آزار پہنچانے سے مراد عام ہے احسان جتلانا بھی اس میں آ گیا **ربط** آگے من و اذی کا اور انکے ساتھ ریار کا موجب بطلان ثواب انفاق ہونا مع ایک مثال کے بیان فرماتے ہیں جس سے مقصود ان امور سے منع فرمانا ہے **بطلان ثواب بہ من و اذی و ریار** يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (الی قولہ) وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○ اے ایمان والو! تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات (کے ثواب بڑھنے) کو برباد مت کرو جس طرح وہ شخص (خود خیرات کے اصل ثواب ہی کو برباد کر دیتا ہے) جو اپنا مال خرچ کرتا ہے (محض) لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر (مراد اس سے بقرینہ نفی ایمان کے منافق ہے) سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر (فرض کرو) جب کچھ مٹی (لگی) ہو اور اس مٹی میں کچھ گھاس پھوس جم آیا ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑ جاوے سو اس کو (جیسا تھا ویسا ہی) بالکل صاف کر دے (اسی طرح اس منافق کے ہاتھ سے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ ہو گیا جو ظاہر میں ایک نیک عمل جس میں امید ثواب ہو معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے نفاق نے اس شخص کو ویسا ہی کورا ثواب سے خالی چھوڑ دیا چنانچہ قیامت میں) ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی (کیونکہ کمائی نیک عمل ہے اور اس کا ہاتھ لگنا ثواب کا ملنا ہے اور ثواب ملنے کی شرط ایمان اور اخلاص ہے اور ان لوگوں میں یہ مفقود ہے کیونکہ ریار کار بھی ہیں اور کافر بھی ہیں) اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو (قیامت کے روز ثواب کے گھر یعنی جنت کا) رستہ نہ بتلاویں گے (کیونکہ کفر کی وجہ سے ان کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوا جس کا ثواب آخرت میں ذخیرہ ہوتا اور وہاں حاضر ہو کر اس کے صلہ میں جنت میں پہنچائے جاتے) **ف** جاننا چاہیئے کہ طاعات کی صحت و بقار کے لیے جس طرح ایمان شرط ہے حتی کہ کافر کی کوئی طاعت صحیح و مقبول نہیں اور اگر طاعت کے بعد کافر ہو جاوے وہ طاعت باقی نہیں رہتی جس کو اصطلاح شرع میں حبط کہتے ہیں اسی طرح نصوص سے ثابت ہے کہ علاوہ ایمان کے اور بھی بعض شرطیں صحت یا بقار کی بعض طاعات میں ہوتی ہیں جیسے نماز کے لئے وضو کہ شرط صحت ہے اور شفعہ کی پہلی رکعت کے لئے دوسری رکعت کہ شرط بقا ہے پس یہاں بھی اس آیت اور آیت سابقہ میں لا یتبعون کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ انفاق کے لئے ایمان کے ساتھ کہ شرط صحت و نیز شرط بقا ہے ایک اخلاص بھی شرط صحت ہے اور ترک من و اذی شرط بقا ہے اسی لئے منافق اور مرائی کے انفاق کو باطل کہا گیا کہ ان میں شرط صحت مفقود ہے اور من و اذی کو مبطل کہا گیا کہ اس میں شرط بقا مفقود ہے اور چونکہ بطلان اول اظہر ہے بطلان ثانی سے اس لئے ثانی کو اول کے ساتھ تشبیہ دی گئی اور مشبہ بہ میں جو دو قیدیں لگائی گئیں ایک نفاق کی دوسری ریا کی یہ محض تقویت مشبہ بہ کے لئے ہے ورنہ ہر دو امر فرداً فرداً بھی موجب بطلان ہیں اور تقویت سے یہ فائدہ ہوا کہ من

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذی قال العبد الضعیف فیہ ذم المن علی المرید بلا مصلحۃ انتہی القول

قولہ تعالیٰ رئاء الناس قال العبد الضعیف فیہ ذم الرئاء انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذی اس میں بالحاق افادہ بالتصدق دلالت ہے کہ مرید پر بلا مصلحت احسان جتلانا مذموم ہے

قولہ تعالیٰ رئاء الناس اس میں مذمت ہے ریا کی

اللغات صفوان حجر املس والوابل مطر عظیم القطر وصلدا املس نقیا من التراب کذا قال البیضاوی ۱۲

النحو کالذی کابطال الذی لا یقدرون الضمیر للذی ینفق باعتبار المعنی لان المراد بہ الجنس

او الجمع رئاء نصب علی المفعول لہ کذا قال البیضاوی ۱۲

البلاغۃ لا تبطلوا الخ ہہنا ابطالان الاول افسادہ بعد صحتہ والثانی بیانہ بطلانہ من الاصل

من روح المعانی، فی حاشیۃ البیضاوی ہو مرفوع فالمنافق کالصفوان ونفقتہ کالتراب وریاء

کالوابل ہو قال فی روح المعانی لو جعل مرکبا صح قیل وہذا ہو الاوجہ ۱۲

الملحقات الترجمۃ لہ قولہ فی ترجمۃ والاذی یا ایذا اشارۃ الی ان المراد کل

واحد منہما لا مجموعہما لان المجموع لیس شرطا للابطال کما ہو ظاہر ۱۲

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ

اور ان لوگوں کے خرچ کئے ہوئے مال کی حالت جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی غرض سے اور اس غرض سے کہ اپنے نفسوں میں پختگی پیدا کریں مثل حالت ایک باغ کے ہے

بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ج فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○

جو کسی ٹیلے پر ہو کہ اس پر زور کی بارش پڑی ہو پھر وہ دونا پھل لایا ہو اور اگر ایسے زور کا مینہ نہ پڑے تو ہلکی پھوار بھی اس کو کافی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتے ہیں

واذی سے نفرت دلانے میں مبالغہ ہو گیا اس تحقیق کے بعد آیت سے معتزلہ کا یہ شبہ کرنا کہ سیئات بھی مثل کفر کے موجب حبط طاعات ہوتے ہیں محض غلط ٹھہرا کیونکہ کسی خاص سیئہ کا کسی خاص حسنہ کے اعتبار سے نافی شرط بقاء ہونا مستلزم اس کو نہیں کہ ہر سیئہ ہر حسنہ کے لئے موجب حبط ہو جاوے کیونکہ یہ بطلان بوجہ سیئہ ہونے کے نہیں بلکہ بوجہ نفی شرط بقاء کے ہے خوب سمجھ لو نیز مثل شرائط صحت وبقاء کے طاعات میں انکے انوار و برکات کی بھی کچھ شرطیں ہوتی ہیں آیت ابود کے ذیل میں اس کا بیان بھی آتا ہے **ربط** صدقات باطلہ غیر مقبولہ کی مثال بیان فرماکر آگے صدقات مقبولہ کی مثال بیان فرماتے ہیں **مثال نفقات مقبولہ** وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (الی قولہ) وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ اور ان لوگوں کے خرچ کئے ہوئے مال کی حالت جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی غرض سے (جو کہ خاص اس عمل سے حاصل ہوگی) اور اس غرض سے کہ اپنے نفسوں (کو اس عمل شاق کا خوگر بنا کر ان) میں پختگی پیدا کریں (تاکہ دوسرے اعمال صالحہ سہولت سے صادر ہوا کریں پس ان لوگوں کے نفقات و صدقات کی حالت) مثل حالت ایک باغ کے ہے جو کسی ٹیلے پر ہو کہ (اس جگہ کی ہوا لطیف اور بارآور ہوتی ہے اور) اس پر زور کی بارش پڑی ہو پھر وہ (باغ لطافت ہوا اور بارش کے سبب اور باغوں سے یا اور دفعوں سے) دو گنا (چوگنا) پھل لایا ہو اور اگر ایسے زور کا مینہ نہ پڑے تو ہلکی پھوار (یعنی خفیف بارش) بھی اس کو کافی ہے (کیونکہ زمین اور موقعہ اس کا اچھا ہے) اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتے ہیں (اس لئے جیسا وہ اخلاص دیکھتے ہیں ثواب بڑھا دیتے ہیں) **ف** اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا مطلب ہر عمل میں تو ظاہر ہے اور تثبیت کی توضیح یہ ہے کہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہوئی ہے اور اہل سلوک کے برتاؤ میں ہے کہ جس کام میں نفس کو ذرا سے مشقت ہو اس کے بار بار کرنے سے نفس کے اندر بسبب عادت کے ایک ملکہ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے جس سے دوسرے اعمال میں بھی پس و پیش نہیں کرتا اور اسکی صفت مزاحمت کی مغلوب ہو جاتی ہے تو اس آیت میں اس کی ترغیب ہے کہ ہر عمل میں یہ نیت بھی کر لینا اچھا ہے کہ دوسرے اعمال کے لئے نفس میں آمادگی ہو اور یہی حاصل ہوتا ہے مجاہدہ کا و نیز خود اس عمل انفاق کا بھی جس سے حسب ملکہ پیدا ہوگا، تو اس عمل کو جو کہ موجب مرضات الٰہیہ ہے بار بار کرے گا جس سے مرضات الٰہیہ ہمیشہ حاصل ہوگی پس حاصل نیت کا یہ ہوگا کہ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور ایسی عادت ہو جاوے کہ آئندہ بھی ہمیشہ رضائے الٰہی حاصل کیا کریں پس اس تقریر پر دونوں غایت کا حاصل رضائے الٰہی ٹھہری حالا بھی اور مآلا بھی خوب سمجھ لو اور اس تشبیہ میں جو دو طرح کی بارش فرض کی گئی ہے اس سے مقصود تفاوت مراتب اخلاص کا بیان کرنا ہے کہ چونکہ یہ انفاق ایمان کے ساتھ مقرون ہے من و اذی وریاء اس میں مفقود ہے اخلاص اس میں موجود ہے تو ضرور ہی مقبول ہو کر موجب تضاعف اجر و ثواب ہوجاتا ہے خواہ اخلاص اعلیٰ درجہ کا ہو یا اوسط یا ادنیٰ درجہ کا ہو نفس قبول و تضاعف کے لئے ہر حال میں کافی ہے گو تفاوت مراتب اخلاص سے مراتب قبول و تضاعف میں بھی تفاوت ہو جاوے **ربط** اس مقام پر تین قسم کے صدقات کا بیان ہے **قسم اول** جس میں شرائط صحت و بقاء پائے جاویں یہ اس رکوع کے اول کی دو آیتوں میں اور اس آیت میں ومثل الذین الخ میں دو مثالوں کے ضمن میں مذکور ہے کمثل حبۃ انبتت سبع الخ اور کمثل جنۃ بربوۃ الخ **قسم دوم** جسمیں شرط صحت ہی نہ پائی جاوے یعنی ایمان و اخلاص انفرادًا یا اجتماعًا اسکو کالذی ینفق مالہ الخ میں اس مثال کے ساتھ بیان فرمایا کمثل صفوان الخ **قسم سوم** جسمیں شرط صحت تو پائی گئی مگر شرط بقاء نہ پائی

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ وتثبیتا من انفسہم قال العبد الضعیف فیہ دلیل علی ان الاعمال کما تقصد للاجر تقصد لاصلاح النفس انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ وتثبیتا من انفسہم اس میں دلیل ہے اس کی کہ اعمال صالحہ سے جس طرح اجر مقصود ہوتا ہے اسی طرح اصلاح نفس بھی ان سے مقصود ہے

اللغات الاکل الشیء الماکول والمراد ثمرہا وقرأ ابو عمرو وابن کثیر ونافع بسکون الکاف تخفیفا کذا فی روح المعانی

النحو فطل ای یکفیہا فالمسند محذوف ۱۲

البلاغۃ بربوۃ فی روح المعانی للطافۃ ہواءہا من انفسہم یجوز ان تکون بمعنی اللام والمعنی توطینا لانفسہم علی طاعۃ اللہ تعالیٰ ضعفین ای ضعفا بعد ضعف والتثنیۃ للتکثیر او مثلی ما کانت تثمر فی سائر الاوقات بسبب ما اصابہا من الوابل او اربعۃ امثالہ بناء علی الخلاف فی ان الضعف الخ المثل او مثلان کذا فی روح المعانی ۱۲

ف ۱ لا تبطلوا صدقاتکم کی تقریر اصل تفسیر میں شعرے ابطال بوصف تضاعف مراد ہونے کو اور فائدہ میں شعرے ابطال نفس عمل مراد ہونے کو سو تحریر فائدہ کے وقت اصل تفسیر پر نظر نہ رہی تھی گر اس تفاوتِ ذہول سے خدا سازی نفع ہو گیا کہ مجموعہ تقریرین سے ایک تحقیق حاصل ہو گئی یعنی یہ کہ اس ابطال کی تفسیر کہیں منصوص نہیں اس لئے دونوں نوع فی نفسہ محتمل ہیں اور دونوں کے حکم قطعی کی کا تعیین

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِیْهَا مِنْ

بھلا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں کا اور انگوروں کا اس کے نیچے نہریں چلتی ہوں اس شخص کے یہاں اس باغ

كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ

میں اور بھی ہر قسم کے میوے ہوں اور اس شخص کا بڑھاپا آگیا ہو اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں جن میں قوت نہیں سو اس باغ پر ایک بگولہ آوے جس میں آگ ہو پھر وہ باغ جل جاوے

كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ ع ٣٦ ٤

اللہ تعالیٰ اسی طرح نظائر بیان فرماتے ہیں تمہارے لئے تاکہ تم سوچا کرو

آگئی یعنی ترک من واذیٰ اس کو اگلی آیت میں ایک مثال کے ساتھ بیان فرماتے ہیں اور قسم اول کی دو مثالیں لانے میں شاید اس کے مقبول ہونے کی وجہ سے زیادہ اہتمام شان مقصود ہو واللہ اعلم **مثال نفقات و طاعات فاسدہ بعد الصحۃ** اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ (الیٰ قولہ) لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ ۝ بھلا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں کا اور انگوروں کا (یعنی زیادہ درخت[2] اس میں ان کے ہوں اور) اس (باغ) کے (درختوں کے) نیچے نہریں چلتی ہوں (جس سے وہ خوب سر سبز و شاداب ہوں اور) اس شخص کے یہاں اس باغ میں (علاوہ کھجوروں اور انگوروں کے) اور بھی ہر قسم کے (مناسب[3]) میوے ہوں اور اس شخص کا بڑھاپا آگیا ہو (جو کہ زمانہ زیادہ احتیاج کا ہوتا ہے) اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں جن میں (کمانے کی) قوت نہیں (اس صورت میں اہل و عیال سے بھی اس کو توقع خبر گیری کی نہیں ہوگی بس وجہ معاش صرف یہی باغ ہوا) سو (ایسی حالت میں یہ قصہ ہو کہ) اس باغ پر ایک بگولہ آوے جس میں آگ (کا مادہ) ہو پھر (اس سے) وہ باغ جل جاوے (ظاہر بات ہے کہ کسی کو اپنے لئے یہ بات پسند نہیں اسکتی پھر اسی کے مشابہ تو یہ بات بھی ہے کہ اول صدقہ دیا اور کوئی نیک کام کیا جس کے قیامت میں کار آمد ہونے کی امید ہو جو کہ وقت ہوگا غایت احتیاج کا اور زیادہ مدار قبول ہوگا ان ہی طاعات پر پھر ایسے وقت میں معلوم ہوگا کہ ہمارے من واذیٰ یا اور معاصی سے ہماری طاعات باطل یا بے برکت ہوگئیں اس وقت کیسی سخت حسرت ہوگی کہ کیسی کیسی آرزؤں کا خون ہوگیا پس جب تم مثل کے واقعہ کو پسند نہیں کرتے تو ابطال طاعات کو کیسے گوارا کرتے ہو) اللہ تعالیٰ اسی طرح نظائر بیان فرماتے ہیں تمہارے (سمجھانے کے) لئے تاکہ تم سوچا کرو (اور سوچ کر اس کے موافق عمل کیا کرو) **ف** توجیہ مثال کی تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے البتہ یہ بات اور سمجھ لینا چاہئے کہ روح المعانی میں حضرت ابن عباس سے اس کی تفسیر میں بروایت بخاری اور حاکم اور ابن جریر و عبد بن حمید منقول ہے جس کو حضرت عمر رض نے بھی پسند فرمایا کہ یہ آیت اپنے مضمون میں تمام طاعات کو عام ہے جن کے بعد آدمی معاصی میں منہمک ہو کر ان طاعات کو خراب کردے اس عموم میں نفقات بھی آگئے اور تحقیق اس خراب کرنے کی یہ ہے کہ جیسا آیہ یاایہا الذین امنوا لاتبطلوا صدقٰتکم کے تحت میں اجمالاً مذکور ہوا ہے کہ اعمال میں کچھ شرطیں ان کے انوار و برکات کی بھی ہوا کرتی ہیں سو وہ شرط مطلقاً سیئات میں مشغول ہونے سے پرہیز کرنا ہے اور جب طاعات کے بعد معاصی میں مشغول و مستغرق ہو جاتا ہے تو ان طاعات کے انوار و برکات سلب ہو جاتے ہیں جس کا اثر اس عالم میں تو یہ ہوتا ہے کہ جو حلاوت طاعت کی قلب میں پیدا ہوئی تھی وہ زائل ہو جاتی ہے اور ایک طاعت سے دوسری طاعت کا سلسلہ چلا کرتا ہے اور ویسا ہی سامان جمع ہونے لگتا ہے جس کو توفیق کہتے ہیں یہ توفیق بند ہو جاتی ہے بلکہ طاعات معمولہ میں بھی کمی اور ناغہ اور سستی ہونے لگتی ہے اور ان امور فائتہ پر جو ثمرات آخرت میں ملتے اس سے محروم رہیگا یہ اثر اس عالم میں ہوگا اور اس نور و برکت کے سلب ہونے کو بھی کہیں کہیں آیات و احادیث میں حبط وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے بس یہ حبط مشہور اصطلاحی نہیں خوب سمجھ لو **ربط** انفاق میں جن امور کی رعایت ضروری ہے ان میں سے بعض تو مذکور ہو چکے جیسے ترک من واذیٰ و ریا وغیرہ اور ایک ان میں یہ بھی ہے کہ وہ چیز ردی اور خراب بھی نہ ہو اس کو آگے

اللغات الذریۃ ولد الرجل والنساء کذا فی القاموس ۱۲

ملحقات الترجمۃ ۱ے قولہ فی العنوان نفقات و طاعات زاد المعطوف لعموم الآیۃ کما نقل عن ابن عباس و ارتضاہ عمر رض ۱۲

۲ے قولہ زیادہ درخت الخ ظاہرہ ان الجنۃ لما کان من نخیل و اعناب فالمعنی قولہ من کل الثمرات ما خصہما بالذکر لانہما اکرم الاشجار عند العرب ۱۲

۳ے قولہ مناسب زادہ للاشارۃ الی ان الاستغراق عرفی لا حقیقی ۱۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا

اے ایمان والو خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے اور اس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے اور ردی چیز کی طرف نیت

الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ

مت لے جایا کرو کہ اس میں سے خرچ کر دو حالانکہ تم کبھی اس کے لینے والے نہیں ہاں مگر چشم پوشی کر جاؤ اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں تعریف کے

حَمِيْدٌ ۝ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ

لائق ہیں شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے اور تم کو بری بات کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے اپنی طرف سے گناہ معاف کر دینے کا

فَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ

اور زیادہ دینے کا اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں خوب جاننے والے ہیں دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دے دیتے ہیں اور جس کو دین کا فہم مل جاوے اس کو

اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

بڑی خیر کی چیز مل گئی اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں

بیان فرماتے ہیں **رعایت جودت مال** يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ (الی قولہ) وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ۝ اے ایمان والو (نیک کام میں) خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے اور (عمدہ چیز کو) اس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے (کام میں لانے کے) لئے زمین سے پیدا کیا ہے اور ردی (ناکارہ) چیز کی طرف نیت مت لیجایا کرو کہ اس میں سے خرچ کر دو حالانکہ (ویسی ہی چیز اگر کوئی تم کو تمہارے حق واجب کے عوض یا سوغات میں دینے لگے تو) تم کبھی اس کے لینے والے نہیں ہاں مگر چشم پوشی (اور رعایت) کر جاؤ تو اور بات ہے اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں (جو ایسی ناکارہ چیزوں سے خوش ہوں) تعریف کے لائق ہیں (یعنی ذات و صفات میں کامل ہیں تو ان کے دربار میں چیز بھی کامل تعریف کے لائق ہی پیش کرنا چاہئیے) **ف** شان نزول سے طیب کے معنے عمدہ کے لئے گئے ہیں کیونکہ بعض لوگ خراب چیزیں لے آتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی اور بعض نے عموم لفظ سے طیب کی تفسیر حلال کی کی ہے کیونکہ پوری عمدہ جب ہی ہے جب حلال بھی ہو پس اس بناء پر آیت میں اس کی بھی تاکید ہو گی اور پہلی تفسیر پر دوسرے دلائل سے اس تاکید کو ثابت کیا جاوے گا اور یاد رکھو کہ یہ اس شخص کیلئے ہے جس کے پاس عمدہ چیز ہو اور پھر وہ بری نکمی چیز خرچ کرے جیسا ما کسبتم اور اخرجنا اس کے موجود ہونے پر اور لا تیمموا الخبیث منہ تنفقون عمداً نکمی چیز کے خرچ کرنے پر دلالت کر رہا ہے اور جس کے پاس اچھی چیز ہو ہی نہیں وہ اس ممانعت سے بری ہے اور اس کی وہ بری بھی مقبول ہے بعض علماء نے اس سے یہ مسئلے مستنبط کئے ہیں **مسئلہ** (۱) تجارت میں زکوٰۃ فرض ہے لقولہ ما کسبتم **مسئلہ** عشری زمین میں عشر واجب ہے لقولہ اخرجنا اور عشر مزارع پر ہے نہ کہ مالک ارض پر لقولہ لکم خلافاً لابی حنیفۃ رح وہ لکم کا مخاطب مجموع کو کہہ دیں گے تفصیل عشر کی کتب فقہ میں ہے اس بناء پر یہ آیت انفاق واجب کے بارہ میں ہو گی **ربط** آگے متنبہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جو تم کو انفاق کی اور اس میں عمدگی کی رعایت کی ترغیب دی ہے اس میں شیطان اغوا کیا کرتا ہے تم اس پر عمل مت کرنا **تنبیہ بر مزاحمت شیطان** اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ (الی قولہ) وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے کہ اگر خرچ کرو گے یا اچھا مال خرچ کرو گے تو محتاج ہو جاؤ گے) اور تم کو بری بات (یعنی بخل) کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے

مسائل السلوک قولہ تعالیٰ الشیطن یعدکم الفقر الی قولہ ومن یؤت الخ قال العبد الضعیف فیہ العلاج بالعلم کالعلاج بالعمل فیما قبل من قولہ تعالیٰ انفقوا انتہی لقول

ترجمہ قولہ تعالیٰ الشیطان یعدکم الفقر الی قولہ ومن یؤت الخ اس میں بخل کا علاج ہے علم سے جیسا اس کے قبل میں علاج ہے عمل سے

اللغات قال البیضاوی الوعد فی الاصل شائع فی الخیر والشر فی الاخبار بما سیقع قال الفرید بل وعدہ خیرا و وعدہ شرا فاذا اسقطوا الخیر والشر ای المفعول قالوا فی الخیر الوعد وفی الشر الوعید والایعاد الفحشاء قال البیضاوی العرب یسمی البخیل فاحشا ۱۲

النحو قولہ مما اخرجنا علی حذف المضاف ای من طیبات ما اخرجنا منہ تنفقون یحتمل ان یتعلق منہ بتنفقون ... الا ان تغمضوا المستثنیٰ منہ مقدر ای فی وقت من الاوقات الا وقت الاغماض

البلاغۃ قولہ مما اخرجنا التخصیص بذلک لان التفاوت فیہ اکثر ۱۲ بیضاوی قولہ تغمضوا فی روح المعانی استعیر ہنا کما قال الراغب للتغافل والتساہل آہ یؤتی الحکمۃ قال البیضاوی

من یشاء مفعول اول اخرہ اہتمام بالمفعول الثانی ومن یؤت الحکمۃ بناہ للمفعول لانہ المقصود ۱۲

الروایات فی لباب النقول روی الحاکم والترمذی وابن ماجۃ وغیرہم عن البراء قال نزلت ہذہ الآیۃ فینا معشر الانصار کنا اصحاب نخل وکان الرجل یاتی من نخلہ علی قدر کثرتہ وقلتہ وکان ناس ممن لا یرغب فی الخیر یاتی الرجل بالقنو فیہ الشیص والحشف وبالقنو قد انکسر فیعلقہ فانزل اللہ یاایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم الآیۃ ۱۲

تحقیقات الترجمۃ لہ قولہ باسوغات فیہ اشارۃ الی عموم الآیۃ للفرض والنافلۃ فناسب العموم فی قولہ لستم بآخذیہ بل الہدیۃ اکثر ما یکون بالنفس عادۃ ۱۲

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ اِنْ

اور تم لوگ جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو سو حق تعالےٰ کو سب کی یقیناً اطلاع ہے اور بے جا کام کرنے والوں کا کوئی ہمراہی نہ ہوگا اگر

تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ

تم ظاہر کرکے دو صدقوں کو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر ان کا اخفا کرو اور فقیروں کو دے دو تو یہ اخفا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالےٰ

عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

تمہارے کچھ گناہ بھی دور کردیں گے اور اللہ تعالےٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں

(خرچ کرنے پر اور اچھی چیز خرچ کرلے پر) اپنی طرف سے گناہ معاف کردینے کا اور زیادہ دینے کا (یعنی چونکہ نیک جگہ خرچ کرنا طاعت ہے اور طاعت سے معصیت کا کفارہ ہوجاتا ہے لہٰذا اس سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کسی کو دنیا میں بھی اور کسی کو آخرت میں خرچ کا عوض بھی زیادہ کرکے دیتے ہیں) اور اللہ تعالےٰ وسعت والے ہیں (وہ سب کچھ دے سکتے ہیں) خوب جاننے والے ہیں (نیت کے موافق ثمرہ دیتے ہیں اور یہ سب مضامین بہت ظاہر ہیں لیکن ان کو وہی شخص سمجھتا ہے جس کو دین کا فہم ہو اور اللہ تعالیٰ) دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دیدیتے ہیں اور سچ تو یہ ہے) کہ جس کو دین کا فہم مل جاوے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی (کیونکہ دنیا کی کوئی نعمت اس کے برابر نافع نہیں) اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں (یعنی جو عقل صحیح رکھتے ہیں) **ف** یہاں ڈرانے سے مراد وہ وسوسے اور اوہام ہیں جو نیک کام میں خرچ کرنے کے وقت باوجود گنجائش مالی کے بھی گاہ گاہ تخیلہ میں آیا کرتے ہیں اور وہیں اس تخصیص کی یا امر کرنا بالفحشاء ہے کیونکہ بخل تو وسعت ہی کے وقت معتبر ہوتا ہے سو ایسے وہم میں ڈالنا یہ شیطان کا فعل ہے اور بخیل لوگ ان وہموں میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں آیت میں اس پر عمل کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ جب گنجائش ہے تو مناسب مقدار کے خرچ کرنے سے یہ محتاجی کا احتمال ہی غلط ہے پس حاصل آیت کا یہ ہوا کہ ایسے انفاق میں ضرر تو بالکل نہیں اور نفع ہر طرح کا کہ مغفرت بھی ملے اور فضل بھی پس مقتضائے فہم یہی ہے کہ ایسی حالت میں شیطانی وسوسہ کو ہرگز قبول نہ کرے اور اگر ظاہراً اور یقیناً محتاجی کے اسباب و قرائن موجود ہوں تو شریعت خود ایسے شخص کو تطوعات صدقات و تبرعات سے روکتی ہے اور ایسے شخص کے خرچ نہ کرنے کو بخل بھی نہیں کہہ سکتے خوب سمجھ لو اور دین کی فہم سب سے زیادہ نافع اس لئے ہے کہ اس سے عقاید درست ہوتے ہیں اعمال کی توفیق ہوتی ہے اور عقاید و اعمال پر آخرت میں نجات اور ثواب ہے اور دنیا کی کوئی نعمت ثواب اور نجات کی برابری نہیں کرسکتی **ربط** اوپر کی آیتوں میں انفاق کے متعلق جن شرائط کی رعایت کا حکم فرمایا ہے آگے اس رعایت کی تاکید ایک پیرایہ میں فرماتے ہیں کہ ہم کو سب خبر رہا کرتی ہے ہر کام کو درستی کے ساتھ کیا کرو **تاکید رعایت شرائط انفاق** وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ (الیٰ قولہ) وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ اور تم جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو سو حق تعالیٰ کو سب کی یقیناً اطلاع ہے اور بے جا کام کرنے والوں کا (قیامت میں) کوئی ہمراہی (حمایتی) نہ ہوگا **ف** کسی قسم کے خرچ کرنے میں سب خرچ آگئے وہ بھی جس میں سب شرائط مذکورہ کی رعایت ہو اور وہ بھی جس میں کل کی یا بعض کی رعایت نہ ہو مثلاً فی سبیل اللہ نہ ہو بلکہ معصیت میں ہو یا انفاق میں ریا ہو یا اس کے بعد من ہو یا اذیٰ ہو یا حلال یا عمدہ مال نہ ہو اسی طرح نذر کے عموم میں سب نذریں آگئیں مثلاً عبادت مالیہ کی نذر ہو اور اسی مناسبت سے انفاق کے ساتھ نذر کو لائے ہیں یا عبادت بدنیہ کی نذر ہو پھر وہ مطلق ہو یا کسی امر پر معلق ہو پھر یہ کہ اس کا ایفا کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو اور مقصود اس کہنے سے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی اطلاع ہے یہ ہے کہ ہم اس کی جزا دیں گے یہ اس لئے سنایا تاکہ رعایت کی ترغیب اور عدم رعایت سے ترہیب ہو اور بے جا کام کرنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو ضروری شرائط کی رعایت نہیں کرتے بلکہ احکام کی مخالفت کرتے ہیں ان کو تصریحاً وعید سنادی **ربط** آگے انفاق کے متعلق اسکی تحقیق ہے کہ اس کا اظہار افضل ہے یا اخفا **تحقیق افضلیت اظہار یا اخفائے انفاق** اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ (الیٰ قولہ) وَاللّٰهُ بِمَا

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ ان تبدوا الصدقٰت الیٰ قولہ خیر لکم قال العبد الضعیف فیہ الخیار فی الجہر و الاسرار فی نفسہ اذا لم یکن فی مقابلہ مصلحۃ انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ ان تبدوا الصدقٰت الیٰ قولہ خیر لکم اس پر یہ مسئلہ ہے کہ عمل کے اعلان و اخفا میں اختیار ہے اور ساتھ ہی اخفا کی افضلیت بھی ہے جب اعلان میں کوئی خاص مصلحت نہ ہو۔

النحو ما انفقتم جملۃ من بیان لمّا الخبر فان مدخول من بمعنی ما ادیکم علیہ قال البیضاوی شرطیۃ او موصولۃ والعائد محذوف ... ای ما خصوص ... بالشرط ... الخبر فی ... البلاغۃ ... بذکر الفقراء فی ... لانہ کان فیہ ... یؤذن المعنی ... [illegible]

اختلاف القراءۃ قولہ ویکفر عنکم قرأہ نافع والحمزۃ والکسائی بالنون مجزوماً عطفاً علی محل الفاء وما بعدہ کذا قال البیضاوی
لحقات الترجمۃ لے قولہ طاعت سے معصیت کا کفارہ لقولہ تعالیٰ ان الحسنٰت یذہبن السیئات والمراد الصغائر بالاجماع ۱۲

لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ

ان کو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ نہیں ولیکن خدا تعالیٰ جس کو چاہیں ہدایت پر لے آویں اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے فائدہ کی غرض سے کرتے ہو اور تم

مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ○

اور کسی غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز رضا جوئی ذات پاک حق تعالیٰ کے اور جو کچھ مال خرچ کر رہے ہو یہ سب پورا پورا تم کو مل جاوے گا اور تمہارے لئے اس میں ذرا کمی نہ کی جاوے گی

تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ○ اگر تم ظاہر کر کے دو صدقوں کو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر ان کا اخفا کرو اور (اخفا کے ساتھ) فقیروں کو دیدو تو یہ اخفا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ (اس کی برکت سے) تمہارے کچھ گناہ بھی دور کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں **ف** اس مقام میں اقوال مختلف ہیں مگر احقر کے ذوق میں حسب شہادت ظاہر قرآن و حدیث امام حسن بصری کا قول جو کہ کبیر میں منقول ہے راجح معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ آیت فرض اور نفل سب صدقات کو شامل ہے اور سب میں اخفا ہی افضل ہے اسمیں دینی مصلحت بھی ہے کہ ریا سے ابعد ہے لینے والا بھی نہیں شرماتا اور دنیوی مصلحت بھی ہے کہ اپنے مال کی مقدار عام لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتی اور مراد افضلیت اخفا سے آیت میں افضلیت فی نفسہا ہیں مگر کسی مقام پر کسی عارض سے مثلاً رفع تہمت یا امید اقتدا وغیر ذلک اظہار کو ترجیح ہو جاوے تو افضلیت فی نفسہ کے منافی نہیں اور کفارہ سیئات کچھ اخفا کے ساتھ خاص نہیں لیکن تخصیص ذکری جبکہ وہ مرجع ضمیر یا ترکیب میں جزا ہو اس نکتہ کے لئے ہے کہ نفس اخفا میں کوئی ظاہری فائدہ نہیں ہو کیجا اس لئے منقبض ہوتا ہے پس ایک فائدہ عظیمہ پر تنبیہ کر دی جو باقتضاء اعلان کے زیادہ متوقع الحصول ہے اور اسی لئے واللہ بما تعملون خبیر بڑھا یا یعنی خدا کو تو خبر ہے پھر اور کسی کو خبر نہ ہو تو کیوں منقبض ہوتے ہو اور یہ جو کہا کچھ گناہ وجہ اس کی یہ ہے کہ ایسے حسنات سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور کبیرہ کی معافی کے دو طریق ہیں ایک توبہ بشرائطہا دوسرے فضل اور رحمت **ربط** آگے بات تبلاتے ہیں کہ صدقہ خیرات دینے میں کچھ مسلمان کی تخصیص نہیں ہے اگر کافر بھی حاجتمند ہو اس کے ساتھ احسان کرنے میں دریغ مت کرو بشرطیکہ اہل اسلام کو ضرر پہنچانے پر آمادہ نہ رہتا ہو **عموم احسان بمسلم و کافر** لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ (الی قولہ) وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ○ (چونکہ بہت سے صحابہ کفار کو بایں مصلحت خیرات نہ دیتے تھے کہ شاید اسی تدبیر سے کچھ لوگ مسلمان ہو جاویں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہی رائے دی تھی اس لئے اس آیت میں دونوں طرح کے خطاب کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ان کافروں) کو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ (فرض و واجب) نہیں (جس کے لئے اتنے دور دراز اہتمام کئے جاویں) ولیکن (یہ تو) خدا تعالیٰ (کا کام ہے) جس کو چاہیں ہدایت پر لے آویں (آپ کا کام صرف ہدایت کا پہنچا دینا ہے خواہ کوئی ہدایت پر آوے یا نہ آوے اور ہدایت کا پہنچا دینا کچھ اس ممانعت پر موقوف نہیں) اور (اے مسلمانو!) جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے فائدہ کی غرض سے کرتے ہو اور (اس فائدہ کا بیان یہ ہے کہ تم اور کسی غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز رضا جوئی ذات پاک حق تعالیٰ کے (کہ ثواب اس کے لوازم سے ہے اور یہ غرض ہر حاجتمند کی رفع حاجت کر دینے سے حاصل ہوتی ہے پھر مسلمان فقیر کی تخصیص کیوں کیجاوے) اور (نیز) جو کچھ مال خرچ کر رہے ہو یہ سب (یعنی اس کا عوض اور ثواب) پورا پورا تم (ہی) کو (آخرت میں) مل جاوے گا اور تمہارے لئے اس میں ذرا کمی نہ کی جاوے گی (سو تم کو اپنے عوض سے مطلب رکھنا چاہیئے اور عوض ہر حال میں ملے گا پھر تم کو اس سے کیا بحث کہ ہمارا صدقہ مسلمان ہی کو ملے کافر کو نہ ملے) **ف** خلاصہ یہ کہ نیت بھی تمہاری اصل میں اپنے ہی نفع حاصل کرنے کی ہے اور واقع میں بھی حاصل خاص تم ہی کو ہوگا پھر ان زوائد پر کیوں

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ لیس علیک هداهم قال العبد الضعیف فیہ عدم التصدی وترک المبالغة فی التدبیر انتہی القول

قولہ تعالیٰ وما تنفقوا من خیر فلانفسکم وما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ قال العبد الضعیف فیہ ان ارادة الثواب لا ینافی الخلوص للہ تعالیٰ کما یزعمہ الجہلة انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ لیس علیک هداهم اس میں اس پر دلالت ہے کہ کسی کے زیادہ درپے نہ ہو اور تدبیر میں زیادہ مبالغہ نہ کرے (کیونکہ عدم تصدق علی الکفار کا بطور تدبیر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشورہ فرمایا تھا)

قولہ تعالیٰ وما تنفقوا من خیر فلانفسکم وما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ اس میں دلیل ہے اس پر کہ ثواب کا قصد کرنا خلوص کے منافی نہیں جیسا بعض جہلاء صوفیہ نے سمجھا ہے (چنانچہ آیت میں دونوں قصدوں کو جمع فرمایا ہے)

الروایات فی روح المعانی اخرج ابن ابی حاتم وغیرہ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یامرنا ان لا نتصدق الا علی اہل الاسلام حتی نزلت ہذہ الآیۃ واخرج ابن جریر عنہ قال کان اناس من الانصار لہم انسباء وقرابۃ وکانوا یتقون ان یتصدقوا علیہم ویریدونہم ان یسلموا فنزلت الآیۃ

الملحقات الترجمۃ قولہ فی وجہ الربط تخصیص نہیں تقریرہ ان حاصل نہیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان سلبا کلیا ومدلول الآیۃ الایجاب الجزئی المتحقق ببعض الصدقات فلا یرد ان الآیۃ عامۃ فی کل الصدقات ومن حیط الفائدۃ عموم الصرف لا عموم المصروف ولعل نہیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان فی غیر الزکوۃ وقرینۃ علی الحمل قول بعض ان الزکوۃ کان صرفہا من بیت المال لا من المزکین والخطاب للمتصدقین فدل علی ان الکلام فی غیر الزکوۃ وایضا قولہ علیہ السلام فی الزکوۃ لمعاذ خذہا من اغنیاءہم وردہا فی فقرائہم اخرج الزکوۃ من ہذا العموم الظاہری فبقی غیرہا علی الجواز ویؤیدہ قولہ علیہ السلام تصدقوا علی اہل الادیان کلہا اخرجہ العینی عن مصنف ابن ابی شیبۃ مرسلا وفی النہایۃ ولاحدیث معاذ قلنا بالجواز فی غیر الزکوۃ ۱۲ استثناء الحربی للمقصود تعالیٰ انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین ۱۲

ع۲ قولہ اس فائدہ کا بیان اشارۃ الی کون العطف تفسیریا ۱۲

ع۳ قولہ خلاصہ اشارۃ الی التعبیر علی تغایر مفہومی فلانفسکم ویوف الیکم فتدبر و تشکر ۱۲

ع۴ قولہ نیت اس خلاصہ فی فلانفسکم النفع والغرض والحاصل علی نیتہ و تقدیرہ فلا توقعہ کہ نیتہ خالصہ ۱۲

ع۵ قولہ لیکن تخصیص ذکری الخ توضیح اس کی یہ ہے کہ اگر یکفر کی ضمیر حق تعالیٰ کی طرف راجع ہو اور یکفر مستقلاً ہو تب تو یہ یکفر ابداء و اخفاء دونوں سے متعلق ہو سکتی ہے اخفاء کے ساتھ ذکراً بھی تخصیص نہیں اور اگر مرجع ضمیر اخفاء ہو یا یکفر جزاء ہو ان تخفوہا کی جیسا کہ ایک قرات میں یکفر بالجزم ہے تو ان دونوں صورتوں میں تخصیص ذکری ہے جس کی آگے توجیہ ہے فقط ۱۲ منہ

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ

اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں وہ لوگ کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا امکان نہیں رکھتے ناواقف ان کو تونگر خیال کرتا ہے

اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْــَٔـلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ

ان کے سوال سے بچنے کے سبب سے تم ان کو ان کے طرز سے پہچان سکتے ہو وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے اور جو مال خرچ کرو گے بیشک

فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ

حق تعالیٰ کو اس کی خوب اطلاع ہے اور جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں پوشیدہ اور آشکارا سو ان لوگوں کو

ربع ع ۳۷ ۵

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

ان کا ثواب ملے گا ان کے رب کے پاس اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے

نظر کیجاتی ہے کہ یہ نفع خاص اسی طریق سے حاصل کیا جاوے کہ مسلمان ہی کو صدقہ دیں کافر کو نہ دیں شیخ سعدی کا شعر گویا اسی آیت کی تفسیر ہے گراز بسر نیش آتش یہود ؎ تو واپس چرا میکشی دست جود اور جاننا چاہیئے کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ تیرا کھانا خاص متقی کھایا کریں مراد اس سے طعام دعوت ہے اور آیت میں طعام حاجت پس تعارض کا شبہ نہ کیا جاوے **مسئلہ** حربی کافر کو کسی قسم کا صدقہ وغیرہ دینا جائز نہیں **مسئلہ** کافر ذمی یعنی غیر حربی کو صرف زکوٰۃ و عشر دینا جائز نہیں اور دوسرے صدقات واجبہ ونفل سب جائز ہیں اور آیت میں زکوٰۃ داخل نہیں **ربط** اوپر صدقات میں مومن کی تخصیص نہ ہونے کا بیان فرمایا تھا آگے اصل مستحق کا بیان فرماتے ہیں یعنی حاجت کے وقت سب کو دینا چاہیئے لیکن اصل استحقاق ان لوگوں کا ہے جن میں خاص صفتیں ہوں یعنی اپنی طرف سے تو ایسوں ہی کو تفتیش کر کے دے اور یوں بلاتفتیش جس کی حاجت پر اطلاع ہو جاوے اس کو دے دیا کرے پس کچھ تعارض نہ رہا **اصل مستحقین صدقات** لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (الی قولہ) فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ (صدقات) اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ (یعنی دین کی خدمت) میں (اور اسی خدمت دین میں مقید اور مشغول رہنے سے) وہ لوگ (طلب معاش کے لئے) کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا (عادۃً) امکان نہیں رکھتے (اور) ناواقف ان کو تونگر خیال کرتا ہے ان کے سوال سے بچنے کے سبب سے (البتہ) تم ان لوگوں کو ان کے طرز (وہیئت) سے پہچان سکتے ہو (کیونکہ فقر و فاقہ سے چہرہ اور بدن میں ایک گونہ اضمحلال ضرور آجاتا ہے اور یوں) وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے (جس سے کوئی ان کو حاجتمند سمجھے یعنی مانگتے ہی نہیں کیونکہ اکثر جو لوگ مانگنے کے عادی ہیں وہ لپٹ کر ہی مانگتے ہیں) اور (ان لوگوں کی خدمت کرنے کو) جو مال خرچ کرو گے بیشک حق تعالیٰ کو اس کی خوب اطلاع ہے (اور لوگوں کو دینے سے ان کی خدمت کا فی نفسہ زیادہ ثواب دیں گے) **ف** فی نفسہ کی قید لگانے کی وجہ تقریر ربط سے معلوم ہو چکی ہے یعنی اصل میں تو زیادہ اسی میں ثواب ہے لیکن کسی عارض کی وجہ سے ان کے غیر میں ثواب کا زیادہ ہونا ممکن ہے مثلاً ان لوگوں کی حاجت سے زیادہ دوسروں کو حاجت ہو یا یہ توقع ہو کہ ان کی خدمت تو کوئی اور بھی کر دیگا اور دوسرے بالکل محروم ہی رہ جاویں گے اور جہاں یہ عوارض نہ ہوں وہاں یہ لوگ خدمت کے لئے افضل ہیں اور یہ تطبیق بھی ہو سکتی ہے اوپر کی آیت کے مضمون اور اس حدیث میں جو اس کے تحت میں لکھی گئی ہے یعنی فی نفسہ تقی کی خدمت افضل ہے اور عارض کی وجہ سے غیر تقی بلکہ غیر مومن کے ساتھ احسان کرنے میں بھی افضلیت ممکن ہے اور جاننا چاہیئے کہ ہمارے ملک میں اس آیت کے مصداق سب سے زیادہ وہ حضرات ہیں جو علوم دینیہ کی اشاعت میں مشغول ہیں پس اس بنا پر سب سے اچھا مصرف طالب العلم ٹھہرے اور ان پر جو بعض ناتجربہ کاروں کا یہ طعن ہے کہ ان سے کمایا نہیں جاتا اس کا جواب قرآن میں دے دیا گیا، جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص ایسے دو کام نہیں کر سکتا جنہیں سے ایک میں دونوں میں پوری مشغولی کی ضرورت ہو اور جس کو علم دین کا کچھ مذاق ہوگا وہ مشاہدہ سے سمجھ سکتا ہے کہ اسمیں غایت مشغولی وانہماک کی حاجت ہے اسلئے اس کیساتھ اکتساب مال کا شغل جمع نہیں ہو سکتا اور اسکے کہ بلیے علم دین کی خدمت ناتمام رہ جانی ہے جس کو ہزاروں نظائر پیش نظر ہیں **ربط** آگے یہ بتلانا مقصود ہے کہ انفاق فی الخیر میں کسی زمانہ اور کسی حالت کی تخصیص نہیں جب موقع ہو خرچ کرنا چاہیئے سب مقبول ہے **عدم تخصیص اوقات و حالات در انفاق** اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ (الی قولہ) وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ احصروا قال العبد الضعیف فیہ اولویۃ ترک اسباب المعیشۃ للفقیر المشتغل بالاخرۃ وان لم یتنافیا انتہی الفضل قولہ تعالیٰ یحسبہم الجاہل اغنیاء قال العبد الضعیف فیہ عدم التزیی بزی خاص یتمیز بہ عن العوام انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ احصروا فی سبیل اللہ الخ اس میں دلیل ہے کہ فقیر مشتغل بالآخرۃ کو اسباب معیشت کا ترک کرنا اولیٰ ہے اگرچہ اس اشتغال و کسب میں کچھ تنافی بھی نہیں قولہ تعالیٰ یحسبہم الجاہل اغنیاء الخ اس میں اصل ہے اس کی کہ ایسی کوئی خاص وضع نہ بنائے جس سے عوام اہل دنیا سے ممتاز ہو

النحو انما المنفی فی سرّہ صمانیۃ مصدر ای الحافا ۱۲	الروایات فی لباب المنقول اخرج عبد الرزاق وابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی بسند ضعیف
البلاغۃ انما قدم اللیل والسر ففضیلۃ الاخفاء فی نفسہ ۱۲	عن ابن عباس قال نزلت ہذہ الآیۃ فی علی بن ابی طالب کانت عندہ اربعۃ دراہم فانفق باللیل درہما

وبالنہار درہما وسرا درہما وعلانیۃ درہما واخرج ابن المنذر عن ابن المسیب قال الآیۃ نزلت فی عبد الرحمن بن عوف وعثمان بن عفان فی نفقتہم فی جیش العسرۃ ۱۲ (ملحقات الترجمہ ۱۹۵)

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ

جو لوگ سود کھاتے ہیں　نہیں کھڑے ہونگے　مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے　ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنا دے　لپٹ کر　یہ سزا اس لئے ہوگی

بِاَنَّھُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ

کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے　حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے　پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ

نصیحت پہنچی اور وہ باز آگیا تو جو کچھ پہلے ہو چکا ہے وہ اسی کا رہا　اور معاملہ اس کا خدا کے حوالہ رہا　اور جو شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ دوزخ میں جاویں گے وہ اس میں

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝

ہمیشہ رہیں گے　اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں　اور صدقات کو بڑھاتے ہیں　اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو کسی گناہ کے کام کرنیوالے کو

رات میں اور دن میں (یعنی بلا تخصیص اوقات) پوشیدہ اور آشکارا (یعنی بلا تخصیص حالات) سو ان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا (قیامت کے روز) ان کے رب کے پاس (جا کر) اور نہ (اس روز) ان پر کوئی خطرہ (واقع ہونے والا) ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے **ف** اس تعمیم سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ پوشیدہ خرچ کرنا اسی وقت افضل ہے جب تک آشکارا خرچ کرنے میں کسی عارض سے ترجیح نہ ہو مثلاً اس وقت مجمع میں ایک شخص کا دم نکلا جاتا ہے اور ہم اس کو نفع پہنچا سکتے ہیں اب وہاں یہ انتظار کرنا کہ جب سب ہٹ جاویں　اس وقت اس کی خبر گیری کریں گے اسی مثل کا مصداق ہو جاتا ہے تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود، اور یہ جو کہا گیا کہ ان پر کوئی خطرہ واقع ہونے والا نہیں اس سے یہ شبہ جاتا رہا کہ قیامت کے روز تو خاص بندے بھی بڑے خوف اور خطر میں مشغول ہوں گے وجہ دفع شبہ ظاہر ہے کہ گو ان کو خود خطرہ ہو مگر جس امر کا خطرہ ہے وہ ان کو پیش نہ آوے گا **ربط** تفصیل مضامین انفاق سے پہلے منجملہ ابواب البر کے پنتیس حکموں کا بیان ہوا ہے بعض احکام کا یہاں سے بیان ہوتا ہے اور ان بقیہ احکام کا ارتباط مضمون انفاق کے ساتھ اس سے اور زیادہ ہو گیا کہ یہ سب احکام مثل انفاق کے مال ہی کے ساتھ متعلق ہیں چنانچہ ربوا ظاہر ہے کہ مال سے متعلق ہے اسی طرح مدیون کو مہلت دینا، دین کے معاملات کو لکھوا لینا، ان معاملات میں شاہد بنانا، ان شاہدوں کاتبوں کو بے وجہ عذر نہ کرنا، رہن رکھنا رکھنا **حکم سی و ششم تحریم و ذم ربوا** اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا (الی قولہ) وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ جو لوگ سود کھاتے ہیں (یعنی لیتے ہیں) نہیں کھڑے ہونگے (قیامت میں قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنا دے لپٹ کر (یعنی حیران مدہوش) یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان (سود خوار) لوگوں نے (سود کے حلال ہونے پر استدلال کرنے کے لئے) کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے (کیونکہ اس میں بھی مقصود نفع حاصل کرنا ہوتا ہے اور بیع یقیناً حلال ہے پھر سود بھی جو کہ اس کا مثل ہے حلال ہونا چاہیئے) حالانکہ (دونوں میں کھلا فرق ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے (جو کہ مالک ہیں احکام کے) بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے (اس سے زیادہ اور کیا فرق ہوگا) پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے (اس بارہ میں) نصیحت پہنچی اور وہ (اس سود کے فعل سے اور اس کفر کے قول سے یعنی حلال کہنے سے) باز آگیا (یعنی حرام سمجھنے لگا اور لینا بھی چھوڑ دیا) تو جو کچھ (اس حکم کے آنے سے) پہلے (لینا) ہو چکا ہے وہ اسی کا رہا (یعنی ظاہر شرع کے نزدیک اسکی یہ توبہ قبول ہو گئی اور لیا ہوا مال اسی کی ملک ہے) اور (باطنی) معاملہ اس کا (کہ وہ دل سے باز آیا ہے یا منافقانہ توبہ کر لی ہے یہ) خدا کے حوالہ رہا (اگر دل سے توبہ کی ہوگی عند اللہ نافع ہوگی ورنہ کالعدم ہوگی تم کو بدگمانی

ملحقات الترجمۃ (متعلقہ صفحہ ۱۶۴) **قولہ ۱** صدقات اس حق اشارۃ الی حذف المبتدا والی کون اللام للاستحقاق ۱۲ **۲ قولہ** عادۃ یعنی من المراد نفی الاستطاعۃ العادیۃ لا العقلیۃ ۱۲ **۳ قولہ** یعنی مانگتے ہی نہیں فی روح المعانی ہو المروی عن ابن عباس والیہ ذہب الفراء والزجاج واکثر ارباب المعانی وعلیہ یکون النفی متوجہا الامرین علی حد قول الاعشی **ع**

لا یغمز الساق من این ولا وصب　ولا یعض علی شرسوفۃ الصفر

ہذا شرح بیان ہذا لما کان التقیید لازما للقیید ولکن لا یلازم حتی یلزم من نفیہ نفیہ من طریق برہانی وما یبین لیس کذلک ہذا الالحاف لیس لازما للسوال وما کلم زید ثم اجاب بان لیس بمرضی عندی ان الجواب عندی ما شرحت فی تقریر ترجمۃ من کون الالحاف لازما للسوال فی الاکثر کما ہو مشاہد ۱۲

ملحقات الترجمۃ (متعلقہ صفحہ ہذا) **۱ قولہ** یعنی لیتے ہیں ماخذہ البیضاوی قال وذکر الاکل لانہ اعظم منافع المال ۱۲ **۲ قولہ** بیع بھی تو مثل سود کے ہے مبنا لتقریر للاستدلال والمعنی انہ ذو قائم راتیہ لصاحب الاتصال فلا یحتاج الی ارتکاب تکلف المبالغۃ وحاصل الاستدلال انہما متماثلان والمثل یقاس علی المثل فیقاس الربوا علی البیع فی الحل قلت واسہل منہ ان یقال ان ہذہ حجۃ الزامیۃ ای لو کان الربوا حراما لزم ان یکون البیع حراما لان البیع مثل الربو واللازم باطل فالملزوم مثلہ ۱۲ **۳ قولہ** تم کو بدگمانی کا الخ ہذا التقریر لجمۃ واصولہ ما ہدانی ربی وفقنی اللہ تعالیٰ بہ بعد فکر طویل فیما علمت بعد ان راجعت التفاسیر ولم یطمئن قلبی بما فیہا والحمد للہ وہو کشف قولہ علیہ السلام ہلا شققت قلبہ ۱۲

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور نماز کی پابندی کی اور زکوۃ دی ان کے لئے ثواب ہوگا ان کے

رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○

پروردگار کے نزدیک اور ان پر کوئی خطرہ نہیں ہوگا اور نہ وہ مغموم ہوں گے

کا کوئی حق نہیں) اور جو شخص (نصیحت مذکور سنکر بھی اسی قول اور اسی فعل کیطرف) پھر عود کرے تو (بوجہ اس کے کہ ان کا یہ فعل خود گناہ کبیرہ ہے) یہ لوگ دوزخ میں جاویں گے (اور بوجہ اس کے کہ ان کا یہ قول کفر ہے اس لئے) وہ اس (دوزخ) میں ہمیشہ رہیں گے (اور گو سود لینے سے فی الحال مال بڑھتا نظر آتا ہے لیکن مآل کار) اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں (کبھی تو دنیا ہی میں سب برباد ہو جاتا ہے ورنہ آخرت میں تو یقینی بربادی ہے کیونکہ وہاں اسپر عذاب ہوگا) اور (برخلاف اس کے صدقہ دینے میں گو فی الحال مال گھٹتا معلوم ہوتا ہے لیکن مآل کار اللہ تعالیٰ) صدقات کو بڑھاتے ہیں (کبھی تو دنیا میں بھی ورنہ آخرت میں تو یقیناً بڑھتا ہے کیونکہ وہاں اس پر بہت سا ثواب ملیگا جیسا اوپر آیات میں مذکور ہوا) اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے (بلکہ مبغوض رکھتے ہیں) کسی کفر کرنے والے کو (جو کہ قول مذکور کے مثل کلمات کفر منہ سے بکے اور اسیطرح پسند نہیں کرتے) کسی گناہ کے کام کرنے والے کو (جو کہ فعل مذکور یعنی سود کے مثل کبائر کا مرتکب ہو) **ف۱** آخرت میں جنون کی سی حالت ہونا قرآن سے تو اس فعل اور اس قول کے مجموعہ پر مرتب معلوم ہوتا ہے اور حدیث سے صرف سود لینے کے فعل پر بھی اسکا ترتب ثابت ہوتا ہے جیسا روح المعانی میں طبرانی سے بروایت عوف بن مالک حدیث مرفوع منقول ہے جس کے بعض الفاظ یہ ہیں فمن اکل الربوا بعث یوم القیمۃ مجنونا یتخبط ثم قرأ الآیۃ **ف۲** قیامت میں سود خوار کی حالت جنون کو جو تشبیہ دی گئی ہے اس شخص کی حالت سے جسکو شیطان نے لپٹ کر خبطی کر دیا ہو اس سے معلوم ہوا کہ آسیب کا لپٹ جانا امر ممکن ہے اور حقیقت اسکی یہ ہے کہ جنات میں بعضے خبیث ہوتے ہیں وہ بعضی دفعہ کسی شخص کو تکلیف پہنچاتے ہیں اور ان کے تسلط سے انسان بدحواس ہو جاتا ہے چونکہ جنات کا وجود قرآن سے ثابت ہے اور ان کے لگی لپٹنے کے اثر سے بچہ کا رونا حدیث سے ثابت ہے لہٰذا آیت میں اس تاویل کی ضرورت نہیں کہ بنا علی زعم العرب ایسا کہدیا گیا ہے اور چونکہ آیت میں کہیں نہیں ہے کہ بدحواسی کی علت ہمیشہ آسیب زدگی ہی ہے اس لئے اس شبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ بدحواسی اور جنون امراض کی ایک قسم ہے وجہ دفع شبہ ظاہر ہے کہ اگر جنون کبھی جن کے اثر سے ہو اور کبھی مرض کے اثر سے یا دونوں کے اثر سے اس طرح ہو کہ اول جن کا اثر ہو اور اس سے اخلاط میں تعفن اور تغیر پیدا ہو جاوے یا کبھی اول اخلاط میں فساد پیدا ہو اور ان سے ریاح متعفنہ پیدا ہوں پھر ان ریاح کے ساتھ ارواح خبیثہ شیطانیہ متعلق ہو جاویں جس طرح بعض فصول میں مواد بخاریہ میں جان پڑ کر ہوام موذیہ اور حشرات الارض پیدا ہو جاتے ہیں تو ان سب صورتوں میں کوئی وجہ استبعاد کی نہیں ہے پس اس قسم کے آثار کا انکار کرنا نری دہریت اور الحاد ہے اور بعضوں کو جو قرآن مجید کی اس آیت سے شبہ ہو گیا وما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم الآیۃ سو یہاں حصر باعتبار اس کے ہے کہ شیطان جبراً معصیت نہیں کرا سکتا باقی اثر متکلم فیہ کی نفی لازم نہیں آتی البتہ یہ بات ابتک ثابت نہیں کہ مردوں کی ارواح آکر ستاتی ہیں بلکہ ظاہراً یہ امر اس لئے غلط معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ صلحا سے تھا تو نعیم میں مشغول ہے اس کو یہاں ایذا رسانی کے لئے آنے کی کیا ضرورت اور اگر وہ اشقیا میں سے تھا تو اس کو اس کی کب مہلت **ف۳** اور قیامت میں جو یہ سزا دیجائے گی مناسبت اس کی جرم کے ساتھ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس شخص کا یہ کہنا انما البیع مثل الربوا ناشی ہے اس شخص کی بے عقلی سے ربا و دین کے اسلئے اسکو سزا زوال عقل کی دیجاویگی اسیطرح یہ فعل بھی خود دلیل ہے بے عقلی مذکور کی کیونکہ جس علم پر عمل نہ ہو وہ گویا علم اور عقل ہی نہیں **ف۴** حق تعالیٰ نے ان کے استدلال مذکور کا جو جواب دیا ہے وہ حاکمانہ جواب ہے جو تقریر قوانین کے وقت بالکل کافی اور نہایت مناسب ہوتا ہے باقی حکیمانہ جواب آیہ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل سے بوجہ اس کے کہ باطل میں سود بھی داخل ہے مفہوم ہوتا ہے جس کا حاصل اجمالاً یہ ہے کہ اس میں ناحق دوسرے کے مال کا ضائع کرنا ہے باقی مفصل حکمتیں اور احکام اصول اور فقہ میں مذکور ہیں **ربط** اوپر سود کے باب میں بد اعتقاد اور بد عمل لوگوں کا ذکر تھا آگے حسب عادت قرآنیہ خوش اعتقاد اور نیک عمل لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں **مدح مؤمنین عاملین** اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (الی قولہ) وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور (بالخصوص) نماز کی پابندی کی اور زکوۃ دی ان کے لئے ان کا ثواب ہوگا ان کے پروردگار کے نزدیک (در آخرت میں) ان پر کوئی خطرہ (واقع ہونے والا) نہیں ہوگا اور نہ وہ (کسی مقصود کے فوت ہونے سے) مغموم ہونگے **ف**

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو پھر اگر تم نہ کرو گے تو

فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝

اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے اور اگر تم توبہ کر لو گے تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جائیں گے نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا

اوپر کی آیت میں سود خواروں کا قول اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ان کے کفر پر دلالت کرتا تھا اسکے مقابل اس آیت میں اٰمَنُوا لایا گیا اور وہاں ان کی بد عملی سود کی مذکور تھی جس سے ان لوگوں کا راغب الی الدنیا ہونا بھی مفہوم ہوتا تھا یہاں انکی خوش عملی اجمالاً عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے اور تفصیلاً راغب الی اللہ ہونا اَقَامُوا الصَّلٰوةَ سے اور بجائے مال سود حاصل کرنے کے بالعکس مال کا خرچ کرنا اٰتَوُا الزَّكٰوةَ سے مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ ان مقابلوں کی رعایت سے کلام میں کس قدر حسن و خوبی آگئی **ربط** اوپر ممانعت تھی آیندہ سود لینے سے آگے حکم تبلاتے ہیں پچھلا چڑھا ہوا سود وصول کرنے کا **نہی از وصول بقایا سود** يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ (الی قولہ) وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو (کیوں کہ ایمان کا مقتضا اطاعت کرنا ہے) پھر اگر تم (اس پر عمل) نہ کرو گے تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے (یعنی تم پر جہاد ہوگا) اور اگر تم توبہ کر لو گے تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جاویں گے (اس قانون کے بعد) نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے (کہ تم اصل مال سے زیادہ لینے لگو) اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پاویگا (کہ تمہارا اصل مال بھی نہ دلایا جاوے) **ف** آیت میں جو جہاد کے لئے فرمایا ہے اس میں حسب ذیل تفصیل ہے **مسئلہ** سود نہ چھوڑنا اگر اس طرح پر ہے کہ اس کو حلال نہیں سمجھتا تو وجہ جہاد یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ ہے جو مسلمان کسی خاص حکم شرعی کے خلاف کرے اور امام کے کہنے سے باز نہ آوے تو اس پر جبر کرنا چاہئے سو وہ چار پر تو جبر چل جاویگا اور اگر وہ جبر کو نہ مانے بلکہ گروہ بنکر بمقابلہ پیش آوے تو ان پر جہاد کرنا چاہئے گو وہ امر سنت ہی کیوں نہ ہو اسی لئے فقہاء نے ترک اذان یا ترک ختان پر قتال کا حکم دیا ہے اور ایسے لوگوں کا حکم باغیوں کا سا ہوگا اور اس آیت میں جو یہ فرمایا ہے کہ اگر تم توبہ کرو تو تمہارا راس المال ملیگا اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں راس المال بھی نہ ملے گا اس میں یہ تفصیل ہے **مسئلہ** اگر یہ توبہ نہ کرنا اس طرح ہے کہ سود کو حلال سمجھنے لگا تو چونکہ اس کے قبل یہ شخص مسلمان ہے جیسا کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اس کا قرینہ بھی ہے اور سود کو حلال سمجھنا کفر ہے اور اسلام کے بعد کفر کرنا ارتداد ہے اس لئے یہ شخص مرتد ہو جاویگا کہ اگر از سر نو اسلام قبول نہ کرے تو اس کو قتل کر دیا جاتا ہے اور اس کا تمام مال اس کی ملک سے زائل ہو جاتا ہے پھر اس میں جتنا ارتداد سے پہلے کا حاصل کیا ہوا ہے وہ تو اس کے مسلمان وارثوں کو تقسیم ہو جاتا ہے اور جو ارتداد کی حالت میں حاصل کیا ہے وہ بیت المال میں داخل کر دیا جاتا ہے **مسئلہ** اور اگر یہ توبہ نہ کرنا اس طرح ہے کہ اسکو حلال نہیں سمجھا مگر ترک نہیں کیا تو اوپر مذکور ہوا ہے کہ اگر یہ بمقابلہ پیش نہ آیا تب تو جبر کر کے ترک کرا ہی دینگے تو یہ نہ کرنے کی شق میں یہ صورت داخل ہی نہیں اور اگر بمقابلہ پیش آیا تو باغی ہے اور باغی کے احکام میں سے یہ ہے کہ ان میں جو قتل سے بچا ہے اس کا مال اس کی ملک سے تو زائل نہیں ہوتا مگر اس کے قبضہ سے نکال لیا جاتا ہے یعنی چھین کر اپنے قبضہ میں امانت کے طور پر رکھا جاتا ہے وہ لوگ جس وقت توبہ کر لیں ان کے اموال انکو واپس کر دیئے جاویں گے یہ سب مسائل ہدایہ میں موجود ہیں **مسئلہ** جو احقر نے اس آیت سے سمجھا ہے دار الحرب میں حربی سے سود لینا حرام ہے کیونکہ یہ بقایا سود زمانۂ جاہلیت کا تھا جب کہ مکہ دار الحرب تھا **مسئلہ** اگر یہ معاملہ حلال ہوتا تو حلال معاملہ سے جو حق واجب ہوا اس کا مطالبہ ہر حال میں درست ہے گو مطالبہ کے وقت وہ معاملہ ناجائز ہو مثلاً ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی سے ایک روپیہ کی شراب خریدی ان کے لئے معاملہ حلال تھا پھر دونوں مسلمان ہو گئے باوجودیکہ اب ایسی بیع و شرا درست نہیں مگر پچھلا روپیہ

البلاغۃ التنوین فی حرب للتعظیم ؏

اختلاف القراۃ قال البیضاوی قرء حمزۃ و عاصم فی روایۃ ابن عباس فاٰذنوا ای فاعلموا بہا غیرکم من الاذن وھو الاستماع فانہ من طرق العلم و فی حاشیتہ بہ زرف وانما امروا باعلام غیرھم علمھم لا محالۃ اٰہ او یقال کما فی روح المعانی اعلموا انفسکم او غیرکم ؏

الروایات اخرج ابن ابی حاتم عن مقاتل قال نزلت ھذہ الآیۃ فی بنی عمرو بن عمیر بن عوف الثقفی و مسعود بن عمرو بن عبد یالیل بن عمرو و ربیعۃ بن عمرو و حبیب بن عمیر و کلھم اخوۃ وھم الطالبون و المطلوبون بنو المغیرۃ من بنی مخزوم وکانوا یداینون بنی المغیرۃ فی الجاہلیۃ بالربوا وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صالح ثقیف فطلبوا رباھم الی بنی المغیرۃ وکان مالا عظیما فقال بنو المغیرۃ واللہ لا نعطی الربوا فی الاسلام وقد وضعہ اللہ تعالیٰ ورسولہ عن المسلمین فعرفوا شانھم معاذ بن جبل ویقال عتاب بن اسید فکتب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بنی عمرو و عمیر یطلبون رباھم عند بنی المغیرۃ فنزل اللہ تعالیٰ یٰایھا الذین اٰمنوا الخ فکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی معاذ بن جبل ان اعرض علیھم ھذہ الآیۃ فان فعلوا فلھم رؤس اموالھم وان ابوا فاٰذنھم بحرب من اللہ ورسولہ وفی روح المعانی عن ابی یعلی عن ابن عباس لما نزلت قال ثقیف لا یدی لنا بحرب ؏

لحقات الترجمۃ لہ **قولہ** کیونکہ الخ علم منہ من اشتراط اللہ غیب لا التعلیق ۱۲ ص ۵۷ یہ مسئلہ کی

وَإِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

اور اگر تنگ دست ہو　تو مہلت دینے کا حکم ہے آسودگی تک　اور یہ کہ معاف ہی کر دو　اور زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے　اگر تم کو خبر ہو

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ ۖ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ ع

اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ تعالیٰ کی پیشی میں لائے جاؤ گے　پھر ہر شخص کو اس کا کیا ہوا پورا پورا ملے گا　اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلٰٓى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۚ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ م

اے ایمان والو　جب معاملہ کرنے لگو ادھار کا ایک میعاد معین تک　تو اس کو لکھ لیا کرو　اور یہ ضرور ہے کہ تمہارے آپس میں کوئی لکھنے والا

بِالْعَدْلِ ص وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ج وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ

انصاف کے ساتھ لکھے　اور لکھنے والا لکھنے سے انکار بھی نہ کرے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اس کو سکھلا دیا اس کو چاہئے کہ لکھ دیا کرے　اور وہ شخص لکھوا دے جس کے ذمہ وہ حق واجب

الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا ۚ فَإِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا

ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے　اور اس میں سے ذرہ برابر کمی نہ کرے　پھر جس شخص کے ذمہ حق واجب تھا وہ اگر خفیف العقل ہو

وصول کرنا درست ہے پس جب ہوا میں پچھلا بقایا لینے کی اجازت نہ ہوئی معلوم ہوا کہ اس وقت بھی حلال نہ تھا پھر حربی حربی میں درست نہ ہوا تو مسلم اور حربی میں کیسے درست ہوگا رہا لیا ہوا واپس نہ ہونا یہ تخفیف تھی بعذر عدم علم تحریم کے واسطے دفع حرج کثیر کے اور فقہی روایت جو اس کے متعلق مشہور ہے احقر کے نزدیک اس کی خاص تفسیر ہے جس سے سود کی حلت لازم نہیں آتی باقی تفصیل کا یہ مقام نہیں **حکم سی و ہفتم وجوب امہال مفلس** اور اس حکم کو باوجود عام ہونے کے ماقبل کے ساتھ ایک خاص مناسبت بھی ہے وہ یہ کہ سود خواروں کا قاعدہ تھا کہ میعاد پر مطالبہ کرنے پر اگر مدیون مہلت مانگتا تو مہلت کے عوض اور سود لیتے تھے اس آیت آئندہ سے اس رسم بد کو بھی مٹانا ہے وَإِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ (الی قولہ) إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ اور اگر (مدیون) تنگدست ہو (اور اس لئے میعاد پر نہ دے سکے) تو (اس کو) مہلت دینے کا حکم ہے آسودگی تک (یعنی جب اس کے پاس ادا کی گنجائش ہو) اور یہ (بات) کہ (بالکل) معاف ہی کر دو اور زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو (اس کے ثواب کی) خبر ہو **ف مسئلہ** مفلس کو مہلت دینا واجب ہے **مسئلہ** جب اس کو گنجائش ہو پھر مطالبہ کی اجازت ہے **مسئلہ** البتہ اگر ہنوز مفلس ہی ہونا تحقیق نہ ہو بلکہ شبہ ہو کہ شاید اپنی گنجائش کا اخفاء کرتا ہے اور قصداً ٹالتا ہے تو حاکم کو دائن کی درخواست پر چاہئے کہ مدیون کو حوالات کر دے اور جب قرائن سے یہ یقین ہو جاوے کہ اب اس قدر تنگ ہو چکا ہے کہ اگر اس کے پاس مال ہوتا تو ضرور دیدیتا اس وقت رہا کر دے **ربط** اوپر کے احکام میں چونکہ ظاہراً کسی قدر مالی نفع کم معلوم ہوتا ہے چنانچہ ربوٰا میں آمدنی کا کم ہونا اور مہلت میں آمدنی کا بدیر ہونا ظاہر ہے اس لئے مکلفین کا بوجہ حب طبعی مال کے ان احکام میں کوتاہی کرنا بعید نہ تھا لہٰذا اس مقام میں احکام میں کوتاہی کرنے پر کسی قدر ترہیب مناسب معلوم ہوئی جو آیت آئندہ میں ارشاد فرمائی جاتی ہے وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ قف ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ اور (مسلمانو) اس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ تعالیٰ کی پیشی میں لائے جاؤ گے پھر ہر شخص کو اس کا کیا ہوا (یعنی اس کا بدلہ) پورا پورا ملیگا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا (تو تم پیشی کیلئے اپنی کارگذاری درست رکھو اور کسی قسم کی خلاف ورزی مت کرو) **حکم سی و ہشتم متعلق دین** اور اس حکم میں کئی جزو ہیں **جزو اول مشورہ کتابت دستاویز** يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا (الی قولہ) وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ م بِالْعَدْلِ ص **جزو دوم نہی کاتب از انکار کتابت** وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ج **جزو سوم بودن دستاویز از جانب مدیون** وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ (الی قولہ)

اللغات فی روح المعانی الاملال بمعنی الالقاء علی الکاتب ما یکتب وفعلہ املت وقد یبدل باحدی الضادین یاء وتبعہ المصدر فیہ وتبدل ہمزۃ بعد الف زائدۃ فیقال املاء ۱۲

النحو کان تامۃ فنظرۃ ای الحکم نظرۃ فالمبتدأ مقدر ای جل متعلق بقولہ تداینتم قولہ کاتب بالعدل المجرور متعلق بمعنی یقول ویکتب قولہ کما علمہ اللہ متعلق بقولہ لا یأب علی حد قولہ تعالیٰ احسن کما احسن اللہ ۱۲

البلاغۃ تداینتم جرد من معنی الدین ای تعاملتم بقرینۃ قولہ بدین ذکرہ تاکیدا او بدین ولم یقتصر علی قولہ تداینتم للاہتمام فانہ کان فعلا لمجاز بمعنی مطلق المعاملۃ قولہ ولا یبخس انما نفی فی جانب علیہ الحق النقصان فقط وقیل فی الکاتب والولی بالعدل نفیا للزیادۃ والنقصان لان من علیہ الحق لم یکن احتمال بالزیادۃ للنفس ۱۲

۳۸ ع ۸

مسائل السلوک قولہ تعالیٰ فاکتبوہ قال العبد الضعیف فیہ ان اصلاح نظام المعاشرات والعادات لا ینافی الطریق انتہی القول

ترجمہ قولہ تعالیٰ فاکتبوہ اس میں ثبوت ہے اس کا کہ معاشرت وعادات کے نظام کی اصلاح طریق کے منافی نہیں

اَوْ ضَعِیْفًا اَوْلَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِ

یا ضعیف البدن ہو یا خود لکھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کا کارکن ٹھیک ٹھیک طور پر لکھوا دے

اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِ ۔ اے ایمان والو جب معاملہ کرنے لگو ادھار کا (خواہ دام ادھار ہوں یا جو چیز خریدنا ہے وہ ادھار ہو جیسے بیع سلم میں) ایک میعاد معین تک (کے لئے) تو اس (کی یادداشت و دستاویز) کو لکھ لیا کرو اور یہ ضرور ہے کہ تمہارے آپس میں (جو) کوئی لکھنے والا (ہو وہ) انصاف کے ساتھ لکھے (یعنی کسی کی رعایت کر کے مضمون میں کمی بیشی نہ کرے) اور لکھنے والا لکھنے سے انکار بھی نہ کرے جیسا کہ خدا نے اس کو (لکھنا) سکھلا دیا اس کو چاہیئے کہ لکھ دیا کرے اور (کاتب کو) وہ شخص (بتلا دے اور) لکھوا دے جس کے ذمہ وہ حق واجب ہو (کیونکہ دستاویز کا حاصل اقرار حق کا ہوتا ہے تو جس کے ذمہ حق ہے اسی کا اقرار ضرور ٹھہرا) اور (لکھانے وقت) اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے اور اس (حق) میں سے ذرہ برابر (بتلانے میں) کمی نہ کرے پھر جس شخص کے ذمہ حق واجب تھا وہ اگر خفیف العقل[1] (یعنی معتوہ یا مجنون) ہو یا ضعیف البدن (یعنی نابالغ یا پیر فرتوت) ہو یا (اور کسی اتفاقی امر سے) خود (بیان کرنے کی اور) لکھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو (مثلاً گونگا ہے اور لکھنے والا اس کا اشارہ نہیں سمجھتا یا مثلاً دوسرے ملک کا رہنے والا ہے اور زبان غیر رکھتا ہے اور لکھنے والا اس کی بولی نہیں سمجھتا) تو (ایسی حالت میں) اس کا کارکن ٹھیک ٹھیک طور پر لکھوا دے ف مسئلہ دام ادھار یہ کہ روپیہ کے گیہوں خریدے یا ہزار روپے کا مکان خریدا اور وعدہ ٹھہرا کہ چھ ماہ کے بعد دام دیں گے یا سو روپیہ فی الحال کسی کو دیئے اور یہ معاہدہ ٹھہرا کہ چھ ماہ کے بعد مثلاً فلانا غلہ اس قدر لیں گے اس کو اصطلاح شرع میں سلم کہتے ہیں یہ دونوں صورتیں شرعاً جائز ہیں البتہ ان کے جائز ہونے کے لئے بہت سی شرطیں ہیں جو کہ کتب فقہ میں مذکور ہیں مسئلہ منجملہ ان شرائط کے ایک شرط وہ بھی ہے جس کی طرف آیت میں یہ اشارہ ہے یعنی وہ میعاد پورے طور سے معین ہو جس میں گنجائش اختلاف و نزاع کی باقی نہ ہے مثلاً ماہ رمضان کی پندرہ تاریخ اور یوں نہ کہے کہ مثلاً جب فصل کٹنے لگے گی کیونکہ فصل کے کٹنے کی ابتدا اور انتہا میں تفاوت ہوا کرتا ہے مسئلہ یہ لکھنا جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے اگر کوئی نہ لکھے لکھانے سے گنہگار نہیں صرف مصلحت ہے کہ احتمال اختلاف کا اصلا نہ رہے مسئلہ یہ لکھنا چونکہ اس مصلحت کے لئے ہے اس لئے دین کے ساتھ مخصوص نہیں اگر دونوں طرف سے لین دینا بالفعل ہی ہو جاوے اور پھر بھی اس میں لکھنا مصلحت ہو تو مضائقہ نہیں مثلاً کوئی گاؤں خریدا اور اس کا بیعنامہ لکھوا لیا تاکہ آئندہ چل کر کوئی منکر نہ ہو جاوے مسئلہ کاتب کو لکھنے کا حکم اور انکار سے ممانعت یہ بھی استحباب کے لئے ہے اسی واسطے اگر کاتب لکھنے پر اجرت لے جائز ہے مسئلہ خفیف العقل سے مراد مجنون یا معتوہ ہے جو بالکل پاگل نہ ہو مگر مختلط العقل ہو اور ضعیف البدن سے مراد نابالغ یا بوڑھا ہے ان میں نابالغ اور معتوہ اور مجنون کی بیع و شرا و اقرار تو شرعاً ناقابل اعتبار ہے بلکہ ان لوگوں کے ایسے معاملات کے صحیح و نافذ ہونے کیلئے ولی شرعی کی اجازت درکار ہے اور ایسا ولی جس کا تصرف انکے مال میں نافذ ہو سکے صرف یہ ہیں باپ، دادا، باپ کا وصی، دادا کا وصی، قاضی یعنی حاکم شرعی پس ان کا ہر معاملہ یا تو ولی کرے یا اگر یہ کریں تو ولی مطلع ہو کر کہدے کہ میں جائز رکھتا ہوں اور اگر ولی کریگا تب بھی عوض اس معاملے کا جیسے دام ان ہی کے مال میں واجب ہوگا گو مطالبہ ولی سے ہوگا مگر وہ ان کے مال سے دیگا پس بدیوں ہی رہیں گے لیکن بوڑھا اگر بدحواس ہو جاوے تب تو اس کا بھی یہی حکم ہے ورنہ وہ خود معاملہ کر سکتا ہے یا کسی کو اپنے آرام کے لئے اپنی طرف سے مختار کر دے اس کو وکیل کہتے ہیں اور گونگے یا دوسری لغت بولنے والے کے لئے مفہم اور مترجم کی ضرورت ہے وہ ہر معتبر آدمی ہو سکتا ہے پس قرآن میں ولی بمعنے کارکن[2] کا لفظان سب کو یعنی ولی اصطلاحی اور وکیل اور مترجم اور مفہم کو شامل اور عام ہے مسئلہ اس کتابت کے امر کے بعد استشہاد کا امر دلیل ہے کہ معاملات میں خط حجت نہیں و بہ صرح الفقہاء اور دیانات میں خط کا حجت ہونا اس سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلاطین کے نام فرامین بھیجے اور ان کے ساتھ شہود نہیں بھیجے،

النحو لا یستطیع معطوف علی مفرد بعد تاویلہ بغیر مستطیع ۱۲

ملحقات الترجمہ [1] خفیف العقل فالفقیہ ههنا لیس بالمعنی الاصطلاحی عند الفقہاء بمعنی البدن فلا یصح الاحتجاج بالآیۃ علی ابی حنیفۃ فی قولہ ان السفیہ لیس بمحجور عن التصرف ۱۲

[2] قولہ فی المسئلۃ الاخیرۃ ولی بمعنے کارکن لان الولی معناہ متولی الامور ۱۲

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ

اور دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ کر لیا کرو پھر اگر وہ دو گواہ مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہوں میں سے جن کو تم

مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۚ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا

پسند کرتے ہو تاکہ ان دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھی بھول جاوے تو ان میں ایک دوسرے کو یاد دلا دے، اور گواہ بھی انکار نہ کیا کریں جب بلائے جایا کریں

جزو چہارم استشہاد وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ (الیٰ قولہ) اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى **جزو پنجم نہی شہدا از انکار شہادت** وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا اور (اس معاملہ دین پر علاوہ دستاویز لکھنے کے معاملہ کی پختگی کے لئے) دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ (بھی) کر لیا کرو (اور شرعاً اصل مدار ثبوت دعویٰ کا یہی گواہ ہیں گو دستاویز نہ ہو اور خالی دستاویز بدون گواہوں کے ایسے معاملات میں حجت اور معتبر نہیں دستاویز لکھنا صرف یادداشت کی آسانی کے لئے ہے کہ اس کا مضمون دیکھ کر طبعی طور پر اکثر تمام واقعہ یاد آ جاتا ہے جیسا عنقریب قرآن ہی میں آتا ہے) پھر اگر وہ دو گواہ مرد (میسر) نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہ بنالی جاویں) ایسے گواہوں میں سے جن کو تم (ان کے معتبر ہونے کی وجہ سے) پسند کرتے ہو (اور ایک مرد کی جگہ دو عورتیں اس لئے تجویز کی گئیں) تاکہ ان دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھی (شہادت کے کسی حصہ کو خواہ ذہن سے یا شہادت کے وقت بیان کرنے سے) بھول جاوے تو ان میں ایک دوسری کو یاد دلا دے (اور یاد دلانے کے بعد شہادت کا مضمون مکمل ہو جاوے) اور گواہ بھی انکار نہ کیا کریں جب (گواہ بننے کیلئے) بلائے جایا کریں (کہ اس میں اعانت ہے اپنے بھائی کی) **ف** گواہی کے احکام میں بہت تفصیل ہے لیکن جن حقوق کا یہاں ذکر ہے یعنی عقود مالیہ انکے متعلق چند مسائل مرقوم ہوتے ہیں **مسئلہ** ان گواہوں میں یہ صفات ہونے چاہئیں اسلام عقل بلوغ، آزادی یعنی غلام نہ ہونا عدالت یعنی بوجہ دینداری کے معتبر ہونا اور یہ سب صفات اس آیت سے بھی مفہوم ہوتے ہیں کیونکہ رجالکم وغیرہ میں مخاطب وہی ہیں جو اوپر یاایہا الذین امنوا اذا تداینتم میں ہیں یہاں تو صاف مذکور ہے اور معاملات واقع ہوا کرتے ہیں عاقل بالغ آزاد لوگوں میں ان صفات کا شرط ہونا اس سے مفہوم ہوا اور عدالت ممن ترضون سے معلوم ہوئی البتہ اس میں اختلاف ہے کہ عدالت ظاہری کافی ہے یا خاص طور پر تفتیش بھی کی جاوے **مسئلہ** گواہ بننے کیلئے بلانے پر چلا جانا مستحب ہے البتہ گواہ بن جانے کے بعد گواہی ادا کرنے کیلئے جانا بعض صورتوں میں فرض ہے جیسا عنقریب بعد کی آیت میں آویگا **مسئلہ** کلمہ تذکر سے صاف مفہوم ہوا کہ مدار گواہی کا یاد پر ہے پس اگر دستاویز دیکھ کر واقعہ یاد نہ آیا تو گواہی دینا درست نہیں **مسئلہ** چونکہ مدار ثبوت کا گواہی پر ہے لہٰذا نہ خود دستاویز لکھنا ضروری ہے اور اگر لکھی جاوے تو ضروری نہیں کہ سب گواہوں کے دستخط بھی ہوں صرف اتنا کافی ہے کہ دستاویز کو یا واقعہ کا مشاہدہ کر لیں گو دستاویز نہ ہو کافی ہے اول صورت میں گواہی اس طرح دینگے کہ ہم کو فلاں شخص نے اپنا اقرار سنایا یا دوسرے نے سنایا اور فلاں نے اسکی صحت کا اقرار کیا اور دوسری صورت میں کہیں گے کہ ہمارے روبرو یہ معاملہ ہوا البتہ دستاویز پر دستخط کر دینا گواہوں کا زیادہ موجب سہولت یادداشت و قرین احتیاط و مصلحت ہے کیونکہ اکثر دستاویز پر اپنے دستخط دیکھ کر وہ واقعہ یاد آ جاتا ہے مگر بدون

النحو فرجل وامراتان ای فلیشہد ... ان تضل ای لاجل ان تضل ...

البلاغۃ ان تضل قال البیضاوی العلۃ فی الحقیقۃ التذکیر ولکن لما کان الضلال سببا له نزل منزلته ... ان تذکر احدٰهما الاخرٰی ان ضلت ... فی تکرار احدٰهما دون الاقتصار علی الضمیر ... روح المعانی ملخصا

... فلت ... بالضمیر ... احدٰی المذکورتین ... فکیف تکون مذکرۃ ۱۲

اختلاف القراۃ فی البیضاوی قرا حمزۃ ان تضل علی الشرط فتذکر بالرفع ... وابن کثیر ... فتذکر من الاذکار ...

تحقیقات الترجمۃ ۱ے قولہ پختگی کے لئے اشارۃ الی بیان الحکمۃ فی الکتابۃ ... ۲ے قولہ ایسے معاملات میں حجت اور معتبر نہیں احترز بہ عن ... الروایۃ والفتوی ... سجلات القاضی ... المکتوب فیہا حجۃ ... من التزویر ۱۲ ۳ے قولہ ایک مرد کی جگہ دو عورتیں اس لئے تجویز کی گئیں اشارۃ الی تقدیر ... ای شہادۃ ... فی ... ای ... الشہیدۃ ... امراتان فقط ...

بعضہم ان کونہا ... الشہیدین ... ان ... المتعلق باستشہدوا ... ان ... ا ... لا ... الجمیع ... النص ... اشتراط المراتین وتعلیلہ ... فی تخصیص رجل وامراتین بہذا التقیید مع تحقق ... فی کل ... نقصان ... النساء ... قول البعض ... الحکم وتعلیلہ ... احدٰہما ... والاخری مذکورۃ فافہم ۱۲ ۴ے قولہ ذہن سے یا شہادت کے وقت بیان کرنے سے بھول جاوے ... الواقعات الطویلۃ البعیدۃ ... ما ... اکثر ... الطویلۃ ... النسیان ... النساء ... کون ... ما ... فلا یکون تمام ... الحشو ... الاخری ... الاشارۃ فی قولہ ... ۵ے قولہ گواہ بننے کے لئے بلائے جایا کریں ہو الراجح ... التکرار ... روح المعانی ... الربیع ...

وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى

اور تم اس کے لکھنے سے اکتایا مت کرو، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو یہ لکھ لینا انصاف کا زیادہ قائم رکھنے والا ہے اللہ کے نزدیک اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ سزاوار ہے

اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ

اس بات کا کہ تم کسی شبہ میں نہ پڑو، مگر یہ کہ کوئی سودا دست بدست ہو جس کو باہم لیتے دیتے ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی الزام نہیں اور خرید

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ڛ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا

و فروخت کے وقت گواہ کر لیا کرو اور کسی کاتب کو تکلیف نہ دی جاوے اور نہ کسی گواہ کو اور اگر تم ایسا کرو گے تو اس میں تم کو گناہ ہوگا اور خدا تعالیٰ

اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○

سے ڈرو اور اللہ تم کو تعلیم فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کے جاننے والے ہیں

مشاہدہ واقعہ یا غیر کی زبان سے اقرار سنے ہوئے گواہی لکھنا جیسا کہ اب رسم ہے نا جائز ہے **تتمہ جزو اول** وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ (الیٰ قولہ) فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا **تتمہ جزو چہارم** وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ **تتمہ جزو دوم و پنجم** وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ (الیٰ قولہ) وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ اور تم اس (دین) کے (بار بار) لکھنے سے اکتایا مت کرو خواہ وہ (معاملہ دین کا) چھوٹا ہو یا بڑا ہو یہ لکھ لینا انصاف کا زیادہ قائم رکھنے والا ہے اللہ کے نزدیک اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ تم (معاملہ کے متعلق) کسی شبہ میں نہ پڑو (اس لئے لکھ ہی لینا اچھا ہے) مگر یہ کہ کوئی سودا دست بدست ہو جس کو باہم لیتے دیتے ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی الزام (اور مضرت) نہیں اور (اتنا اس میں بھی ضرور کیا کرو کہ اس کے) خرید و فروخت کے وقت گواہ کر لیا کرو (شاید کل کو کوئی بات نکل آوے مثلاً بائع کہنے لگے کہ مجھ کو دام ہی وصول نہیں ہوئے یا یہ چیز میں نے فروخت ہی نہیں کی یا مشتری کہنے لگے کہ میں نے تو واپسی کا اختیار بھی لے لیا تھا یا ابھی تو مبیع پوری میرے پاس نہیں پہنچی) اور (جس طرح ہم نے اوپر کاتب اور گواہ کو منع کیا ہے کہ کتابت اور شہادت سے انکار نہ کریں اسی طرح ہم تم کو بھی تاکید کرتے ہیں کہ تمہاری طرف سے بھی) کسی کاتب کو تکلیف نہ دی جاوے اور نہ کسی گواہ کو (مثلاً اپنی مصلحت کیلئے ان کی کسی مصلحت میں خلل ڈالا جاوے) اور اگر تم ایسا کرو گے تو اس میں تم کو گناہ ہوگا اور خدا تعالیٰ سے ڈرو (اور جن کاموں سے اس نے منع کر دیا ہے وہ مت کرو) اور اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ تم کو (احکام مفیدہ کی) تعلیم فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کے جاننے والے ہیں (تو وہ مطیع اور عاصی کو بھی جانتے ہیں ہر ایک کو مناسب جزا دیں گے) **ف** لکھنے میں تین فائدے فرمائے اول کا حاصل یہ ہے کہ ایک کا حق دوسرے کے پاس نہ جائیگا [illegible] حقوق العباد سے حفاظت رہے گی دوسرے کا حاصل یہ ہے کہ گواہوں کو آسانی ہوگی تیسرے کا حاصل یہ ہے کہ اہل معاملہ کا جی صاف رہیگا طبیعت کو راحت رہیگی دوسرے سے قلب میں کدورت نہ ہوگی تینوں فائدوں کا الگ الگ ہونا ظاہر ہے ان فوائد کا اس طرح بیان کرنا قرینہ ہے کتابت کے مستحب ہونے کا اسیطرح گواہ کرنا بھی مستحب ہے البتہ ضرر پہنچانا کاتب اور گواہ کو حرام ہے فسوق بکم اس کا صریح قرینہ ہے اور اگر کاتب اجرت مانگے یا گواہ کو آمد و رفت کے خرچ کی ضرورت ہو تو ان کو مفت کام کرنے پر مجبور کرنا بھی ضرر پہنچانے میں داخل ہے اور حرام ہے اور یہ جو فرمایا کہ نہ لکھنے میں الزام نہیں مراد یہ ہے کہ دنیا کی مضرت نہیں ورنہ گناہ تو کسی معاملہ کے نہ لکھنے میں نہیں ہے

۱ النحو قوله صغيرا او كبيرا حال من الهاء في تكتبوه اي مستقرا في ذمة المدين الى وقت حلوله الذي اقر [illegible] قوله اقسط واقوم قال البيضاوي هما مبنيان من اقسط واقام على غير قياس [illegible] من قسط يقسط قسوطا [illegible] والمعنى [illegible] العدل [illegible] في اقسط [illegible] قوله تجارة [illegible] تجارة حاضرة [illegible] قوله فسوق بكم [illegible] مستقر [illegible] فسوق [illegible]

البلاغة قوله واتقوا الله [illegible] قال البيضاوي كرر لفظة الله في الجمل الثلث [illegible]

[illegible] على التقوى [illegible] ويعلمكم الله [illegible] تعليم [illegible] والثانية [illegible] مستقبل [illegible] في كل [illegible] ۱۲

ملحقات الترجمة ۱؎ قوله اکتایا مت کرو [illegible] كما قال البيضاوي [illegible] حاشية [illegible] ۲؎ قوله [illegible] ۳؎ قوله اس کا لکھ لینا اچھا ہے [illegible] المصالح [illegible]

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى

اور اگر تم کہیں سفر میں ہو اور کوئی کاتب نہ پاؤ سو رہن رکھنے کی چیزیں جو قبضہ میں دیدی جاویں اور اگر ایک دوسرے کا اعتبار کرتا ہو تو جس شخص کا اعتبار کر لیا گیا ہے اس

اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ

کو چاہئے کہ دوسرے کا حق ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے جو کہ اس کا پروردگار ہے ڈرے اور شہادت کا اخفاء مت کرو اور جو شخص اس کا اخفاء کرے گا اس کا قلب گنہگار ہوگا

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ○ ع ۳۹

اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتے ہیں

اور تجارت حاضرہ میں لکھنے کا اہتمام نہ فرمانا دفع حرج کے لئے ہے کیونکہ ایسے معاملات کثرت سے ہوتے ہیں اور اکثر خفیف بھی ہوتے ہیں اور دست بدست ہونے سے احتمال اختلاف ونزاع کا ضعیف ہوتا ہے اس سے یہ بھی مستنبط ہو سکتا ہے کہ اگر کسی تجارت حاضرہ میں یہ امور نہ ہوں مثلاً وہ معاملہ بڑا ہو اور کم ہوتا ہو اور اختلاف کا اندیشہ و احتمال ہو اور ترک اہتمام کی علت نہ ہونے سے کتابت کا اہتمام مطلوب ہوگا جیسے عادت بھی ہے کہ بڑے بڑے معاملات کی دستاویزیں برابر لکھی جاتی ہیں گو ادھار نہ ہوں **حکم ششم نوع رہن** اور اس کو ما قبل کے ساتھ خاص تعلق بھی ہے چنانچہ ترجمہ سے ظاہر ہے وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ (الی قولہ) وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ اور اگر تم (دین کا معاملہ کرنے کے وقت) کہیں سفر میں ہو اور (دستاویز لکھنے کے واسطے وہاں) کوئی کاتب نہ پاؤ سو (ایسی حالت میں اطمینان کا ذریعہ) رہن رکھنے کی چیزیں (ہیں) جو (مدیون کی طرف سے صاحب حق کے) قبضہ میں دیدی جاویں اور اگر (ایسے وقت میں بھی) ایک دوسرے کا اعتبار کرتا ہو (اور اس لئے رہن کی ضرورت نہ سمجھے) تو جس شخص کا اعتبار کر لیا گیا ہے (یعنی مدیون) اس کو چاہئے کہ دوسرے کا حق (پورا پورا) ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے جو کہ اس کا پروردگار ہے ڈرے (اور اس کا حق نہ مارے) **ف** جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ رہن جس طرح سفر میں جائز ہے حضر میں بھی جائز ہے یہاں ذکر میں تخصیص سفر کی اس وجہ سے ہے کہ سفر میں اس کی ضرورت بہ نسبت حضر کے زیادہ پڑیگی کیونکہ حضر میں اور بھی ذرائع اطمینان کے ہیں مثلاً کتابت اور اشہاد جو اکثر اوقات سفر میں میسر نہ ہونا مشہور ہے **مسئلہ** جو چیز رہن کی جاوے اس پر جب تک مرتہن کا قبضہ نہ ہو جاوے وہ رہن نہیں ہوتا **حکم ہفتم حرمت اخفاء شہادت** اس کو بھی ماقبل سے خاص تعلق ہے جیسا ظاہر ہے اور یہ حکم عام ہے حقوق مالیہ وغیر مالیہ مثل طلاق و نکاح وغیرہ کو اس لئے حق نے اس کو من کل الوجوہ مضمون سابق کے تابع نہیں سمجھا بلکہ مستقل حکم فرمایا ہے وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ (الی قولہ) وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ○ اور شہادت کا اخفاء مت کرو اور جو شخص اس کا اخفاء کریگا اس کا قلب گنہگار ہوگا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتے ہیں (سو اگر کوئی اخفاء کرے گا اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ضرور ہے سو وہ سزا دینگے) **ف مسئلہ** شہادت کا اخفاء دو طرح سے ہے ایک یہ کہ بالکل بیان نہ کرے دوسرے یہ کہ غلط بیان کر دے دونوں میں اصل واقعہ مخفی ہو گیا اور دونوں صورتیں حرام ہیں **مسئلہ** جب کسی حقدار کا حق بدون اس کی شہادت کے ضائع ہونے لگے اور وہ درخواست بھی کرے اس وقت ادائے شہادت سے انکار کرنا حرام ہے **مسئلہ** اور اگر صاحب معاملہ کو علم نہ ہو کہ اس شخص کو میرا واقعہ معلوم ہے تو اس کے حق ضائع ہونے کی صورت میں اس پر ظاہر کر دینا واجب ہے البتہ اگر بعد علم کے وہ اس شخص سے شہادت کی درخواست نہ کرے تو اس کے ذمہ واجب نہیں کہ خود جا کر گواہی دیتا پھرے **مسئلہ** چونکہ ادائے شہادت واجب ہے لہٰذا اس پر اجرت لینا جائز نہیں البتہ آمد و رفت کا خرچ اور خوراک بقدر حاجت صاحب معاملہ کے ذمہ ہے اگر زیادہ آ جائے تو بقیہ واپس کر دے **فائدہ** دل کو اس لئے گنہگار فرمایا کہ کوئی شخص اس کو خالی زبان ہی کا گناہ نہ سمجھے کیونکہ عمل ارادہ تو دل ہی سے ہوتا ہے **ربط** اوپر کتمان شہادت کو قلب کا گناہ بتلایا تھا اس لئے اگلی آیتوں میں اس مسئلہ کی تحقیق فرماتے ہیں کہ قلب کے بد افعال میں کس فعل پر گناہ ہے کس فعل پر نہیں جس کا خلاصہ یہ ہوگا کہ ان افعال میں جو اختیاری ہیں جیسے عقاید فاسدہ و اخلاق ذمیمہ وعزم معصیت

مسائل السلوک
قولہ تعالیٰ اٰثم قلبہ قال العبد الضعیف فیہ ان مدار الحکم علی القلب انتہی القول

ترجمہ
قولہ تعالیٰ فانہ اٰثم قلبہ اس میں دلالت ہے اس پر کہ اصل مدار قلب پر ہے

اللغات الرھان فی روح المعانی جمع رہن والرہن فی الاصل مصدر [illegible] من باب [illegible] ثم [illegible] فی حاشیۃ البیضاوی [illegible] فی اس [illegible]
النحو فرھن [illegible] بیان [illegible]
روح المعانی امانتہ [illegible] روح المعانی
البلاغۃ قولہ اٰثم قلبہ فی روح المعانی [illegible]

مع [illegible] علمہ [illegible] الکتمان [illegible] القلب [illegible]
[illegible]
[illegible] الکتمان [illegible] القلب [illegible]
[illegible]
تحقیقات القرآن [illegible]

ان [illegible] التفصیل ۱۲

7 200

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ

اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں۔ اور جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو گے یا کہ پوشیدہ رکھو گے، حق تعالیٰ تم سے حساب لیں گے

اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

پھر جس کے لئے منظور ہوگا بخش دیں گے اور جس کو منظور ہوگا سزا دیں گے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں

ان پر گناہ ہے اور اضطراری پر جیسے وساوس و خطرات گناہ نہیں یہ مضمون وان تبدوا سے شروع ہو کر علیہا ما اکتسبت پر ختم ہوگیا اور شروع سے پہلے لله ما فی السموٰت میں اس کی تمہید ہے اور ختم سے پیچھے دعا میں اس کی تائید ہے پس یہ مضمون اپنے عموم کی وجہ سے من وجہ مستقل بھی ہے اس لئے اس کو اگر حکم اول و حکم کہا جاوے یہ صحیح ہو سکتا ہے اور من وجہ ماقبل کی تکمیل ہے لہٰذا ماقبل کی توضیح و تفصیل بھی کہہ سکتے ہیں حسن اتفاق ہے کہ معاملات بنی اسرائیل کا عدد بھی چالیس تک پہنچا تھا اور اس کے آخر میں بھی ایک مضمون ایسا تھا جس کو وہ متمم کا تتمہ بھی کہہ سکتے تھے اور حکم اول و حکم کہنا بھی ممکن تھا یہی عدد اور یہی حالت آخری حکم کی یہاں ابواب البر میں بھی واقع ہوئی اور تمام حصہ اس سورت کا ہی دو مضمون ہیں اور یہ بھی کلام الٰہی کے محاسن میں سے ہے **تحقیق مواخذہ بر افعال قلوب**

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (الی قولہ) وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ اللہ تعالیٰ ہی کی ملک میں سب (مخلوقات) جو کچھ کہ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں (جیسے خود زمین و آسمان بھی اسی کی ملک میں جب وہ مالک الکل ہیں تو اگر وہ اپنے مملوک بندوں کے لئے کوئی قانون مقرر کریں جیسا آگے ایک قانون آتا ہے تو کچھ عجیب و بعید نہیں) اور (وہ قانون یہ ہے کہ) جو باتیں (از قسم عقائد فاسدہ و اخلاق ذمیمہ و عزم معاصی) تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم (زبان و جوارح سے) ظاہر کرو گے (مثلاً زبان سے کلمہ کفر کا کہہ دیا یا زبان سے ذمیمہ تکبر کو ظاہر کر کے کہہ دیا کہ میں فلاں سے اچھا ہوں یا جس معصیت کا عزم تھا اس کو کر ڈالا) یا کہ (دل ہی میں) پوشیدہ رکھو گے (دونوں حالت میں) حق تعالیٰ تم سے (مثل دیگر معاصی کے ان کا) حساب لیں گے پھر (حساب لینے کے بعد بجز کفر و شرک کے) جس کے لئے (بخشنا) منظور ہوگا بخش دیں گے اور جس کو (سزا دینا) منظور ہوگا سزا دیں گے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں (تو دل کے اندر کی چھپی ہوئی بات پر مطلع ہو کر اس پر حساب لینا تعجب نہیں) **ف** حاصل مسئلہ کا تقریر ربط میں لکھ چکا ہوں کہ مراد ما فی انفسکم سے امور قلبیہ اختیاریہ ہیں پس جس طرح زبان اور جوارح کے افعال دو قسم کے ہیں اختیاری جیسے ارادہ سے بولنا اور ارادہ سے کسی کو مارنا اور غیر اختیاری جیسے زبان سے کہنا چاہتا تھا کچھ اور بلا ارادہ نکل گیا کچھ یا رعشہ سے ہاتھ کو حرکت ہو رہی ہے اور ان میں افعال اختیاریہ پر ثواب و عذاب ہوگا اور غیر اختیاری پر نہ ہوگا اسی طرح افعال قلوب میں بھی دو قسم ہیں اختیاری جیسا کفر کا عقیدہ جس کو جان کر جمایا ہے یا سوچ کر اپنے کو بڑا سمجھنا اور اس خیال کو قائم رکھنا یا پختہ ارادہ کرنا کہ شراب پیوں گا اور غیر اختیاری جیسے برے برے وسوسے کفر یا معصیت کے آنا اور اسی طرح اس میں بھی اختیاری پر مواخذہ ہے اور غیر اختیاری پر نہیں اور جس طرح افعال لسان و جوارح میں بجز کفر کے بقیہ محتمل مغفرت و عذاب غیر دائم کے ہیں اسی طرح افعال قلوب بھی محتمل دونوں کے ہیں پس آیت میں اسی کا بیان ہے کہ معاصی اختیاریہ پر گو وہ افعال قلوب ہوں مواخذہ کیا جاوے گا مگر چونکہ اس آیت میں صراحۃً قید اختیاری ہونے کی مذکور نہ تھی اس لئے صحابہ ظاہر الفاظ کا عموم دیکھ کر اس آیت کو افعال اختیاریہ و غیر اختیاریہ دونوں میں عام سمجھ کر گھبرا گئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ اب تک تو ہم ایسے افعال کے مکلف تھے جو ہماری طاقت و اختیار میں تھے جیسے نماز روزہ و زکوٰۃ و جہاد اب یہ آیت آئی ہے یہ تو ہماری طاقت سے خارج ہے ہر چند کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کا صحیح مطلب جانتے تھے لیکن غایت خشیت کے غلبہ سے آپ کی نظر بھی الفاظ کے عموم ظاہری کی طرف پہنچی جس طرح آپ نے ایک منافق کے جنازہ کی نماز بعد نزول آیت استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم کے پڑھی اور حضرت عمرؓ کے عرض کرنے پر آپ نے جواب دیا کہ مجھ کو استغفار و عدم استغفار میں اختیار دیا گیا ہے میں نے ایک جانب کو اختیار کر لیا سو اس کی بنا بھی غایت رحمت کے غلبہ سے ظاہری صیغہ تخییر پر نظر فرمانا تھی اسی طرح یہاں واقع ہوا اس لئے انتظار وحی میں آپ نے از خود آیت کی تفسیر ظاہر نہیں فرمائی بلکہ تعلیم ادب و انقیاد کے لئے ارشاد فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ اہل کتاب کی طرح سمعنا وعصينا کہو بلکہ یوں کہنا چاہئے سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير چنانچہ

مسائل السلوک

قولہ تعالیٰ وان تبدوا ما فی انفسکم الخ قال العبد الضعیف فیہ تحقیق لحکم اعمال القلوب انتہی القول

ترجمہ

قولہ تعالیٰ وان تبدوا ما فی انفسکم الخ اس میں تحقیق ہے حکم اعمال قلوب کی

ا لتخفوا وان تبدوا الواو عندی للاستیناف ۱۲

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَ

اعتقاد رکھتے ہیں رسول اس چیز کا جو ان کے پاس انکے رب کی طرف سے نازل کی گئی اور مومنین بھی سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور اس کے سب

رُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ۚ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ

پیغمبروں کے ساتھ کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے سنا اور خوشی سے مانا ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے

الْمَصِيرُ ۝ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۗ

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت میں ہو اس کو ثواب بھی اسی کا ہوتا ہے جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے

صحابہ نے اسی طرح کہا لیکن جو معنے ان کو مفہوم ہوئے تھے اس کی بنا پر عہد اطاعت کرتے ہوئے زبان لڑکھڑاتی تھی اس کہنے پر اللہ تعالےٰ نے اگلی دو آیتیں نازل فرمائیں، جن میں سے ایک میں مسلمانوں کی مدح اور دوسری میں آیت بالا کی تفسیر ارشاد فرمادی جس کو بعض روایتوں میں نسخ سے تعبیر کیا گیا ہے سلف میں توضیح مراد کو بھی نسخ کہہ دیا کرتے تھے، اسی تقریر سے ربط بھی ظاہر ہوگیا **مدح مؤمنین** آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ (الی قوله) وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝ اعتقاد رکھتے ہیں رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس چیز (کے حق ہونے) کا جو ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور (دوسرے) مومنین بھی (اس کا اعتقاد رکھتے ہیں آگے قرآن پر اعتقاد رکھنے کی تفصیل ہے کہ کس کس چیز کے عقیدہ رکھنے کو قرآن پر اعتقاد رکھنا کہا جاوے گا) سب کے سب (رسول بھی اور دوسرے مؤمنین بھی) عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ (کہ وہ موجود ہے اور واحد ہے اور ذات و صفات میں کامل ہے) اور اس کے فرشتوں کے ساتھ (کہ وہ موجود ہیں اور گناہوں سے پاک ہیں اور مختلف کاموں پر مقرر ہیں) اور اس کی کتابوں کے ساتھ (کہ اصل میں سب سچی ہیں) اور اس کے سب پیغمبروں کے ساتھ (کہ وہ پیغمبر ہیں اور سچے ہیں اور پیغمبروں پر عقیدہ رکھنا ان کا اس طور پر ہے کہ یہ کہتے ہیں) کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں (عقیدہ رکھنے میں) تفریق نہیں کرتے (کہ کسی کو پیغمبر سمجھیں اور کسی کو نہ سمجھیں) اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے (آپ کا ارشاد) سنا اور (اس کو) خوشی سے مانا ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف (ہم سب کو) لوٹنا ہے **ف** احقر کے ذوق میں مقصود مقام مدح فرمانا ہے صرف مؤمنین کی لیکن ان کی تقویت مدح کے لئے ان کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی شامل کر دیا جس میں اشارہ اس طرف ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان کا کامل ہونا تو بلاشبہ یقینی ہے اسی طرح ان کا ایمان بھی کامل ہونے کی وجہ سے اس قابل ہے کہ ایمان رسول کے ذیل میں اس کا ذکر کیا جاوے گو دونوں کا کامل ہونا ایک مرتبہ میں نہ ہو صحابہ کا کامل ہے اور آپ کا اکمل یعنی بہت ہی کامل ہے ناقص کسی کا نہیں یہ مدح تو جملہ معترضہ کے طور پر تھی آگے آیت بالا کی تفسیر و توضیح مطلوب ہے **توضیح مضمون بالا وان تبدوا الخ** لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (یعنی ہم نے جو پہلی آیت میں کہا ہے کہ نفوس کی پوشیدہ باتوں پر بھی محاسبہ ہوگا اس سے مراد امور غیر اختیاری نہیں بلکہ صرف امور اختیاریہ ہیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو (احکام شرعیہ میں) مکلف نہیں بناتا (یعنی ان امور کو

مسائل السلوک

قوله تعالیٰ لا نفرق بین احد من رسله قال العبد الضعیف فیه انکم لا تفرقون بین الاولیاء انتهی القول

قوله لا یکلف الله نفسا الخ قال العبد الضعیف فیه رعایة حال الطالب فی المجاهدة انتهی القول

ترجمه

قوله تعالیٰ لا نفرق بین احد من رسله اسی پر قیاس کیا جاتا ہے کہ اولیاء میں بھی تفریق نہ کرے (کہ ایک سے اعتقاد رکھے دوسرے کا انکار کرے)

قوله تعالیٰ لا یکلف الله نفسا الا وسعها اس میں دلالت ہے کہ مجاہدہ میں حال طالب کی رعایت رکھنا چاہیے

اللغات اطعنا تبلنا من طوع روح المعانی الوسع قال البیضاوی الیسعہ قدرته او ما دون مدی طاقته بحیث تیسع فیه طوقه وتیسر علیها فی الحاشیة مصطفی عقل العدل و سعیا من الوسع یعنی الطاقة وعلی شئی من ... **النحو** لا نفرق فی روح المعانی فی حیز النصب بقول مقدر ای یقولون لا نفرق عطف علی ... **البلاغة** فی روح المعانی لها ما کسبت الکلام علی حذف مضاف ای ثواب فی الاول وعقاب فی الآخر ... وبین الاول الخیر ... **الروایات** فی روح المعانی عن احمد ومسلم عن ابی هریرة قال لما نزلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان تبدوا ما فی انفسکم الآیة اشتد ذلک علی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتوا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ثم جثوا علی الرکب فقالوا یا رسول اللہ کلفنا من الاعمال ما نطیق الصلوة والصوم والجهاد والصدقة وقد انزل اللہ علیک هذه الآیة ولا نطیقها فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتریدون ان تقولوا کما قال اهل الکتابین من قبلکم سمعنا وعصینا بل قولوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر فلما اقترأ القوم وذلت بها السنتهم انزل اللہ تعالیٰ فی اثرها آمن الرسول الآیة فلما فعلوا ذلک نسخها اللہ تعالیٰ فانزل سبحانه لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها الآیة

ملحقات الترجمة قوله فی ترجمة آمن اعتقاد رکھتے ہیں اشارة الی قصد ثبات الایمان من غیر اعتبار الزمان ... اعتبار الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ... الایمان ... علیہ السلام ... والاتثبیل علیک قوله تعالیٰ ... الکتب والایمان ... تفصیلی ... اثبات العلم الاجمالی ۱۲ باقی بر صفحہ ۱۷۵

واجب یا حرام نہیں فرماتا) مگر اسی کا جو اس کی طاقت اور اختیار میں ہو اس کو ثواب بھی اسی کا ہوتا ہے جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے (اور جو وسعت سے باہر ہے اس کا مکلف نہیں کیا گیا اور جس کے ساتھ قصد اور ارادہ متعلق نہیں اس کا نہ ثواب ہے نہ عذاب اور وساوس طاقت سے خارج ہیں تو ان کے آنے کو حرام اور ان کے نہ آنے دینے کو واجب نہیں کیا اور نہ ان پر عذاب رکھا) **ف ۱** اس سے اوپر کے مضمون کی اچھی طرح توضیح ہوگئی اور وہ شبہ بالکل زائل ہوگیا اور حدیث سے اس کی اور توضیح ہوگئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے میری امت سے ان باتوں سے درگذر فرمایا ہے جو دل میں خیالات پیدا ہوں جب تک عمل نہ کرے یا کلام نہ کرے فقط رواہ البخاری، اور جو فعل اختیاری کو کہتے ہیں اس میں افعال قلبیہ اختیاریہ بھی داخل ہوگئے ۲ اور یاد رکھو یہاں جو ثواب وعقاب کا مدار کسب واکتساب پر رکھا ہے مراد اس سے ثواب وعقاب ابتدائی ہے نہ بواسطہ تسبب یا ہبہ کیونکہ دوسرے نصوص سے ثابت ہے کہ نیک یا بد کام کے بانی کو آیندہ کرنے والوں کے عمل سے بھی ثواب وعقاب ہوگا اور یہ بھی ثابت ہے کہ طاعت کرکے دوسرے کو ثواب بخشدے تو ثواب ملے گا لیکن دونوں صورتوں میں یہ ثواب وعقاب ابتدائی یعنی بلا واسطہ نہیں بلکہ بواسطہ سبب اور بانی بن جانے کے یا بواسطہ ہبہ کر دینے کے ہے پس اس شبہ کی گنجائش نہیں رہی کہ ان صورتوں میں دوسرے کے اکتساب سے ثواب یا عقاب کیسے ہوگیا خصوصاً تسبب تو درحقیقت خود بھی اختیاری ہے البتہ ہبہ کے بعد مل جانا یہ موہوب لہ کا اختیاری نہیں لیکن ابتدائی نہیں ہے یہاں سے آیۃ سورۃ والنجم لیس للانسان الا ما سعیٰ کا اشکال بھی جاتا رہا یعنی وہ حصر بھی ثواب ابتدائی کے اعتبار سے ہے اور اس مقام میں تو یہ بھی جواب ہو سکتا ہے کہ محط فائدہ نفی عقاب کی ہے نہ کہ نفی ثواب کی پس بلا اکتساب ثواب مل جانے میں چار جواب ہوئے دو تسبب میں اول قید ابتدا دوسرے تسبب کا اختیاری ہونا اور دو ہبہ ثواب میں اول قید ابتدا جو یہاں اور نجم میں عام ہے، دوسرے خصوصیت محط فائدہ جو اس مقام کے ساتھ خاص ہے اور بلا اکتساب عذاب ہونے کے دو جواب ہوگئے یعنی قید ابتدا، یا تسبب کا اختیاری ہونا **ف ۲** مدلول جملہ لا یکلف اللہ وجملہ لہا ما کسبت الخ سے قاعدہ کلیہ ثابت ہوا کہ امر غیر اختیاری کی نہ تکلیف ہے اور نہ اس پر عذاب ومواخذہ اخروی ہے اور جس طرح اس قاعدہ میں امور قلبیہ غیر اختیاریہ داخل ہیں اسی طرح افعال ظاہریہ غیر اختیاریہ بھی داخل ہیں مثل ان افعال کے جو خطأً یعنی بلا قصد یا نسیاناً یعنی بدون یاد کے صادر ہو جاویں کیونکہ باوجود اہتمام کے یاد نہ رہنا بھی اختیار سے خارج ہے پس اس قاعدہ کے تحت میں دو نوعیں داخل ہوئیں نوع اول کا ذکر تو جزئیاً بوجہ مقصود مقام ہونے کے اور کلیاً بسبب کلیت قاعدہ کے دونوں طرح ہو چکا اور نوع ثانی کا ذکر صرف کلیاً بسبب کلیت قاعدہ کے ہوا ہے اس لئے جزئیاً بھی اس کا ذکر فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ اور چند مناسب مضامین بھی ملا دیئے ہیں اور ان سب کو دعا کے پیرایہ میں وارد کیا ہے سو ان میں سے جن چیزوں کا پہلے سے وعدہ نہیں ہوا اور ان کے وقوع اور عدم وقوع دونوں کا احتمال ہے ان کو تو صورت دعا میں لانے کی وجہ ظاہر ہے اور جن چیزوں کا وقوع یقینی ہے جیسے خطا ونسیان پر مواخذہ نہ ہونا کہ اوپر قاعدہ کلیہ سے اور حدیث میں عنوان صریح سے اس کا وعدہ ہو چکا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت سے خطا ونسیان اور جس فعل پر اکراہ ہو سب مرفوع ہے یعنی اس پر گناہ نہیں ہوتا اور دہ فی روح المعانی عن الطبرانی وقال قال النووی حسن، ان کو صورت دعا میں لانے کی وجہ احقر کے ذوق میں زمانہ نبوت تک تو یہ ہے کہ گو وعدہ تجاوز کا ظاہراً مطلق ہے مگر بنا اس کی صرف یہی ہے کہ عبد اس کا مکلف نہیں کیا گیا اور مکلف ہونا نہ ہونا یہ حکم شرعی ہے اور حکم شرعی میں احتمال نسخ کا ہر وقت ہے پس اس دعا کا حاصل یہ ہوگا کہ یا اللہ جس طرح اب تک اس کا مکلف نہیں بنایا آیندہ بھی مکلف نہ بنایئے اور اس حکم کو منسوخ نہ فرمایئے رہا یہ شبہ کہ اگر منسوخ ہوگا تو تکلیف ما لا یطاق لازم آویگی اور وہ عقلاً جائز نہیں، جواب اس کا یہ ہے کہ تکلیف ما لا یطاق کا عقلاً ممتنع ہونا غیر مسلم ہے، خدا تعالیٰ قادر اور مالک ہے البتہ شرعاً ممتنع ہے، سو نسخ سے وہ امتناع رفع ہو جاتا ہے رہا یہ شبہ کہ جب وہ کام ہو ہی نہیں سکے گا تو مکلف کرنے سے کیا فائدہ پس حکمت کے خلاف ہوا گو قدرت میں داخل ہے جواب یہ ہے کہ اول تو حکمت کچھ عمل ہی میں منحصر نہیں ممکن ہے کہ جس طرح دنیا میں خطا ونسیان کو بعض آثار کے اعتبار سے کالعدم قرار نہیں دیا گیا چنانچہ قتل خطا پر کفارہ ہے تکلم نسیاناً سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اسی طرح آخرت میں اس پر بعض آثار مرتب ہوتے مثلاً اس لئے محاسبہ ہوتا کہ عبد کو اپنا مملوک محض ہونا ظاہر ہو جاوے پھر بعد معذرت معاف کر دیتے سو افادۂ علم خود یہ فائدہ اور حکمت مستقلہ ہے اور اگر عمل ہی کو فائدہ سمجھا جاوے، تو بھی

ملحقات الترجمۃ ۱ قولہ فی ترجمۃ لا یکلف اللہ احکام شرعیہ [illegible]

[illegible] ۲ قولہ فی [illegible]

07 200

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ

اے ہمارے رب ہم پر دارو گیر نہ فرمائیے اگر ہم بھول جاویں یا چوک جاویں اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجیے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے

مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟

اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالیے جس کی ہم کو سہار نہ ہو اور درگذر کیجیے ہم سے اور بخشدیجیے ہم کو اور رحم کیجیے ہم پر

أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ع

آپ ہمارے کارساز ہیں سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجیے

ع ۴۰

ممکن ہے کہ جتنے مراتب خطا و نسیان کے اور اسی طرح وساوس و خطرات کے معاف کئے گئے ہیں ان میں بعض اختیاری ہوں چنانچہ تامل سے یہی معلوم بھی ہوتا ہے اس تقصان کا مکلف بنانے میں کوئی اشکال نہ تھا اور حدیثوں میں عن امتی کی قید سے امم سابقہ کا بعض مراتب میں مکلف ہونا مفہوم بھی ہوتا ہے ورنہ محض تکلیف مالا یطاق کی نفی تو لفظ نفسا سے عام معلوم ہوتی ہے سب امم کو یہ وجہ تو زمانہ نبوت میں معلوم ہوتی ہے اور بعد زمانۂ نبوت کے محض تذکیر ہے نعمت سابقہ کی کہ دیکھو ہم نے اس طرح فضل کیا تھا کہ دعا سکھائی پھر اس کو قبول کیا تھا اور اپنا حکم سابق منسوخ نہ کیا تھا جس کی بدولت وہ آسانی مستمر اور دائم ہے و اللہ اعلم تعلیم دعا۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِنْ نَّسِيْنَآ أَوْ أَخْطَأْنَا (الی قولہ) فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اے ہمارے رب ہم پر دارو گیر نہ فرمائیے اگر ہم بھول جاویں یا چوک جاویں اے ہمارے رب اور (ہماری یہ بھی درخواست ہے کہ) ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجیے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے اے ہمارے رب اور (ہم یہ بھی درخواست کرتے ہیں کہ) ہم پر کوئی ایسا بار (تکلیف کا دنیا یا آخرت میں) نہ ڈالیے جس کی ہم کو سہار نہ ہو اور درگذر کیجیے ہم سے اور بخشدیجیے ہم کو اور رحم کیجیے ہم پر آپ ہمارے کارساز ہیں (اور کارساز طرفدار ہوتا ہے) سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجیے

ف ۱ ان جملوں میں نسیان و خطا کا جملہ تو اوپر کے مضمون کا ظاہراً تتمہ ہے جیسا اوپر ف ۲ میں تقریر گذر چکی ہے اور جملہ لا تحمل علینا بھی دلالۃ النص کے مرتبہ میں لا یکلف اللہ کا تامل سے تتمہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ امم سابقہ کے سے احکام شاقہ جب کہ داخل وسعت بشریہ ہیں جیسا کہ مشاہدہ ونیز وجوب صدق مضمون لا یکلف اللہ اس کی دلیل ہے اور اس کے مکلف نہ بنانے کی دعا کی گئی تو مالا یطاق کے مکلف نہ بنانے کی دعا بدرجہ اولیٰ لازم آگئی یہ مذکورہ جملے تو باعتبار تکلیف تشریعی کے ہوئے اب آگے جملہ ولا تحملنا میں تکوینی تکلیف سے بچنے کی دعا ہے جس میں دنیا اور آخرت کے سب مصائب و عقوبات داخل ہو گئے جب دونوں قسم کی تکلیف کے متعلق دعا ہو چکی آگے ہر مضمون کے مقابلہ میں ایک ایک دعا لائی گئی چنانچہ واعف عنا سے اشارہ ہے تجاوز عن الخطا والنسیان وغیرہ کی طرف جیسا کہ ظاہر ہے اور واغفر لنا سے اشارہ ہے عدم التکلیف بالاصر کی طرف کیونکہ ایسے احکام کے لوازم عادیہ سے ہوگا عمل نہ ہو سکنا اور عمل نہ ہونے کا مقتضا تھا عاصی و معذب ہونا جو ایک گونہ مخل مغفرت ہے پس درخواست مغفرت سے بواسطہ عدم التحمل لازم آگیا اور وارحمنا سے اشارہ ہے عدم التحمیل بالا طاقۃ کی طرف کیونکہ رحم کا یہی مقتضا ہے پھر اپنے ذاتی مصالح کے ختم کے بعد اپنے اعداء پر غلبہ کی دعا ہے جس کی درخواست پر سب معاملات کی درستی کی تکمیل ہو گئی یعنی محبوب کے ساتھ جو تعلق ہے وہ بھی درست ہو گیا اور عدو کے ساتھ جو معاملہ ہے وہ بھی دلخواہ ہو گیا

ف ۲ حدیث میں ہے کہ یہ سب دعائیں قبول ہوئیں بعض میں ظاہر ہے اور بعض میں اگر شبہ ہو تو اس کے لئے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر عدم قبول ہی کسی وقت قبول سے زیادہ مصلحت و منفعت ظاہری یا باطنی ہو تو وہ عدم قبول ہی قبول ہے کیونکہ قبول مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود للمصلحت ہے اور تفسیر اجیب دعوۃ الداع کو بھی ملاحظہ کر لیا جاوے۔

الحمد للہ کہ آج ۳۰ ربیع الاول یوم دوشنبہ وقت چاشت مقام تھانہ بھون میں سورۂ بقرہ کی تفسیر ختم ہوئی اب انشاء اللہ تعالیٰ

آگے سورۂ آل عمران شروع ہوتی ہے اور میرے نزدیک وہ تمام سورت جملہ وانصرنا علی القوم الکافرین سے

مرتبط ہے کیونکہ اس سورت کے زیادہ اجزاء میں کفار کے ساتھ مجاہدہ باللسان و بالسنان

مذکور ہے جیسا تتبع سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

رِسَالَہ رَفْعُ الْبِنَاءِ فِی نَفْعِ السَّمَاءِ

(جس کا حوالہ جلد ہذا کے صفحہ ۱۱ کے حاشیہ پر مذکور ہے)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ و صحبہ اولی الفضل العظیم

اَمَّا بعد مجھ سے آیت الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء کے دوسرے جزو کے متعلق سوال کیا گیا کہ آسمان کے بنا یعنی سقف ہونے کو انسان کے نفع میں کیا دخل ہے جیسے ارض کے فراش ہونے کو دخل ہے جس کو مفسرین نے بیان بھی کیا ہے اس وقت مجمل جواب دیدیا گیا جو کہ ایک درجہ میں کافی ہو گیا مگر مجھ کو خود محسوس ہوتا تھا کہ شافی نہیں ہوا اور سائل کے لئے کیا شافی ہوتا خود مجھ کو شافی نہیں ہوا اسی لئے جواب کے بعد بھی اس سوال کا خیال رہا اور دیر تک خیال رہنے سے کسی قدر وہ مجمل ذہن میں مفصل بھی ہوتا رہا جس کے زبانی بیان کر دینے کا ارادہ تھا مگر اس طرح سے کہ سائل کو ضبط کرنے کا بھی مشورہ دیتا پھر سہل یہ معلوم ہوا کہ خود ہی ضبط کر دوں اور چونکہ اس کی ایک معتدبہ مقدار ہونے کی امید تھی اس لئے اس کا ایک خاص نام بھی رکھ دوں چنانچہ اس جواب کو ایک مقدمہ اور چند فصول اور ایک خاتمہ کی شکل میں لکھتا ہوں و باللہ التوفیق وھو خیر معین و رفیق، فی کل مقصود و طریق

مقدمہ: سوال مذکور متوجہ ہونا چند مقامات پر موقوف ہے ایک یہ کہ یہ جعل مرکب ہے جس کے دو مفعول ہیں السماء اور بناء دوسرے یہ کہ لکم کی قید اس جملہ میں بھی ہے یعنی جعل لکم السماء بناء لنفعکم تیسرے یہ کہ نفع سے مراد نفع عاجل ہے یعنی فی الدنیا، ان مقدمات کے بعد معنی یہ ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفع عاجل کے لئے آسمان کو سقف بنایا اب اس پر یہ سوال ہوگا کہ ہمارا وہ کونسا نفع فی الحال ہے جو آسمان کے سقف ہونے سے متعلق ہے جب سوال کا ان مقدمات پر موقوف ہونا معلوم ہو گیا تو ظاہر ہے کہ جواب چند وجوہ سے ہو سکتا ہے یعنی ہر مقدمہ پر منع وارد کرنے سے جواب ہو سکتا ہے، چنانچہ ایک جواب یہ ہوگا کہ اس جعل کو بسیط لیا جاوے یعنی خلق جو ایک مفعول کی طرف متعدی ہوگا اور وہ سما ہے اور بناء کو حال کہا جاویگا معنی یہ ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفع کے لئے آسمان کو پیدا کیا اور ایسی حالت میں پیدا کیا کہ وہ سقف بھی ہے خواہ اس نفع میں سقف ہونے کو دخل نہ ہو سو وقت اس کے مطلق منافع کی تحقیق ضروری ہوگی جو فی الحال ہماری طرف عاید ہوں گو اس کے سقف ہونیکے وصف کو ان میں دخل نہ ہو البتہ حال ہونے کی وجہ سے اس کے سقف ہونے کا اس کے نافع ہونے کے ساتھ اقتران ضروری ہوگا یعنی سقف ہونے کی حالت میں وہ ہمارے لئے نافع بھی ہے گو سقفیت دخیل فی النفع نہ ہو جیسے کوئی حاکم کہے کہ ہم نے تمہارے انعام کے لئے دس ہزار روپے (۱۰۰۰۰) سربمہر ہونے کی حالت میں بھیجے

دوسرا جواب یہ ہوگا کہ لکم کی قید اس جملہ میں نہ ہو اور عطف سے اس کی ضرورت کا شبہ نہ کیا جائے کیونکہ عطف تکریر عامل کو مستلزم ہوتا ہے نہ کہ تکریر معمول کو یعنی جعل کا اعتبار تو یہاں بھی لازم ہے مگر لکم کا اعتبار لازم نہیں چنانچہ اس کلام کا صحیح ہونا متفق علیہ ہے لابت امس زیدٌ فی السوق والیوم عمرٌ دانی المسجد تو اگر عطف کے لئے امس کی تقدیر دوسرے جزو میں بھی ضروری ہوتی تو الیوم سے متعارض ہو کر یہ کلام غلط ہوتا، پس معنی یہ ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا کیا یا چھت بنایا، اس میں اس سے تعرض نہیں کہ تمہارے نفع فی الحال یا فی المآل کے لئے بنایا گو دوسرے مستقل دلائل سے اس کا نافع ہونا بھی ثابت ہے مگر اس آیت میں یہ سوال نہیں ہوگا بلکہ مسوق لہ الکلام صرف بیان قدرت ہوگا کہ وہ ایسا قادر ہے تاکہ اس پر توحید کو متفرع فرمایا جاوے، چنانچہ بعد میں فا تفریع کے ساتھ ارشاد ہے فلا تجعلوا للہ اندادا الآیہ اور دوسری بعض آیات میں نظر کرنے سے یہ احتمال قریب ہو جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ثم استوٰی الی السماء الآیہ یہاں لکم کو ارضیات کے ساتھ خاص فرمایا اور تسویہ سموات کا اس کے بعد ذکر فرمایا اور ارشاد ہے ھو الذی جعل لکم الارض ذلولاً الآیہ یہاں بھی لکم کو ارض کے ساتھ فرمایا اور سموات کے ساتھ جو لکم کہیں وارد ہوا ہے تو وہاں وصف سقفیت کا ذکر نہیں جیسے سخر لکم ما فی

السموٰت ومافی الارض

تیسرا جواب یہ ہوگا کہ نفع سے مراد مطلق نفع ہے خواہ فی الدنیا ہو یا فی الآخرۃ ہو تو ممکن ہے کہ اس کی تخلیق یا سقفیۃ کے متعلق ایسے منافع ہوں جو آخرت میں ہم کو حاصل ہوں گے جیسے جنت اس وقت پیدا کی ہوئی ہے اور اس کے منافع آخرت میں حاصل ہونگے تین جواب تو ان تینوں مقدمات پر منع وارد کرنے کی صورت میں ہونگے چوتھا جواب وہ ہے جو ان تینوں مقدمات کی تسلیم کی تقدیر پر دیا جاوے یعنی اگر ہم تینوں مقدمات کو بھی مان لیں تب بھی جواب ہو سکتا ہے تو اس صورت میں بیشک ان منافع عاجلہ کے تحقیق کی ضرورت ہوگی جن میں آسمان کی سقفیت کو دخل ہو اور اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان مذکورہ جوابوں پر چند اقسام کے نفع کی تحقیق کی ضرورت ہوگی ایک قسم وہ منافع جو ہم کو فی الحال حاصل ہوں اور ان میں سقفیت کو دخل نہ ہو اور یہ قسم مبنی ہے جواب اول کا دوسری قسم وہ منافع جو فی الحال حاصل ہوں خواہ سقفیت کو ان میں دخل ہو یا نہ ہو اور یہ قسم مبنی ہے جواب ثالث کا تیسری قسم وہ منافع ہیں جو فی الحال حاصل ہوں اور ان میں سقفیت کو دخل ہو اور یہ قسم مبنی ہے جواب رابع کا اور جواب ثانی میں منافع کی تحقیق ہی ضروریات مقام سے نہیں اور جو نفع کہ مستقل دلائل سے ثابت ہے وہ ان ہی اقسام ثلثہ میں سے کوئی قسم ہوگا اس کے مستقل تحقیق کی حاجت نہیں پس اقسام منافع کے تین ہی رہے ان تینوں قسموں کو ایک ایک فصل میں بیان کیا جاتا ہے

فصل اوّل نفع کی قسم اول کے بیان میں

اس نفع کا بیان قرآن مجید میں جا بجا مذکور ہے کہیں اجمالاً کہیں تفصیلاً مثلاً وما خلقنا السماء والارض وما بینهما لاعبین اور مثلاً ان فی خلق السموٰت والارض و اختلاف الیل والنهار لآیات لاولی الالباب اور مثلاً ءانتم اشد خلقا ام السماء بنٰها رفع سمکها فسوٰها واغطش لیلها واخرج ضحٰها الایة اور مثلاً ولقد جعلنا فی السماء بروجا وزینٰها للناظرین ان میں بعض کا حاصل استدلال علی التوحید ہے جو ایک نفع دینی ہے اور بعض کا حاصل نفع دنیوی ہے جیسا آیت ثالثہ ورابعہ میں ہے اور یہ سب منافع حاصل فی الحال ہیں نیز ارشاد ہے ولقد خلقنا فوقکم سبع طرائق ای طرق الملائکۃ والکواکب حسب سموات کواکب کے لئے مسافت سیر ہے اور سیر کواکب کا نفع مسلم ہے اور سیر کے لئے مسافت شرط عادی ہے تو بواسطہ کواکب کے ان منافع میں سموٰت کو بھی دخل ہوا،

فصل دوم نفع کی قسم ثانی کے بیان میں

چونکہ اس میں تحقق فی الآخرۃ محتمل ہے اگر وہاں جاکر معلوم نہ ہوں تب تحقیق کی ضرورت ہوگی فی الحال اس کے انتفاء پر دلیل نہ ہونا کافی ہے مگر بسبیل احتمال کے تقریب افہام کے لئے اگر کچھ ذکر کر دیا جاوے مضائقہ نہیں مثلاً ارشاد ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیهم الملائکۃ الی قولہ نحن اولیاءکم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الآخرۃ اور ارشاد ہے لا یحزنهم الفزع الاکبر وتتلقٰهم الملائکۃ اور مثلاً بعد موت کے مومن کی روح کو آسمان کی طرف لیجانا حدیث میں وارد ہے تو آسمان ان ارواح کا بھی مسکن ہے اور ملائکہ کا بھی اور جب ملائکہ ان کے لئے نافع ہیں اور ان کا مسکن ہونے کے لئے نافع تو ان کے لئے بھی بواسطہ نافع ہوئے اور اپنے مسکن ہونے کے اعتبار سے بلاواسطہ بھی نافع ہوئے نیز شیخ اکبر کے مکشوفات میں ہے کہ مقعر سماء سے لطیف لطیف حرارت جنت میں پہنچے گی جس سے ثمار جنت پختہ ہو کر اہل جنت کی غذا بنیں گے اگر سماء کی حیلولۃ نہ ہو تو حرارت میں اعتدال نہ رہے تو یہ نفع سماء کا ظاہر ہے نیز جنت کے حالات میں ارشاد ہے کہ والملائکۃ یدخلون علیهم من کل باب سلام علیکم الآیۃ اور آیت کم من ملک فی السموٰت اپنے اطلاق سے دال ہے کہ آخرت میں بھی سموٰت ہی ان کا مسکن رہیگا، اور ابھی ذکر ہو چکا ہے، کہ نافع للنافع بھی نافع ہے اور ان منافع میں وصف سقفیت کو بھی اس طرح دخل ہو سکتا ہے کہ ہر سماء فوقانی سماء تحتانی کی سقف ہو اور اکثر سموات ایسے ہی ہیں اور للاکثر حکم الکل اور السماوٰت العلٰی جنس کا ہونے سے سب سموات کو شامل ہو جاویگا اور اگر اس عادت پر نظر کی جاوے کہ کبھی سقف کے اوپر بھی سکونت اختیار کر لی جاتی ہے تو سماء تحتانی بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہیگا

اور یہ سب مبنی ہے اس پر کہ نفخۂ ثانیہ کے بعد سب زمین و آسمان پھر بنجاویں گے اور حدیثوں سے حساب کا زمین پر ہونا اور حساب کے وقت ملائکہ کا آسمانوں سے زمین پر اترنا صریح اس پر دال ہے نیز قرآن مجید میں ثم نفخ فیہ اخریٰ کے بعد واشرقت الارض بنور ربہا ووضع الکتاب وجیٔ بالنبیین والشہداء وقضی بینہم بالحق بھی اس پر دال ہے اور بننے کے بعد فنا ہونا کہیں وارد نہیں پس ظاہر بقا ہے شیخ اکبرؒ نے ان سب کی تصریح کی ہے اور یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوٰت الآیۃ سے شبہ اس کے خلاف کا نہ کیا جاوے، کیونکہ یہ تبدیل وصف ہے

فصل سوم نفع کی قسم ثالث کے بیان میں

اس نفع کی حقیقت سمجھنے کے لئے اول سقف کی حقیقت سمجھنا ضروری ہے سو حقیقت اس کی ہر شخص جانتا ہے کہ صرف یہ ہے کہ اپنے مسکن کے اوپر کوئی ایسی چیز سایہ افگن ہو جو اس سے اوپر اور باہر کی ناقابل تحمل آثار سے محفوظ رکھ سکے جیسے گرمی ہو سردی ہو بارش ہو یا برف و ژالہ ہو اوپر سے اینٹ پتھر آپڑے مثلاً تو ان سب چیزوں سے وہ حفاظت کر سکے، اب یہ دیکھئے کہ آیا آسمان سے باہر اور اوپر کچھ ایسی چیزیں ہیں کہ اگر آسمان نہ ہوتا تو ان کا اثر انسان تک پہنچتا اور یہ اس کا تحمل نہ کر سکتا، سو نصوص میں نظر کرنے سے ایسی اشیاء کا وجود یقینی ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے ولقد جعلنا فی السماء بروجا ای کواکب عظیمۃ اور دوسری آیت سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ اجرام علویہ بھی اپنے ثقل سے مائل الی الاسفل ہیں چنانچہ ارشاد ہے ویمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ تو اس بناء پر اگر آسمان نہ ہوتا تو یہ کواکب اہل ارض کو تباہ کر ڈالتے اب آسمان میں تھمے ہوئے ہیں چنانچہ فی السماء سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ آسمان کے ثخن میں ہیں گو مرکوز نہ ہوں جیسا یونانیین کا زعم ہے بلکہ آسمانوں کو خرق کرتے ہوئے چلتے ہوں یا ان میں رستے بنے ہوئے ہوں جیسا ارشاد ہے وجعلنا السماء سقفا محفوظا وھم عن ایاتہا معرضون وھو الذی خلق اللیل والنہار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون فلک سے مراد دائرہ ہے یعنی سمٰوٰت کے اندر ان کی حرکت دائرہ پر ہے خواہ دائرہ حقیقی ہو یا حسی، ہوا اور ارشاد ہے ولقد خلقنا فوقکم سبع طرائق، باقی یہ کہ جس طرح آسمان قدرت سے تھما ہوا ہے اسی طرح کواکب بھی تھم سکتے تھے، سو یہ کوئی معقول سوال نہیں حق تعالےٰ اس پر بھی قادر تھے مگر ایسا نہیں کیا، اور مثلاً قرآن مجید میں ہے وکم من ملک فی السمٰوٰت الآیۃ اور حدیث میں ہے اطت السمٰوٰت وحق لہا ان تاط اور اس کی وجہ ارشاد ہوتی ہے کہ ذرا سی بھی جگہ باقی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ میں نہ پڑا ہو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ گو نوری ہیں مگر ان میں کچھ ثقل بھی ہے جس سے ان کا میلان الی الاسفل ہے تو اگر سمٰوٰت حائل نہ ہوں تو اہل ارض کا کیا حشر ہو اور مثلاً ارشاد ہے وانزل من السماء ماء جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان میں پانی ہے تو اگر سموات حائل نہ ہوتے تو اس پانی سے ہماری کیا حالت ہوتی اور مثلاً ملائکہ آسمانوں میں اپنی اصلی صورت میں ہیں اور اصلی صورت پر ملائکہ کا دیکھنا طاقت بشری سے خارج ہے چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام کے دیکھنے کا قصہ احادیث میں ہے نیز حوروں کے حسن کے باب میں وارد ہے لو ان امرأۃ من نساء اھل الجنۃ اطلعت الی الارض لاضاءت ما بینہما اور وارد ہے ان علیہا (ای الحور) من التیجان ادنی لؤلؤۃ منہا لتضیٔ ما بین المشرق والمغرب اور سدرۃ المنتہیٰ کے باب میں وارد ہے فما احد من خلق اللہ یستطیع ان ینعتہا من حسنہا اور یہ سب اشیاء وراء السماء ہیں تو اگر سماء کی حیلولۃ نہ ہوتی تو ان انوار کے دیکھنے کی کون تاب لا سکتا تھا اور بجز ذہوق روح کے کیا انجام ہوتا تو سمٰوٰت جس طرح سُقُف محفوظ ہیں سُقُف حافظ بھی ہیں نیز سقف اس غرض سے بناتے ہیں کہ اس میں اسباب زینت مکان کو معلق کریں، جیسے شامیانہ میں قنادیل لٹکاتے ہیں گو حر و برد دفع کرنے کی ضرورت نہ ہو اور آسمان میں مصابیح کا زینت ارض کے لئے ہونا منصوص ہے ھذا ما حضرلی الآن

اور اس سب تحریر کے بعد ایک جواب یہ سمجھ میں آیا، کہ اگر آسمان کو بناء مجازاً واستعارۃً کہا جاوے تو یہ معنی ہونگے کہ آسمان کو مثل سقف کے بناء یا یعنی فوق ہونے میں جیسا ارشاد ہے وبنینا فوقکم سبعا شدادا اور ارشاد ہے افلم ینظروا الی السماء فوقہم تو فراش کا حاصل تحت ہوگا اور بناء کا حاصل فوق ہوگا، تو پھر کوئی سوال ہی نہیں رہتا، واللہ اعلم

خاتمہ:- اس میں غزالیؒ کا مضمون ہے جو رسالہ کتاب الحکمۃ میں حکمت سمٰوٰت کے باب میں لکھا ہے اس کا ترجمہ بعینہ ہدیۂ ناظرین ہے

لباب النعمۃ سے نقل کیا جاتا ہے،

آسمان اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا فرمایا اور اس کے رنگ کو تمام رنگوں سے گہرا اور نگاہ کے موافق قوت دینے والا بنایا ہے، اگر آسمان کا رنگ شعاع یا انوار کو لئے ہوتا تو وہ دیکھنے والے کی نگاہ کو مضر ہوتا اور اب نافع ہے، اس واسطے کہ سبزی اور نیلگونی قوت باصرہ کے موافق ہے، اور آسمان کی وسعت کو دیکھنے سے نفس کو راحت اور لذت حاصل ہوتی ہے خصوصاً اس وقت جب کہ ستارے نکل آویں اور چاند کا نور چمکنے لگے، اور سلاطین کی عادت ہے کہ اپنے مجالس کی چھتوں کو ایسا منقش و مزین کیا کرتے ہیں کہ جس سے دیکھنے والے کو راحت اور انبساط ہو، ایسے ہی آسمان کو بھی اللہ تعالیٰ نے مزین فرمایا ہے لیکن بندوں کی زینت دی ہوئی چھت کو بار بار اور بہت دیر دیکھنے سے آدمی اکتا جاتا ہے، اور جو انشراح اور تازگی اس کو نظر اول سے ہوئی تھی وہ جاتی رہتی ہے، بخلاف آسمان اور اس کی زینت کے، کہ اس کے تماشہ سے کسی وقت طبیعت سیر نہیں ہوتی چنانچہ سلاطین تک بھی جب مشاغل دنیویہ سے تنگ دل ہوتے ہیں تو میدانوں کی وسعت میں جہاں آسمان کا حصہ زیادہ ہے مضطر ہو کر چلے جاتے ہیں اور اپنا دل بہلاتے ہیں اور حکماء نے کہا ہے کہ گھر میں بھی راحت اور عیش اسی قدر ہوتی ہے جس قدر کہ آسمان کا حصہ اس میں ہے اور اسی واسطے تنگ مکانوں میں دل منقبض ہوتا ہے، اور نیز آسمان نجوم مرصعہ اور قمر کے حامل ہیں اور آسمانوں ہی کی حرکت سے کواکب چلتے ہیں اور کواکب سے تمام جہان والے رستہ پاتے ہیں اور نیز آسمانوں میں کہکشاں ہے جو مشابہ راستوں کے ہے کہ جن کے آثار مشرق سے مغرب تک ہمیشہ پائے جاتے ہیں اور یہ کہکشاں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے نور کی ایک لمبی صورت ہو اور بعض نے کہا ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں جو ایک جگہ جمع اور ایک دوسرے سے مل گئے ہیں جو شخص راستہ بھول بھٹک جاوے تو اپنے مقصد میں وہ اس سے راہ یاب ہو جاوے اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت والسماء ذات الحبک میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے چنانچہ الحبک کی تفسیر بعض مفسرین نے طرق سے کی ہے اور بعض نے الحبک کے معنے ذات الزینۃ یعنی زینت والے کے کی ہے، بہر حال یہ آسمان صانع عالم کے دلائل واضحہ ہیں اور ایک بڑے مضبوط صنعت میں اپنے خالق کی وسعت علم اور ارادہ پر دال ہیں پس وہ پاک ذات قادر علیم مرید ہے اور بعض حکماء نے کہا ہے، کہ آسمان کی طرف دیکھنے سے دس فائدے ہیں، اوّل غم کا کم ہونا دوسرے وسواس کی تقلیل اور تیسرے وہم و خوف کا ازالہ اور چوتھے اللہ کی یاد اور پانچویں قلب میں اللہ کی عظمت کا پھیل جانا، چھٹے افکار ردیہ کا جاتا رہنا ساتویں، سوداوی مرض کے لئے نافع ہے آٹھویں مشتاق کی تسلی نویں محبین کا مونس ہونا دسویں دعا کرنے والوں کا قبلہ ہے فقط انتھی بما قالہ الغزالی

وبانتہاؤکا تمت الکراسۃ فی جلسۃ وحدۃ فی ثلث ساعات وکلہ ھذا من فضل ربی والیوم یوم الاثنین

منتصف رجب فی الخانقاۃ الامدادیہ من تھانہ بھون سنۃ ۱۳۴۳ھ

وجوہ المثانی متعلقہ جلد اوّل بیان القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد للہ الذی کرمنا بالقرآن العظیم و منّ علینا بتیسیر تلاوتہ وحفظہ بفضلہ العمیم ۔ والصلوٰۃ والسّلام علی رسولہ سیدنا محمد الواسطۃ فی ھذہ البرکات ۔ وعلی عترتہ ورفقتہ وائمۃ امتہ الذین بذلوا جہدھم فی ھذہ الخدمات **اما بعد** فلطالما کان یختلج فی قلبی ان اجمع رسالۃ وجیزۃ تکفل للقراءات السبعۃ المتواترۃ مع توجیہ معانیھا او طرقھا لکون الکتب الدرسیۃ فی الھند خالیۃ عن مثل ھذا الکتاب ۔ ولکون الکتب الکافلۃ لھذا الخطب اما متفرقۃ او مطنبۃ غایۃ الاطناب ۔ وعلی اللہ توکلی وبہ اعتصم فی ھذا المھم وفی کل مھم **مقدمات** مشتملۃ علی امور **الاول** لا اجتنب فیہ من التکریر لما فیہ من التیسیر ۔ والا ماکثر دورہ کالمد والقصر **الثانی** اقدم الکلمۃ القرآنیۃ ثم اذکر الوجوہ فیھا مع ذکر اسم کل شیخ او راو ثم اذکر توجیہ ما یحتاج الی توجیہ صرفا ونحوا وتفسیرا **الثالث** اسماء القراء السبعۃ

رواتهم هٰذه. فاولهم نافع المدنی وراویاه قالون وورش والثانی ابن کثیر المکی وراویاه عن اصحابه البزی وقنبل الثالث ابو عمرو البصری وراویاه الدوری والسوسی عن الیزیدی عنه الرابع ابن عامر الشامی وراویاه عن اصحابه هشام وابن ذکوان الخامس عاصم الکوفی وراویاه شعبة وحفص المشهور روایته بالهند السادس حمزة الکوفی وراویاه خلف وخلاد عن سلیم عنه السابع الکسائی الکوفی وراویاه ابو الحارث والدوری الراوی عن ابی عمرو ایضًا **الرابع** ماخذ هٰذه الرسالة الکتب المکررة فی القراءات وتفسیر روح المعانی فی التوجیهات فی الاکثر وغیرها فی الاقل الاندر **الخامس** لما فرغت عن الاختلاف فی الفرش الحقت باخره قدرًا ضروریا من الاصول عن الکافی فی کثیر وعن غیره فی التیسیر ومن اراد الزیادة فعلیه بکتب الفن وسمیته **بوجوه المثانی مع توجیه الکلمات والمعانی ÷ الفرش ÷ سورة الفاتحة قوله تعالٰی** ملك یوم الدین. فیه قراءتان الاولٰی مالك بالف بعد المیم لعاصم والکسائی والثانیة ملك بغیر الف للباقین وتوجیه الکل ظاهر **قوله تعالٰی** الصراط. فیه قراءات الاولٰی بالاشمام وهو ان ینطق القاری بحرف متولد بین الصاد والزای لخلف والثانیة بالسین لقنبل والثالثة بالصاد الخالصة للباقین واصل اللغة بالسین من السرط وهو اللقم والصاد لغة قریش والزای الخالصة لغة لعذرة وکعب وبهٰذا اتضح توجیه القراءات **قوله تعالٰی** علیهم. فیه قراءات الاولٰی بضم الهاء وسکون المیم وقفا ووصلا لحمزة والثانیة بواو بعد المیم وصلا وسقوط الواو وقفا لابن کثیر والثالثة التخییر بین الواو وسقوطها لقالون والرابعة بالسکون للباقین

سورة البقرة

قوله تعالٰی فیه هدی. فیه قراءتان الاولٰی وصل الهاء بالیاء فی الوصل لابن کثیر والثانیة عدم الصلة للباقین **قوله تعالٰی** یؤمنون بالغیب. فیه قراءتان الاولٰی بابدال الهمزة الساکنة واوًا لورش والسوسی ولکن لحمزة فی الوقف الثانیة ابقاؤها للباقین **قوله تعالٰی** یقیمون الصلوة. فیه قراءتان الاولٰی تغلیظ اللام لورش وترقیقها للباقین **قوله تعالٰی** بالاخرة. فیه قراءتان الاولٰی نقل حرکة الهمزة الی الساکن قبلها لورش ولکن لحمزة فی الوقف بخلاف عنه الثانیة عدمه للباقین **قوله تعالٰی** أأنذرتهم. فیه قراءات الاولٰی تسهیل الثانیة بین الهمزة والالف وادخال الف بینهما لقالون وابی عمرو وهو وجه لهشام الثانیة تسهیل الثانیة وعدم ادخال الف بینهما لورش وابن کثیر والثالثة تبدیل الثانیة حرف مد وهو وجه لورش الرابعة تحقیق الهمزة الثانیة وادخال الف بینهما لهشام فی وجه الخامسة التحقیق والقصر للباقین واما الهمزة الاولٰی فالکل متفقون علٰی تحقیقها **قوله تعالٰی** علٰی ابصارهم. فیه قراءات الاولٰی امالة الالف قبل الراء المکسورة المتطرفة امالة محضة لابی عمرو والدوری عن الکسائی الثانیة الامالة بین الامالة المحضة والفتح وتکون الی الفتح اقرب لورش الثالثة الفتح للباقین **قوله تعالٰی** غشاوة. وقفا فیه قراءتان الاولٰی الامالة للکسائی والثانیة عدمها للباقین **قوله تعالٰی** من یقول. فیه قراءتان الاولٰی ادغام النون فی الیاء بغیر غنة لخلف والثانیة بغنة للباقین **قوله تعالٰی** وما یخدعون. فیه قراءتان الاولٰی بضم الیاء وفتح الخاء والف بعدها وکسر الدال لنافع وابن کثیر وابی عمرو والثانیة بفتح الیاء وسکون الخاء ولا الف بعدها وفتح الدال للباقین وهو علی الاول من المخادعة وعلی الثانیة من الخدع **قوله تعالٰی** بما کانوا یکذبون. فیه قراءتان الاولٰی بضم الیاء وفتح الکاف وتشدید الذال لنافع وابن کثیر وابی عمرو وابن عامر والثانیة بفتح الیاء وسکون الکاف وتخفیف الذال للباقین وکلاهما ظاهر توجیه **قوله تعالٰی** واذا قیل لهم. فیه قراءتان الاولٰی باشمام القاف قبل الیاء لهشام والکسائی والثانیة بلا اشمام للباقین والاشمام همنا ان تضم القاف قبل الیاء **قوله تعالٰی** خلقکم. فیه قراءتان الاولٰی بادغام القاف فی الکاف لابی عمرو بخلاف عنه والثانیة بلا ادغام للباقین **قوله تعالٰی** وهو. فیه قراءتان الاولٰی بسکون الهاء لقالون وابی عمرو والکسائی والثانیة بضمها للباقین **قوله تعالٰی** انی اعلم فی الموضعین. فیه قراءتان الاولٰی بفتح الیاء لنافع وابن کثیر وابی عمرو والثانیة بسکونها للباقین **قوله تعالٰی** فازلهما. فیه قراءتان الاولٰی بالف بعد الزای وتخفیف اللام لحمزة والثانیة بغیر الف بعد الزای وتشدید اللام للباقین والاول من الازالة والثانی من الازلال **قوله تعالٰی** ادم من ربه کلمات. فیه قراءتان الاولٰی بنصب المیم من ادم ورفع التاء من کلمات لابن کثیر والثانیة برفع المیم وکسر التاء للباقین وتوجیه الاول فاعلیة کلمات ومفعولیة ادم والثانی علی العکس وکلاهما ظاهر المعنٰی لان التلقی یکون من الجانبین **قوله تعالٰی** ولا یقبل منها شفاعة. فیه قراءتان الاولٰی بالتاء

على التانيث لابن كثير وابي عمرو والثانية بالياء على التذكير للباقين **قوله تعالیٰ** واعدنا. فيه قرأتان الاولى بغير الف بين الواو والعين لابي عمرو
والثانية بالف بينهما للباقين والاول من الوعد والثاني من المواعدة **قوله تعالیٰ** نغفر لكم خطاياكم. فيه قراءات الاولى بياء مضمومة على التذكير
مع فتح الفاء لنافع والثانية بتاء مضمومة على التانيث مع فتح الفاء ايضا لابن عامر والثالثة بنون مفتوح مع كسر الفاء للباقين وتوجيه الاولين كون
الخطايا مفعول ما لم يسم فاعله والثالث كونه مفعولا به **قوله تعالیٰ** بغافل عما تعملون. فيه قرأتان الاولى بالياء على الغيبة لابن كثير والثانية بالتاء
على الخطاب للباقين **قوله تعالیٰ** احاطت به خطيئته. فيه قرأتان الاولى بالجمع لنافع والثانية بالتوحيد للباقين **قوله تعالیٰ** لا يعبدون
فيه قرأتان الاولى بالياء على الغيبة لابن كثير وحمزة والكسائي والثانية بالتاء على الخطاب للباقين **قوله تعالیٰ** للناس حسنا. فيه قرأتان الاولى
بفتح الحاء والسين لحمزة والكسائي والثانية بضم الحاء وسكون السين للباقين والاول صفة والثاني مصدر بمعنى الصفة مبالغة **قوله تعالیٰ** تظاهرون فيه
قرأتان الاولى بتخفيف الظاء لعاصم وحمزة والكسائي والثانية بتشديدها للباقين والاول بحذف احد التائين والثاني بابدالها ظاء وادغامها في الظاء **قوله تعالیٰ**
اسرى. فيه قرأتان الاولى بفتح الهمزة وسكون السين ولا الف بعد السين لحمزة والثانية بضم الهمزة وفتح السين والف بعدها للباقين **قوله تعالیٰ**
تفدوهم. فيه قرأتان الاولى بضم التاء وفتح الفاء بعدها الف لنافع وعاصم والكسائي والثانية بفتح التاء وسكون الفاء ولا الف بعدها للباقين **قوله
تعالیٰ** عما يعملون. فيه قرأتان الاولى بالياء على الغيبة لنافع وابن كثير وشعبة والثانية بالتاء على الخطاب للباقين **قوله تعالیٰ** بروح القدس. فيه
قرأتان الاولى بسكون الدال حيث جاء لابن كثير والثانية بضمها للباقين **قوله تعالیٰ** ان ينزل. فيه قرأتان الاولى بسكون النون وتخفيف الزاي لابن
كثير وابي عمرو والثانية بفتح النون وتشديد الزاي للباقين **قوله تعالیٰ** واذا قيل لهم. فيه قراءات ثلث الاولى بالاشمام لهشام والكسائي والثانية
بالادغام لابي عمرو والثالثة بلا اشمام ولا ادغام للباقين **قوله تعالیٰ** ثم اتخذتم. فيه قرأتان الاولى باظهار الذال عند التاء لابن كثير وحفص
والثانية بادغامها للباقين **قوله تعالیٰ** لجبريل. فيه قراءات اربعة الاولى بفتح الجيم والراء وهمزة بعد الراء مكسورة ممدودة اي بعدها ياء خفيفة
لحمزة والكسائي والثانية كذلك لكن بحذف الياء بعد الهمزة لشعبة والثالثة بفتح الجيم وكسر الراء من غير همزة لابن كثير والرابعة بكسر الجيم والراء من غير
همزة بعد الراء للباقين **قوله تعالیٰ** وميكال. فيه قراءات ثلث الاولى بغير همزة ولا ياء بين الالف واللام لابي عمرو وحفص والثانية بهمزة بعد الالف و
لا ياء بعد الهمزة لنافع والثالث بهمزة بعد الالف وياء للباقين **قوله تعالیٰ** ولكن الشياطين. فيه قرأتان الاولى بكسر النون من لكن مخففة ورفع
نون الشياطين لابن عامر وحمزة والكسائي والثانية بفتح النون من لكن مشددة ونصب نون الشياطين للباقين **قوله تعالیٰ** ان ينزل. فيه كما في
ينزل المذكور بعد روح القدس **قوله تعالیٰ** ما ننسخ. فيه قرأتان الاولى بضم النون الاولى وكسر السين لابن عامر والثانية بفتح النون والسين للباقين
قوله تعالیٰ ننسها. فيه قرأتان الاولى بفتح النون الاولى وبفتح السين وهمزة ساكنة بعد السين لابن كثير وابي عمرو والثانية بضم النون وكسر السين
ولا همزة بعد السين للباقين والاول من نسأ بمعنى اخر اي نؤخر انزالها فلا ننزلها او نؤخرها ونبعدها عن الذهن بحيث لا يتذكر لفظها ولا معناها والثاني
افعال من النسيان **قوله تعالیٰ** واسع عليم وقالوا. فيه قرأتان الاولى بغير واو قبل القاف لابن عامر والثانية بواو للباقين **قوله تعالیٰ** كن فيكون
فيه قرأتان الاولى بنصب النون من فيكون لابن عامر على جواب الامر صورة وبرفعها للباقين على الاستيناف **قوله تعالیٰ** ولا تسئل. فيه قرأتان
الاولى بفتح التاء وسكون اللام على النهي لنافع والثانية بضم التاء واللام على النفي للباقين **قوله تعالیٰ** ابراهيم. فيه قرأتان ابراهام لابن عامر وابراهيم
للباقين **قوله تعالیٰ** عهدي. فيه قرأتان الاولى بسكون الياء لحفص وحمزة والثانية بفتحها للباقين ومن سكن الياء اسقطها في الوصل **قوله تعالیٰ**
واتخذوا. فيه قرأتان الاولى بفتح الخاء لنافع وابن عامر على المضي والثانية بكسرها للباقين على الامر **قوله تعالیٰ** بيتي. فيه قرأتان الاولى بفتح الياء لنافع
وهشام وحفص والثانية بسكونها للباقين **قوله تعالیٰ** فامتعه. فيه قرأتان الاولى بسكون الميم وتخفيف التاء لابن عامر والثانية بفتح الميم وتشديد التاء
وهذه الهمزة بعد التاء فالجميع اتفقوا على ضمها والاول من الافعال والثاني من التفعيل **قوله تعالیٰ** ارنا. فيه ثلث قراءات الاولى بسكون الراء لابن كثير والسوسي
والثانية باختلاس حركة الراء للدوري عن ابي عمرو والثالثة بالحركة الكاملة للباقين وتوجيه الاول انه شبه فيه المنفصل بالمتصل فعومل معاملة فخذ
في اسكانه للتخفيف **قوله تعالیٰ** ووصى. فيه قرأتان الاولى اوصى من الايصاء لنافع وابن عامر والثانية وصى من التوصية للباقين **قوله تعالیٰ**

امرتقولون فیہ قرأتان الاولی بالتاء علی الخطاب لابن عامر وحفص وحمزۃ والکسائی والثانیۃ بالیاء علی الغیبۃ للباقین **قولہ تعالٰی** عن قبلتھم التی فیہ ثلث
قراءات الاولی بکسر الھاء والمیم لابی عمرو والثانیۃ بضمھا لحمزۃ والکسائی والثالثۃ بکسر الھاء وضم المیم للباقین ھذا کلہ فی حال الوصل واما فی الوقف فالجمیع علی کسر
الھاء وسکون المیم **قولہ تعالٰی** الی صراط مستقیم ذکرالاشمام لخلف والسین لقنبل **قولہ تعالٰی** لرءوف فیہ قرأتان الاولی بقصر الھمزۃ لابی عمرو وشعبۃ و
حمزۃ والکسائی والثانیۃ بمدھا للباقین **قولہ تعالٰی** عما یعملون ولئن فیہ قرأتان الاولی بالتاء علی الخطاب لابن عامر وحمزۃ والکسائی والثانیۃ بالیاء علی الغیبۃ
للباقین **قولہ تعالٰی** ھو مولیھا فیہ قرأتان الاولی بفتح اللام والف بعدھا لابن عامر والثانیۃ بکسر اللام ویاء بعدھا للباقین **قولہ تعالٰی** عما تعملون ومن
حیث خرجت فیہ قرأتان بالیاء علی الغیبۃ لابی عمرو والثانیۃ بالتاء علی الخطاب للباقین **قولہ تعالٰی** ومن تطوع فیہ قرأتان الاولی بالیاء علی الغیبۃ
وتشدید الطاء والواو وجزم العین لحمزۃ والکسائی والثانیۃ بالتاء علی الحضور وتخفیف الطاء وفتح العین للباقین **قولہ تعالٰی** وتصریف الریح فیہ قرأتان
الاولی بالتوحید لحمزۃ والکسائی والثانیۃ بالجمع للباقین **قولہ تعالٰی** ولو یری الذین ظلموا فیہ قرأتان الاولی بالتاء علی الخطاب لنافع وابن عامر والثانیۃ بالیاء
علی الغیبۃ والموصول علی الاول مفعول والجواب لرأیت امرا فظیعا وعلی الثانی فاعل والجواب لوقعوا فی حسرۃ عظیمۃ **قولہ تعالٰی** اذ یرون فیہ قرأتان الاولی
بضم الیاء لابن عامر والثانیۃ بفتحھا للباقین **قولہ تعالٰی** خطوٰت فیہ قرأتان الاولی بضم الطاء لابن عامر وقنبل وحفص والکسائی والثانیۃ بسکونھا
للباقین وھما لغتان فی جمع خطوۃ **قولہ تعالٰی** فمن اضطر فیہ قرأتان فی الوصل الاولی بکسر النون لابی عمرو وعاصم وحمزۃ والثانیۃ بضمھا للباقین اتباعا للطاء
قولہ تعالٰی لیس البر فیہ قرأتان الاولی بنصب الراء لحفص وحمزۃ والثانیۃ برفعھا للباقین وھو علی الاول خبر للیس وعلی الثانی اسم لھا **قولہ تعالٰی** ولکن
البر من فیہ قرأتان الاولی بکسر النون مخففۃ ورفع الراء لنافع وابن عامر والثانیۃ بنصب النون مشددۃ ونصب الراء للباقین **قولہ تعالٰی** من موص
فیہ قرأتان الاولی بفتح الواو من موص وتشدید الصاد لشعبۃ وحمزۃ والکسائی والثانیۃ بسکون الواو وتخفیف الصاد للباقین والاول من التفعیل والثانی
من الافعال **قولہ تعالٰی** فدیۃ طعام فیہ قرأتان الاولی بغیر تنوین فی فدیۃ وخفض المیم من طعام لنافع وابن ذکوان والثانیۃ بتنوین فدیۃ ورفع المیم
من طعام وتوجیہ الاول اضافۃ فدیۃ الی طعام والثانی بدلیۃ طعام من فدیۃ **قولہ تعالٰی** طعام مسکین فیہ قرأتان الاولی مساکین بفتح المیم والسین والف
بعد السین وفتح النون علی الجمعیۃ لنافع وابن عامر والثانیۃ بکسر المیم وسکون السین ولا الف بعدھا وخفض النون منونۃ علی الافراد للباقین **قولہ تعالٰی** فمن تطوع فیہ
عین ما ذکر قریبا فی قولہ تعالٰی ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم **قولہ تعالٰی** ولتکملوا العدۃ فیہ قرأتان الاولی بفتح الکاف وتشدید المیم لشعبۃ والثانیۃ
بسکون الکاف وتخفیف المیم للباقین والاول من التفعیل والثانی من الافعال **قولہ تعالٰی** البیوت فیہ قرأتان الاولی بضم الباء حیث جاء لورش و
ابی عمرو وحفص والثانیۃ بکسرھا للباقین **قولہ تعالٰی** ولکن البر من اتقی فیھما مر قریبا فی قولہ تعالٰی ولکن البر من امن **قولہ تعالٰی** ولا تقتلوھم عند
المسجد الحرام حتی یقتلوکم فان قتلوکم فیہ قرأتان الاولی بکون الصیغ الثلث من نصر ینصر لحمزۃ والکسائی والثانی بکونھا من المفاعلۃ للباقین **قولہ تعالٰی**
فلا رفث ولا فسوق فیہ قرأتان الاولی برفع الثاء والقاف والتنوین لابن کثیر وابی عمرو والثانیۃ بفتحھما للباقین ولا خلاف فی کون لا جدال بالفتح **قولہ تعالٰی**
مناسککم فیہ قرأتان الاولی بالادغام لابی عمرو وبخلاف عنہ ولم یدغم مثلین من کلمۃ فی القرآن الا ھنا وفی سورۃ المدثر وھو قولہ تعالٰی ما سلککم
فی سقر والثانیۃ بلا ادغام للباقین **قولہ تعالٰی** فی السلم فیہ قرأتان الاولی بفتح السین لنافع وابن کثیر والکسائی والثانیۃ بکسرھا للباقین وھما لغتان
مشہورتان فیہ **قولہ تعالٰی** والی اللہ ترجع فیہ قرأتان الاولی بفتح التاء وکسر الجیم لابن عامر وحمزۃ والکسائی والثانیۃ بضم التاء وفتح الجیم للباقین
قولہ تعالٰی حتی یقول الرسول فیہ قرأتان الاولی برفع اللام لنافع والثانیۃ بنصبھا للباقین وتوجیہ الاول انہ حکایۃ حال ماضیۃ والثانی بتقدیر ان
قولہ تعالٰی اثم کبیر فیہ قرأتان الاولی بالثاء المثلثۃ لحمزۃ والکسائی والثانیۃ بالباء الموحدۃ للباقین **قولہ تعالٰی** قل العفو فیہ قرأتان الاولی
برفع الواو لابی عمرو والثانیۃ بالنصب للباقین وتوجیہ الاول تقدیر المبتدأ علی ان ما ینفقون مبتدأ او خبر وتوجیہ الثانی تقدیر الفعل وماذا مفعول ل
ینفقون لیطابق الجواب السوال **قولہ تعالٰی** حتی یطھرن فیہ قرأتان الاولی بتشدید الطاء والھاء لشعبۃ وحمزۃ والکسائی والثانیۃ بسکون الطاء وضم الھاء
مخففۃ للباقین **قولہ تعالٰی** الا ان یخافا فیہ قرأتان الاولی بضم الیاء لحمزۃ مبنیا للمفعول والخائف علی ھذا ھو المخاطب فی خفتم والثانیۃ بفتحھا للباقین مبنیا
للفاعل **قولہ تعالٰی** لا تضار والدۃ فیہ قرأتان الاولی بضم الراء لابن کثیر وابی عمرو والثانیۃ بالفتح للباقین والاول نفی والثانی نھی **قولہ تعالٰی** تمسوھن فیہ

37/200

قرأتان الاولى بضم التاء والف بعد الميم في الموضعين لحمزة والكسائي من المماسة والثانية بفتح التاء ولا الف بعد الميم فيهما للباقين من المس **قوله تعالى** قدره. فيه قرأتان الاولى بفتح الدال لابن ذكوان وحفص وحمزة والكسائي والثانية بسكونها للباقين وهما لغتان فيه **قوله تعالى** وصية لازواجهم. فيه قرأتان الاولى برفع التاء لنافع وابن كثير والثانية بالنصب للباقين وتوجيه الاول حكم الذين يتوفون وصية ونحوه وتوجيه الثاني ليوصوا او يوصون او نحوه **قوله تعالى** فيضعفه. فيه اربع قرأات الاولى بنصب الفاء من التضعيف لابن عامر والثانية برفع الفاء من التضعيف لابن كثير والثالثة بنصب الفاء من المضاعفة لعاصم والرابعة برفع الفاء من المضاعفة لنافع وابي عمرو وحمزة والكسائي وتوجيه النصب بكونه جواب الاستفهام وتوجيه الرفع بتقدير هو **قوله تعالى** يبسط. فيه قرأتان الاولى بالسين لقنبل وابي عمرو وابن عامر وحفص وحمزة بخلاف ابن ذكوان وخلاد والثانية بالصاد للباقين والرسم بالصاد **قوله تعالى** هل عسيتم. فيه قرأتان الاولى بكسر السين لنافع والثانية بالنصب للباقين **قوله تعالى** غرفة. فيه قرأتان الاولى بفتح الغين لنافع وابن كثير وابي عمرو والثانية بضمها للباقين وهو بالضم ما يغترف وبالفتح مصدر وقيل هما مصدران والضم والفتح لغتان **قوله تعالى** دفع الله. فيه قرأتان الاولى بكسر الدال وفتح الفاء والف بعدها لنافع والثانية بفتح الدال وسكون الفاء ولا الف بعدها للباقين **قوله تعالى** بروح القدس. فيه ما قد ذكر من قبل **قوله تعالى** لا بيع فيه ولا خلة ولا شفاعة. فيه قرأتان الاولى بالفتح في بيع وخلة وشفاعة ولا تنوين لابن كثير وابي عمرو والثانية بالرفع والتنوين للباقين **قوله تعالى** كيف ننشزها. فيه قرأتان الاولى بالراء لنافع وابن كثير وابي عمرو والثانية بالزاي للباقين ومعناه بالراء الاحياء وبالزاي الرفع اي نرفعها من الارض فنردها الى اماكنها من الجسد **قوله تعالى** قال اعلم. فيه قرأتان الاولى بوصل الهمزة قبل العين وسكون الميم على الامر لحمزة والكسائي والثانية بقطع الهمزة ورفع الميم على المتكلم وفاعل قال على الاول هو الله تعالى وعلى الثاني هو المار على القرية **قوله تعالى** فصرهن. فيه قرأتان الاولى بكسر الصاد لحمزة والثانية بضمها للباقين من صاره يصوره ويصيره لغتان بمعنى قطعه او اماله وقيل الكسر بمعنى القطع والضم بمعنى الامالة **قوله تعالى** جزءا. فيه قرأتان الاولى بضم الزاي لشعبة والثاني بسكونها للباقين لغتان **قوله تعالى** والله يضاعف. فيه قرأتان الاولى بتشديد العين ولا الف قبلها لابن كثير وابن عامر والثانية بتخفيفها والف قبلها للباقين من التضعيف والمضاعفة **قوله تعالى** بربوة. فيه قرأتان الاولى بفتح الراء لابن عامر وعاصم والثانية بضمها للباقين لغتان **قوله تعالى** فاتت اكلها. فيه قرأتان الاولى بسكون الكاف لنافع وابن كثير والثانية بضمها للباقين واصل اللغة هو الثاني والاول تخفيف **قوله تعالى** فنعما هي. فيه قرأتان الاولى بفتح النون لابن عامر وحمزة والكسائي والثانية بكسرها للباقين والاول على الاصل كعلم والثاني على الاتباع **قوله تعالى** ونكفر عنكم. فيه ثلث قرأات الاولى بالياء ورفع الراء لابن عامر وحفص والثانية بالنون ورفع الراء لابن كثير وابي عمرو وشعبة والثالثة بالنون وجزم الراء لنافع وحمزة والكسائي والرفع على كون الجملة مبتدأة والجزم على العطف جواب الشرط **قوله تعالى** يحسبهم. فيه قرأتان الاولى بفتح السين لابن عامر وعاصم وحمزة والثانية بكسرها للباقين **قوله تعالى** فأذنوا. فيه قرأتان الاولى بفتح الهمزة ومدها وكسر الذال لشعبة وحمزة من الايذان والثانية بسكون الهمزة وفتح الذال للباقين من الاذن **قوله تعالى** الى ميسرة. فيه قرأتان الاولى بضم السين لنافع والثانية بفتحها للباقين لغتان **قوله تعالى** وان تصدقوا. فيه قرأتان الاولى بتخفيف الصاد لعاصم والثانية بالتشديد للباقين والاصل تتصدقوا فحذفت احدى التائين على الاول وادغمت في الصاد على الثاني **قوله تعالى** يوما ترجعون. فيه قرأتان الاولى بفتح التاء وكسر الجيم لحمزة والثانية بضم التاء وفتح الجيم للباقين **قوله تعالى** ان تضل. فيه قرأتان الاولى بكسر الهمزة لحمزة فان شرطية والثانية بفتحها للباقين وان مصدرية **قوله تعالى** فتذكر. فيه ثلث قرأات الاولى بسكون الذال وتخفيف الكاف مع نصب الراء لابن كثير وابي عمرو والثانية بفتح الذال وتخفيف الكاف مع نصب الراء لنافع وابن عامر وعاصم والكسائي والثالثة بالفتح والتشديد مع رفع الراء لحمزة والنصب على العطف والرفع على الجواب من الشرط وهو على التخفيف من الذكر وعلى التشديد من التذكير **قوله تعالى** تجارة حاضرة. فيه قرأتان الاولى بنصب التاء فيهما لعاصم والثانية بالرفع فيهما للباقين فكان على الاول ناقصة وعلى الثاني تامة **قوله تعالى** فرهن. فيه قرأتان الاولى بضم الراء والهاء ولا الف بعدها لابن كثير وابي عمرو والثانية بكسر الراء وفتح الهاء والف بعدها وكلاهما جمع رهن **قوله تعالى** فيغفر ويعذب. فيه قرأتان الاولى برفع الراء والباء لابن عامر وعاصم والثانية بالجزم للباقين والجزم للعطف على جواب الشرط **قوله تعالى** وكتبه. فيه قرأتان الاولى بكسر الكاف وفتح التاء والف بعدها على التوحيد لحمزة والكسائي والثانية بضم الكاف والتاء على الجمع للباقين وقد تمت بحمد الله سورة البقرة الطولى والعشرين من

فہرست مضامین تفسیریہ

مضمون	صفحہ	سطر	مضمون	صفحہ	سطر	مضمون	صفحہ	سطر	مضمون	صفحہ	سطر	مضمون	صفحہ	سطر
تحقیق حروف مقطعات	٢	١٦	معنی خلافت	١٨	٢	دفع اشکال اکراہ فی الدین و	٣٧	١٧	معنی حکمت	٧١	١٣	تحقیق اجابت دعا	١٠٥	١٧
غیب کے معنی	٣	٩	خلاصہ معروض ملائکہ	″	٤	حکمت مشروعیت جہاد			تحقیق ملت ابراہیمی انحصارش	″	١٩	حکم استعمال حساب شمسی	١٠٨	١١
پہلی کتابوں کے ماننے کے معنی	″	١٤	حکمت تخلیق بنی آدم و عدم تخلیق	″	١٣	فرق درمیان نکال و موعظت	٣٠	١٥	در اتباع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم			ابتداء قتال	١١٠	١٣
شقی ازلی کو نصیحت نفع دیتا	٤	١٠	آں از ملائکہ			جواب شبہ محبت بیان مقبول	٤٠	١٥	جواب اشکال عصیان در انبیا	٧٢	١٢	استیطان کفار جزیرہ عرب	″	١٥
شقی ازلی کو نصیحت کرنے کا فائدہ	٥	٤	عدم تخصیص حکمت مذکورہ ذہن	″	١٨	حکمت انعکاس ترتیب قصہ	″	١٠	قبل طاعت			و قتال در حرم		
شقی ازلی کا کفر میں معذور نہ ہونا	″	٦	دفع شبہ بر ضرورت حکمت مذکورہ	″	٢٢	حسن ترتیب بیان	٤١	١٢	جواب شبہ خصوص معنی اسلام با	٧٣	١٩	قتال در اشہر حرم	″	١٩
مثال استعداد و امر تکوینی	″	٢١	تحقیق تبیین علمی کہ موقوف علیہ			نکتہ تکرارات قرآنی	٤٢	٢٢	عموم معنی یہودیت و نصرانیت			عدم قبول جزیہ از کفار عرب	″	٢١
توضیح حقیقت خلق و فعل	٦	١	اصلاح انسان است تخصیص	١٩	١٢	معانی احاطت خطیئتہ	٤٣	٣٠	تحقیق اعتماد نسب در آخرت	٧٤	٨	بدعت شدن اعتقاد کردن	١١٣	٢١
بمثال			آں با انسان			دفع شبہ خلود عاصی	″	٢٦	یا در دنیا			مباح را عبادت یا معصیت		
دفع شبہ قبح خلق بقیاس	″	٩	جواب بعض ملائکہ در اصلاح انسان	٣٠	٧	توجیہ تسمیہ معصیت بکفر	٤٦	١٦	دفع اشکال امر اتباع ملت	٧٥	٨	دفع تلبیس متدلین بآیت	١١٦	١٤
قبح فعل			جواب کفایت انسان در اصلاح جن	″	٩	دفع اشکال تکفیر یہود با وجود	٤٨	١٨	ابراہیم علیہ السلام			آمنا لوز بر طلوعیت دنیا		
دفع شبہ تاثیر ارادہ در افعال	″	١٤	دفع غلط از امکان حصول علم ملائکہ			معرفت حق			تفسیر عجیب تعلم	٨١	١٥	ذم بدعت	١١٧	١٤
عبد			موقوف علیہ ملائکہ بلا تعلیم	″	١١	تحقیق قصہ زہرہ	٥٦	٢١	اثر صبر و صلوٰۃ در تخفیف غم	٨٧	٨	توجیہ اجتماع دعا در عقد کا	١٢١	١٩
دفع شبہ نفی اختیار عبد	″	١٧	دفع شبہ عدم عطاء استعداد	″	٢١	تفصیل احکام سحر	٥٧	٧	تقریر دلیل عقلی توحید	٩٢	٧	عدم احاطہ جزو مصالح احکام الٰہیہ	١٢٢	١٨
قطع شبہات متعلق تقدیر	″	٢٠	علم مذکور ملائکہ را			تحقیق اثر سحر	″	١٢	عقلی شدن اصول اسلام	″	١٦	دلیل عجیب علی نسخ حرمت قتال	١٢٣	١٤
تقریر مقرر ثانی			دفع شبہ وجود استعداد علم	٢١	٦	کراہت فعل مباح کہ سبب	″	٢٣	وجود اسلام و غلطی منکرین	″	١٨	فی الاشہر الحرام		
دفع شبہۃ التعارض فی حقیقۃ	١٠	١٨	مذکور در ملائکہ			فعل غیر مباح باشد			جواب استدلال منکرین تقلید	٩٥	١٥	تفصیل احکام انفاق	١٢٥	١٤
												دلیل جبر در دین و دفع حکم صحیح	١٢٧	٨
الرعد والبرق			حکمت مکث فی الارض بعد	٢٥	١٥	حکمت تبیین قبلہ و دفع	٦٢	٣٢	مجتہدین			و طلاق وغیرہ		
تقریر ترتیب درمیان خلق	١٧	١٦	قبول توبہ			اعتراض بر قبلہ			عدم حصر حکمت صوم در تقویٰ	١٠٣	٢٢	حکم فرار من الطاعون	١٤٣	٢٩
												دفع وہم تناسخ و دفع تعارض	١٤٥	٥
سماء و ارض			طرق تسہیلات حضور قلب در صلوٰۃ	٢٨	١٨	تحقیق ایجاد اشیاء بکلمہ کن	٦٣	١٥	و جواب از زعم ملحدین			بعض آیات		
مقصود استفسار از ملائکہ	١٧	٢٦	فائدہ متعلقہ تبدیل ترتیب اجزاء قصہ	٣٤	١٣	مصداق دعائے ابراہیمی	٧	٧	معنی قرب حق تعالیٰ	١٠٥	١٤	دفع طعن عدم اکتساب معاش بر طلباء و علماء	١٤٦	٢٥

فہرست مضامین منصوصۂ قرآنیہ

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
سورۃ الفاتحہ	١	مثل اول منافقین	٩	بشارت مومنین	١٣	تذکیر نعم بنی اسرائیل	٢٦	معاملہ اول از معاملات	٣٠	معاملہ پنجم	٣١	معاملہ دہم	٣٣
سورۃ البقرہ	٢	مثل دوم منافقین	١٠	تحقیق ضرب المثل	١٤	نہی از کفر و دین فروشی	″	بنی اسرائیل		معاملہ ششم	٣٢	معاملہ یازدہم	٣٤
صفات مومنین	٣	تعلیم توحید	١١	انکار بر کفر	١٦	امر بجملات فرعیہ	٢٧	معاملہ دوم	″	معاملہ ہفتم	″	معاملہ دوازدہم	″
بیان حال کافرین	٤	برہان رسالت	١٢	بیان نعم عامہ	″	زجر عالم بے عمل	″	معاملہ سوم	″	معاملہ ہشتم	٣٣	معاملہ سیزدہم	٣٥
شناعت منافقین	٧	معاند کافرین	″	قصہ آدم علیہ السلام	١٧	علاج حب مال و جاہ	٢٨	معاملہ چہارم	٣١	معاملہ نہم	″	قانون	٣٦

مضامین	صفحہ
معاملہ چہاردہم	۳۷
معاملہ پانزدہم	〃
معاملہ شانزدہم	۳۸
معاملہ ہفدہم	〃
تفتیش بنی اسرائیل	۳۹
تکرار تفتیش	〃
سہ بارہ تفتیش	〃
جواب تفتیش بخیر	〃
معاملہ ہشدہم تتمہ ہفدہم	۴۰
شکایات	۴۱
معاملہ نوزدہم مضمون درعم	〃
حکومت مومنین	
معاملہ بستم نقض تتمہ صلح	۴۲
کلفت مومنین	
تحقیق یہود	〃
حال عوام یہود	۴۳
شناعت علماء یہود	〃
معاملہ بست و یکم	〃
خط الحظ	۴۴
معاملہ بست و دوم	〃
تتمہ میثاق مذکور	۴۵
عہد شکنی	〃
ملامت و وبال	۴۶
تتمہ وبال مع علت	〃
معاملہ بست و سوم	۴۷
معاملہ بست و چہارم	〃
معاملہ بست و پنجم	۴۸
سبب انکار یہود	〃
دلیل کفر و حسد یہود مع رد	۴۹
تتمہ دروغ گوئی اہل یہود	〃
تتمہ رد مذکور	۵۰
معاملہ بست و ششم	〃
تتمہ مضمون سابق	۵۲
معاملہ بست و ہفتم	۵۳
معاملہ بست و ہشتم	۵۴
معاملہ بست و نہم	〃

مضامین	صفحہ
تتمہ سابق	۵۴
تاکید تحریر بیان تسلیم یہود سحر	〃
معاملہ سی ام	۵۷
معاملہ سی و یکم	〃
معاملہ سی و دوم	۵۸
معاملہ سی و سوم	۵۹
معاملہ سی و چہارم	〃
معاملہ سی و پنجم با شرک نصاریٰ	۶۰
معاملہ سی و ششم ایضاً با شرک	۶۱
نصاریٰ و مشرکین	
معاملہ سی و ہفتم ایضاً با اشتراک	〃
نصاریٰ و مشرکین	
معاملہ سی و ہشتم	۶۲
معاملہ سی و نہم ایضاً با اشتراک	۶۳
نصاریٰ و مشرکین	〃
معاملہ چہلم ایضاً با اشتراک	۶۴
نصاریٰ و مشرکین	〃
تعلیمہ رسول اللہ صلی اللہ	۶۵
علیہ وسلم	
مثال کلی از جہان مخالفین	۶۶
خاص	
ذکر مصنفین اہل کتاب	〃
اعادہ تمہید بطور تخصیص	۶۷
فضیلت حضرت ابراہیم علیہ السلام	۶۸
فضیلت کعبہ	۶۹
دعائے ابراہیمی برائے حرم	
داخل حرم	
تعمیر بنائے کعبہ و خواص	۷۰
دو دعائے بانی	
تتمہ دعائے مذکور	〃
نافرمانی تارک ملت ابراہیمی	۷۲
کلمہ اسلام منحصر شد	〃
قصہ وصیت یعقوب علیہ السلام	〃
تاکید وصیت مذکورہ	۷۳
عدم کفایت انتساب	۷۴
بقبولین در نجات	

مضامین	صفحہ
جواب داعیان یہودیت و نصرانیت	۷۴
علامہ ملت ابراہیم	۷۵
تفریع بر مضمون سابق	۷۶
مزید اظہار شرف اسلام	〃
تسلیم جواب اہل کتاب	۷۷
تکرار مضمون عدم کفایت انتساب	۷۸
بقبولین در نجات آخرت	
جواب حکمائے شبہ تحویل قبلہ	۷۸
مدح امت محمدیہ	۷۹
جواب مطلب باقی بحث قبلہ	۸۰
حکمت اول	۸۱
افشاء اہل کتاب باب حکم قبلہ	۸۲
اختلاف اہل کتاب باب رسول	۸۳
اظہار علی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	
حکمت دوم تحویل قبلہ	۸۴
حکمت سوم تحویل قبلہ	〃
اخبار بعثت محمدیہ	۸۵
حکم ذکر و شکر	۸۶
تعلیم صبر و صلوٰۃ	۸۷
فضیلت قتل فی سبیل اللہ	〃
فضیلت صبر و تعلیم اظہار شکل	۸۸
اظہار رتبہ بر سعی صفا و مروہ	
وعید کتمان حق و اظہار برکات	۹۰
مع وعدہ عفو تائب	۹۱
تقریر توحید و دلیل توحید	〃
رد مشرکین	
شدت عذاب آخرت	۹۲
ابطال تعلیم سوائب	۹۳
ابطال دلیل مشرکین	۹۴
مثال سوء فہم مشرکین	۹۵
اظہار نعمت تحریم خبائث مع حکم شکر	۹۶
ماکولات محرمہ	〃
تحریم دین فروشی	۹۷
ابواب البر	۹۸
اصول بر	〃
حکم اول قصاص	۹۹

مضامین	صفحہ
حکم دوم وصیت	۱۰۱
حکم سوم صوم	۱۰۲
تعیین ایام صیام	۱۰۳
قرب اجابت باری تعالیٰ	۱۰۴
حکم چہارم تمتع بمفطرات	۱۰۵
در شب صیام	
حکم پنجم اعتکاف	۱۰۶
تاکید احکام مذکورہ	〃
حکم ششم منع مال حرام	۱۰۷
حکم ہفتم عبادت ماہ قمری	〃
در حج وغیرہ	
حکم ہشتم اصلاح طریقہ بخانہ	۱۰۸
در ایام احرام	
حکم نہم قتال کفار	〃
حکم دہم انفاق فی سبیل اللہ	۱۱۰
حکم یازدہم متعلق حج و عمرہ	۱۱۱
تتمہ متعلق حج و تاکید ذکر اللہ	۱۱۲
تجارت در حج و وقوف	۱۱۳
عرفات و مزدلفہ	
وقوف منیٰ و تقسیم حج	۱۱۵
بیان منافق	۱۱۶
بیان مخلص	۱۱۷
اصلاح جذع	〃
عقوبت مخالفت حق	۱۱۹
آمدن حب دنیا	〃
تائید اثر حب دنیا	۱۲۰
ترغیب مسلمانان بتحمل شدائد	۱۲۱
حکم دوازدہم مصارف انفاق	〃
حکم سیزدہم فرضیت جہاد	۱۲۲
حکم چہاردہم تحقیق قتال	〃
در شہر حرام	
تاکید مضمون مزاحمت	۱۲۳
دین	
انجام ارتداد	〃
وعدہ ثواب بر اخلاص نیت	۱۲۴
حکم پانزدہم متعلق شراب و قمار	〃

مضامین	صفحہ
حکم شانزدہم مقدار انفاق	۱۲۵
حکم ہفدہم مخالطت یتیم	〃
حکم ہشدہم مناکحت کفار	۱۲۶
حکم نوزدہم حرمت جماع در	۱۲۸
حیض و شرط اعطاء اجازت	
در پاکی	
حکم بستم منع سوگند بر	۱۲۹
ترک خیر	
حکم بست و یکم گناہ سوگند	۱۳۰
دروغ	
حکم بست و دوم ایلاء	〃
حکم بست و سوم و چہارم	۱۳۱
عدت مطلقہ و مدت	
رجعت	〃
حکم بست و پنجم عدد طلاق	۱۳۲
رجعی	
حکم بست و ششم خلع	۱۳۳
حکم بست و ہفتم حلالہ در	〃
طلاق ثلث	
حکم بست و ہشتم تتمہ مضمون	۱۳۵
حکمت بست و نہم منع نہی از	
سبب الاحکام	
حکم بست و نہم نہی منع لسان	۱۳۶
نکاح ثانی	
حکم سی ام رضاع	۱۳۷
حکم سی و یکم عدت وفات	۱۳۹
زوج	
حکم سی و دوم پیغام نکاح	〃
در عدت	
حکم سی و سوم وجوب یا	۱۴۰
عدم وجوب مہر و طلاق	
قبل الدخول	
تتمہ حکم مذکور	۱۴۱
حکم سی و چہارم محافظت صلوٰۃ	〃
حکم سی و پنجم وصیت سکونت	۱۴۲
برائے بیوہ	〃

مضامین	صفحہ
تتمہ حکم متاع مذکور در شمار	۱۴۳
سی و سوم و سی و پنجم	
قصہ گریزندگان از موت	۱۴۴
غرض تمہید تشجیع بر قتال	
تشجیع بر قتال	۱۴۵
ترغیب انفاق در خیر جہاد وغیرہ	〃
قصہ طالوت و جالوت	۱۴۶
بقیہ قصہ	〃
بقیہ	۱۴۷
بقیہ	〃
بقیہ	۱۴۸
بقیہ	〃
استدلال بر نبوت محمدیہ	۱۴۹
تفصیل احوال انبیاء علیہم السلام	〃
ترغیب انفاق فی سبیل اللہ	۱۵۰
توحید ذات و صفات	۱۵۱
نفی اکراہ فی الدین	۱۵۲
مدح مومن و ذم کافر	۱۵۳
قصہ اول	〃
قصہ دوم	۱۵۴
قصہ سوم	۱۵۵
فضیلت انفاق سے	۱۵۷
سبیل اللہ	
بعضے شرائط قبول انفاق	〃
فی الخیر	
ابطال ثواب بمن و اذی و ریا	۱۵۸
مثال انفاقات مقبولہ	۱۵۹
مثال نفقات اہل اعمال	۱۶۰
فاسدہ بعد صحت	
رعایت جودت مال منفق	۱۶۱
تنبیہ بر مزاحمت شیطان	〃
تاکید رعایت شرائط انفاق	۱۶۲
تحقیق افضلیت اظہار یا	〃
اخفاء انفاق	
عموم احسان بمسلم و	۱۶۳
کافر	

مضامین	صفحہ
اصل مستحقین صدقات	۱۶۴
عدم تخصیص اوقات و	〃
حالات در انفاق	
حکم سی و ششم تحریم و	۱۶۵
ذم ربوا	
مدح مومنین عاملین	۱۶۶
نہی از وصول بقایا سود	۱۶۷
حکم سی و ہفتم وجوب امہال	۱۶۸
مفلس	
حکم سی و ہشتم متعلق	〃
دین	
جزو اول مشورہ کتابت	〃
دستاویز	
جزو دوم نہی کاتب از	〃
انکار کتابت	
جزو سوم حوالہ دستاویز	〃
از جانب مدیون	
جزو چہارم استشہاد	۱۷۰
جزو پنجم نہی شہود از انکار	〃
شہادت	
تتمہ جزو اول	۱۷۱
تتمہ جزو چہارم	〃
تتمہ جزو دوم	〃
و پنجم	
حکم سی و نہم رہن	۱۷۲
حکم چہلم حرمت اخفاء	〃
شہادت	
تحقیق مواخذہ بر افعال	۱۷۳
قلوب	
مدح مومنین	۱۷۴
توضیح مضمون بالا و ان	〃
تبدوا الخ	
تعلیم دعا	۱۷۶

تمت

نوٹ: قرآن مجید کی اس تفسیر کی اشاعت کے لئے کاغذ بحوالہ پرمٹ نمبر ۳۰۳ مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۵۲ء کنٹرولر صاحب پرنٹنگ اینڈ سٹیشنری حکومت پاکستان کراچی سے بصد شکریہ حاصل کیا گیا۔